

ہفت روزہ ننگار فائن ٹیکن

# شعرا کے تذکرے

قاضی عکبر الودود  
(۲ ۱۹۸۳ء)

غلام بخش اور نیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

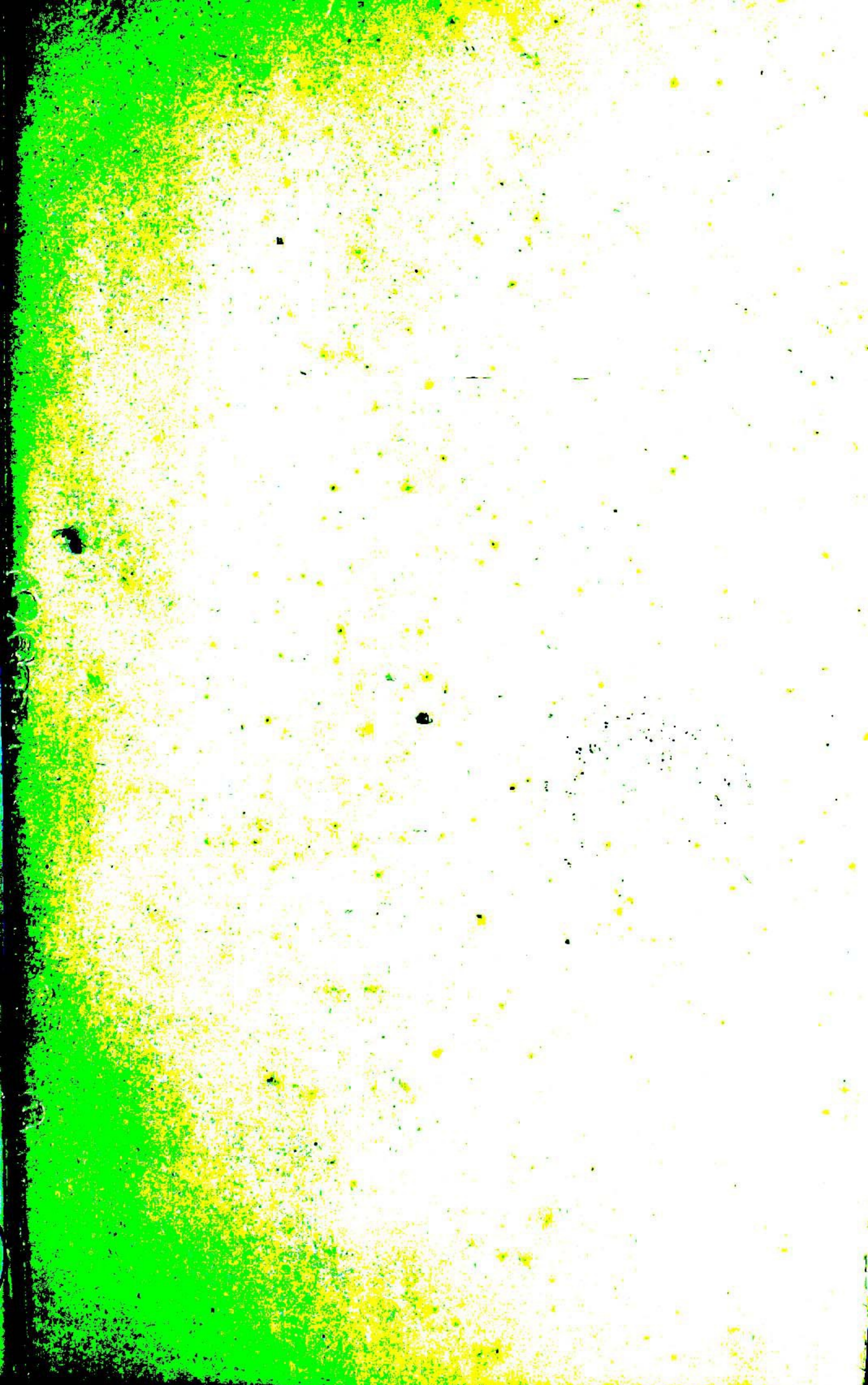


**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi  
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ  
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



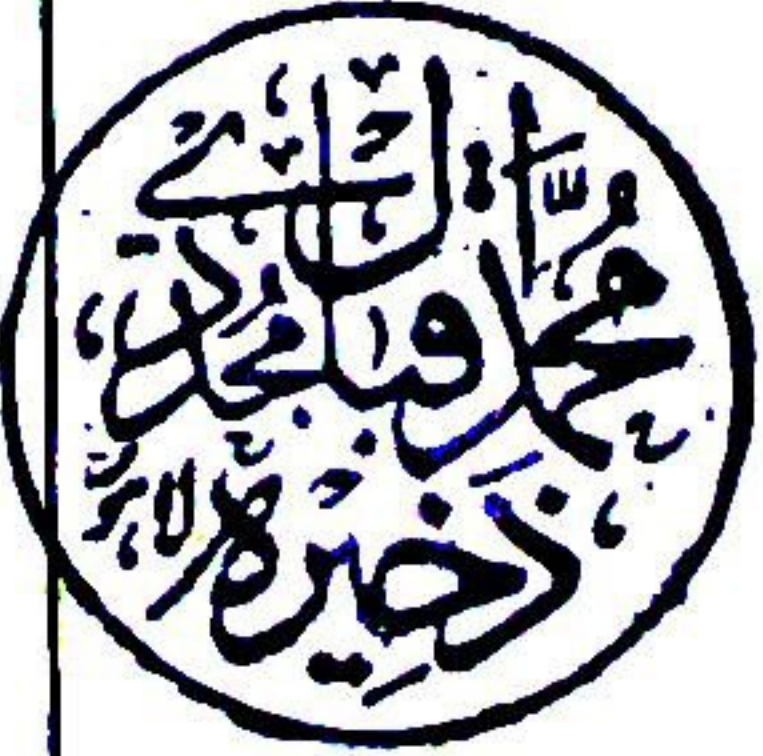






بائیک نشگان رضوان

# شعرا کے تذکرے



قاضی عکبر الودود  
(۲ ۱۹۸۴ء)

خدا بخش پبلشرز اور پبلسٹک لائبریری



137862

تقسیم کار:

○ مکتبہ جامعہ لٹریچر، جامونگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر:

○ مکتبہ جامعہ لٹریچر، جامونگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

○ مکتبہ جامعہ لٹریچر، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

○ مکتبہ جامعہ لٹریچر، پرنس بلڈنگ، بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۲

○ مکتبہ جامعہ لٹریچر، یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲

اشاعت: ۱۹۹۵ء

قیمت: دو سو روپے

پاکیزہ آفسیٹ، شاہ گنج، محمدپور روڈ، پٹنہ - ۴ میں طبع ہوئی۔



## حرفے چند

قاضی صاحب کے کارناموں کو ان کی خواہش کے مطابق یکے بعد دیگرے پیش کرنے کا منصوبہ بن گیا، جس میں اولیت مختصر مستقل بالذات تحریروں کو دی جاتی تھی۔ ان میں بحیثیت محقق محمد حسین آزاد، عبدالحق اور غالب کا جائزہ تھا؛ کلام دلدار اور دیوان رضا عظیم آبادی کی تدوینات تھیں؛ اور ایک منتخب مجموعہ 'اثبات بہار' کی ترتیب تھی جس میں ان کی ہر نوع کی ایک تحریر شامل ہے۔ بحیثیت محقق محمد حسین آزاد والا جائزہ اور دیوان رضا کی تدوین، مکتبہ جامعہ کے لائق سربراہ شاہد صاحب کی جانسوزی سے جنوری ۱۹۴۲ء میں قاضی صاحب کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھیں۔ اثبات بہار کی وہ صرف پہلی کاپی دیکھ پائے، ذکر یہ ابھی کتابت کی منزلوں سے گزر رہی تھی۔ اسے نام ذات حق کا اور ہے نام حق کی جستجو کرنے والے اس بے لاگ محقق کا جس نے سچ کی تلاش میں سچ سننے، سچ دیکھنے اور سچ کہنے کی ایک بار قسم کھائی تو موت تک اس کو بھادیا! 'سچ' صرف 'سچ' اور 'سچ' کے سوا کچھ بھی نہیں!!



شوراء اردو کے تذکرے قاضی کا دل پسند موضوع تھا۔ تذکرے پڑھتے تھے؛ مضامین لکھنے کے لیے بار بار استعمال کرتے تھے؛ اس لیے ان تذکروں کی قدر و قیمت، جس کی جو بھی رہی ہو، آہستہ آہستہ ان پر روشن ہوتی جاتی تھی۔ پھر جب کبھی موقع ملتا، ان تذکروں کا جائزہ لیتے رہتے۔ مطلوبہ مضامین کی شکل میں یہ جائزے ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۸ء کے عرصہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ البتہ ایک استثناء، تذکرہ روز روشن، پر مختصر سا نوٹ ہے۔ یہ ۱۹۴۱ء کی بات ہے اور اسی کے اگلے سال ۱۹۴۲ء میں 'بیدل اور تذکرہ خوشگو' والا مضمون ہے۔

"تذکرہ مسرت افزا" انہوں نے الگ سے ایڈٹ کیا۔ اس کا متن معاصر پلٹنے، حصہ ۵-۸، ۱۴، ۱۸ میں چھپا اور اس پر تفصیلی مضمون 'رسالہ اردو' ۱۹۶۸ء میں نکلا۔ 'تذکرہ مسرت افزا' الگ سے پورا تذکرہ ہی پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے اس مجموعہ میں شامل کرنے کے بجائے مستقل بالذات حیثیت سے الگ کتاب کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ابن امین اللہ طوفان کا تذکرہ 'شوراء' پہلے ہی الگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اب یہ اکیس مقالات پر مشتمل مجموعہ، تذکروں کے تذکرہ کی تکمیل کر رہا ہے۔





یہ قاضی صاحب کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے وقتاً فوقتاً اردو کے بعض تذکروں کے بارے میں لکھے۔ ایک مضمون فارسی گوشترا کے تذکرہ روز روشن پر ہے، ایک اور مضمون ایک بیاض کے بارے میں بھی ہے۔ یہ بیاض جو اس وقت نائلس کے لیے آئی تھی، اب خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ یہ دونوں فارسی شعرا پر ہیں اس لیے انہیں ترتیب میں الگ سے آخر میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن سب تذکروں میں زمانی ترتیب چل رہی تھی اس لیے انہیں بھی جہاں زمانہ کے لحاظ سے ہونا چاہیے تھا، وہیں رہنے دیا گیا ہے۔

یہ مضامین بیشتر نئی کتابت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ 'بیاض مہجور ہنارسی' پر جا بجا قاضی صاحب کی اصلاحیں تھیں، اس لیے ان اصلاحوں سے مزین اس مضمون کی قدیم طباعت کا آف پرنٹ بھی جوں کا توں دیا جا رہا ہے۔

عرب



# شعرا کے تذکرے

قاضی عبدالودود  
(م-۱۹۸۳)







# فہرست

۱	نوائے ادب بمبئی، اپریل ۱۹۵۷ء	○ فارسی تذکرے اور ریختہ گو شعرا
۱۶	نوائے ادب بمبئی، جولائی ۱۹۵۷ء	○ اقتباسات سفینہ خوشگو
۳۳	معارف اعظم گڑھ، ۳۹/۵، مئی ۱۹۳۲ء	○ بیدل اور تذکرہ خوشگو
۳۷	۵۰/۱، جولائی ۱۹۳۲ء	○ " " " "
۵۷	مہر نیمروز، (خاص نمبر) جولائی/اگست ۱۹۵۷ء	○ سفینہ خوشگو اور فارسی گویان عظیم آبادی
۶۳	معاصر پٹنہ (عہد جدید) حصہ ۲۷	○ گلشن سخن
۷۳	نوائے ادب بمبئی، اپریل ۱۹۵۱ء	○ تذکرہ یوسف علی خاں
۸۲	ندیم، جون ۱۹۳۱ء	○ تذکرہ شورش
۸۷	نوائے ادب بمبئی، جولائی/اکتوبر ۱۹۵۱ء	○ خاتمہ خلاصۃ الافکار
۱۰۷	معاصر (عہد جدید) حصہ ۱۵	○ گلشن ہند
۱۲۸	نوائے ادب بمبئی، اکتوبر ۱۹۵۷ء	○ سفینہ ہندی اور ریختہ گو شعرا
۱۶۲	اشتر و سوزن ۱۹۶۵ء	○ عمدہ منتخب یعنی تذکرہ سرور
۲۱۸	نوائے ادب، اپریل ۱۹۵۳ء	○ گلشن بے خار
۲۳۷	معاصر (عہد جدید) حصہ ۱۸	○ خلاصۃ تذکرۃ الاکابر
۲۶۲	معاصر (عہد جدید) حصہ ۹	○ طبقات شعرا ہند
۲۸۰	مطالعہ، پٹنہ، نومبر/دسمبر ۱۹۶۸ء	○ گلشن ہمیشہ بہار
۲۹۷	دلی کالج میگزین، ۱۹۵۳ء	○ گلستان سخن
۳۲۷	بہار کی خبریں، اگست ۱۹۶۱ء	○ روز روشن، شعراے فارسی گو کا ایک تذکرہ
۳۳۲	نوائے ادب بمبئی، جنوری ۱۹۶۰ء	○ ریاض عنایت حسین خاں میہور بنارس
۳۴۷	" " " " (اصلاحاتی جلد دوم)	○ " " " "
۳۶۳	معاصر (عہد جدید) حصہ ۱	○ آب حیات کے دو ماخذ
۳۶۷	معاصر (عہد جدید) حصہ ۲	○ آب حیات اور طبقات الشعرا
۳۷۳	نیادور، لکھنؤ، اگست ۱۹۶۳ء	○ سوز اور آب حیات







## فارسی تذکرے اور ریختہ گو شعرا

①

مقالہ ہذا میں ایسے شاعروں کے تراجم تو ہیں جن کی ریختہ گوئی متعین نہیں، لیکن ایسے شعرا کی طرف جن کی ریختہ گوئی کا مدار بعض غیر معتبر اشخاص کے اقوال پر ہے، توجہ نہیں کی گئی۔ بعض شعرا سے متعلق ایسی باتیں جو عام طور پر معلوم ہیں اور جن کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں حذف کر دی گئی ہیں اور بہت سے مقامات سے غیر ضروری الفاظ بھی نکال دئے گئے ہیں۔ متن، محذوفات سے قطع نظر، عموماً وہی ہے جو پیش نظر خطی نسخوں میں ہے اور قیاسی تصحیح بہت کم کی گئی ہے۔ مصنفین کے لفظی و معنوی اغلاط کی نشاندہی نہیں کی گئی اور فارسی اشعار ایک دو جگہ کے سوا نقل نہیں ہوئے۔

(الف) ہمیشہ بہار :-

”ہمیشہ بہار“ کشن چند، اخلاص دہلوی، کاشاگرد قبول کا لکھا ہوا ہے جو بقول مصنف ”باغ معانی“ عہد احمد شاہ میں فوت ہوئے ہیں۔ دیوان تاباں کے مقطع ذیل میں جس کشن چند کا نام آیا ہے وہ یقین ہے کہ یہی ہیں :

سخن میں ان کے محبت کی بو ہے لے تاباں رکھیں ہیں تب تو کشن چند جی سے ہم اخلاص ص ۲۰

دیباچے میں ہے کہ ہمیشہ بہار کا آغاز عہد جہانگیری کے شعراء سے ہوا ہے، لیکن اخلاص کا بیان ہے کہ بعض اکبری شعرا بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ تذکرے کا سال اختتام ۱۱۳۶ھ ہے جو بقول اخلاص ”ہمیشہ بہار“ کے اعداد کو دو سے ضرب دینے سے نکلتا ہے۔ نسخہ پیش نظر کتب خانہ خدابخش پٹنہ کا ہے۔

(۱) امیر خاں، انجام بن نواب میر خاں کہ... احوال آباے عظام این خلاصہ بوستان سیادت بر تمام

عالم روشن است ... :

من از جمعیت آسودگان خاک دانستم	کہ غیر از خشت بہر خواب راحت نیست بلینے
از دوی تا بردل روشن غبار شک نماند	می تو اوں کردن بہر خشت افتباہ آئینہ را
گر بر سر من دست کرم تاک ندارد	میناے دلم شعلہ ادراک ندارد
فسر یاد کہ پیرا ہن دیوانگی من	چوں دامن صحر اخبار چاک ندارد



(۲) سراج الدین، آرزو از جواہر زواہر اشعار لعل آبدار بدخشاں را خاک و خون نشاندہ... دیوان  
زنگین ترتیب دادہ...

(۳) شاہ ولی اللہ، اشتیاق از نبار شیخ احمد سرہندی مشہر بحضرت ایشاں منظر اخلاق ستودہ و اوصاف حمیدہ  
... و از جواہر علم و وفا معجزی و از شاگردان... قبول است و در فن شعر طبع رسائے دارد...

(۴) انسان کامل، میرزا عبدالقادر بیدل برہام اخضر این نہ رواق پہر کوس ملک الکلام بنام نامی اوصاف  
می دہد و قدوسیہاں بالائے عرش نوبت مسلمی سخن باسم گرامی آن سخن آفرینی ز زندہ شاہراہ حقیقت، ودانے کہ نہ ظرافت  
... پیشوائے اہل تجرید، سرسره اہل دید بود۔ در وصف ذات مجمع کما لائش ہرچہ نو نیم کم است۔ دہلی بیمن قدم...  
اں پردہ بحر حقیقت حکم بسطام داشت۔ دیوان غزلش زیادہ از یک لک بیت خواہد بود، و یک دیوان قصیدہ و یک  
دیوان رباعی و مثنوی نیز دارد و کتابے از نثر نوشتہ مسیحی بچار عنقر متضمن بہ نکات غریبہ و رقعات خود نیز جمع نمودہ...  
(۵) شرف الدین علی اکبر آبادی، پیام... زبان شعر درست دارد...

(۶) محمد علی، حشمت متوطن تبت از شاگردان قبول... چندین تکلف می کرد باز مسیحا... اختیار نمود  
جو نیست خوش ظاہر و ترکیب و قطع و لچپی دارد۔ با وجودیکہ سنش از سی تجاوز کردہ، لیکن، تا حال ہم نوجوانان شانزدہ  
سالہ دل کش است، چنانچہ... صاحب... فرماید:

گذشت عہد شباب و ہنوز رعنائی دریں دیار کہ زادی ہنوز آن جانی  
و براحوال و محرر این کلمات بسیار شفیق است و از مدت بسیار رفیق۔ خط نستعلیق۔ نیز می نویسد و در علوم مجیدہ و تزیینہ  
کہ تفصیل آن نوشتن مناسب نیست با فقیر مناسبتے دارد...

خط تو دید مسیحا و گفت بادل ریش کہ این سیاہ قلم کار خوب استاد است  
(۷) قمر الدین، مخاطب نظام الملک بشاکر تخلص... ذات بابر کاتش بجز ہرزہ و تقوی آراستہ و از  
علوم عقلی و نقلی نیز بہرہ داشتہ۔ الحال... ہندستان در قلمرو آن وزیر صاحب تدبیر است، گاہے گاہے بخیاں شعر  
نیز می پردازد و دیوانے ترتیب دادہ...

(۸) شیخ عطاء اللہ عطاء... متوطن امر وہ سخن را بہ لطافت و ظرافت اکثر ادای نمود و از شاگردان...  
بیدل بود... و قتیکہ... بیدل... قلمداں باو عطا کرد، عطا این رباعی انشا کرد:  
بیدل شہ اقلیم کمال ہر فن از گوشہ چشم دل نظر داشت بہن



از روسے عنایتی قلمدان و بیاض فرمود مرا وزارت ملک سخن

بمچوہل سالگی در شاہجہاں آباد... درگذشت۔ راقم... "آشنا رفتہ حیث" تاریخ و فائنش گفتہ۔

(۹) حقائق و معارف اسکاہ، شیخ سواد اللہ، گلشن، در خدمت... میاں گل، وحدت تخلص ارادت صادق  
بہم رسانید و در رکاب ایشان بہ زیارت حرمین... سعادت اندوز شد۔ بعد آن چند سال در احمد آباد گجرات اوقات  
بسر برد۔ آخر العمر در... شاہجہاں آباد اسقامت و زید۔ ذات شریفش بسیار بوارستگی و بے یقینی موصوفت۔  
خالی از شوق و نیاز و سوز و گداز نیست در عالم غزل نازک بند و معنی یا بست، دیوان غزلش قریب لک  
بیت خواهد بود۔۔۔

(۱۰) سخن در نامی میرزا گرامی خلف و شاگرد... قبول گرامی تخلص پیر و مرشد سخن سنجانست  
مردیت قلم در مزاج از دنیا و ما فیہا رست، اشعار بارتبہ می گوید و تلاش معاینہاے غریب دارد و شور البطرزے می  
خواند کہ سماع صورت معنی را برائے العین مشاہدہ نماید و جلوہ ابکار افکار را بچشم سر معاینہ کند...  
(۱۱) فضائل و کمالات مرتبت، میرزا معز فطرت، مخاطب بموسویخان در عصر... عالمگیر بہند آمدہ  
و بمنصب غیر معتد بہ ممتاز شد۔ آخر عمر بر گاہ ترک منصب نمود... ناصر علی این چند بیت نوشتہ فرستاد:

دولت شاہی سلم طبع آزاد ترا ترک مکتب خانہ میمون باد استاد ترا

چون تو عالی ہمتے پابند منصب ہو حیف دامہاندر گستن باد صیاد ترا

اکثر اوقات... بمطالعہ و درس معقول و منقول مصروف می بود، بحسب اتفاق گاہے فکر شعر نیز میکرد... در  
دقیقہ سنجی و معانی بندی بے نظیر عمر خود بود۔ دریں بیت قصیدہ... صاحب کہ در تعریف عمارت گفتہ:

چوں لباس غنچہ تنگی می کند بردوش گل بر شکوہ این عمارت پر نبان آسمان

بالمشافہہ دخل کرد کہ دو لفظ "بر" در مصرعین خلاف محاورہ است... صاحب بعد رد و بدل بسیار معترف  
شد و در دکن... رخت اقامت بہ... عالم بقا بر بست۔ سرخوش تاریخ و فائنش از مصراع اخیر این قطعہ  
بر آورده... :

معز الدین محمد موسوی حیف ز عالم سوے ملک معنوی رفت

کشید آہ و بگفت عقل تاریخ معز الدین محمد موسوی رفت

(۱۲) اندرام، مخلص از شاگردان... بیدل... اکثر سنجیدہ می گوید و مشق سخن را بہر تہ رسانیدہ... :



(۱۳) نعمت اللہ خاں، خلف... روح اللہ خاں... نعمت تخلص و در بعضے غزلہاے نعمت اللہ

ہم تخلص می کند... در شعر یگانہ آفاق و بطائفہ عالیہ شعرا عایتی می نماید کہ کسی از امر اکم کردہ (ایک لفظ بڑھا نہیں جاتا) و حسن خلق این منظر فیض الہی از احاطہ تحریر برتر است... -

(ب) باغ معانی :-

باغ معانی کا جو نسخہ میری نظر سے گزرا ہے، کتب خانہ خدابخش پٹنہ کا ہے اور اس سے متعلق ضروری معلومات

معاصر ۲ ص ۱۰۹ میں مندرج ہیں۔ اس تذکرے میں سودا کا جو تذکرہ ہے وہ معاصر ۲ ص ۱۱۰ میں نقل ہو چکا ہے اس لیے اس مقالے میں شامل نہیں :-

(۱) میرزا محمد کاظم آگاہ تخلص نیشاپوری خالی از علم و شعور نبودہ، در عہد... فرخ سیراز و یار خود ہند

آمدہ در دہلی بسری کرد... میر لطف اللہ حسینی ترمذی کہ ملازم نواب غر خاں، ترک جنگ، دیدہ تخلص کہ احوال شعرا از زمان شاہ عالم بہادر شاہ تا عمر محمد شاہ... حسب فرمان نواب نوشہ نامش صلاح بیگ نوشہ و نوشہ کہ در جرگہ ملازمان بادشاہ در فرقہ خاص چوکی منتظم بود، ہم این بیت بنا مش نوشہ... -

(۲) سراج الدین علی خاں آرزو... اصلش از گویاری... سلسلہ نسبش از جانب پدر شیخ کمال الدین

خواہر زادہ... چراغ دہلی میر سرد و از جانب مادر شیخ محمد غوث گویاری... خودش اوائل حال تا چارہ سالگی بتلاش پرداخت ہمدراں ایام بشاعری رغبت کردہ، با اہل سخن ساخت۔ اشعار خود را اول بخدمت میر عبد الصمد سخن... من بعد از نظر... احسنی... می گذرانید۔ چون بسن رشد رسید از شہر خود بہ لشکر... عالم گیر... بجانب دکن رفت ہر گاہ بادشاہ مذکور فوت کرد... اعظم شاہ... جلوس کردہ بہ سمت دہلی... متوجہ گشت، خاں نیز ہمراہ لشکر تا وطن آمدہ دیگر بارہ با استفادہ کمال پرداخت و در خدمت مولانا عابد الدین، مشہور بدرویش محمد بکسب علوم مفہوم و معلوم مشغول شد، در اندک مدت تحصیلش مرتبہ تکمیل یافت در اکثرے علوم منقول و محقول خصوصاً مصطلحات علمی ماہر و از بسیارے مراتب علمیہ باخبر شد۔ سیما در فن سخنوری سرآمد عمر و از اساتذہ قرار دادہ عہد گشت۔ تالیفات مفیدہ متعدد در اکثر فنون شعر و غیرہ چون اصطلاحات و لغت و معانی و بدیع دارد۔ مولف اکثرے را مطالعہ کردہ ام... مجمع النقائس در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و دو ہجری... بخوبی تالیف نمودہ، قریب صد دیوان... انتخاب زدہ قلمی کردہ... ابیات پسندیدہ نوشہ، موکرر بر سر پایے آن گذشتہ ام اگر چہ بچہت عدم اطلاع کلی بر مقاصد و مطالب فن تاریخ کہ فن علیحدہ است



باختصار احوال نویسنده و بعضی جہاں... بتکرار اشعار و حالات شعرا... پرداختہ و بسبب شیخوخت...  
 آب محرم محراب دماغ قوت حافظہ اشہم در خلل بود لیکن واقعی آنست کہ دریں عہد سرآمد صاحب طبعاں ہندستان  
 و فخر شعراے این ممالک بود۔۔۔ خاں... بعد تحصیل چندے بہ گوالیار و چندے بہ اکبر آباد بہ سبب می بر و تاشنگا  
 ... محمد شاہ با... عبداللہ خاں جنگ کردہ غالب آمد و بادشاہ داخل... دہلی گشت ادا ز گوالیار بہ شاہجہاں  
 آباد وارد گشت، ہماں بخار محل اقامت انداخت، ادا کی بخدمت امرائے دیگر آخر در سلکے فقائے... موتمن الدولہ  
 ... اسحاق خاں ————— انتظام یافت بعد فوتش پر توالتفات... خلف بزرگ نرسن شہنجم الدولہ... بیش از  
 بیش بروجات حالتش تافت و خیلے صحبتش بالوالب کوک شد و از جملہ مخصوصان محفل خاص گشت، فی الجملہ جمعیتے پیدا  
 کردہ برفاہ و فلاح بسر میکرد۔ بعد گشتہ شدن نجم الدولہ و آشوب دہلی ہمراہ... سالار جنگ برادر خرد نواب مرحوم  
 مذکور بسمت صورتہ اودھ پیش رکن السلطنت... شجاع الدولہ... کہ در آن زمان دائرہ دولت ایشان در  
 پاپر گھاٹ... بودہ آمد چون در آن ہنگام نواب بدفع ہنگامہ... راجہ بنارس بودند آنصوب عازم بودند و راتنا  
 راہ در نالہ کراہ کہ دو کروہے چون پور واقع است و زمین ناہموار اچار و شارع دشوار گزار... و علاوہ بسبب  
 موسم برشنگال صعب... از پہلی سواری بزیرافتاد استخوان پایش از جایجا شد و ضرب عظیم رسید و از الم آن وقت  
 بسیار کشید۔ بعد مدتے ازاں عارضہ شفا یافت بعد یک سال سہ ہزار و یک صد و شصت و ہشت در لکھنؤ  
 حیات مقدرش... انجامید... چون در سفر بنارس اتفاق فرود آمدن فقیر متصل ایشان واقع می شد بنابر ان  
 من بایم فن و ارتباط بزرگان خیلے بر من شفقت می فرمود۔ مولف... این تاریخ... بہ سلک نظم کشیدم :

لے درینا از انقلاب جہاں	آہ از گردش رواں افسوس
رفت در زیر خاک نادر عمر	پیشولے سخنوراں افسوس
گوہر کاں فصل بود درین	گشت زیر زمین نہا افسوس
رفت آن فخر اہل ہند و رہی	از صفا با جہاں جہاں افسوس
از پے سال رحلتش گفتم	آرزو رفت از جہاں افسوس

آن مرحوم سہ دیوان غزلیات دارد دشنوی محمود و ایاز بسیار خوب گفتمہ...

(۳) محمد فاضل آزاد... گجراتی از سادات علوی احمد آباد... بادشاہ ناصر علی... و... بیدل...

طلاقات کردہ و سہ ہزار و صد و چہل و ہشت در سہرو پانچ من مضافات احمد آباد فوت کرد...



(۴) "سید غلام علی آزاد... ولادتش بست و پنجم صفر سنہ ہزار و یک صد و ہفدہ ہجری در بگرام رو  
 نمودہ بعد ارتقا بسن رشد... فاضل بے بہاں و شاعر خوش مقال گشت... بعد ادلے مناسک حج... بدکن آمدہ  
 در اورنگ باد فروکش کردہ... امر او ناظم آنجا خیلے بہ سلوک پیش آمدند و بسیار توقیر و احترامش نمودند خصوصاً  
 ... نام جنگ اصلاح شعرا از آن می گرفت و بسیار عنایت می فرمود۔ الی یومنا ہذا در آن مکان بجمعیت خاطر آسودہ  
 دل فارغ البال بسر می برد ہر کہ از اہل سخن آنجا وارد می شود بہ سلوک پیش می آید و رعایتہای نماید۔ در فنون سخن وری  
 ماہر و بہر نوع شعر گفتن قادر... خصوصاً در تاریخ گوئی کمال قدرت دارد... ہنگامیکہ در سیستان بودہ...  
 ید بیضا... تالیف نمودہ 'تاریخ اتامش' طبع کلیم ید بیضا... تالیف نمود یافته 'مولف مکرراً از مطالعہ نمودہ،  
 از آن سلیقہ اش تو اس دریافت اگر چہ در احوال... در ایراد اشعار طریق اختصار اختیار کردہ... و انتخاب بچیک  
 از دو این متقدمین و متاخرین نکرده، لیکن بسلیقہ نوشتہ۔ از زبان حکیم بیگ خاں و... واقف کہ ہر دو کس  
 از طرف کعبہ برگشتہ آنجا وارد شدہ بودند و سلوک شفقانہ دیدہ، شنیدہ شد کہ حالانکہ ذکرہ دیگر می نویسند و بر قات  
 تخلص خود سرو آزاد نام آن ہنادرہ۔ تذکرہ سوم... بنظر عاصی... رسیدہ نام این خزینہ عامرہ ہنادرہ، لیکن  
 مختصر است و بطریق تاریخ حالات... نظام الملک و اولادش نوشتہ..."

(۵) "شاہ ولی اللہ اشتیاق از اقرباے... مجد الف ثانی شہرت کردہ۔ عزیز حمیدہ خصال خوش

مقال (مشکوک) بود، اکثر اوقاتش بگفتن شعور می شد... شاگرد... قبولست..."

(۶) "شاہ فصیح افصح تخلص اصلش از... تو راں تولد و نشوونما در ہندستان کردہ، اوائل در فرقہ سپاہیاں

بودہ در ایام جوانی بفقرو فنا میل کردہ در اہل فرقہ دور آمد، بسیار سرد بزرگار میدہ وضع، صاحب طبع، خوش اخلاق،  
 خوش صحبت، گرم اختلاط، شگفتہ رود، کوچک دل و بصفائی گذراں و لطافت بے مثل، در محبت خاندان سرور  
 انس و جاں، ثابت قدم و در غلامی خواجہ قنبر اسخدم، سالہا گذشتہ کہ از... دہلی لکھنؤ تشریف آوردہ متصل  
 کردہ رائی تکیہ... ساختہ... سابق اطراف آنجا ویرانہ بود حالاً ہمین قدم ایشان آباد گشتہ است و الی یومنا کہ نہیں  
 حیاتش متجاوز از ستین شدہ شرف آن مکان است، و امداد اعزہ اینجا خیلے توقیر و توقیعیش بجا می آرد و صاحب  
 طبعان خواہان صحبت ایشان، بالسیاسے از شعراے ہمد فردوس آرام گاہ و صاحب کمالان ہند و دکن ملاقات  
 نمودہ خود ہم شعر خوب می فرماید بہر حال مولف بسیار شفیق است..."

(۷) "حمید بیگ ظہر از اہالی ہند و شاگرد... معظریہ... صاحب طبع است..."



(۸) عطاء اللہ خاں، اعلیٰ تخلص خلف دومی زبدۃ العارفین میر ولایت اللہ خاں، ادا اللہ بركاتہ اسم اصلی  
ایشان میر بادشاہت در نظم و نثر ماہر، در خط شکستہ و نسخ و شش قادر و در اکثر فنون ہنر و کسب سپاہ گری دست علیا  
دارد، او اہل حال بدولت والد بزرگوار صاحب حال جمعیت بسر کردہ قریب پنج سالست کہ لباس فقر پوشیدہ  
بطرف بنگالہ عازم شدہ، چندے در عظیم آباد و چندے در مقصود آباد و آن لواح بہ سیاحت مشغول، دریں اوقات  
کہ ہزار و یک صد و ہفتاد و چار ہجرت سنش از پنجاہ متجاوز است، در مراتب تصوف مربوط مرید خلیفہ ابراہیم علیہ الرحمۃ  
است اشعار بسیار گفتہ این دوریت بخاطر بود۔

(۹) شیخ شرف الدین علی پیام... اکبر آبادی... آرزو نوشتہ کردے شق سخن از من درست کردہ، لیکن او ازین معنی

اباداشت دریں باب گفتہ:

کسب سخن از اکابر خویش نمود  
از خواب عدم پیام تا چشم گشود  
تعلیم گزین بشعر بہ شرکت غیر  
عموے خودش محمد حامد بود...

(۱۰) محمد علی بیگ تہی حشمت تخلص، نخست تکلف، باز میسما آخر حشمت مقرر نمودہ جوان خوب صورت

و شاگرد... قبول بود...

(۱۱) میر غلام حسن، حسن تخلص دہلوی ولد میر غلام حسین جوان خوش اخلاق صاحب طبیعت، با مولف

آشناست، مدہتاش از شاہراہ ہماں آباد آمدہ، حالاد فیض آباد کہ بہ بنگلہ شہرت دارد، مع والد خود مقیم۔ در شعر رخنہ  
عبارت از زبان مختلط ہندی و فارسی و روزمرہ ہندستان زبانی است بسیار ماہر و خوش گوشت۔ شعر فارسی ہم گاہ  
گاہ می گوید و غیرہ می گوید این شعر و رباعی ایشان شاید این گفتگو است:

اے شمع پیرس سرگذشتم  
خاموش کہ من ز سرگذشتم  
امید نگاہے ز تو گاہے داریم  
جانا ز تو امید نگاہے داریم  
ماگشتہ چشم سرمہ سایم حسن  
نے نالہ ونے فغان نہ آہے داریم

(۱۲) خواجہ میر درد... از اولاد دختری خواجہ بہار الدین محمد نقشبند... و بلونفرت و استقامت

طبع موصوف و فقر و فنا و علیہ کمال معروف۔ خیلے خوش اخلاق صاحب در دست و بمناسبت سلسلہ خویش در  
مراتب تصوف مربوط نسخہ، مانند لواح مولوی جالسی بخوبی نوشتہ و نام آنرا واردات نہاں۔ الی یومنا ہذا در شاہراہ  
آباد رونق افزاست۔ در اشعار ہندی حافظ... وقتست۔ رباعیات فارسی ہم خوب می گوید....



(۱۳) فقیہ صاحب درد مند تخلص از اہالی دہلی و شاگرد مرزا جان جاناں... منظر... در عہد... احمد شاہ بہت بنگالہ رفت چند سال شد کہ (ایک لفظ نہیں پڑھا جاتا) حیاتش رسیدہ۔ بسیار بر فہم اوقات بسر برد۔ در زبان ہندی کہ عبارت از ریختہ باشد شعری گوید در زبان فارسی گاہ گاہے متظوم می کند...

(۱۴) رائے سرب سکہ دیوانہ... خواہر زادہ... راجہ مہارائن ہندو بہادر دیوان... شجاع الدولہ... صلش از قوم کھتریست کہ از طائفہ اشرف و رئیس ملک ہندستانند خود ہم بر فہم ہندی بردہ جس اخلاق و اکثر خوبہا متصف و بسیار خوش اختلاطست۔ با فن شعر خیلے رغبت مفرد دارد و قوت گویا پیش بمرتبہ ایست کہ ہر روز پنج سہش غزل بلکہ زیادہ می گوید۔ مولف از راہ دوستی و آشنائی پہلوان الشعرا می گویم و فی الحقیقت از موزونان عصر ما سچ کلام این قدر قوت گفتن ندارد۔ دیوان اشعارش ضخیم است...

(۱۵) محمد جعفر خاں راغب ولد ہدایت اللہ خاں ابن... لطف اللہ خاں صادق خاں ساماں... محمد شاہ جو نیست بہ قابلیت و اہلیت موصوف با فن شعرا و اوکل سن مشغوف اشعار بسیار گفتہ۔ دیوانے ترتیب دادہ بعد خرابی دہلی از خطرات احمد شاہ ابدالی از ان شہر لکھنؤ آمدہ اصلاح شعرا... مکیں... گرفتہ چند گاہ بسر بردہ بعظیم آباد رفت و این اوقات کہ سزہ بحری ہزار و یک صد و سنش است ہما بجاست (سنش کے اوپر ۹۶)

(۱۶) میر سید محمد شاعر تخلص... عشوی مستحی بنا رو نیاز ورقصہ سید علی ترمذی بگراہی و شاہ فیاض کاشانی او بود گفتہ۔

### (ج) انیس لاجبٹا۔

”انیس لاجبٹا“ کا مصنف موہن لال، انیس، مقیم لکھنؤ شاگرد میرزا فخر، مکیں ہے۔ اس کا انجام بقول مصنف ۱۱۹۷ھ میں ہوا ہے، یہ بات نسخہ کتب خانہ خدائش سے معلوم ہوتی ہے، لیکن، یہ روایت اولیں ہے، اسکی آخری روایت میں جو کتب خانہ برٹش میوزیم لندن میں ہے، ایسے شعرا کے بھی حالات ہیں جو روایت اولیں میں نہیں اور اس میں جیسا کہ فہرست کتب خانہ مذکور سے پتا چلتا ہے، ۱۲۲۸ھ کے واقعات مندرج ہیں۔ اس مذکورے میں مکیں اور ان سے استاد می یا شاگرد می کا تعلق رکھنے والوں کے حالات اور منتخب اشعار ہیں۔ روایت آخر میں سید انیس بھی ہیں، جو روایت اول سے غیر حاضر ہیں۔

(۱) ... شاہ عالم، عالی گوہر، المتخلص بافتاب... از ہدایت عمر... با کلام موزوں شوق تمام دارند...

اکثر بفرمودن شعر فارسی و ہندی توجہ یگمازند چند اشخاص بہیں وسیلہ بجنور پر نور ممتاز اند و بعنایت بادشاہی ہر فرما



چندے مشورہ سخی در سیر و سفر الہ آباد حضرت ارشاد پناہی داشتند، و کلام خود را سوائے مرتب نمودن مدتی پیش آنجناب گذاشتند...

ترجیمہ میں کہیں کے فیض آباد پہنچنے کے ذکر کے بعد یہ عبارت ہے: ”در آن ایام حسب التجانی... شجاع الدولہ... شاہ عالم... متوجہ سیر... آں شہر از الہ آباد گردیدند۔ خان والا شان و جہ الدولہ بریں تخلص کہ یکے از شاگردان راسخ الاعتماد و مریدان واثق الانقیاد حضرتند، خبر یافتہ، یہ شوق قدمبوس ہمراہ رکاب... شاہ شاہی شتافتہ در آن شہر رسیدند و بمقتضی رسوخ دلی... ملتی... شدند کہ چند روز ما بندگاں... را سراز فرمایند و ہمراہ لشکر... بالہ آباد قدم رنجہ نمایند، ارشاد پناہی ایں عرض را بمعرض قبول جان دادند... خان موصوف مایوس شدہ... گفتگوئے ترک کار و باز خویش گرفتند، ناچار... ایں تکلیف... را بر خود گوارا داشتہ، باشرطیکہ در قصیدہ سلسلہ الاجبا... مذکور نمودہ اند، باں سمت تشریف فرمودند... رفتہ رفتہ خبر بحضرت نعل سبحانی می رسد، مشتاق ملاقات شدہ زمانی راجہ رام ناتھ، المخاطب بجز راجہ بہادر اظہار اشتیاق می نمایند، بسکہ آنجناب را از ملاقات سلاطین و امرا فریست کمال، زبان بعدر کشادند... از آنجا کہ شاہ... را شوق ملاقات از احاطہ اختیار بیرون برودہ بود۔ دست از آن باز نہ داشتند و... خود... سوار شدہ در باغ لواحدیث بنائے صحبت گذاشتند و میرزا راجہ موصوف را فرستادند و ایں پیغام داد۔ کرا... خود بہ شوق بقاعے شام باہیجا رسیدہ ایم... ارشاد پناہی... متوجہ آن باغ شدند نعل سبحانی... موجب وعدہ کہ بود متصل نشانیدند چنانچہ... ایں رباعی... فرمودہ بحضور گذرانیدند... :

در خدمت شاہ عالم و عالمیاں  
بنشست اگر کہیں مزن طعنہ بر آں  
بر خاک فتد ز خاکساری سایہ  
ناچار بہ پیش آفتاب تاباں

... بعد از استفسار احوال و خیریت مزاج... و اظہار اشتیاق... زاد ہائے طبع والاے خود نمودند... واستدعای اصلاح فرمودند، ارشاد پناہی... طوعاً و کرہاً پسندیدند و بعد از آن چندے در آن بنظر تغیر و تبدیل می دیدند، حال کہ آن روز وقت تشریف بردن، نعل سبحانی بگوش میرزا راجہ بہادر چیزے گفتند، باشارہ آں وجہ الدولہ دو شاعر خاص پیش ارشاد پناہی آوردہ در آن مادہ ایں رباعی بحضور بردہ :

از جوشہ عالم عالی گوہر  
تایافت مکیں دو کمالہ پیچید بہ سر  
یعنی بدعائے شاہ سرگرم شود  
با گرمی ذوق و شوق ہر شام و سحر

اچوں ایں حرکت... مطلوب... نیفتاد، در ہاں ایام... یکے از مغنیاں کہ بکہ فرستادہ بحضور بود بخشیدند... و با ایں



ہم بے پرواہیہا گاہے عذرخواہی یا مدح و ثنا بعمل نیامدہ، الا بطور دعا، چنانچہ اس رباعی در تہنیت شفا کے درو بہ  
حضور... روزے فرمودہ فرستادہ اند :

صد شکر کہ درد لقا شفا دید و گذشت      راہ دل اعلیٰ تو پرسید و گذشت  
از درد تو عالم بدر آمدہ بود      آخر زاد پائے تو پرسید و گذشت

القصہ بعد از دوسہ سال کہ دائرہ دولت شاہنشاہی متوجہ... شاہجہاں آباد شد... بر مبالغہ اصرار سلطان نظر نگروہ یہ  
لکھنو تشریف آوردند“

(۲) ”... محمد جعفر خاں، راغب... ولد نواب ہدایت اللہ خاں مرحوم، نبیرہ... لطف اللہ خاں صادق نبیرہ

... شیر افکن خاں... از دولت مند زاد ہائے علمہ منش ذوی الاقدارند از صغریں بکلام موزوں رغبتے تمام دارند بیکمال  
مردمی و افعال حمیدہ آراستہ و پیرایہ عزت و اعتبار پیراستہ از... شاہجہاں آباد چندے پیش از ہنگامہ ابدال لکھنو آمد  
قیام نمودہ بودند و در یہاں ایام بارادہ شاگردی ارشاد پناہی سعادت لازممت حاصل نمودند الحال از مدتے... در  
عظیم آباد تشریف نمودہ... بصیت زبی خود گوش نزدیک و دور انداختہ، در نیولار قعات... مع بعضے رقائم... آنجناب را  
... از جا بجا ہم رسانیدہ، نسخہ تالیف نمودہ، موسم بگلزار جعفری گردانیدہ اند... نظر توجہ ارشاد پناہی ہم نسبت  
بدیگراں بسیار مصروف بحال ایشانست... دیوانے کلاں ترتیب دادہ اند...”

(۳) ”... میر حیدر علی، حیراں از خاک پاک ہندستانند و از سادات آن (جا)، بفکر شعر ہندی مصروف

و در ہندی گویان عصر بسنجیدگی کلام موصوف۔ از صغریں باین شغل شاغلند و بہ تحقیقات محاورات اس زبان مائل، مشق  
شعر ہندی بکمال رسانیدہ اند و اس زبان را نسبت بدیگراں سلیس و صاف گردانیدہ اند، و سہ کسی از شاگرداں  
نمایاں دارند و خود را از ممتازاں عصر پندارند، حالاً در سلک لازمان... آصف الدولہ... منسلک گردیدہ اند۔  
جو ان سنجیدہ و مرد فہمیدہ اند، ادراک صحبت... ارشاد پناہی از دیر باز نمودہ فوائد بسیارے برداشتہ و بہمت  
رادا کتابدین جستجو گماشتہ۔ شرفارسی کہ جستہ جستہ می گویند۔ بنظر مبارک گردانیدہ باصلاح می رساند تا از خروہ  
گیراں محفوظ بماند، از اشعار آب دار ایشان کہ روانی بسیار دارد اس چند شعری نگارو۔

(۴) ہوشمند پاک طینت مرزا جعفر علی، حسرت ذہن رسا و طبع گویا بلندی فکر دارند، یک چند اوقات

عزیزہ تحصیل صرف و نحو و کتب ضروریہ طبابت، بخو یکہ... زمانہ مساعدت کرد نمودند، ماچوں طبع ایشان از بدو  
شعور بگفتن شعر ہندی مائل بود در آن فن... در اندک زمان ہمارتے حاصل نمود کہ کسے از ہندی گویاں زبان



دعویٰ با ایشان نمی تواند کشود حل مشکلات محاوره ہندی برایشان آسان و ممتاز از ان عمر دریں زمان از دقت طبع و ز  
دل بجائے ایشان ہر اسان۔ چند کس از شاگردان خوب دارند کہ ایشان را ہم کمتر از خود نمی شمارند بادراک فیض خدمت  
... ارشاد پناہی فوائد بسیارے از محاورات فارسی برداشته مردانہ قدم بودی شعر و شاعری ہندی گذشتہ، رسالہ  
عروض قوافی از آنجناب بواسطہ عزیزے سند کردہ و در پیمشان خود نامے بر آورده گاہ گلہ زبان گفتن شعر فارسی ہم  
می کشایند و جہتہ جہتہ فکر آرد، پاکیزہ می نمایند۔

(۵) مندر آراء امارت... وجیہ الدین علی خاں، بریں چندے بہہات مالی و ملکی نہایت سرفراز بودند و در  
ارکان سلطنت شاہ عالم... ممتاز صاحب خلاق حمیدہ و افعال پسندیدہ بجلالت و شان معروفند و تصنیفات حسنہ  
موصوف در شاہجہاں آباد از عنفوان جوانی بخدمت ارشاد پناہی حاضر شدہ، استفادہ علم و ہنری نمود تا آنکہ  
زبان گفتن، شعر کشوند...

(۶) نواب محبت خاں... محبت خلف الصدق... حافظ الملک حافظ رحمت خاں مغفوند... ایشان  
را بعد تحصیل بعضی علوم عربیہ از ابتدا بگفتن شعر ہندی طبع مناسب فتادہ از آن زبان بانشاد آن بہ کشادہ در محدود  
الایام بمرتبہ کمال رسانیدہ بحالا از چندے بہ شغل شعر فارسی بند خود را مشغول گردانیدہ - در سنہ یک ہزار و یک  
صد و ہشتاد و ہشت ہجری بعد... شہادت والد... خود... لکھنور رسیدہ، استقامت و زریہ، در کلام ہندی  
مشورہ با... حسرت... دارند کہ در کلام فارسی خود را از مستفیدان و منتبان ارشاد پناہی می شمارند... چون  
نواب... کمالات صوری و معنوی ارشاد پناہی شنیدند و بہ سعادت صحبت... مستعد گردید کلام فارسی بہ نظر فیض  
منظر گذرانیدہ با صلاح رسانیدند اکثر غزلہاے خوب دارند... ترقی ایشان روز افزونست اما چون بہ مزاج  
زمانہ بوقلمونست... مبادا ازین شغل باز دارد، دے... را بریں آرد۔

(۷) شیخ بقا اللہ بقا خلف الصدق شیخ حافظ لطف اللہ قریشی اکبر آبادیست کہ در تعلق نویسی  
معروف با ستادی بود، ذہن باز کا دارند طبع رسا۔ در بدایت عمر مشغول بہ صرف و نحو بود و گفتن شعر ماکل شد  
و یک چند سیر سفر الہ آباد و شاہجہاں آباد کردند، الحال طبع ایشان بیشتر بشعر ہندی گویاست و قوانین آن!  
جوا۔ بحدوت طبع مستقیم وحدت فہم سلیم بر موز و غوامض شعر و شاعری کہ تا حال کسی از ہندی گویاں آگاہ باد  
نگشتہ بود بے پردہ و نیز در علم فارسی از قباحت و خطایا کہ سبب آہ میختگی لسانیں در کلام محکمان ہندی دائرہ سائز است  
استرازہ نمودہ اند، حتی کہ قدوہ امثال و اقران خود گردیدند و زبان ہندی اعنی ریختہ گوئی را رونق تازه



بخشیدند۔ اکثر در شعر ہندی مضمون تازہ می بندند و معانی و الفاظ برجستہ می پسندند۔ قصیدہ تازہ در زمین  
 ”لیک چھپک“ در جواب قصیدہ مشہور یکے از ہندی گویاں کہ در دکان شعر و شاعریش ہمیں متاع روے دست  
 و گراں بہا است، چندان بہمانت و زور طبع گفتہ کہ خریداران جنس سخن قصیدہ کہنہ قماش ہندی گوے مذکور را چون  
 متاع کا سدا ز دست افگندند و دست رو با آن زدند، ہمیشہ جواب دہ ریختہاے پُر زورش می نمایند و دانما  
 خود را مردانہ معارضن آن می گردانند۔ بسیارے بجناب... ارشاد پناہی حاضر بودہ، تحصیل عروض و قوافی نمودہ  
 شعر فارسی نیز قریب یک ہزار بیت پاکیزہ گفتہ کہ بسیار شغفہ است...

(۸) ... نثار علی قرین از سکناے لکھنور رئیس قوم خودند، ظاہر بصلاح آراستہ و باطن بخوبی پیراستہ  
 شعر اصاف و سلیس می گویند و اکثر در کلام معانی تازہ می جویند، از سخن ایساں بوے دردی آید... از چندے  
 در سلک ملازمان سرکار... آصف الدولہ... متسلک بودہ اند۔ از صغر سن بجناب ارشاد پناہی در فن شعر تحصیل  
 ضروریات و استفادہ بعضی دقائق آن نمودہ اند، حالاً مشغول فن طبابت بقدر حال می نمایند بہ شغل آن اکثر اوقات  
 می گذرانند، ترجیح نیکو و اشعار آبدار دارند، بقدر دیولے گفتہ و ہنوز ساعی آن بسیار نند...

(۹) معنی یاب دقیق، کرامت اللہ خان خلیق نیرہ... ہدایت اللہ خان... و برادر زادہ...  
 راغب اند و فنون شعر و شاعری را طالب بسیار خوش گو و تیز ہوشند و جز آن سخن ہم و سخن نیوش۔ سابق بطول  
 خود را تخلص می کردند چون غائبانہ رسوخ بجناب ارشاد پناہی آوردند بوساطت خان... موصوف (راغب) عزیز  
 نیاز مع مسودات افکار و این رباعی... از عظیم آباد ارسال داشتند:

اے فخر سخنوران و مقبول خدا

وے افصح دہر پیشواے فصحا

ہری تو منم ذرہ فرو عم از تست

فرماے تخلصے بایں بے سرو پا

در جواب... ارشاد پناہی این رباعی... رقم نمودند... بعلطائے تخلص خلیق در خلائی سرفراز فرمودند:

اے در رہ شاعری بہن گشتہ رفیق

جان کردہ فدائے پیشویان طریق

خلقے کندت کرامت اللہ کہ خلق

خوانند ترا کرامت اللہ خلیق

از آن وقت ہمیشہ مسودات اشعار ایساں بہت اصلاح از عظیم آبادی آید...

(۱۰) در شعر ہندی و فارسی فائق میر غالب علی شائق سید زادہ ہند و ستانہ است و در بعضے... خاصہ

جلس آراے مستثنیٰ۔ طبعش از بدایت عمر ما کل بکلام موزونست و ترقی سخنش روز افزون، در سہ سالہ فارسی را



جناب ارشاد پناہی سند کردہ شعر و شاعری نام بر آورده، سابق نگین تخلص می کرد، از چندے بموجب فرمودہ شاہ عالم پناہ شائق قرار داده و حالاً راشنیدہ شد کہ سید تخلص می نماید از شعارش خوب... خوش خلقیت و شیرین زباں و در طرز صحبت داری رشک ہمگنان، چند سالست کہ بعزت و وقار از مصاحبان بادشاہست...

(۱۱) فارغ از رد و قبول، شاہ طول، نامش شیخ دوندی متوطن لکھنؤ و بسیار ذہین و خوش گو است سابق در لباس دنیا داری بودہ از چند سال ترک آن نمودہ لباس مجذوبی پوشیدہ و در سعی آن کوشیدند از ادب شرف آزدند و قدم بوادی پرخطر قلندری گشادند۔ قریب ہفت ہشت سال قبل از فقیر شدن فیض اصلاح... از ارشاد پناہی برداشتہ تخلص طول را کہ وقت درخواست آن این رباعی:

دنیای خواہی حصول باید بودن      وردیں طلبی تحمل باید بودن

بے یار و لارام خوشی ممکن نیست      ناچار ترا طول باید بودن

متضمن ایماے تخلص و عطا فرمودہ اند، یافتہ، چند سال بحال گذاشت، حالاً ظاہراً الہام تخلص می نمایند... لیکن، از وقتیکہ خلعت خاکساری را آرایش تن خود ساختہ، خیال پیرایہ اصلاح کلام از خاطر دور انداختہ از رد و قبول سخن دانای بے پرواست، ہر چند در عالم شعر و شاعری کہ این روایت چند کس از ہندی گویاں کہ بعضی از بہادر اہ فارسی... گامے می گذرانند مشورہ کلام باوے دارند، دریں صحیفہ اشعارش نگاشتن بسبب بعضی امور مناسب نمی پنداشت، اما بگفتہ برخیز از دوستان آنچه شاہ موصوف روزے بر بند کاغذ نویسانیدہ حوالہ نمودہ نگاشت...

(۱۲) ... میر خورشید علی بلگرامی... خورشید... از مدتے... بتقریب تلاش معاش طرف عظیم آباد باعموے خود نور الحسن خاں بہادر کار و بار داند و اکثر اشعار پختہ بزبان خامہ سیارند صیت کمالات ارشاد پناہی شنیدہ کلام خود را برائے اصلاح از آنجا بانیا ز نامہ بلاغ می نمایند احوال درستی سلیقہ از کلام بدریافت میابد عزیز سنجیدہ است و فہمیدہ و بحافل سخن گویاں رسیدہ...

(۱۳) جوان تیز فہم میر محمد علی، وہم مولد ایشان... شاہ جہاں آباد است، مرد وارستہ مزاج و بغایت آزاد است مذاق بفقرا آشنا... اگرچہ بظاہر دنیا دارند فکر ہندی بیشتر و فارسی کم می نمایند نسبت بہ فارسی در شعر ہندی از عہدہ سخن بیشتری آیند، آنچه بزبان فارسی می گویند اصلاح آنرا از جناب



ارشاد پناہی می جویند مرد غیور سراپا شعور است و پاکیزہ خوبی مشہور...،

(۱۴) صورت طراز معنی بیگانہ راے سرب سنگہ دیوانہ از قرابتیان راجہ مہانراہن، دیوان ...

شجاع الدولہ قوم کھتری و مرد آزاد است و موطن بزرگان ایٹان پنجاب و مولدش... شاہجہاں آباد... در بد و شعور با کلام موزوں سرے داشته و خود را از فیض سخندان محروم نگذاشته، گرم جوش چرب زباں و شمع بزم سخن گویانند۔ قدرت گویائی در شعر فارسی و ہندی بسیار دارند، ازین جہت در شعر و شاعری کسے را برابر نمی دارند، سابق بخیال طراز اساتذہ قدما شعرا بطور خودی گفتند در اکثر ابیات گوہر معنی می سفند، مدتیست کہ از شاہجہاں آباد در لکھنؤ آمدہ، اقامت گزیدہ و ممتاز پیش دولتمندان این دیار گردیدہ، وقتیکہ جناب ارشاد پناہی از دار الخلافت رونق بخش لکھنؤ گردیدند، و بقدم فیض لزوم این سرزمین را رتبت آسمان بخشیدند، در سلک تلامذہ ارشاد پناہی منسلک گردانیدہ و ہمہ کلام خود را کہ زیادہ از ہزار بیت گفتہ بودند رفتہ رفتہ با اصلاح رسانیدہ، قریب دو از دہ سال اکثر شب و روز بخدمت حاضر بودہ، فیض اصلاح سخن و دریافت دقالت شعر بقدر ادراک حال نمودہ، حالاکلام اصلاحی و بے اصلاحی خود را در ہم کردہ اند، گویا این معنی را نزدیک خود بہتر شمردہ اند، بہر صورت خوش طبع معنی رسی دارند و در این معنی گفتگو با ہر کسے حافظ حقی سنگ حوادث زمانہ محفوظ دارد و بسلامت نگہ دارد... ۵

(۱۵) ... غلام حیدر خاں، گداز پسر غلام حسین کردار خوش وضع و نیکو شمائل بود و طبعش از

صغرسن بہ شعر و شاعری مائل، شعرا بسوز و درد چنان می گفت کہ شنوندگان را خاطر می آشفت۔ ارشاد پناہی نظر توجیہ باو داشتند و بجان و دل اصلاح کلام او (و) حاضر بودن او را عزیز می گزاشتند، اتفاقاً در آغاز شباب کہ وقت اکتساب علم و آداب بود، سودائے بریزاجش غلبہ نمودہ، والد بزرگوارش کہ از دولتمندان صاحب اعتبار و بسیار با عزت و وقار بود پندار و بند بریائے ناز بنیش نہاد بیچ سودمند نیفتاد، گاہے افاتی حاصل می شد و گاہے ہم چنان آتش سودا مشتعل، آخر بعد چندے در ہماں سودا جاں بجاناں داد و خونابہ حیرت از چشم احبا کشاد اشعار آبدار بسیار داشت اما بعد از وفاتش کسے با احتیاط نگذاشت، چند بیت کہ از عزیزے ... شد بنوشتن می آید ...

(۱۶) درویش صاحب سخن خواجہ محمد حسن، المتخلص از اولاد خواجہ کہاری کہ نسبت ایٹان بحضرت

خواجہ مودود چشتی... میرسد ہستند (کرم خوردہ) ہندستان زاینند و صاحب طبع رسا از (کرم خوردہ) گفتن



شعر ہندی اٹنی ریختہ آشنا کردہ سخن را بجز وہی گویند و اکثر مضامین تازہ می جویند۔ مشق شعر ہندی چنانچہ دریں عصر دایرہ سراسر است بکمال رساندہ اندواز صحبت سخن گویاں محروم نماندہ۔ از مدت برفاقت نواب محبت خاں... بسری برزند و نواب موصوف نیز با ایشان طریق محبت و مودت می سپزند از مدت سه چہار سال ہمراہ نواب موصوف لکھنؤ آمدہ، مشورہ کلام ہندی غیرا... حسرت اختیار نمودند و افکار سابق و لاحق را ہمہ با ایشان نمودند گاہے شعر فارسی ہم از زبان خاتمہ ایشان برمی آید این دوسہ رباعی ...  
درینجا مثبت می نماید ...

(۱۷) جوان خوش طبیعت و نیک سیرت محمد یحیی عرف قلندر بخش... جرات ولد حافظ اماں، نبیرہ شادا اماں المخاطب بہ بیرم خاں بہادر رستم ہند شاگرد... حسرت است، مولدش ... شاپہجاں آباد است، عزیز سراپا محبت و داد، در ریختہ گویاں مشق بکمال رسانیدہ، و زبان ہندی را سلیس و فصیح گردانیدہ شعرش در سلاست و روانی نیست، بدیگر ریختہ گویاں ممتاز است کلامش پنختہ و پرسوز و گداز اگرچہ مشق شعر فارسی نکرده اما گاہے یک دو بیت کہ بخاطرش می آید پاکیزہ موزوں می نماید از آنجدا این چند بیت است۔

(۱۸) مقبول اہل ایقان خوشحال چند، برہمن، المتخلص بہ عرفاں صاحب حال و مقالند و در عبادات و ریاضت آئین خود بمرتبت کمال۔ ضمیر ایشان مرآت شاہد وحدت و باوجود شواغل و انہماگ در خلوت۔ متخلص باخلاق حمیدہ و متصف باوصاف پسندیدہ از بلایت عمر در محبت درویشاں و ریاضت کشاں بسر بردہ و در ذکر و سماعت افکار معبود حقیقی و کتب صوفیہ ہندی روز ہا بشب و شبہا بروز آورده، در معلومات علم ہندی شہرہ آفاقند و از چاشنی کلام فارسی باخبر و صاحب مذاق، در زبان ہندی بسیاے از اقسام بشن پد و کبت دارند و اکثر اوقات ہمت را بانتظام شعر فارسی می گمارند۔ اشعار زادہ طبع آن درویش مذاق سراپا سوز و گداز است و شعر بر راز و نیاز فقیر حقیرا... از دوستان خود می دانند و اکثر اوقات ہم نشین می مانند، این چند بیت کہ از ... وقت تحریر ... بیاد می آید مثبت می نماید۔



## اقتباسات سفینہ خوشگو

سفینہ خوشگو میں مصنف کا مستقل ترجمہ موجود نہیں، آرزو کے مجمع النفاس (سنہ ۱۰۲۸ خذائش) میں جو اس کا حال مرقوم ہے، ذیل میں درج کیا جاتا ہے: "بندر ابن داس خوشگو ہندوئیست از قوم بیش. بیشتر نوکری پیشہ بود، از مدتے باس دنیاداری ترک نموده، در زئی فقر امیزید۔ استفادہ بسیار از خدمت بزرگان فن مثل.. بیدل و.. سرخوش و.. گلشن نموده، از مدت بیست و پنج سال تخمیناً با این پچھدان ربط کلی ہم رسانیده، و اس عاجز ہم در تربیت او بتقصیر از خود راضی نشدہ و نیست، از بس کہ اخلاص با حق در دارد، مجمع نگین او این مصرعست: "آرزو مند وصل او خوشگو بہر حال شعر را بسیار خوب گوید.. تذکرہ الشعرائے مشتمل بر احوال شعرائے متقدم و متاخر تا معاصرین.. نوشتہ بود، اواخر بنام عمدۃ الملک.. مزین گردانیدہ و نواب ہم در جلد و نے آن دور و سپہ یومیہ او بحصول سائر الہ آباد مقرر فرمود، تا نواب.. در قید حیات بود یافت۔ حال در عظیم آباد و بنارس باشد و گاہ گاہے خطوط با اشعار خود پیش فقیر می فرستد، خوشگو کا سال ولادت کسی نے نہیں لکھا، لیکن قرآن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ گیارہویں صدی ہجری کے اواخر یا بارہویں کے اوائل میں پیدا ہوا ہوگا۔ شفیق نے گل رعنا (سنہ ۱۰۲۸ خذائش) میں بتایا ہے کہ ماہ ۱۲ کے عشرہ ۷ میں فوت ہوا۔ اشپرنگر کا بیان ہے کہ سفینہ خوشگو ۳ جلدوں میں ہے: پہلی میں قصداً ذکر ہے اور یہ ۲۶۲ تراجم پر مشتمل ہے، دوسری جامی سے شروع ہو کر مرزا آغہ پریس کا زمانہ خوشگو نے نہیں بتایا، ختم ہوتی ہے اس جلد میں ۵۴۵ تراجم ہیں۔ یہ ۲ جلدیں اس کے پاس تھیں اور بعد کو برلن کے ملکی کتب خانے میں منتقل ہو گئی تھیں۔ تیسری جلد جو معاصرین کے لئے مخصوص ہے، اس کی نظر سے نہیں گزری تھی لیکن اس کا خیال ہے کہ شاید سرگور او سلے کے پاس ہے۔

جلد ۳ بہت کیاب ہے اور اس نسخے کے سوا جو کتب خانہ خذائش میں ہے کسی اور نسخے کا مجھے علم نہیں اس کی کتابت

۱۔ سفینہ جلد ۳ کے سرورق سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اشپرنگر کا بیان ہے کہ احمد بیگ سے قبل مرزا مجذوب (صاحب مشاہدات انجات مصنفہ) کا ذکر ہے۔ ۲۔ فہرست مخطوطات فارسی میں دونوں جلدوں کا ذکر ہے۔ ۳۔ اشپرنگر کہتا ہے کہ اوسلے کے بیان کے مطابق خوشگو ابر کا معاصر تھا۔ تیسری جلد اس نے دیکھی ہوتی تو ایسی فاحش غلطی کا ترکیب نہ ہوتا۔



آزاد بلگرامی نے ۱۸۲۱ء میں کرائی تھی اور اس میں عزت (سورتی) کے حواشی بھی ہیں۔ یا تو ساری کتاب میں حواشی عزت کے قلم سے  
پاکسی اور نے کسی ایسے نسخے سے نقل کی ہے جس پر عزت نے حاشیے لکھے تھے۔ اشر نگر کا بیان ہے کہ سفینہ خوشگو سے (۱۱۳۶ء) تاریخ  
تاریخ آغاز اور سفینہ خوشگو سے (۱۱۳۶ء) سے تاریخ انجام نکلتی ہے، مگر مسودے کی تبصیر نہ ہونے پائی تھی کہ نادر شاہ آگیا اور  
خوشگو کو فوج کے ساتھ کوٹ کا نگر آجانا پڑا۔ ۱۱۵۵ء میں دہلی واپس آیا تو کتاب آرزو کی خدمت میں اصلاح کے لیے  
پیش کی گئی، جنہوں نے اس پر ایک مختصر سا دیباچہ بھی لکھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتاب اس سنہ میں تمام ہو گئی، لیکن  
نسخہ خدائش (جلد ۳) میں ۱۱۶۰ء کا بھی ایک واقعہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۵۵ء کے بعد بھی اضافہ ہوا ہے۔

ذیل میں جلد ثالث کے کچھ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق ریختہ گوشترا سے ہے متن و مطالب  
کی تصحیح سے بحث نہیں اور کسی جگہ عبارت حذف کر دیئے گئے ہیں:

(۱) "شیخ حسام الدین والد بزرگوار اسادم.. آرزو است.. مرد بزرگ سپاہی پیشہ از منصب داران عالمگیر.. بود، طبع  
رسا و ذہنی عالی داشتہ و تتبع اشعار متقدم و متاخر بسیار کردہ، گاہ گاہ بفکر سخن توجہ می فرمود۔ در ہزار و صد  
بانزدہ رحلت فرمود، یتیمہ اش خان بزرگوار (آرزو) است.."

(۲) "مولوی محمد سعید قریشی ساکن عظیم آباد پٹنہ مملکہ کوچہ فرخ خان است، از مصاحبان نواب عاقل خان رازی..  
بود، در مقولات و منقولات و اکثر فنون عربی و فارسی مہارت تام داشت از تالیف و تصنیف مثل شرح مقامات  
حریر می و شرح کافیہ و شافیہ و ہذیب و دیگر متداولات مانند عروض و قوافی، وغیر ذالک قریب پنجاہ و پنج نسخہ  
مستعدان عظیم آباد اکتب اوندہ تام داشت چنانچہ خود از تعداد آن خبر دادہ:  
کنوں تالیف من پنجاہ و پنج است  
کہ حاصل گشتہ بسیار رنج است

دو دیوان ترتیب دادہ کیے بنام سعد و دیگر بتخلص غالب و ثنوی دارد سہمی بعد در جموں (کذا) شہر بطرز قدما..  
در فن خود غنیمت بود.."

(۳) شیخ محمد افضل، محقر تخلص الہ آبادیست و از خلفائے میر سعید محمد کاپوی، نسبش بحضرت عباس عم النبی.. می رسد  
اصل وطنش سید پور من توابع غازی پور زانیہ است، باشارہ پیر خود در الہ آباد اقامت گزیدہ بود، لہذا آنجائی می گویند

۱۔ ڈاکٹر سعید عبداللہ کا یہ خیال کہ خوشگو کا تذکرہ العامرین سفینہ خوشگو کی جلد ۳ سے مختلف ہے (ادبیات فارسی میں ہندوؤں  
کا حصہ ۱۱۵ ص ۱۱۵) صحیح نہیں۔ ۲۔ سال وفات اسید نگریہ در اصل ۱۱۵۹ء ہے۔



مردم بسیارے در حلقہ ارادت و سے در آمدہ بودند از شاہ معنوی بہرہ دانی داشتہ در عربی و فارسی تصانیف بسیار دارد و جل شہی مولانا روم شہرت یافتہ، روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سال ہزار و صد و چہارہ وفات یافتہ، اکثر اشعار بار تہہ دارد...

نہ من قامت آن صنم دیدہ ام قیامت بیک حرف کم دیدہ ام  
 (۲) .. ابو الفیاض قطب الدین محمد اعظم شاہ لقب بہ عالی جاہ و التملص باعظم .. در سال ہزار و پنجاہ و شش  
 ولادت یافت .. غرور .. در مزاج مبارکش جا گرفتہ بود چنانچہ .. سرخوش در جنگ نامہ احوال او گفتہ و مرزا بیدل  
 بریں دو بیت صادر کردہ اند :

ز شمشیر و ہمی نمی داشتے کہ ابرو سے معشوق پنداشتے  
 نبود از سیاہی فوجش ہراس کہ کردے خط و فعال خواب قیاس

بالجملہ .. در سہ فن بزبان خود نظیر نداشتہ اول معرفت اصول موسیقی و قص دوم شناخت کیفیت جوہر سوم دانستن جوہر  
 سلمہ آہنی - دریں ہر سہ فن استادان کمال (کامل) ؛ این فن از و تعلیمات می گرفتند - چون فقیر از آبا و اجداد حق آن حضرت  
 برگردن جاں دارد، چنانچہ پدر کلاں فقیر منصب و خدمت پیش و کالت دربار پادشاہی از قبل شاہ داشتہ و روشناس بود  
 بز یادتی تعریف و توصیف نمی پردازد .. بر خود اریگ نامی از طرف پادشاہ و تاج نگار لشکر ایشان بود پسرش وضع و پوشش  
 او باشاں اختیار کردہ روزے بحضور جامہ آستین تنگ و جو ریدار و دامن دراز از حد شرعی تجاوز داشتہ پوشیدہ برائے مجراؤن  
 نزدیک طلبیدہ اعتراض فرمود، و گفت کہ اگر ترا پاچہ دیگر پیدا نمی شود از دامن بر آرو بر آستین ... و دیگر وقت نیم شب کہ اکثر  
 اوقات با مصاحبان ہمد بشرب نمی پرداخت و نثار در دماغ ہر یک می تاخت از روئے تنگ ظرفی می گفتند کہ حضرت سلامت  
 ما امید و ایم خدا کے آن روز کند کہ تحت ہندوستان بفرمودم .. زیب و زینت یا بد و نام دیوان سرکاری گرفتند کہ بر تہ  
 اسد خانی رسد و بخشی بخشی المالک گردد و ہمیں قسم خطا بہا و خدمت ہا در خود ہا تقسیم می کردند شاہ این ہرزہ سخنا - اصفا  
 فرمودہ .. جواب می داد کہ یاراں از انصاف در نگذرید اول این است کہ سایہ پادشاہ کہ مہر جمعہ نام گذار شدہ بود بر سر او را ز باشد کہ  
 این عیش و فراغت بسبب زندگی اوست در آن وقت معلوم لہذا چون امر ناگزیر است یک کس کہ پادشاہ باشد از جہاں  
 خواہد رفت منہ جمع امر ہمراہ او، پس خطا بہا و خدمتہائے آن ہا کہ شاہ امید و امید بجا توقع می کنید - این قدر امید و اربا شد کہ  
 رعایتے بشما خواہم کرد کہ تا حال از بیچ پادشا ہزادہ نسبت بوالا شایان خود مہل نیامدہ باشد .. واقعہ شہادت روز شہر دم  
 ربیع الاول ہزار و صد و نوزدہم ہجری بود، نعمت خان عالی این تاریخ در شاہ نامہ آورده :

شہزادہ دیوانہ و شے اثر در دم حقا کہ نبود بیچ از رسم کم



دیدند سروتنش جدا گشته زیم گفتند ہمہ ہاتے محمد اعظم  
میرزا بیدل و میر محمد زماں را سخ و حاجی اسلم سالم حکیم شیخ حسین شہرت شعراے درگاہ او پند و بار با بصلہ ہائے گیرا تمند امتیاز  
یافتہ اند۔ بے تکلف نقاد فن و قدر دان ارباب این فن بود۔ و خود ہم۔ زباں را گلشنای می نمود و در ہندی زبان اشعار  
خوب رنگیں می فرمود و موسیقی تصنیفات خوب خوب بستہ کہ مشہور است دو مطلع و یک فقرہ از آنجناب یادداشت نمودم۔

غے بس است برواے اجل فضولی نیست سرای سینہ افانہ جز ولی نیست

راہ نگاہ راز من از ہمہ باب بستہ روزہ نظارہ را شب رہ خواب بستہ

... چیتاں با ہم نکلن کہ بالاے آں ہرچی آب می گذراند:

سہ پاوسہ سر طرح اندام او خرامیدن گل رخاں نام او

و این دو تاریخ فارسی و ہندی در فتح مرہہ دکنی گفتہ اول اعظم مجاود دکن (۱۰۹۴) دوم مرہاٹا بھاگیاد (۱۰۹۴) برائے نواب  
جہاں زیب بانو بیگم صبیحہ داراشکوہ و بیہ محمد پیر و پسر جہاںگیر کہ منکوہہ ایشاں بود۔ سماع خوبے کردہ دادہ کہ برنگینی  
بیگم تنقید شدہ بود:

صبح چو اول در دولت کشاد نیر اعظم بجاں زیب داد

(۵) "سید امیر خاں عالمگیر شاہی از سادات سند بود و فضیلت بر کمال داشتہ و بسبب حافظہ قوی در حاضر جوانی و بدیہہ  
گوئی بے نظیر بود، و در اں عہد خیلے قرب و امتیاز یافتہ از لطیفہ ہاشم کہ بدیہہ گفتہ این است "آئینہ چینی تحفہ  
عالمگیر۔ آورند، قضا را بہ شکست، ہادشاہ این مصرع بر خواند: "از قضا آئینہ چینی شکست" سید امیر خاں  
بدیہہ مفروض داشت: "خوب شد اسباب خود بینی شکست" و در عہد بہا در شاہ بصوبہ داری مستقر الخلائف  
اکبر آباد سرفراز بود، در اں وقت اکثر شہر امثال میاں علی عظیم خلف میاں ناصر علی و مرزا حاتم بیگ مرحوم و میر ابو الکریم  
و ناگہ ہمیشہ نادہ خان مذکور می شود و دیگر موزوناں ہمیشہ بخانہ دے صحبت گرم می داشتند و در عہد فرخ سیہدات  
کل ہندوستان با و تقویض یافت، تا مدہا بنغرا و ساکین را رسانیدہ مرد موفق بود و در او اہل محمد شاہی گذشت شعر  
خوب می ہمید و خوب می گفت۔ دیوان مختصرے ازوشنیدہ نا تخلص معلوم نشدہ۔ ایما دو بیت را بہتر از دو ہزار بیت می دانم:

فریاد کہ پیرا ہن دیوانگی من چوں دامن صحرا خبر از چاک ندارد

من از جمعیت آسودگان خاک فتم کہ غیر از خشت بہر خواب راوت نیست باند

(۶) "محمد علی اللہ عطا تخلص از ساکنان امر و بہ مراد آباد بود طبع رسا داشتہ بود عہد مبارک محمد شاہی بتوجہ۔۔ اندر نام



بخطاب خانی سرفرازی یافتہ از شاگردان.. مرزا بیدل بود طبعش بہ لطائف و ظرائف بیشتر میل داشت، ہر گاہ در بزم شریفش  
بارے یافت مرزائے مرحوم برائے خاطر او اشعار موعدانہ موقوف نمودہ ہزلیات در لسان سے آورد اکثر می فرمود استحقاق بہ تیغ و  
تلمذ دیوان ہزلیات ما عطا دارد۔ وقتے مرزائے منفور تلمذانے وییاضے کہ از اشعار منتخب خود نوشتہ بود با عنایت  
فرمود، این رباعی در شکر آن گذرانید:

بیدل شہ اقلیم کمال ہر فن      از گوشہ چشم ما نظر داشت بمن  
از روئے عنایت تلمذان وییاض      فرمود مرا وزارت ملک سخن

بہم حال مرو عزیزے بود حرکات نمکیں از و سومی فرود زینت مجلس ہا بود، روزے تاریخ وفات مرزا بیدل در مجمع شہری خواند  
وی گفت صفت آنست کہ در وزن خالق باری گفتہ ام "عبدالقادر مرزا بیدل رفت" در سال ہزار و صد و سی و ششم در دار الخلافہ  
بر حمت حق پیوست۔ از وفاتش رونق مجمع عرس مرزا بر ہم خورد و اشعارش کم بدست آمدہ:

(۷) گلشن معنی جناب شیخ سعد اللہ ما      قبلہ ما پیر ما استاد ما و شاہ ما

.. از شیخ زادگان صحیح النسب برہان پور بہ حقائق و معارف معروف و بہ فضائل و کمالات مشہور بود.. سر اپاچوں تخلص مبارک  
خود گلشن اخلاق.. دست ارادت بدامن.. شیخ عبدالاحد عرف گل محمد (کذا) وحدت تخلص زدہ.. وہمیں نسبت از تخلص  
خود بسیار خوش بود.. چہل سال پیش گذشتہ بود کہ پیاس امر نفس امارہ مطبخ گرم نکر دہ مگر برائے خاطر میہاں و با احتیاج  
امور ضروری بر در دنیا داری نرفتہ، الاجت اجرائے کار محتاجان در خدمت پدر بزرگوار خود پیادہ بزیاارت حرمین رفت  
و باز معاودت نمود۔ بیست و دو سال در احمد آباد گجرات در اورنگ آباد و دیگر بلاد کن بسر برد، تا بیست سال شاہ جہاں  
آباد از قدوم بہار لڑوش غیرت کشمیر بود۔ در مسجد زینت المساجد سکونت داشت۔ وجہ معاش از کچہری مقررہ کہ برائے مسجد  
معین بودی نمود، بروز شنبہ اکثر صاحب سخناں جمع شدہ مشاعرہ می کردند، چنانچہ فقیر دریں معنی گفتہ بود:

اگر آب دہوائے گل زمین شعر خواہی ہیں      فضائے مسجد سلیم کنار آب جمنارا

اں قدر رسیدگی داشت کہ اگر در وقت مشغولی سخن کسے باوصف آشنائی قدیم بنامش می آمد، بد نشستنی نے یافت وہ ہارج نقہری  
می در زید۔ فقیر اتم کہ در جناب وے بندگی خاص و شاگردی داشت تا یک پاس بلکہ زیادہ انتظار کشیدہ باریاب نشدہ۔ در اشاعے  
آمدن از لاہور وقتے از وفات کہ جادہ ہائے راہ از ناامینی یک دشت خار در پائے رہروان شکستہ بود، در او اسط منزل خاندانہ نگر سخن  
بخاطرش پیدا شد، مایہ درختے دیدہ از تافلہ جدا کردیدہ زینے تازہ اختیار نمودہ فکر غزل رفت۔ فقیرے سرو پا بہینہ از طرنے  
در رسیدہ باضطراب تمام گفتہ اے درویش در چہیں راہ بہ نمناک کہ جگر شیراں آب میشود چہ جائے توقف است بر خیر و بر سر راہ شو



والادست از جان خواہی شست۔ در جواب گفت: بین اتوانی آن قدر از خود رفته ایم کہ خطرہ دگر خوردہ آمدن بخاطر خطور کند۔ ہمیں دوات و قلم و کاغذ و خرقرہ کہنہ کہ بینی سرمایہ است اگر قطع الطریق خوش نمایند مبارک است، ازیں چند بیت تازہ دست برداشتیم اما عجب از تومی آید با وجود آنکہ بیخ زاری آن قدر غم داری کہ دست و پا گم کردہ تا غزل تمام نکر داز آنجا برخاست۔ میان ناصر علی ادرار نعل گرفت و سینہ بر سینہ الیدہ گفت دو۔ دور شماست ما خود ضعیف شدیم و بیخ سفر و اسپس داریم او آن حضرت اکثر بزبان می راند در زمانیکہ مرزا بیدل صاحب سی ہزار بیت شدہ در فکر سخن ترقی کرد میان ناصر علی از ترقی باز آمدہ ہر قدر کہ نصیب گردید در ساختن آن تازہ بنگار آمدہ ہوں ہر سہ دوریکے بود۔ مرزا بیدل تخلص من گلشن ایشان و تخلص سخن میر عبد الصمد یک روز عنایت کردہ۔ طالب علم فتح بود، و در درویشی پیایہ اولیائے رسیدہ و نثر شاعرانہ مسجع و رنگین می نوشت۔ کلیات اشعارش ... بیت ہزار بیت است و آن را بہفت دیوان کردہ۔ در فن موسیقی نیز نفسی گرم برے آورد، تصنیفات استادانہ۔ بہ اہل این فن را بسیار بنظر قبول می دید و اکثر خوانندگان کامل فن می گفتند کہ شاہ گلشن در شعر و سرود امیر خسرو زمان ماست بر فقیر تو جہات در نہایات داشت اکثر پورانام قدر نجبہ می فرمود و فرمایش الطعمہ ہندوانی نمود۔ زیادہ از دو ہزار بار گلہائے فیض از صحبت آن گلشن فیض چیدہ۔ وقتے بندہ بر قاصد زنی عاشق شدم و بحالت سخت گرفتار گردیدم، روزے بخدمت ایشان نشستم۔ بودم بے اختیار گریہ در گرفت۔ پرسیدند بسبب چیست بیان نمودم و گفتم کہ از حضرت بشارت می خواہم کہ آیا از وصال او کامیابی و نصیب من ہست، فرمودند در عالم رویا استخارہ خواہم کرد و آخر چوں احوال ایشان معلوم شد گفتند کہ در نصیب تو نیست و آن کس را نیز کہ مستحق اوست در واقعہ دیدم۔ بشکن کنوراں و سردار طرفے ہست ما یوس شدم عاقبت ہم چنان شد۔ بعد ما ہے چند وکیل زمیندار بیکانیز آن جمیلہ را بدو ہزار پانصد روپیہ خرید کردہ بوطن خود برد ازیں قسم خرقرہ عادات از آنجناب بسیار بظہور آمدہ... وقتے بخانہ کے اناغیا کہ ذوق بکتبانات بسیار داشت بلحاظ بلایے حاجتمندے رفت، چوں بمجلس اورسید کفکش از پا بر آوردہ در روملے پیچیدہ بہ نعل کرد و بر مسندش رفتہ نشست و آن بستہ از نعل بر آوردہ نزد تکیہ گذاشت آن عزیز بکہ دلدادہ کتابہائے نعت بود پرسید کہ ایں کشف اللغات است فرمود کشف اللغات است و شش واکرہہ بنمود۔ تمام مجلس حیران بے تکلفی و حسن کلام ایشان اندزد غرضیکہ خیلے دارستہ مزاج و بے تکلف بود، باجلد، بر شصت و پنج سال در توبلی محمد ناصر کہ در بازار صدر واقع است بیت و یک روز بر مرض اسہال صاحب فرانس بود۔ تاریخ یک شنبہ بیت و یکم جہادی الاولی سال ہزار و صد و چہل آفر روز بہوشیاری تمام بدستور او با برمت حق بیوست در احدی پورہ متصل شاہ گنج در زمینے کہ از ملوکات خواجہ محمد ناصر است مدفون شد میان نعمت خاں بین نواز کہ دریں فن استاد بے نظیر و از دوستان ایشان بود ہر سال بہ قبر مبارک با شب زندہ می دارد و مجموعہ عظیم و مجلس حسن ایشان در غایت خوبی منعقد می کرد۔ فیقر خوشگو تاریخ رحلت ایشان ازیں مصرع بہ آوردہ بجائے گلشن بہشت ابدی، اشعار



ایشان پسند خاں صاحب است... وقتے شاہ گلشن دو صفحہ از مطالعہ ہائے خود بفقیر خوش گودادند کہ بخدمت مرحوم میاں سرخوش بر دم ایشان بدر مطالعہ نوشتند ہم خوب دیک دست بایع مطلع بے لطفے نیست۔ چو شعر حافظ شیرازی انتخاب بندند  
 این چند از آن جملہ است ...

(۸) شاہ مبارک آبرو تخلص از پسر زادگان گوالیار بود و از شاگردی... آرزو پاریہ بمعنی رسیدہ۔ فیلے طبع بلند داشت لیکن در ریختہ گوئی کہ زبان ہندی با پارسی می آمیزد مصروف تلم بود، چنانچہ مردم در کار ریختہ صائب و تفتش می خوانند، دیوانے ضخیم و خوب و تازہ ازین عالم جمع کردہ فقیر این فقرہ نشر و تعریف او کفایت بر روش خوانندہ بودم: "ریختہ آبرو آبروے شعر ریختہ" بر فقیر بسیار مہربانی می فرمود اکثر بویرانہ قدم رنج می نمود، و شبہای ماندہ در شعر پارسی ہم زبان در ست داشت۔ بیست و چہارم رجب سال ہزار و صد و چہل و ششم بر حمت حق پیوست۔ نزدیک مزار سید حسن رسول نا واقع شاہ جہاں آباد ندون گشت۔ این سہ بیت بخط خود بشارعہ در سفینہ فقیر نوشتہ بود:

نگز چشم تو دارم تا بکے دل را      کمی بروز کفم ہم جو جامے دل را  
 بجائے تالہ ہمہ نعمہ خیزد از لب وے      بوسہ ہنوازی اگر چونے دل را  
 ساختم شب بارز و بے شراب      چوں سبوسے تہی بوسے شراب

(۹) نعمت اللہ خاں نعمت تخلص از سادات شاہ نعمت اللہی خلف نواب روح اللہ میر بخشی عالمگیر... است (حالات مضی رسانی روح اللہ) ... و این نعمت اللہ خاں فرزند ارشدش نیز موافق زمانہ در مضی رسانیہائے خلق بسیار نعمت بود مرد بزرگ فہیدہ و یادگار امرائے قدیم بودہ، بر فرقہ شعرا عایتا نمودہ در عہد مبارک فرخ سیر و محمد شاہی چندے بخدمت قرار دیگی سرفراز بودہ بمصاحب موگی بلدہ عظیم آباد پتہ سرفرازی داشت، نائب ادب و سرانجام می داد، طبع عالی و ذہن رسا داشتہ، از شاگردی میرزا عبدالغنی بیگ قبول مشق درست ساختہ تلاش معینہائے بلندی نمود و دیوانے رنگس دارد، در سال ہزار و صد و چہل و ہفت بسراے عقیقی خیمہ زد ...

(۱۰) شاہ ولی اللہ اشتیاق تخلص درویشے بود معنی آشنا و صاحب سلیقہ رسا در کولہ فیروز آباد دہلی اقامت داشت اکثر ... مجمع شعری بود و باین فرقہ فیلے سلوک آدمیان می نمود در ہزار صد و چہل و چند داعی حق را بیک اجابت گفتا در مشاعرہ بفقیر خانہ کرم فرمودہ این اشعار بخط خود در سفینہ بندہ نوشتہ:

گلشن نہ مسکن تو وے جائے من بود      این مشہد مقدس مرغ چین بود  
 باکوے تو ہر خاک نشینے کہے داشت      چوں نقش قدم خانہ بے بام و درے

137862



ہر جلے اگر بود نگارم دل من ہم  
شیدائے یکے بود و ہوائے دگرے  
رونق حسن ز عشق است کہ بر قد ایاز  
خوشنمای پیر ہنہ نیست بجز محمودی

(۱۱) ”شیخ محمد شرف الدین پیام تخلص از شرفائے اکبر آباد است چندے بامیرزا ابوتراب غبارم طرح بود و با خانصاحب آرزو منداں از آوان طفلی اخلاص و ملاقات داشت و از مدت شانزده سال بارائے اندر ام تخلص صحبت بود تلاشہائے خوب میکرد، فارسی او بسیار شستہ و رفتہ اکثر اشعار نیک از او سراخام یافتہ۔ با فقیر خوشگو معارضہ و مشاعرہ داشتہ و اشفاق تام می فرمودہ روز مشاعرہ بویرانہ نام قدم رنجہ نمودہ بود این رباعی بخط خود در سفینہ فقیر بیادگار نوشتہ:

گفتی لب لعل آب حیواں دارد  
بخشم بدست چو خواہش آن دارد

مردم ز غمش عطا کن اے عسی دم  
قول مرداں شنیدہ ام جاں دارد

در سال ہزار و صد و چہل و چند پیام مرگ بگوشش رسید۔ دیوان رنگینے گذاشت ...

(۱۲) ”منل خاں قابل تخلص خلف منل خاں مرحوم عالمگیر شاہیست طبع درست داشت شاگردی ... مرزا بیدل ... کردہ این تاریخ بطریق تعمیمہ در وفات آنحضرت گفتہ:

سال تاریخ وفات بیدل عالی مقام  
از سر بینائی دل گفتہ شد ختم کلام

او آخر صفت تخلص مقرر کردہ ... با فقیر بسیار بعنوان شفقت پیشے آمد۔ در ہزار و صد و چہل و دو وفات کرد، طبع بلند داشتہ، از اشارش یک مطلع یاد است ...

(۱۳) ”میر محمد ناصر سامان تخلص از سادات جون پور بود از بدو طفلی در خدمت میرزا جان جاناں مظہر نشوونما یافتہ اکتساب علوم و فنون می نمود، در اندک فرصت ترقیات نمایاں کرد و آخر بعہدہ بخشی گری و واقعہ نگاری بوطن مراجعت نمود در سال ہزار و صد و چہل و ہفت در علمین بہار شباب بمیدان جنگے کہ حاکم آن حد و در ابا واقعہ نگار واقع شدہ علم شہادت بر فراشت و زخم جدائی برائے احباب بیادگار گذاشت، با فقیر بسیار مربوط بود، رتبہ حسن استعدادش از قیافہ شعر چید است“

(۱۴) ”نواب امیر الامرا مصمصام الدولہ نمان ددراں بہادر منصور جنگ خواجہ عام نام داشتہ و ہمیں تخلص می کرد و لہنش اکبر آباد از دلاشاہیال عمدہ محمد فرخ میر ... است۔ در عہد بہادر شاہ در سرکار ... عظیم الشان بخشی گری شاگرد پیشہ و خطاب اشرف خاں داشتہ بعد ازاں تینات فرخ سیر شدہ بولایت بنگالہ رفت و در رکاب او ہندوستان رسیدہ خطاب خاں ددراں بہادر یافتہ۔ در جنگ سلطانی کہ با ... جہاں دار شاہ متصل اکبر آباد روے داد و مصدکار ہائے نمایاں



گر دیدہ خان دوران بہادر تاریخ میں معنی یافتہ اند۔ بعد فتح خطاب مصمص الدولہ بخشی گری والا شاہیان و چندے  
میر آتشی سرکار والا ایک چند نیابت میر بخشی از قبل سید حسین علی خاں بارہہ باد مقرر بود بعد قضیہ فرخ سیر دست  
از ہمہ کار ہا کشیدہ بمقتضائے مصلحت وقت ہمراہ سادات بارہہ در کبیر آباد بود چوں محمد شاہ پادشاہ شد در جنگ ..  
سید عبداللہ خاں بہادر بہا از و صدور یافت بعد فتح بمنصب ہشت ہزاری و خطاب امیر الامرا و میر بخشی گری کل امتیاز  
اند و خت رفته رفته جمع مہات مالی و ملکی برائے زمین او تفویض یافت در یسا قیکہ بر غنیم مرہہ فرمودہ بود خیل  
دست بذل کشادہ مردم را بانعامات لائقہ از جوہر و نقد و خلعات و اسب و فیل و منصب نواخت۔ بسیار خلیق  
و بزرگ زمانہ و دیانت دارو۔ بفضل و کمال ظاہر و باطن آراستہ بود خاں صاحب آرزو منداں با اور تباط و اخلاص  
موروثی داشتہ اند و سہ در فن جوگ اشغال باطنی جس دم خود را پیاپیہ کمال رسانیدہ بود، چنانچہ کمالان میں فن  
از و بحساب می بودند۔ عافیت در جنگ ... نادر شاہ ... نواب مذکور کہ سردار فوج ہندوستان بود۔۔۔ بابر در رشید  
مظفر خاں بہادر و جمیع رفقائے قدیم مثل شاہ نواز خاں و میر کلو و یادگار خاں و جامعہ کلیم پوشاں و دیگر بہادران  
کار آزمودہ داد شجاعت دادہ بزخم گولی بندوق سہ روز زندہ ماندہ و شہادت یافت۔۔۔ امیر الامرا شہید شدہ  
تاریخ او یافتہ شدہ بود و این واقعہ بتاریخ بست و یکم ذیقعدہ سال ہزار و صد و پنجاہ و یک بودہ۔ بیرون قلعہ شہر پناہ  
شاہ جہاں آباد متصل کھر کی خلیل خاں مقبرہ اوست۔ نادر شاہ بعد شہادت اورا ب خطاب رسم پادھی فرمود و سپران اورا  
نسبت امر از یادہ توقیر می کرد۔۔۔ باوصف موروثی۔ طبع خدا داد و سخن فہمی کمال بسبب کثرت اشغال۔۔۔ کہ مرصع تمام مالک  
بودہ بفکر سخن متوجہ نمی نشد گاہ گاہ با بیات چیدہ چیدہ گفتنی می فرمود و شوارا بسیار عزیز و موثر می داشت، این مطلع  
او در زبان فاس و عام است :

سحر خورشید لرزاں از سر کوی تو می آید      دل آئینہ را نام کہ بر روی تو می آید  
حیرت نداد فرصت شرکاں ہم زدوں      تا آئینہ بروے تو چشمے کشادہ است

(۱۵) "محمد حیدر، تجرید تخلص ... بہ شاگردی سراج الدین علی ... سر مہابت مے افراخت ... بسواری جہاز بہ بنگالہ رسید و  
بہ صحبت شجاع الدولہ فائز شد و ہما نجا بعد ہزار و صد و پنجاہ در گذشت ... بشر خط کہ بندت خان صاحب از بنگالہ  
نوشتہ بود ... بہ سر آمد بوے گل نفاں ریختہ قلم میاں مضمون نہا حب در میاں نسیم و آئینہ دار طوطیان تازہ گفتار  
لالہ ندرت و لالہ خوش گو دیوان عرض نیاز و خدمت اشتیاق و آرزو ..."

(۱۶) "مرزا گرامی خلف ارشد و شاگرد رشید میرزا عبدالغنی بیگ قبول است، جوانی بود خلیق شفیق متواضع قلندر وضع



طبع بس بلند و ذہنی رسا داشتہ بسیار نمایان آئے یافتہ طرز ایہام لفظی کہ پند بزرگواریش زندہ ساختہ او باقصی الخایت  
 رسانیدہ، در دارالخلافہ استاد پانصد کس شاگرد بود ہر جا کہ در مشاعرہ ہا تشریف می فرمود اتل مرتبہ پنجاہ کس از تلامذہ بر کاب  
 سادتش می بودند اشعار استادان سلف زیادہ از ہمہ معاصران بیاد داشت و شعر بہ طرز غریب می خواند کہ گوش سامع  
 بازی شد بلکہ مردمانیکہ مناسبت باین فن نداشتند نیز دل از دست می دادند، چنانچہ در باغ میر شرف روز عرس مجمع عظیمی بود  
 فریب مقصد کس طوائف ہنگامہ قص و سرود گرم داشتند و دریکے از ایوانہائے باغ مرزا گرامی ہا شاگردان خود مجلس  
 افزود سخن شد تا شایان شہر چشم از آنہا پوشیدہ، متوجہ بزم سخن گشتہ و این معنی مشہور شدہ بود۔ او در قیدیچ مذہبے  
 ولتے نبود، بسیار بے تکلفانہ زیست می کرد از مختلفات وقت بودہ در سال ہزار و صد و پنجاہ و شش بہ ہوشیاری تام بر حمت  
 حق پیوست و از مرگ او نا طورہ سخن بسوگواری نشت و ہنگامہ مجلس بر شکست فقیرتعاوت یکال این مصرع مادہ  
 تاریخ و فاش یافتہ: "فسوس گرامی از جہاں رفت" بر فقیر خیلے مہرباں بود بویرانہ دو مرتبہ در مشاعرہ قدم رنجہ ساختہ  
 این دو بیت بخط خود در سفینہ فقیر مرقوم فرمود:

گراں بہا ترش از درہا میں زندہ دانست      دوسرخ لعل لب او فرہوں زمر جانست

این بیت پر تہ (بے تہہ؟) تمام است کہ مرتبہ مر جاں از لعل افزو نیست۔ پس تفضیل لعلش بر مر جاں از میں قبیل است  
 کہ گویند فلاں بہتر از خراسان رے عبارت حاشیے میں ہے، لکن ہے کہ عزت کی ہو، ایچ کس بے داغ از دست بتان  
 ہند نیست آتشے در ہر طرف ز یاد و دمان افتادہ است... فقیر دریں مطلع رباعی میرزا... تامل دارد رباعی:

مے جاں بلب رسیدہ ماند بے تو      بطعید بخوں طپیدہ ماند بے تو  
 آید در بزم بوے خون از مینا      ساغر بسر بریدہ ماند بے تو

یعنی حرف باد ہر دو مصرع بیت اول می باید، چنانچہ در مصرع چہارم خود آورده

(۱۱۷) "نواب قزلباش خاں امید تخلص مولد و فشار وے اصفہانست، شاگرد... میرزا طاہر وجد عزادہ نواب اسد خاں  
 وزیر اعظم عالمگیر... بودہ از سخنوران مسلم الثبوت این زمانست، عمرے بقلہ داری یکے از تلامذہ دکن بسر بردہ، در اوائل عہد محمد شاہی  
 بدار الخلافہ رسیدہ، مرد عزیز صاحب ہمت خوش مہاش و باہمہ کس گرم جوش بود خیلے بعزت و حرمت روزگار گذرانیدہ،  
 آنچہ از جاگیر بہر سانیدہ مہار فش و رشورانوازی و راگ و رنگ بودہ، عمرش۔ از صد سال متجاوز گشتہ، احواس بحال  
 داشتہ در نیوا شنیدہ شد کہ بسال ہزار و صد و شصت جہان بے مارا گذاشت، بویانش رواج یافتہ..."

(۱۱۸) شیخ محمد صلاح معروف بہ محمد کاظم امام تخلص فرزند رشید شیخ صد الدین محمد پشاور می مذکور است، جوان طالب علم



دستد شاعر خوب گوشت از مدتہا معنی یاب خاں شاعر تخلص نفاقت داشته و اخلاص این ہر دو ایشان حکم یک جان  
 و دو قالب ہم رسانیدہ بود، نیابت، غلام محی الدین علی خاں بیوتات سرکار بادشاہی باو متعلق بودہ بسیار نگیس۔ طبع و خوش فکر  
 و معنی تلاش و گرم جوش و مہربان است بر فقیر خوشگویی فیصلے توجیہ دارد۔ خدائش سلامت دارا۔ بسبب انفاس متبرکہ  
 بزرگ کا لیکر از اشغال آگاہ گردانیدہ و او در آن راہ سلوک نمودہ، بسر منزل کمال معنوی رسیدہ۔ از منتقامت و تہمتا  
 در اشارت ما مضامین آوازہ بسیار است اما بدست فقیر کم افتادہ، وعدہ فرمودہ بود کہ خواہم رسانید بدست آمدن نیفتاد  
 از غزلیاتش این است:

(۱۹) "میاں نور العین واقف تخلص پسر سوم قاضی امانت اللہ کہ از آبا و اجداد تا عہد محمد شاہی بقضائے برگنہ بتالہ تابع صورہ  
 لاہور کہ وطن مشارالیمہ است بر نیک نامی و خدا پرستی تمثیل اموری فرماید۔ و آن قاضی زادہ سخن شناس با کثرت فضائل  
 و کمالات مخصوص است و خیالے خلیق و متواضع و آشنا پرست واقع شدہ۔ فقیر وقتیکہ بعد سیر ولایت کانگرہ از کویہ فرود آمد  
 تنہا بہ شوق ملاقاتش کہ اشارت بدار الخلافہ رسیدہ بود بہ بتالہ رفتیم و ہم بدیوان خانہ ایشان فروکش کردیم تا یک نیم ساع  
 بسبب فرات نادر شاہی ہم در آنجا اقامت داشتیم شب و روز صحبت مستوفی در میاں بود، جوانی بسیار خوبی ہاویے  
 تکلیفہا بنظر مے آمد و اعزاز و اکرام زاد الوصف نسبت بمن ناچیز از طرف قاضی زادہ بظہوری رسید و اوقات بخوشی  
 و مہطرحی می گذشت۔ در ذات مبارکش اوصاف درویشی و استغنا از دنیا داری و دنیا داران بسیار مے یافتیم، الحق مرد  
 عزیزست۔ مشق شعرا از نظر میر محمد معصوم ہوجداں می گذرانید و با کثرت شعراے پنجاب صحبتا داشته این ابیات وے  
 از غزلیات است کہ فقیر ہم طرح بود... (ان کے بعد دوسرے اشعار از آن جملہ ہ)

آہل ہمت انتظار فیض گیران می کشد ہست دریا براہ تشنگان چشم از حباب فقیر گفتم اگر دریں بیت بجائے فیض گیران فیض  
 جویاں باشد کہ برائے دریا و حباب لفظ جویاں مناسب است، قبول فرمود، الحق بے انصافی نمود...

(۲۰) "محمد علی حشمت تخلص جوانے و جیبہ خوش فکر است و با فقیر بسیار آشنایا از بسنت شاگردی... قبول یافتہ باشعرا  
 سرگرم است اس غزل بخط خود و تنیکہ در مجمع بفقیر خانہ آمدہ بود نوشتہ داد۔"

(۲۱) "میرزا جان جاناں منظر تخلص خلف میرزا جاناں از بنا تر مجنون خاں قاقشال است کہ در عہد اکبری بمی و زیدہ  
 بود و بہا سبب اس خاندان رانو کر نمی گرفتہ مگر مرزا جاناں والد شریفش کہ منصب دار عالم گیر... بود۔ قاقشال در  
 ترکاں اسپ لاغر گویند چنانچہ میرزا منظر نیز (ادو) جو در فرہی کمال بسیار لاغر بنظر می آید۔ بدتیت کہ در ملک  
 فقر سلطنت و چہار ترک کی ترک دنیا بسر داد و در آداب معاشرت و حسن سلوک و مراتب فضل و شعور بزرگی و قدرانی



یکتاے روزگار۔ بسیارے ازخوان الصفا ویدہ شدہ بخوبی اس بزرگوار کم بنظر آمدہ، ذات بابر کا نقش رابریں روزگار  
 منت مزید است دور ہم حقائق و بیان تصوف ثانی جنید و بایزید دست ارادت بہ سلسلہ علیہ نقش بندیرہ دادہ و  
 با وجود رعایت عالم سلوک و احتیاط ہائے کامل خود را بعشق نوجوانان در باختہ دسر اپا ب رنگ در بر آمدہ۔ چندے  
 در میان او و منظور نظرش شکر آب بود، شش ماہ از مسجد یکد اقامت داشت بر نیامد و قبرے برے خود کندہ زندہ  
 خود را مدفون ساخت، شب و روز در آن گور بادل پر در و رنگ زرد و اشک گرم و آہ سرد بر می برد و در باران  
 شہرت دادہ بود کہ فلان مرد و در گور جا کرد۔ بر فقیر خوشگو خیلے مہربانی می فرماید اکثر بویرانہ ام شب می گذراند و فرمایش  
 ہائے اطعمہ از روے بے تکلفی می نماید۔ فقیر از احوال ایشان درخواست این چند سطر بدستخط خود نوشتہ عنایت فرمود، عبارت  
 این است: فقیر جان جاناں متخلص بہ مظہر پسر مرزا جان جانی تخلص علوی نسب بخاری وطن حنفی مذہب نقش  
 بندی مشرب است۔ نشوونادر خاک ہندوستان یافتہ در اطراف عمر بیست سالگی گذائی در فقر اختیار کردہ ادقات  
 خود را در خدمت مدرسہ و خانقاہ صرف نمودہ از فرط ضعف دماغ تاب تدبیر عالم اسباب نیامد و بتجدد و خانہ  
 بدوشی بر می برد و گاہ گاہ بتحریک شور یکہ نمک خیر اوست بے بفریاد و می کند چون ناراش اکثر موزوں واقع  
 می شود عزیزوں از راہ جوہر شنای بمیزان اشعارش مے سنجند از بس نظیر بزرگان یافتہ حسن قبولے ہم رسانیدہ است  
 او سبحانہ تعالیٰ حسن خاتمہ ہم نصیب او کند۔ چون ہر کس نسبت بدگیراں بہ حقیقت خود عالم تراست بجللے از احوال۔  
 بنا بر فرمایش مصنف تذکرہ کہ مہربان عزیز تر از جان جہاں است، خود تحریر نمود، "انہی بہر حال اعجوبہ روزگار  
 است، از اشعارش بوی سوختہ دلی بمشام جاں میرسد"

(۲۲) "فقیر صاحب درومند تخلص دکھی است از اقربائے نواب خان عالم دکن است کہ ہمراہ... اعظم شاہ با پنجہزار مردم  
 بلوری زہ پوش شدہ در جنگ سلطانی مردانہ شہید شدہ بود۔ ظاہر لفظ صاحب جزو اسم عمد ہائے خطہ دکن می باشد  
 چنانچہ محمدی صاحب و علی صاحب بہر حال فقیہ صاحب تربیت صوری و معنوی و برکات دینی و دنیوی از خدمت  
 میرزا جان جاناں مظہر گرفتہ و باقتضائے فرط عقیدت و علو فطرت در اوضاع و اطوار تقلید را بہ تحقیق رساندہ  
 کہ در اسلوب خطوط و طور شرم در میان استاد و شاگرد فرقی نماند و میرزا توجیہ و عنایتیکہ نسبت بایں سر و نوقائے  
 بوستان کلاست باہیکس نیست و نبود۔ چندے بطرف عظیم آباد پٹنہ تشریف بردہ بودیاران آنجا بسیار  
 شکر گذاری او صافش می کردند۔ بہر حال مرد عزیزے است۔"

(۲۳) "شیخ سراج الدین علی مخاطب بر استعداد خاں۔ (حالات نوشتہ آرزو): "فقیر سراج الدین علی آرزو از طرف"



والد نیرہ خواہر زادہ شیخ نصیر الدین مشہور بہ چراغ دہلی و از جانب والد شیخ محمد غوث گویا بیست... در سال ہزار و نو و نو و نو و نو  
 یانت، والد مرحوم شیخ حسام الدین لفظ نزل غیب تاریخ تولد یافتند۔ غیر از کتاب گلستان و بوستان و پند نامہ شیخ سعدی  
 و نام حق و آل ہم در پنج شش ساگی دیگر کتاب فارسی نخواندہ، تا چہارہ سالہ ساگی بکسب علوم عربیہ اشتغال داشت غیر از  
 آنکہ والد مرحوم در ہنگامیکہ از لشکر عالمگیر گویا ہار آمدہ بودند در ضلال شہا صد و صد بیت از اشعار متاخرین یادی دادند  
 ہماں سرمایہ شاعری من شدہ در عمر چہارہ سالگی مرادو تے بشعر پیدا کردید و در شہر تھرا کہ خاک قیامت خیز و سر زمین شور  
 انگیز است شور جنوں شعرد۔ سر من افتاد و بعد چند گاہ کہ بازہ گویا ہار فتم دو سہ ماہ بخدمت میر عبد الصمد سخن کہ بملاتہ مشرقی  
 در آنجا تشریف داشتند اشعار خود گذرانیدم۔ حسب تقدیر آسانی میر مرحوم از گویا ہار با کبر آباد تشریف بردند، تقریباً  
 با یکسی و تہائی ہمسفر بود، اتفاقاً صحبت میر غلام علی احسنی تخلص دست داد، چندے کسب شعر در خدمت ایشان نمود و دریں  
 مدت طالب علمی ہم بقدر میگرد و بعد از آن اتفاق رفتن بسمت دکن افتاد، نارسیدہ بہ شکر واقعہ پادشاہ... عالیگرو دلا  
 باز... گویا ہار کہ وطن اجداد مادری بود رسید و بعد از آن بتقریب با کبر آباد کہ مسقط الراس است رسیدہ پنج سال کتب  
 متداولہ عربیہ را پیش مولانا... شیخ عماد الدین المشہر بدرویش محمد قدس سرہ گذرانید۔ و دریں بین مشق شعر نیز کرد اکثر دریں  
 ایام صحبت یاران موزوں مثل... شاہ گلشن و... حاتم بیگ حاتم... و میان عصمت اللہ کامل و محمد مقیم آزاد و میاں علی عظیم خلف الصدا  
 .. ناصر علی و دیگر صادر و وار و دست ہم می داد تا او اہل عہد فرخ سیر بتقریب نو کرسی در شاہجہاں آباد رسیدہ بخدمت از خدمت  
 گویا ہار متعلق گردیدہ شش سال دیگر در وطن بسر برد دریں بین شوگفتن کم اتفاق مے افتاد۔ بعد از آن در وقت تسلط ساد  
 بارہ خدمت مذکور تیز شدہ فقیر باز و بار دو سہ پادشاہی کہ بتقریب فرخ ہنگامہ نیکو سیر بود در کبر آباد رسید باز از آنجا بخدمت  
 سواخ نگاری گویا ہار متعلق گشتہ و تقریب دو ماہ بہ سر کردہ کہ دریں اثنا آخر دوست سادات روبرہ ہبوط آورد، فقیر نیز از خدمت مذکور  
 معزول شدہ در... شاہجہاں آباد رسیدہ قریب سی سال است کہ در اینجا می گذرانند... مصنفات فقیر... ایں است دیوان  
 غزل و قصائد قریب بیست و پنج ہزار است، شنوی محمود ایا ز در جواب زلالی سنی بکسب و شش چہار ہزار بیت و ساقی نامہ سنی بچہاں آب و  
 شنوی دیگر در بحر... کہ این بیت از آنست -

شیطان باشد نافرمان

آدم گل باغ است جہاں

شاخ سرو قلم کردم

راست براست رقم کردم

و شنوی جوش و خروش و شنوی دیگر در بحر حدیقہ حکیم شنائی (سنائی) کہ ہنوز ناماست و رباعیات و مخمسات و ترکیب  
 بند و ترجیع بند و مقطعات و تواریخ و رقعات سنی بہر پیام شوق و شہاے متفرقہ قریب پانزدہ ہزار بیت و در سال در فن  
 مدانی و بیان بزبان فارسی کہ بیشتر کسے نوشتہ، بانظیر ہاے ابیات فارسی و... سراج اللغات قریب چہل ہزار بیت مکتوب و



شرح گلستاں و شرح سکندر نامہ و شرح قصائد عربی شیرازی و دیگر مثنویات تا تمام ہم دارد و این ہمہ وقتے است کہ ساہبائے  
فقیہ تا چہل و ہشت رسیدہ .. انتہی در ابتدا میں حاشیے میں لکھا تھا بعد کو اضافہ کیا: "فدا آگاہ .. است کہ .. از عمر  
چہارہ سالگی مشق شروع کیا و تا امروز کہ پناہ و چہار مرحلہ از عمر طے شدہ بر خود اعتماد دارم .. ہر چند مسودات نظم و نثر و کتب  
شرح و فہرنگ و غیرہ صد ہزار بیت مکتوبی شدہ باشد .." انتہی "فقیر آرزو در اوائل جلوس .. فرخ سیر .. در .. شاہجہاں  
آباد تلاش نوکری رسیدہ بود در آن وقت آفتاب سخن گوئی بخط استوار رسیدہ بود و فیض اندوز صحبت بزرگان سخن می گردید  
روزی کہ براتے ملاقات .. سرخوش رفت آن مرد عزیز در آن وقت از علیہ بصارت عاری بود پسرے داشت فضل اللہ نام اورا  
بیاض داد کہ اشعار پدید .. را بخواند، گفتم نور چشم کہ پسر را گویند ہمیں معنی دارد .. بعد خواندن اشعار از فقیر درخواست  
طبع زاد ہا فرمود منکہ نوجوان بودم گفتم کہ در خدمت بزرگان شوقیست خواندن اشعار خود با وجود کم مشقی .. آن عزیز بید شد  
ناچار فقیر عربی خواندم کہ این بیت از آنت است:

افناد گیت مایہ نشوونماے من      نغم چو گرد باد ز خاک آب می خورد

بریں بیت بنایت انابت مظلوظ شدہ و بسر و پیشانی من بوسہ داد و گفت مدیبت کہ دریں شہر میں قسم صاحب طبعے از نو آمدگان  
شہر ندیدم .. باز این رباعی .. نعت .. خواندم:

اے احمد مرسل امیر لولاک      برگرد سر کوے تو گرد و افلاک  
منظور خدا بود ز بس رفعت تو      برداستہ است سایہ ات را از خاک

مظلوظ تر شدہ چون ... مرخص شدم آن مرد بزرگ بہاں حالت پیش محمد حسین خاں تاجی تخلص کہ از یاران قدیم او بود  
رفتہ ایات مذکورہ یاد کردہ خواند و بسیار تعریف میں بیکارہ نمود کہ در تمام عمر میں قسم جوان بلند تماشائی ندیدہ ایم .. پانزدہم  
صفر ۱۱۵۲ محمد شاہی بہ تحریر درآمد انتہی "بہار سائیکہ درد ملی آتش بیداری افناد .. قصیدہ دریں باب گفتمہ بود .. چند بیت  
از آل قصیدہ .. می نویسد .. راقم این حروف .. آرزو بتاریخ دازد ہم صفر ۱۱۵۲ جلوس محمد شاہی موافق ۱۱۵۲ ہجری .. انتہی ..  
" بعد از آل المال بد ہفت سال میں تذکرہ باز بطلالہ فقیر .. آرزو در آمد خط بسیار برداشتم و بعضے جا .. آرزوے اصلاح  
چند حرفے نگاشتم .. انتہی .. بہر حال تتمہ احوال خاں صاحب اینست کہ ہفصدی منصب پادشاہی دارند پارہ جاگیر کہ بوطن  
یافتہ بودند در پایالی غنیم دکن رفتہ دو سال صبح و شام بلازمت پادشاہ میرفتند و در ہر مقام مناسب آنجا سخن  
مے آوردند چنانچہ رونے پادشاہ بر تکت رواں شیشہ سوار بود ایشان این رباعی بدیہہ بر خواندند ..

در خدمت پادشاہ چند میں جمشید      دامن بمیاں بر زوہ زردی امید



## بنشست شہنشاہ سکندر طالع بر تخت روان آئینہ چوں خورشید

دہم جنس نواب صحمام الدولہ.. خیر یاری فرمود بسبب سابقہ معرفتے کہ درمیاں بود توجہ بیاری نمود ہنگام بہ اقل دکن  
ہمراہ برداشت امارت و مروت کہ پادشاہاں یا امرائے ایشاں مناسبت دار و پچ جلوہ ظہور گرفت بلا بزم گوشہ و توشہ  
در سافتمہ مکانے بیرون وکیل پورہ در دار الخلافہ مرتب فرمودہ متصل.. راس اندر ام مخلص کہ از مخلصان و ایران ایشا  
اقامت دارند و صحبت سخن در میان این ہر دو بزرگ بسیار گرم است و افلاص دلی گر مرد دیگر ہم ہمیشہ موزو مان شہر بہ  
بیت اشرف ایشاں جمع می باشد.. خوشگو خاکسار را.. تربیت نمود چنانچہ و ماغش پچہارم آساں رسانید.. از جمیع شاگردان  
خود فقیرا بسیار میخواہند چنانچہ وقتے غزے فکری کردند و ہر بیت کہ سرانجام مے یافت بفقیری فرمودند کہ بنویسد از رو  
مہربانی در مقطّش نام فقیرم آوردند

آرزو را محبت خوش گر باز دارد ز نگر ہائے دگر

فقیر نیز در آن زمین غزے فکر کرد و آخر آن قطعہ ہدیریں معنی گفتہ داخل غزل خود نمود.. :

آرزو آن سراج دین علی	کہ بطبعش بود ضیائے دگر
ہند از ذات او شدہ ایراں	بخدا ہست صائبائے دگر
من شاگرد حضرت خود را	کرد مشمول لطفہائے دگر
نام از مقطّش جہاں گرد است	قطع کردم کنوں زپائے دگر
آرزو را محبت خوش گو	باز دارد ز نگر ہائے دگر

بعد از آن مجلس شعر بویرانہ خود مقرر نمود و ضیانت استادی و دیگر ناموران عصر قرار دادم الحق صحیح خوبے منعقد گردید  
مشاہیر آن جامعہ قریب صد کس تشریف آوردند بد فریغ اطعمہ و اشربہ بہ غزل ایشاں و غزل خود  
خواندہ ہر یک یک کاغذ نویسنیدہ پیش کش بزرگان نمود، ایشاں ازیں معنی بسیار خوش شدند۔ از آن روز فقیر در  
... ایشاں خیلے جا کرد و تنیکہ از ملازمت ایشاں رخصت یافتہ قصد بنارس نمود در آغوش شفقت کشیدہ تادیرے اشک  
بار شدند و سفارش فقیر بخدمت نواب عمدۃ اللک امیر خاں بہادر نوشتہ و بندہ از بنارس کہ در نیولاعریضہ بخدمت  
فرستادہ بود در جواب بانقاب برادر عزیز القدر مہرباں یاد فرمودند این رباعی تازہ فکر کردہ قلمی نمودند :

زین مژدہ عافیت کہ از دوست رسید	شور شکر کم بکابل و فوست رسید
باغ بلبل شدہ است خوش گونی من	تا نامہ زیار من کہ خوشگوست رسید



.. قصیدہ در مدح پادشاہ گفتم اندازا نجاست ..

نبض شناس بار کی کلام رائے دیاں رائے اندرام مخلص تخلص خلف راجہ ہر دے رام کھتری ساکن صوبہ لاہور است کہ پوکا  
.. سر بلند خاں .. و .. اعتماد الدولہ از شاہیر روزگار بود و حالاً این خلف الصدق دو دوران آدمیت جانشین پدر بزرگوار خود است  
اوائل مشق سخن بجانب میرزا بیدل .. بگذرانید و بعد از آن صحبت شب و روز شوش با خان صاحب آرزو منداں .. اتفاق  
افتادہ بہر حال سرشتہ نقادی سخن زیادہ از سخنوران این زمانہ بدستش آمدہ رسائی طبعش درین فن کار بسیار می کند و آن  
چنانکہ او بہ کتہ سخن میرسد کم کسی می رسد چنانچہ روزے شرف الدین پیام این شعر خود می خواند :

بسر باس کہ با من دختر ز گرم می جوشد      چہ امکانست گرد خواب ہم ہم نہالی را

رائے دقیقہ فہم فرمود بعد عبارت "چہ امکانست" گر "آوردن خلاف محاورہ واقع شدہ کافی است و آن ہم باشد  
یا نباشد۔ روزے فیکر کہ در خدمت حاضر بودم دیدم کہ مطالعہ تذکرہ طاہر نصر آبادی مینمود، این بیت مشہور حاجی قدسی بہ  
تقریبے بر آمد کہ ملائیدہ ابراں مناظرہ دارد :

عالم از نالہ من بے توجہاں تنگ فضا      کہ سپند از سر آتش نتواند بر خاست

و نورس نام شاعرے اعراض شیدا پسندیدہ این پیش مصرع خود رسانیدہ :

منع بیطاعتی سوختگاں تا حدست      کہ سپند از سر آتش نتواند بر خاست

رائے .. فرمود چرا چنین نگفت تا در برابر مطلع حاجی ہم مطلع می شد بہ تفریک لفظاً : "منع بیطاعتی سوختگاں تا اینجاست  
کہ سپند الہم بسیار بحسن خلق و اوصاف حمیدہ آراستہ و بہ فنون دیانت و کریم النفسی پرداختہ .. خان صاحب آرزو بر اوراق  
این مسودہ نوشتہ اند کہ شخصے بحضور فقیر آرزو پیش آں عزیز دلہا آمدہ گفت کہ در فلاں کار سکوت در زیدہ ای حی اسکو قے  
می گذرانم۔ آن مرد عزیز جواب داد کہ حیف است کہ در عالم آشنائی این حرفہا بسیار آید، بخدائی خدا کہ حالاً ہر گاہ این کار در پیش  
خواہید نمود، خاموشی چہ کہ معنی در تمام آن بکار برودہ نمی شود و آن شخص ابرام از حد گذرانید۔ رائے معزی الیہ آزرده شدہ  
جواب داد کہ اگر پائے اخذ و صبر در میال مے آرید کار نخواہد شد۔ اینہا گفتمہ صاحب معاملہ را رفت نمود۔ بعد از این فقیر ...  
استفسار حال نمود کہ بر آشنائی این شخص اطلاع ندارم۔ فرمود چند گاہے مرا با این عزیز تغیر و تبدیل جاگیر استاد من فرخستہ بود  
این معاملہ تادہ ماہ کشید، از میں جہت آشنائی بسیار ہم رسید، دریں صورت ہماں شرم چشم مانع این چیز ہی شود۔ این نمود  
است از اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ او .. تمام و کمال را در فرما باید .. انتہی بر فقیر خوش گو خیلے توجہ و مہربانی می فرماید  
با کثرت دولت منداں این زمانہ اتفاق ملاقاتہا افتادہ در سلوک روز اول آخر ہا تفاوت مے آزند، الا این مرد بزرگ کہ از ابتدائے



تاغایت تواضع سر و قدم چو من ناکسے را از دست نداده، در شاعرہ بفقیر خانہ تشریف آورده بود، اکثر اوقات خوا کہ برائے بندہ فرستادہ بہر کیف شاعر معنی تلاش خوش زبانے مثل او دریں جزو زماں کیا بست بیشتر دیوانے بمشوق طرز مرزا صاحب ترتیب دیوانہ الحال بطرز مرزا رضی دانش می گوید و بہ از و سر انجام می دادہ۔ خان صاحب آرزو منداں خیلے معقد سلیقہ او بند۔ دیوان غزلیات بقدر وہ ہزار بیت دار و پیراز الفاظ رنگین و موافق تازہ و حکایتی در نثر نوشتہ، ہمہ بمقفا و رنگیں و نہایت معنیہائے تازہ و تشبیہات بلیغہ دار و دیباچہ مرتعے نوشتہ بود فقیر را وقت سیر تر فرغ بسیار خوش آمد

بر خط ز عارض تو با معساں کم نگاه  
زاں سانگہ کس کتاب بخواند نور ماہ  
خال و خط است بر ذقنت یا برائے آب  
دار ندا بنز چند غلوئے بگر و چاہ  
گردانہ عشق رنگ توای شوخ یا زراہ  
خطی است گرد چہرہ تصویر بادشاہ

و کتابتے نثر از طرف محمد شاہ .. مدارائے ایراں نوشتہ کہ بر تمام کتابتہا کہ در دربار بادشاہی سوادت نوشتہ شدہ بود چہر بست۔ چوں بہ بنائے سلطنت فرخ میر از سادات بارہہ زلزله رسیدہ بود و باز سید عبداللہ بقید آمد و در عذر بی ادبی کہ در جناب بادشاہ از سادات واقع شدہ این بیت میرزا صاحب آورده و از اتفاقات محمود نامی افغان بر ولایت ایراں غالب آمد بود و عاقبت بہ سزار رسید این معنی نیز از الہام برے آید:

تیغ معذ و راست در کوتاہی زلف ایاز  
سکشی با پادشاہاں عاقبت محمود نیست۔



## بیدل اور تذکرہ خوش گو

اس مضمون کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں خوش گو نے ”سفینہ خوش گو“ میں بیدل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے بکسر نقل کر دیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں اس پر ناقذانہ نگاہ ڈالی گئی ہے۔ اور خوشگو کے ماخذوں کا سرخ لگانے کی کوشش کی گئی ہے، اس غرض سے میں نے بیدل کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے اور ہم عمر اور قریب العمر مصنفوں نے بیدل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کے معتد بہ حصہ کو پیش نظر رکھا ہے۔

بندرا بن، خوشگو بندرا بن کارہنے والا تھا، (تکلمۃ الشرا، مصنفہ مشوق، نسو، رامپور) لیکن اس کا ذہنی وطن دہلی تھا۔ آرزو کا شاگرد تھا، لیکن بقول بعض اس نے بیدل اور سرخوش سے بھی اصلاح لی تھی، (تکلمہ) وہ بیدل کا باضابطہ شاگرد ممکن ہے کہ نہ ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ان کا بڑا معتقد تھا، خوش گو کا قیام دہلی کے علاوہ بنارس، الہ آباد، عظیم آباد میں بھی رہا ہے۔ اس کی وفات بقول آزاد بلگرامی عظیم آباد اور بقول شوق بندرا بن میں ہوئی، زمانہ وفات بارہویں صدی کا ساتواں عشرہ ہے۔ (آزاد)

خوش گو نے بیدل کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں، ابتدائی زمانہ کے حالات زیادہ تر خود بیدل کی تصانیف سے لے ہیں، آخری زمانہ کے حالات چشم دید ہیں، خوش گو کا بیان ہے کہ اُسے ہزار بار سے زیادہ بیدل کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا، سفینہ خوشگو سے بیدل کے متعلق بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور بہت سی پرانی غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں، اس کا بیان قابل اعتبار ہے، لیکن دو ایک جگہ اس سے بھی غلطی ہوئی ہے جس کا

۱۔ خوش گو کے حالات کی تحقیق میں نے نہیں کی، جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے بہت زیادہ لکھا جاسکتا ہے۔ ۲۔ سفینہ خوشگو کے سرورق پر آزاد کی لکھی ہوئی چند سطریں ہیں۔



ذکر دوسرے حصہ میں آئے گا، سفینہ خوش گو چھٹے عشرے میں تمام ہوا ہے۔

سفینہ خوشگو کا وہ نسخہ جس سے کاتب نے بیدل کے حالات نقل کیے ہیں۔ آزاد بلگرامی کی ہلک رہ چکا ہے، آزاد نے اسے اپنے لیے نقل کرایا تھا، لیکن اغلاط سے بھرا ہوا ہے، قیاسی تصحیح کی کوشش حصہ دوم میں کی جائے گی، حصہ اول میں لفظ کاتب سے تعرض نہیں کیا گیا۔

آن حضرت از قوم مغل از مغلان ارلاس کہ چہار قسم می باشند، یکے از آہنہ مرزا ارلاس ست، تورانی الاصل، اکبر آبادی لوطن است، آن چہ ظاہر نصیر آبادی در اصل ایستان نوشہ کہ لاہوری است، اصلے ز وارد والد بزرگوارش میرزا عبدالحق از اول ترک ماسوا کردہ، تاشانی خلوت کدہ وحدت بود، و آخر عمر از صلب آن ابوالآبائے بزرگی کہ خالق صور می پیکرش بود، آنحضرت در سال ہزار و پنجاہ و چہار ہائے سعید و ساعیے مختار قدم بہ بارگاہ شہود گذاشت، و صفت کاظمیہ نشان قادریت بہ مقتضائے سیرت ولی کسوت آب و رنگ عبدیت پوشیدہ و موسوم بہ عبد القادر جیلانی گردید، لاسکھ راج رائے۔ سبقت ہم درین معنی رباعیے ز نظرش گزارندہ بود، رباعی:

اتلنب آمد قدرت بتز بہ مقام عبد القادر بھوا تشہش نام

شد زندہ یکے بہر مسیحائی دین آمد گر اکنون پئے احیائے کلام

مولانا قاسم درویش کہ از آشنایان پدرش بود، بہ قوت ریاضت بر ریاضی و مستقبل روزگار اطلاع گشت،

لفظ "انتخاب" تاریخ ولادت آن جزو زمان یافتہ، چندے بمقتضائے طلب بیماری ریشہ حیوانی بہ شیر خواری گزارند، و زمان حالت خود بیان فرمودہ۔

"بزرگان درسی روایت ہائے موج شیر بود جنبش مشرکان پے نم خامسہ تحریر بود"

چون از رضاع برآمد، و قدم بہ پنج ما لگی گذاشت، زبان را کہ از اعضائے رئیسہ انسانی است بہ خم کلام مجید شادابی بخشید و در اوسط ہمان سال میرزا عبدالحق رخت ہستی بر بست و گرد و پیتی بر چہرہ حالش نشست، در ماتم او و حالت خود می فرماید۔

"خورشید خرامید فروغی بہ نظر ماند دریا بہ کنارہ گرفتاد و گہر ماند"

در سال ششم از حد عمر از خدمت والدہ ماجدہ حروف تہجی آموخت، و در ہمان نزدیکی آن مریم مکاتی

نیزہ نورد عالم بالا گردید، این معنی مصداق رب المساکین فضل اللہ است کہ با وجود بیکسی ہائے ظاہری کسی بیکسا نش بجائے رسانید، میرزا قلندر برادر اخیا فی مرید عبدالحق بار تربیت و پرورش بردوش گرفتہ بر تحصیل علوم صرف و



بہر حال مرزا جوانے شاہ زور و صالح و مرتاض و شجاع و بدیگر اوصاف موصوف بود، او اکل نوکری سرکار شاہ شجاع پسردوم شاہجہان بادشاہ است و نوبت ریاضتتش اکثر بار بعین کشیدے، و در ہفتہ بیک جام شیر قناعت نمودے طرفہ این کہ در سایہ سے عقب راتاب حرکتے نہ ماندے، و اکثر از روے امتحان بخط زیر سایہ داشتے تا چاہ بہ سوراخ عدم خزیدے و دیگر قفلہاے شدید آہنی را با اشارہ سبابہ اش جز کشایش چارہ نبود، چون ازین ہر دو کیفیتے پرسیدند فرمودند نعمتین ازلی است و ثانی عملی کہ بواسطت اسم قنات نصیب شدہ بود و در حالت عارضہ تپ قریب بہ پنج ہفتہ روغن شیر گرم نوشیدے، و در وقت درد چشم مقدارے قفلہ سرمہ ولاد چشم کشیدے جبے ارتکاب این ہر دو عمل امراض بصحت بگردیدے، چنانچہ برخ از حالات اود در عنبر اول کتاب چہار عنبر بے دلی بنگاشدہ گلک جو اہر سلک او شد۔

بہر حال آنحضرت در سال عاشق کتابیہ با تمام رسانید و شروع شرح لانا نمود، روزے ہمراہ مرزا قلمذرد در مدرسہ بود و طالب علم را دیدند کہ ہنگامہ بحث ضرب یعرب گرم داشتہ اند، بعد در دوسریار یکے الزام یافت و دیگر گردن رعوت تارک ارتاقت، مرزا قلمذرد منع درس عربیہ فرمود، و گفت اگر فائدہ علم ہمیں است خاک بر فرق جہل نہ باید انداخت، چہ در ہر دو صورت جو اہر انسانیت گداختہ میشود اگر طزم است لزوم رعوت چہ بلاست، و اگر طزم انفعال لزوم چہ قیامت از اں وقت از کسب علوم عربیہ باز آمدہ، صحبت فقرائے صاحب کمال، و مطالعہ اشعار باب حال، و قائل اختیار فرمودنیز علوم ادعیہ فقوش و حفظ اسمائے الہی انکالان این فن آمونخت و در نیمہ سال عاشق کتب از بہار مقدمش رشک گلستان و بوستان بودیکے از ہم سبقان نو خط نقل زیر زبان گذاشتہ، و ہنگام تکلم انفاس موشش تخم را کھ در دماغ سامع کاشتے، چون طبیعت با و مالوف بود بحسب موزونی ازلی رباعی انشا فرمود، بے نقابی فیض حقیقی تا شاگردنی ست و آن رباعی را چہار رکن بنائے موزونی خود دانست۔

یارم ہر گاہ در سخن می آید، بویے عجبش از دہن می آید۔

این بویے قرنفل است یا کھت گل، یار آنکو مشک ختن می آید۔

برائے نظام سلسلہ صورت با وجود آنکہ شعراے عالی فطرت شاگردان معنوی حق تعالی انداز جناب مولانا کمال

نامی صاحب کمال استفادہ کسب شعر نمود، و رمزی تخلص مقرر فرمود تا مدتے مدید با آن تخلص متخلص بود، روزے میر

دیباچہ کتاب گلستان می نمود، چون باین مہر رسید، ص



”بیدل از بے نشان چه گوید باز“

اہتر از وقس روئداد، و از روح پر فتوح قبلہ شیراز استمداد جسہ، لفظ ”بیدل“ را تخلص مبارک قرار داد  
و معنی این تخلص کہ بقیہ اکثر در نمی آید، آنست کہ چون دل را خاطر گفتمہ اند چہ این ہمہ خطرات و عوارض از آنجا عارض  
می شود، پس صفحتہ باشد، کہ حرکت بوسے خطرہ از تاج او است، و از آنجا کہ در نفی صفت بہ ”بے“ مستعمل فارسیا  
چنانچہ بے شعور و بے کمال بخلاف نفی موصوف کہ لفظ نابالائے آن می آید، مثل ناموزوں و ناہموار لہذا در تخلص انصیاء  
نفی دل کہ صفحتہ بیش نیست آمدہ بعضی موسوم صفات قلب است نہارد، و از آن بیدل است، و بیدل خطاب مستطاب  
عاشقان ہم آمد

بہر حال چون بہار جوانی در ریستان سرلے وجودش و میدن آغاز کرد، بحکم رفعت استعداد و تحصیل ایجاب  
معاش لازمست بادشاہ زادہ عالیجاہ محمد اعظم شاہ دریافت و بانکہ فرصت معزز و مقبول گردید، در ترکی و فارسی ہمزبان  
گردید، و منصب پانصدی بخدمت داروغگی کو فنگر خانہ امتیاز یافت، بیست سال درین شغل مشغول بود آن وقت  
مشق سخن در خدمت شیخ عبدالعزیز عزت می گزارانید۔ بعد از آن چون جذبہ در رسید، تمارض نمودہ از خدمت شاہی  
مستغنی گردید و بہ ہندستان رسید، پادشاہ زادہ از روئے کمال قدر دانی نشانے بدستخط خاص نوشتہ فقیر خوش گو  
بجانبہ در قلمدان ایشان دیدہ اینجا نقل مسودہ می نویسد:

نشان دستخط خاص پادشاہی :-

الحمد لله والمنه کہ ہنوز قوائے بدنی آن رفعت و شجاعت دستگاہ بحال خود است، با وجود برقراری حواس از  
خدمت عالی شاہی تقاعد و زیدن شرط ایفاے حقوق اخلاص نیست تا حال ہم، بیچ زرفہ آنچه ضروریات را در کار  
باشد، بہ بیوات دار الخلافہ امر نفاذ یافتہ سر انجام کردہ خواهد داد، زود مستعد لازمست گردد، اتہا ایشان در جواب عریفہ  
بالقاب خداوندی مرقوم نمودہ کہ تمام آن در رقعات داخل است یک رباعی نوشتہ می آید،  
از شاہ خود آنچه این گدای خواہد  
افزونی بمنصب رضامی خواہد  
تاہمت فقر ننگ خواہش نہ کشد  
سرخی لشکر دعای خواہد  
و بیاد آوری حقوق تک غزلے در آن عریفہ نگاشتہ بودہ کہ این دو بیت از آنست،

اگر خورشید گرد و نم و گر خاک سدر ہم  
قبول داشتہم در بارگاہ عرش تعظیمش  
گدایے حضرت شاہم گدایے حضرت شاہم  
ز کسب آن سعادتها کون مقبول اللہم



پس آنحضرت بطریق سیاحتی رو بہ شرق نہاد عزیمت فرمودہ مدتے در حدود ممالک بنگ و بہار وارڈیسہ با آزادی  
و بے یقینی بسر بردہ و دشت و بیابانہا پیچیدہ عجائب قدرت الہی تماشائے نمودہ اکثر از خصوصیات آن ہنگام در چہار  
عنقر نگاشتہ، قلم راست رقم اوست و ہم در آن ایام بسیاسے از نعمت درویشی نیز نصیب او گردید، از انجام تکیف  
پیر کامگار بہ ہندستان رسیدہ چندے بہ بلدہ اکبر آباد اقامت و وزید و باز بدار الخلافہ شاہجہاں آباد رسیدہ کنج غزلت  
گزید، نواب شاکر خان و نواب شکر اللہ خان بیرون دہلی دروازہ شہر پناہ در محلہ کھیکریان بر کنار گذرگھاٹ  
لطف علی جوہی مبلغ پنجنہزار روپیہ خرید کردہ نذر نمودہ دو روپیہ یومیہ مقرر کردند کہ تا روز مرگ ایشان می رسید، بقیہ عمر  
در آن مکان بفرایں سی و شش سال اوقات عزیز بسر برد، و بحسب ظاہر رشد تمام پیدا کرد، و تاہل گزید، چہار حرم  
در حرم داشت، و این با اتفاق خوردن زرنیخ کشتہ اش افتاد، در وقت جوانی غایت گرسنگی قریب ہفت و ہشت  
سیر بود و اکثر بہ سبب فرمایش فقر بلوغ و رغبت فاقہ ہم می کشید، درین وقت کبر سن کہ فقیر خوشگلو ہر روز بخند متشنس میر  
سید خوردن دو نیم سیر سیر طعام بچشم خود دیدہ، و در عالم شباب اگر چہ بشراب شراب ارتکاب کردہ، لیکن در پیریہا  
مزاج مبارکش گوارا نمی آمد، لہذا از جمیع کیفیات و مغیرات بیگانگی نمودہ بنگاہ اختیار فرمود، آن را با ہم جوہی یاد می نمود،  
و در فصل زمستان مجونے مرتب می ساخت، و آن را ادجی نام میگذاشت، شعرے ازین عالم گفتہ۔

شادم کہ فطر تم نیست تریاکی تعین و ہمے کہ می فروشم بنگ است گاہ گاہ است

نفس عاجز نوانختہ بتوصیف زور مندیش سرمایہ قوت رستم بہم می رسانید، بناے لفظ و معنی زانہ آشفنگی بنیاد آن  
حضرت را از بد و شعور توجہ بر کسب زور بیشتر بود، چنانچہ شمار پیام ہر روزہ کہ بوجود فیض مود می نمودہ چہار ہزار  
و اکثر بہ پنج ہزار کشیدے و بسکہ در کشتی کردن و مضارعہ حبستن حریفان را بہر دو دست برداشتہ بر زمین زدے  
پنج کس را تاب پنجہ آرائی و زور آزمائی او بنود لاجرم سوار ہمت شد، بر اسپ بالائے پشتہ کلانے برآمد، بقوت  
تمام با اسپ بہم پیچیدے و آن را بر زمین انداختہ، و اسپ خود پیچہا خوردہ از ان پستہ بر زمین آمدندے، و چون این  
چنین عمل بچند نوبت کشیدے خاطرش آسایش یافتے، نوبتے در عالم تعلق گوشہ خاطرش بسوئے موتر اش پسرے میلے  
داشت، اتفاقاً حرکتے از فے صادر شد کہ بر طبع نازکش گران آمد، طپانچہ بر رویش زد کہ و مار از روزگار او بر آمد، و در  
طرفہ العین با خاک برابر گردید، و شبے پائے فرقدین فرسایش لغزشے کرد، بحکم اتفاق دست بدیوانے خورد خواست  
کہ متوسل بدیوار شود تا گاہ دیوار تاب نیاوردہ از ہم ریخت فقیر این دو رباعی در وصف زور ایشان گفتہ



لے زور تو دندان شکن اہل سخن  
خوشگویے ضعیف را چہ یا را چہ دہن  
گزرور کند بیک دو حرف تعریف  
حقا کہ شود زبان رسہم الکن  
زور تو دلِ فلک گدازد چون برف  
وین بادہ ز بس نکلجد در ظرف  
کز خامہ بوصف او نو لیسد ورتے  
گرد و صد ریزہ استخوان بندی حرف

شیخ نقل می فرمود کہ در بلده پٹنہ تاجرے اسپ عراقی نژاد آورده و بعوض ہزار روپیہ بقر و ختن بر آورد،  
طبیعت مائل بخرد کردنش گردید، گفتم اگر اسپ تو در یک دو با من برابری کند، در ہزار روپیہ بدیم و اگر پس ماند، مفت  
بگیرم، تاجر این شرط قبول نمود، و خود بر آن اسپ سوار شد، در میدان وسیع عنان سرداد ازین طرف من دامن بہ کر زدہ  
شاظرانہ دویدم تا نکاہے بقلغم، اسپ و سوار بقدر یک تراز من پس تر ماندہ بودند چون گوی شرط از میدان ر بودم مروت  
ندیدم و اسپ با و باز دادم، و عصائے خورے از این در دست داشتن کہ وزن آن سی و شش شیر شاہجہانی بود، و آن عصار  
الولاس نام میفرمود کہ مخیش بر زبان ہندی شاخہ باریک باشد آن را برو زعرس ایشان پہلوے قبر می گذارند قوی پنجگان  
بہر دو دست بزور تمام بر میدارند، لکن کسے حل برا عراق و مبالغہ کند باید کہ بیاید و بچشم عبرت بین ملاحظہ قدرت  
قادر قوی نماید، ص

”بیا بسم اللہ ایک گوے و میدان“

بیانِ حلیہٴ مرزا :-

بالائے والایش در طول میانہ بود، و عرض پہناردی بسیار گشت، حملے داشتہ بود ہم رنگ کمال، با شہتہا  
نجستہ و ایروان کلید در ہائے بستہ تختہ پیشانی وسیع داشتہ کہ گوی قلم تقدیر جمیع کمالات انسانی برو قسم کردہ مقدار  
شش کوہ بود، کہ ہرگز برو نمی افتاد، ہر کلام تکلم سخن بسیار آہستہ و راجد امی فرمود گویا گہر باری می کند، یا کلف شانی  
می نماید، و آہستگی کلامش بہ حدے کہ صف نشینان موخر کم می شنیدند، یک غلامے داشتند مضمون  
نام چنان کہ فقیر گفتم :-

بیدل کہ تختگاہ فصاحت مقام اوست  
معنی کنیز او شد و مضمون غلام اوست

اکثر غلام را برائے تازہ کردن چلم طلیان یا امرے دیگر طلبیدے، با وجود قرب بانگ بلند ہر آشتے و  
دستک دایے و اکثر کلام بیقیدانہ بر زبان آوردے، اما شعرا بصلابتے و ہما بیتے خواندے کہ گوش مستمعان بار شدے  
وازیرون دروازہ در کوچہ معلوم شدے کہ آنحضرت شعری خواند و مقرر آن کردہ بود کہ تمام روز اندرون محل بہنہائی



و تجربہ نشستہ با سخن صحبت می داشت و سرخام بدیوانخانہ تشریف آورده تا نیم شب نشسته واقسام حکایات و امثال کار آمدنی در میان آورده، فقیر موقوفاتے نوشته کہ اکثر مذکور است آن صحبت ہا در داخل است و اکثر اوقات در گپ زدہنیا یادگذاشتن فرمودے کہ یاران الحال باید، ذکر خداے کہ کنایہ از شوخوانی باشد در میان آید، کلیات دیوان خود کہ در یک جلد چہار مصرعے نویسانیدہ مرتب فرمودہ بود، طلبیدے و مجلس گرم داشتند و نوبت نوبت حاضران را خطاب کر دے، از اشعار خود عنایت فرمایند، مرزای از سرزبایش مبارید، بیباکے تمام داشت وضع تراش ریش و بروت تراشیدہ بود، چنانچہ وقتے در اکر آباد عبدالرحیم نامی کہ طبع موزون داشت این بیت نوشته در پا لگی انداخت؛

چہ خطا در خط استاد ازل دید آیا      کہ با صلاح غرر ریش نیاز افتاد است  
ایشان همان وقت جواب نوشته دادند۔

مختر کن تغافل ہوس جنگ و جدل      مدبر رشہ تحقیق دراز افتاد است

روزے یکے از منشیان آنجناب از صحبت میرجلہ ترخان بخدمتش حاضر شد و گفت ہمین وقت نواب میرجلہ می فرمود کہ من امروز میرزایدل را کہ قطب الملک سید عبداللہ خان بار ہا بدعوت طلبیدہ بود، دیدم انسان کامل بنظر آمدند، اما عیبے داشت و اشارہ بطرف ریش و بروت کر دے کہ مبرا است آنحضرت بعد استماع در جواب فرمود آئے در میان ما و ایشان تفادت مقدار پشمے است، کہ ایشان دارند و ما نداریم۔ و این بیت از اشعار خود یاد کر دے

بروت تا فلنت گر بستانے ہوس است      بریش مردہ شدن بزگمانے ہوس است

یکے از خواجہ سرایان بخدمتش التماس کر دے، می خواہم کہ دستایے رنگ کنم، بہر رنگ کہ صاحب تجویز فرمایند فرمود  
بیرنگ صبغۃ اللہی برے نوع شاہین دورنگ ایجاد کر دے صندل و بادامی۔

طبع غیور آتقد ر داشتہ کہ شے جمع ز طلی کہ یکے از جوایان و فحش گویان عمر بود، متوسلی در تعریف او گفتہ  
آورد ہمین کہ مصرع اول خواند؛

ع      چہ عرفی چہ قیصر بہ پیش تو پیش

فرمود شاہربانی کر دید کہ تشریف آوردید، ما فقیر ہداییم مارا شنیدین امثال این حکایت کہ در حق استادان می شد نمی رسید و اشرفی از کیسہ بر آوردہ بلا ح بخشید و خاموش ساخت حاضران مجلس خصوص فقیر خوشگو ہر چند عرض نمودیم کہ ای حضرت اگر حکم شود مصرعے تا نیش بخواند تا معلوم کر دے کہ قافیہ لفظ پیش چہ آورد، قبول نہ افتاد،



واستقلال ذاتی بحدے داشت کہ در عمر شصت و پنج سالگی فرزندے قدم بہ بیت لکھنؤ اور گذاشت  
 ازین عنایت نیز مترقبہ شادیہا کرد و صد قہا داد چون چہار سال بعدم شتافت بہ گلگتگی پیشانی موافق دین و آئین  
 تجہیز و تکفین نمودہ، مدفون ساخت، و تادروازہ بانعش مشایعت کرد، مردم کہ بغیر پرسش می آمدند گریہا و  
 زاری می کردند، وے غم ہنگنان می خوردہ می گفت، یاران جاے تعجب است کہ فرزندن بمیرد و گریہ شمار می آید، نمسے در  
 ماتم پسر گفتم کہ خواندن آن بے اختیار رقت می آرد، این دو بندازان است سہ

بہ بہات چہ برق پریشان رفت  
 کاشوب قیامت بجان رفت  
 گر تاجے بود در توان رفت  
 ظلم زین کہنہ خاکدان رفت  
 بازی بازی بر آسمان رفت  
 ہر کہ دو قدم خرام می کاشت  
 از انگشتم عصا بکف داشت  
 یارب چہ علم بو حشت افراشت  
 دست از دستم چہ گور برداشت  
 بے من راہ عدم چنان رفت

در متاخرین ہیچ شاعر بے باین عزت و آبرو پسر نبرده کہ او داشت، قطب الملک سید عبدالقد خان کہ وزیر اعظم  
 و پادشاہ نشان بود، دوسر مرتبہ کہ طلبیدہ است ہمیں کہ نظرش بر میرزا افتاد، از کرسی می خاست، و پیش دویدہ محافظہ  
 می کرد، و تکیہ و مسند می گذاشت، و نواب نظام الملک آصف جاہ کہ وکیل مطلق ہندستان بود، از دوستان ایشان  
 است دیوانے بمشورت ایشان ترتیب دادہ و دیگر اکثر خورد و بزرگ شہر سر شام بخدمتش میرفتند و انواع فیضہا  
 برمی داشتند، محمد فرخ سیر پادشاہ شہید اول استمزاج کرد، بعد از ان چون معلوم نمود کہ او بملاقات نہ خواہد آمد  
 دو ہزار روپیہ و زنجیر فیل رعایت کرد، زر نقد خود بخدمتش رسید، چون وکیلے از طرف ایشان برائے آوردن فیصل  
 نرفت متصدیان شکم بندہ بخلق فرو بردند و شاہ عالم بہادر شاہ بہ منعم خان خانانان اکثر فرمود کہ میرزا بیدل تکلیف  
 نظم شاہ نامہ نمودہ شود خانخان کہ آشنائے قدیم بود پنج و شش بار در کتابت نوشت میرزا قبول نہ نمود، عاقبت  
 جو بے بد رشتی نگاشت کہ اگر خواہ مخواہ مزاج پادشاہ برین پلہ است من فقیرم جنگ نہ میتوانم کرد، ترک مالک خوردہ  
 نمودہ بولایت میروم، وقتی عالمگیر پادشاہ این بیت ایشان در فرمان پادشاہ زادہ معظم در مقدمہ تسخیر حیدرآباد نوشتہ:  
 من نمی گویم زیان کن یا بفکر سود باش  
 لے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی بود باش  
 و این بیت باعظم شاہ مکر رنگاشتہ:



بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید  
و نیز بر عرضی شخصے کہ زیاد طلبی می کرد این مقطع مشہور ایشان دستخط پادشاہ شد :

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب بہا  
انچہ مادر کار دار یکم اکثرے در کار نیست

آنحضرت در فہم معنی توحید و معارف پایہ بلند داشتہ علم تصوف خوب و وزیدہ بود و مسائل آرزو تحمل این فن بہ تحقیق  
کمال رسانیدہ، درین مقدمہ جنید و بایزید وقت خود بود و بسا مقدماتے کہ مولوی روم در مثنوی و شیخ ابن عربی در مفہوم حکم  
بیان کردہ انہم را بشرح و بسط تمام با تشبیہات تازہ دیکے بے اندازہ در کلام خود بستہ، چون تک جمیع اقسام سخن شور  
انگیز توحید است، در سخن طرز بلندی اختیار فرمودہ کہ اگر بالفرض شعر بدشام کسے می گفد سررشتہ توحید از کف  
نمی داوند، در ہمہ اشعارش این رعایت منظور است، و او درین فن از استاد اینست کہ صاحب طرز خاص شدہ اند  
و از زمانیکہ سخن آشنا شد، این طرز مخصوص بدست کسے نیفتادہ، کار ہائے کہ او کردہ مقدر کسے نیست اکثر بے انصاف  
ہائے زمانہ از روی حسد حرفے چند نامزد در حق جناب کرامت مآب مے یسازند کہ مرزا بیدل غلط گوئی مقررے  
است و حال آنکہ خود غلطہایش نرسیدہ اند، تا بکار ہائے کہ از وی بظہور پیوستہ چہ رسند و این محض جہل و بغض  
کہ مخمّر آن فنی است ہر چہ حضرت گلشن می فرمود کہ میرزا بیدل پایہ دارد کہ این غلطہایش را بعد صد و صد سال اہل  
نعمت و فرہنگہا بطریق سند خواهند آورد، و ما فرض کردیم کہ ترکیب سازی و لفظ تراشی کہ نامش غلط گذارند اندر  
تمام اشعارش پانصد یا ہزار بیت خواهد بود جواب بقیہ شعر ہایش کہ ہم بزعم مدعیان صحیح و درست باشد کہ می تواند  
داد، آخر تمام صد ہزار بیت خود غلط نیست، آدمی را باید کہ در ہر وقت منصف احوال خود باشد، تا بآن در جہ  
برسد، پا از اندازہ کلیم خود دراز نکند، والا مطعون از باب خود گردد :

ز خاکے کہ بر آسمان انگنی سرچشم خود را زیان میکنی

مشہور است کہ روزے ناظم خان فارغ مصنف تاریخ فرخ شاہی آنحضرت را بدعوت طلبیدہ  
بعد فراغ طعام ناظم خان بطریق الزام پیش آمد، و گفت، میرزا صاحب درین شعر سہ کار روزمرہ بسیار  
تازہ است :

تو نگرے کہ دم از فقر میزند غلط است بموے کاسہ چینی ند نمی بافتد.

میرزا در جواب فرمودہ من آن احمق نیستم، کہ طعن صاحب را دریافت نکنم، خان کمر گفت کہ باللہ  
اینا روزمرہ اختراع صاحب است، فرمود کہ شاعر شعرائے قدیم کدام کس را مسلم معتبر از عمجدی و فرخی و معزی



و مسعود سعد سلمان و خواجہ سلمان و دیگر استادان در صحت روزمرہ مذہبی گذرانیدہ، ناظم خان حیران ماند، و بیانگ  
بلند گفت، واللہ ہر کہ در استاد سی این عزیز شک آرزوے شک کا فر باشد، تازیبست معتقد او بود از آنجا کہ این کم تبعاً  
استقرانداشته اند حمل بر غلطی کنند، و فقیر خوشگو در عمر خود زیاد از ہزار مرتبہ بخدمت متش مستفید شدہ باشم گاہے ندید  
کہ کسی ازین جماعت کہ غلط گویش میگویند، بحضور اورفتہ حرف بسز کردہ باشد؛

روزے یکے از شعراے عمر کہ نامش نمی توان برد با منوی بخدمت متش رسید، چون باین بیت رسیدہ  
بیا ساقی کہ چشم بے قرار است چو گل خون شد ز زخم انتظار است

آنحضرت فرمود کہ اضافت "چشم بے قرار است" از عالم صفت و موصوف معلوم یعنی چشم کہ بقرار است و حال  
اسکے ارادہ شاعر اضافت لامی است یعنی چشم عاشق تو کہ خود را با اسم بقرار بر آورده شاعر را باید کہ ازین چنین گفتگو  
احترام نماید کہ ارادہ چیزے دارد و چیزے دیگر بر آید، آن عزیز گفت کہ ز لائی بستہ است، آنحضرت فرمود کہ شاعر لائی  
را موقوف دارید، از خود حرف زنید، این از ان عالم است کہ کسی درین بیت بستہ

ہر کہ سویت بچشم بد ببیند چشمش از کلاہ تو بیرون باد

آن منوی گو کا و کا و کرد، آنجناب فرمود ہی نفسم شعرے در مدح مرزا الخ بیگ گفتند؛

جنڈا مرزا الخ بیگ ولے دشمنانت کلہم کہ میخوری

در عین حیانت مدعیان این نوع خفت ہامی کشیدند، اکنون کہ از قضائے ایزدی آن آفتاب اوج

معنی سر بگریبان مغرب فنا بردہ است، خفاش طینتان از سوراخ ہا بر آمدہ بال و پری افشانند

بے خبر کز دستگاہ یک دو لفظ مستعار پیش نتوان برد با معنی سپاہاں ہمہری

بہر حال فقیر از معتقدات آنچه دیدہ ام سطرے چند بے ادبانه نگاشتم ام اگر کسی را بجزاق خوش نیاید

مختار است، باید کہ این اوراق را از مطالعہ موقوف نماید، قسم بجان سخن کہ جان من است و بہ خاک پایے ارباب

سخن کہ ایمان من است کہ فقیر درین مدت عمر کہ پیجاہ و شش مرحلہ طے کردہ با ہزاران مردم ثقہ برخوردہ می باشم، لیکن

بجامعیت کمالات و حسن اخلاق و بزرگی و ہمواری و شگفتگی و رسائی و تیز فہمی و زودرسی و انداز سخن گفتن و آداب

معاشرت و حسن سلوک و دیگر فضائل انسانی ہچوانے ندیدہ ام و از کسی کہ اورا بسیار و کم دیدہ است انصاف

می خواہم اما بشریکہ منصف باشد نہ متعصب؛

بالجملہ آنجناب از الہیات و ریاضیات و طبیعیات کم و بیش پاشنی بلند کردہ بود، و بطبابت و نجوم درل و



جفر و تاریخ وانی و موسیقی بسیار آتشنا بود تمام قصہ ہما بھارت کہ در ہندیان از ان معتبر تر کتابے نیست بیادداشت  
و در فن انشائی بے نظیر چنانچہ چہار عنصر و رقعات او برین دعوی دلیل ساطع است و در نثر چیزیکہ عیان است  
چہ محتاج بیان است و می فرمود حضرت حق جل و علی قدرت پرگونی و قوت سخن طرازی انقدر کرامت فرمودہ کہ  
اگر قلم برداشته متوجہ فکر بازہ می شوم نہایت روزی پانصدی است برسد لیکن محتاج بہ نظر ثانی خواهد بود۔

رباعی گفت در جواب آدم الشرا حکیم رودکی تا حال مجتمع الجواب بود، ایشان بعد صد سال از عہدہ جوب  
آن برآمدند، و الحق گفتگوے واقع شدہ، خان صاحب آرزو مند ان از ان بسیار محفوظ اند، فقیر خوشگو نیز لنگ لنگا پسر  
منزل جواب آن رسیدہ ہر سہ نگارش می یابد :

سودگی :-	آمد بر من کہ یار کی وقت سحر	ترسید ز کہ ز خصم خصمش کہ پدر
	و ادمش چہ بوسہ بر کجا بر لب و بر	لب بد نہ چہ عقیق چون بد چو شکر
بیاد :-	دی خفت کہ ناقہ در کجا خفت	کردم چہ فغان ارچہ زیاد منزل
	داد از کہ ز خود چرا از سی باطل	کافتاد چہ بار از کہ سہ پر لہ بدل
فقیر خوشگو :-	رفتار کجا باغ کے فصل بہار	دل تنگ چنان چو غنچ چون بے دلدار
	دیدم چہ شکستہ گلے از چہ ز بوی	گل بدنہ چہ بدنامہ از کہ از یار

پوشیدہ نام کہ در رباعی حکیم رودکی و میرزاے منظور با وجود صنعت توافق قوانی بکار رفت کہ ہر چہ ہر مصرع معنی  
است، فقیر از ان معاف ماندہ صنعت مخصوصہ را در مصرع سیوم ایزاک کردہ، چنان بر ذہن سلیم واضح می گرد و آن  
حضرت ترجیح بندے از ہزار است، زیادہ در جواب ترجیح بندہ فخر الدین عراقی کہ بسیار مشہور است و بند آن این است،

کہ بچشان دل مبین جز دوست

ہر چہ بینی بدان کہ منظر اوست

چون عراقی گفتگوے سالکانہ کردہ کہ ہمہ اشیا را منظر ہر قرار دادہ و عقیدہ عارف این است کہ اشیا را

عین ذات و اند ایشان عارفانہ گفتندہ

کہ جہان نیست جز تجلی دوست

این من و ما اضافت اوست

روزے جو بدستے مضبوط کہ در ہندی لٹہ گویند، بدست کردہ از خانہ برآمدند، شیخ کبیر کہ از آشنایان

و ہم صحبتان دیرین ایشان بود تا مدت سی سال متواتر بلا ناغہ از دیدار ایشان کامیابی داشت، ذکر عہدہ بر زبان

آورد، آنحضرت پنج فقرہ مقلی در تعریف عصار فرمودند "سنت الانبیاء زینت الصلوات، مونس الاعمال، مدد الضعفاء،



واقع الاعداء بعد از آن فرمودند که برائے دفع شر اعدا چوب مضبوط باید۔

قصہ مختصر در سال ہزار و صد و سی سوم در ایامی کہ ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ پادشاہ غازی بر سلوک بارہ مظفر و منصور شدہ و استقلال سلطنت یافتہ بدار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف آورد حضرت میرزا بیدل را در ماہ محرم عارضہ تب رویداد، چہار و پنج روز بجزارت گذشت، بعد از آن تب مفارقت کرد، ایشان غسل فرمودند روز دوم از غسل بتاریخ سوم صفر روز چہار شنبہ وقت شام حرارت عود کرد، و تمام شب ماند، نواب غیرت خان بہادر صلابت جنگ، کہ از یاران آنحضرت و آن شب بخدمت ایشان حاضر بود و نقل صحیح است کہ شب گاہے بافاقت و گاہ بغش گذشت و در وقت افاقت بے اختیار خندہ از ایشان سر میزد، بمصدق این بیت :۔

جانان بقمار خانہ زندے چندند بر نیہ و نقد ہر دو عالم خندند

بہر حال آثار یاس بنظر آمدن گرفت و تا صبح حال دیگرگون شد، یوم پنجشنبہ چہارم ماہ صفر شش گوی روز برآمد، ہماے روح پر قوح آن زندہ بعیش سردی از آشیانہ تن بال و پرافشا ندہ بر ساکنان عرش مملکی سایہ انداخت و بوصالی حقیقی کامیاب گردید، رحمۃ اللہ علیہ در بہان حویلی اقامت گاہ کہ چہوترہ برائے قبر خود از مدت دو سال راست کردہ بودند بخاک سپردند، غزلے و رباعیے نوشتہ زیر بالین گذاشتہ بود، بعد برداشتن مردہ ایشان کاغذ مذکور برآمد، و اشتہار یافت، فقیر خوشگوی بچینسہ آن کاغذ روز سوم مرگ ایشان پیش مرزائے مرزا محمد سعید ولد مرزا عبداللہ کہ حال آنحضرت صاحب این شعر است۔

برنگے دوخت بلبل چشم بر گل کہ شد پیر این گل چشم بلبل

و مرزا محمد سعید خلف ارشد اوست و الحال سجادہ نشین و مجلس آرائے عرس آنجناب است دیدہ بود نقل آن برداشتہ می شود :

بشنیے صبح این گلستان فتاند جوش بخار خود را	عرق چو سیلاب ز جبین رفت و ما نکردیم کار خود را
ز پائیں ناموس تاوانی چو سایہ ام تاگزیر طاقت	کہ ہر چہ زیر کاروان گران شد بوشم افگند بار خود را
بغم ہوہوم فکر فرصت فرود صدیش و کم ز غفلت	تو گر عیار این گیری نفس چہ داند شمار خود را
قدم بہ صد دشت و در کشادی ز نالہ در گوشہا تھا	عنا چہ بول نفس دادی طبیعت سوار خود را
بلندی سربہ جیب پستی است اعتبار جہا نستی	چراغ این بزم تا سحر گاہ زندہ دارد مرزا خود را
ز شرم ہستی قدح گلوں کن دماغ مستی بہ ہم خون کن	تو لے جہا از طرب جواری پراز عدم کن کار خود را



بہ نوبت گرجہ چشم می کشود می جو موج دریا اگر نہ بودی  
چو بحر کرد آرزوی گوهر که غنچه کردی بہار خود را  
اگر دلت رنگ کین زداید غلاف طغوت نہ پیش آید  
صفائے آئینہ شرم دارد کہ خوردہ گرد و دوچار خود را  
تو شخص آزلو پرقتانی قیامتت این کہ غنچه مانی  
فرود خود داریت بہ رنگی کہ سنگ کردی شرار خود را  
وداع آرایش نگیں کن ز شرم و امان حرص بین کن  
مزن بہ سنگ ز جنون شہرت چو نام عقا و قان خود را  
بہ درزن از مدعا چو بیدل زلفت و ہم پوچ بگسل  
بر آستان امید باطل نخل کن انتظا خود را

سہ باعی بیدل :-

بیدل کلف سیاہ پوشے نشوی

بر خاک بکیر و ہچمان رو بر باد

فان صاحب رزو مندان تاریخ و قاتش بطریق تمیہ یافتہ در قلوبہ اند

رفت بیدل ز غم آبادفتا

فقیر خوشگوی این فقرہ تاریخ وقوع یافتہ یوم پنجشنبہ چہارم ماہ صفر این رباعی نیز نظم کردہ سہ

افسوس کہ بیدل از جہان روئے ہفت

خوش گوچوز عقل کرد تاریخ سوال

از عالم رفت میر را بیدل گفت

ہر سال ہر روز عرس ایشان مجمع شعرا می شود و جمیع نازک خیالان شہر جمع شدہ اول غزلے از کلیات ایشان خواندہ

ہر یک جوہر خود را عرضی دہد، مجلس خوبے منتقد می گردد، چشم بد تفرقہ ازان مجمع رنگین دور باد، کلیاتے ازان حضرت یادگار

است کہ شمار تمامی ابیات آن نود و نہ ہزار بیت است و آنرا در حین حیات خود چہار مصرع نویسانیدہ اوراق وزن

کردہ چہارہ سیر متعاقب بوزن درآمد، در پلہ دوم میزان برابر آن اکثر فلزات و جوہر آلات داشتہ منیرات نمودہ

و در ان وقت فرمودہ کہ اہل ہند اولاد خود ہارا وزن کردہ تصدق می دہند، از آنجا نتیجہ بیدلان ہی نتائج طبعی باشد،

من ہم خیریت انہا از خدا خواستم، امید کہ قبول شود.

از ان جملہ یازدہ ہزار بیت نسخہ عرفانست در بحر مدیقہ حکیم سنائی کہ بر ان مثنوی ناز میکرد، چنانچہ اکثر از زبان

مبارکش شنیدہ ام کہ انچہ ما داریم نسخہ عرفانست و آن را در مدت سی سال با تمام رسانید، سراسر گفتگوے تصوف و معارف

دار و این مصرع آخر آن در تاریخ اتام گفتہ.

ہدیہ ذوالجلال والاکرام



وآخر آن سرخی که سر سخن است ہم بیت موزون قرار داده این مطلع است سر بیت سخن:

عقل و حس سمع و بصر جان جسد

هم عشقت بود اللہ احد

عشق از مشقت خاک آدم ریخت

آن قدر خون که رنگ عالم ریخت

و دیگر چهار ہزار بیت مثنوی طلسم حیرت در بیان امتزاج روح با حرا ج و شہر خصوصیات عالم صغیر جسد عبارت

از آنت در بحر یوسف ز لہجا کہ مطلعش این است:

بنام آنکہ دل کا شانہ اوست

نفس گرد متاع خانہ اوست

در ہمین بحر سہ ہزار بیت مثنوی طور معرفت در احوال سیر کوستان و خصوصیات ولایت ہرات کہ ہمراہ

شکر اللہ خان فوجدار آبخا تشریف بردہ بودند، و این لطیفہ از آنجا ز باہنا است:

شبے بر تیغ کوہے بود جاہم

ز میتابی بسنگے خورد پایم

توانائی بطاقت گشت مغرور

کہ از راہش بجات افگنم دور

ندا آمد کہ لے محروم اسرار

خرابات نزاکت ہاست کہما

مباد اینجا زنی برسنگ دستے

کہ مینا در بغل خفتہ است مستے

دو ہزار بیت ساقی نامہ مسمی بحیظ اعظم سر جوش تحستان فکر ہائے اوست، ملاحظہ فرمای ساقی نامہ شاعرانہ گفتہ

و ایشان ہمہ موحدانہ، و یک ہزار بیت دیگر مثنوی تلبیہ المہوسین در مذمت کیمیا کہ ہرگز معتقدان نہ بودند، و ہزار بیت

ترجمہ بند جواب فخر الدین عراقی و ہفت ہزار بیت در قصائد و ترکیب بند و مقطعات و تواریخ و مناسبات و مریح و مستزاد

و اشعار صنائع دسہ ہزار بیت ہزلیات، و ہشت ہزار بیت چہار ہزار رباعی کہ بقول شاہ گلشن "رباعی گوئی حق اوست"

و مقدار دہ ہزار بیت نثر چہار عنصر و بقیہ پنجاہ و چند ہزار بیت غزلیات و اقسام بجز روز منہائے شگفتہ و طرحی کہ از عہدہ

برائی ہر یک کار ہمت بلند اوست بلکہ گمان غالب آنکہ، بیج بحرے از بجزور در رسائل عروض از گفتن نہ مانده باشد، چون

از فکر سہمہ ہنای طبیعت را سیر یافت بر ہما تقدرا کتفا نکرده، بحر بیتیم سوائے آن نوزدہ بحر عروض ایجاد کردہ و در آن

غزل ہا سرا انجام داد، چنانچہ چہار بیت از دو غزل پیاد بود:

مے و نغمہ مسلم حوصلہ کہ قدح کش کردش سر نشود

بہل است بسکے ہی نقدت کہ دماغ جنون نہ تر نشود

چہ بود سرو کار غلط سبقان در علم و عمل بفسا زدن

ز غرور و دلائل بے خردی ہمہ تر خطا بہ نشانہ زدن

مشہ ز توقع کار جہان ہم آرو غبار ہوس نشان

بکشودن چشم طبع نتوان صف طوق پرور خازون

عقباً ہمہم در بخ ابد نرسد بعداب نفاق حسد

تو امان طلب از در خلد و در آب تغافل از اہل مازون

بیاضہ بدستخط خود از اشعار غزلیات انتخاب فرمودہ نوشتہ آرا بہ فقیر عنایت کردہ اند:

(معارف اعظم کتب مسمی ۱۹۴۲ء)





سفینہ خوشگو کی تیسری جلد میں خوشگو کا ترجمہ نہیں لیکن دوسرے شعر کے تراجم میں ضمناً خوشگو نے اپنے حالات لکھے ہیں، اس کا وطن متھرا تھا، سال وفات معلوم نہ ہو سکا لیکن قرآن کہتے ہیں کہ گیارہویں صدی کے اخیر یا بارہویں کے اوائل میں پیدا ہوا ہوگا، خوش گوش اور گلشن کی شاگردی کا اس نے اقرار کیا ہے، لیکن باوجود اس غیر معمولی عقیدت کے جو اسے بیدل سے ہے، اس نے مرتع الفاظ میں نہیں لکھا کہ میں بیدل کا شاگرد ہوں، اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ شاگرد نہ تھا۔

سفینہ خوشگو کی تیسری جلد جس میں معاصرین کے حالات ہیں، بہت کیاب ہے اور ہندستان کے کسی مشہور کتب خانے میں کتب خانہ مشرقیہ انکی پور کو چھوڑ کر، اس کا کوئی نسخہ نہیں، نسخہ بانکی پور کی کتابت ۱۱۸۲ھ میں ہوئی ہے، اور غالباً اس کا نقول عنہ کوئی ایسا نسخہ تھا جو میر عبدالولی عرلت کی نظر سے گزر چکا تھا، کتابت نے ان حواشی کو بھی نقل کر لیا ہے جو عرلت نے لکھے تھے، یہ صحیح نہیں کہ سفینہ خوش گوش کو عشرہ ششم میں تمام ہوا ہے، اس میں بعض واقعات اس کے بعد کے بھی درج ہیں،

جلد ثالث میں بیدل کے حالات اور ان کی طرف اشارات دوسرے شاعروں کے تراجم میں بھی ملتے ہیں۔

”مربیان بے دل، اعظم شاہ، نقاد سخن و قدر دان این فن بے دل، راسخ، سالم شہرت شعرے در گاہ اویند و بار بار

لے سفینہ ترجمہ بے کس، قدرت اللہ شوق نے بند را بن اضلع مترا، وطن کھا ہے۔ ۱۰۰ ”را تم خوش گو اول در عمر چہا۔ وہ سانگی مشیق خود را بر نظر اصلاحش می گزاینند از روئے کمال عنایت تخلص خوش گو عنایت فرمود“ ”رفیقہ موقوف پدرانہ دارد“ ”ترجمہ خوش گوش گلشن کی بندگی ناصر شاگردی“ کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا ترجمہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے۔ گلشن معنی جناب شیخ سعد اللہ ما۔۔۔ قبل ما، میر ما، استاد ما و شاہ ما ہے آرزو نے جن سے اصلاح لینے کا خوش گو کو اقرار ہے، مجمع النفاس میں لکھا ہے: ”استفادہ بسیار از بے دل و سر خوش و گلشن نمود، از مدت بست و پنج سال باں بیچ مداں ربط کلی ہم رسانیدہ و ایں عاجز ہم در تربیت او بہ تصعیر از خود را معنی نہ شود و نیست“ ۱۰۰ وفات محقق عظیم آبادی نے کہیں خلاصہ اور کہیں اصل الفاظ نقل ہوئے ہیں، تخلصی الفاظ اکثر نکال دیئے گئے ہیں؛



برصلہ ہائے گراں مند امتیاز یافتہ اندامیاں سرخوش در جنگ نامہ احوال او گفتہ و مرزا بیدل صاحب بریں دو بیت صبا کردہ اند:

ز شمشیر و ہمنہ می داشتے      کہ ابروئے معشوق پسند داشتے

دبود از سیاہی فوجش ہر اس      کہ کردے خط و خال خواباں قیاس

خوشگونی تاریخ ذیل اعظم شاہ کے نام لکھی ہے، ”مرہٹا ہٹا بھا گیا“ لیکن اس سے ۱۰۹۱ نکلتا ہے ”مرہٹا گوہاڑے مختل سے لکھی

تو ۱۰۹۵ برآمد ہوگا۔ خوش گو کے قول کے مطابق ۱۰۹۴ نکلتا چاہیے، یہ دو شعر بھی اعظم شاہ کے ہیں۔

غمے بس است بروئے اجل فضولی نیست      سرے سیدہ ماخانہ نزولی نیست

راؤ نگاہ راز من از ہمہ باب بستہ      روزرہ نظارہ راشب رہ خوب بستہ

عاقل ناں رازی تخلص عسکری نام تھا، صاحب ثنویات ز دیوان، آخر عمر میں صوبہ دار شاہ جہاں آباد۔

”خود رائے از اغواث و اقطاب زمانہ دانست، حضرت میرزا بے دل از صحبت وے ایسا ہمہ سامان استادی

و تصوف بہم رسانید۔ و ہر گاہ شہر میرزا را احسن و تحسین می فرمود میرزا بری خاست و تسلیم، بجای آورد، این معنی از روے

حرمت و بزرگی بود از راہ شان نارزش، دوے مرید شیخ برہان شطاری برہان پوری بود، چنانچہ طغوثات شیخ بزرگوار خود نوشتہ

سال وفات ۱۱۰۸ھ، بے دل نے ایک غزل لکھی ہے جس کے ہر مصرعے سے تاریخ وفات نکلتی ہے، شکر اللہ خاں، خاکسار

تخلص، سادات خواف سے تھے اور عاقل ناں رازی کے داماد، صاحب دیوان ہیں اور شرح ثنوی مولوی کے مصنف عالمگیر

کے زمانہ میں گرد شاہ جہاں آباد کے فوجدار تھے، وفات ۱۱۱۲ھ، شکر اللہ خاں، شاکر خاں، کرم اللہ عرفی عاقل ناں پرنس مدت مدید

بعد پد خود بودند و خدمت گاری میرزا بیدل صاحب می نمودند“

۱۰ اعظم شاہ کی ایک فارسی تاریخ اعظم جہاد کن رہی سفینہ میں ہے، اس سے ۱۰۹۴ نکلتا ہے۔ آثار الامرا میں ہے کہ والا شاہیان عالمگیری

سے تھا۔ دوسرے عہدوں پر مامور رہنے کے بعد ۲۲ جلوس میں بخشی گری تن تھا اور سال ۲۴ میں، موجودی شاہ جہاں پوٹا شاہ بن الدین بڑا بڑی

عقیدت رکھتا تھا، رازی تخلص کی یہی وجہ ہے۔ آثار الامرا میں، ۱۱۰ھ ہے لیکن بے دل کے کلیات سے بھی ۱۱۰۸ھ ثابت ہوتا ہے۔ ۱۱۰

ایک نہیں دو غزلیں ایسی لکھی ہیں۔ ایک غزل کے بعض مصرعے خوش گونی سے نقل کیے ہیں یہ ہے۔

و اے پیوند سخن سبجاں نمازند      تکیہ گاہ صاحب عرفاں نمازند      رفت از آفاق لطف عدل داد      برکت دین قدوہ انساں نمازند

قطب اقطاب حقائق باریت      ساکے در کشور امکان نمازند      مجمع اسناد بے تیرازہ شد      رابط اقلیم ہندستان نمازند

ہادی انوار لطف از دیو رفت      مہدی جم جہاہ عاقل ناں نمازند

۱۱۰ آزاد نسرو آزاد میں سال وفات ۱۱۱۸ھ نکلتا ہے، اس کی تحقیق آئندہ کی جائیگی۔



عاقل خاں، عاشق تخلص کرم اللہ، خلف شکر اللہ خاں و دختر زادہ عاقل خاں رازی بیدل کے صاحب دیوان شاگرد تھے اور ان کے طرز خاص، اور انہی کی زبان میں شریکتے تھے، "در جمیع شاگردان آں حضرت رتبہ خلافت داشت" عہد بہادر شاہ میں دیوان صوبہ لاہور تھے!

غزل کے در شکوہ ویر لولہی خطوط بخدمت مرزا فرستادہ بود، آں جناب بعد مطالعہ فرمودند کہ فکر عاشق ہمہ معشوقانہ افتادہ، واد خود پایہ فکر از ما ہم گذرانیدہ، لیکن چون خاطرش عزیز است موافق استعدائش اصلاح لفظی در مطلع او ہم باشد و مطلع این است:-

زمانہ می کنت آں آشنائے ما از مادش پُرسست کہ خالی است جایما

مرزا صاحب بجائے لفظ آشنائے ما بے وفاے ما رسانیدہ!

عین جوانی میں ۱۱۲۴ھ میں انتقال کیا، مرزا وفات کی خبر سے دیر تک اشکبار رہے،

"نواب ذوالفقار خاں کے مبلغ دو صد اشرفی بخدمت میرزا نیا زگر زرانیدہ بود ہم آں را بہ عاقل خاں بخشیدہ بودند کہ

در آں وقت از طرف خرج معسر بود!"

منعم خاں خان خاناں، شتم تخلص، بہادر شاہ کے وزیر کل، الہامات منشی، رکاشفات منشی وغیرہ کے مصنف وفات ۱۱۲۳ھ،

وقتے میں سہ بیت کہ آوازہ گفتہ بود پیش میاں صادق العاخواندہ وایشان نقل کردند۔ بعد ازاں مرزا بیدل دیگر

شعرا بہ جواب آں پرداختہ اند۔

حروف کرام اما و زیند زبوسیم

چہ شد کہ منم فرماں دای ہفت اقلیم

بیاباں می کند از گرد باواند از تعظیم

من از صحرانوردان جنون قدو گردارم

کہا میں شمع محفل سوختن ہا کرد تعلیسیم

سپندم شعلام، سو ز دل پرواز عشتم

نظام الملک شاگرد بیدل ہر گاہ بنام مرزا شریفی آورد، میرزا شرائط استقبالی آو۔ دہم دست شدہ، اندون

دولت خانہ کی برد، وصحبت نگیس می داشت، واز اقسام اطعمہ حلولے بیضہ مرغ بہ مذاقش گوارہ افتادہ، بہ میرزا اکثر فرمائش

آں می نمود، در وقت زخمت چون مرطے مرحوم کتابے از قدما مثل کیمیای سعادت و نفحات و دیگر آریں عالم می گزرائند

سے اس کے متعلق میرزا کا کوئی خط زخمت بیدل کے مطبوعہ اور می نسخوں میں نہیں ہے۔ ان کا دماغ خراب تھا۔ خوشگو کہتا ہے۔ فقیر مع شہادادہ بود

بطلب ایشان رفت، فرمودند شاعر نام علی بود جو گذشت بیدل قدیمے وقوف سخن داشت او ہم مردہ مال شاعر منم۔ ایں زکر نام حق در ضیافت عرف

می کنی، بہن دہ کہ در شراب و شراب عرف کنم۔



گی گفت ازیں کتب ذخیرہ درخانہ دارم، از تبرکات تصنیفات خود عنایت کنند و کتب و مسافرت دست خط میرزا با خود می بود،  
معاصرین و احباب میرزا، سرخوش، فقیر خوشگو شاہ گلشن راوسید برانگیخت کہ ایشان را بریں پلہ باید آورد کہ بنائے  
میرزا بیدل رفتہ صحبت دارند کہ ملاقات دو صاحب کمال فائدہ ہاوار و پچہ از مدت ممتد بنا بر بعضی اسباب در میان این ہر دو بزرگ  
جدالی بود، شنیدہ فرمود "ہوس تماشاے جنگ فیلاں دارید این مطلع گفت و پیش ایشان خواند،

از فضل حق زہر دو جہاں رم گرفتہ ایم      یک در گرفتہ ایم و چہ محکم گرفتہ ایم  
فرمود فضل حق ہمہ جانی باید الادریں بیت"

(سرخوش گونے لکھا ہے کہ آرزو اس اعتراض کو غلط سمجھتے ہیں) سال وفات ۱۱۲۶ھ فضل دہور سے نکلتا ہے،

ایزد بخش رستا، عزت کے شاگرد تھے، شنیدہ سے سنی ہو گئے، سنی تخلص رکھا،

"بیدل کہ بالیشان بسیار بودی فرمودند کہ روزے در اثناے صحبت باوئے گفتہ کہ ارادہ آخر تخلص شما لفظ "ی" نہی آید

نظر بہ قامت دراز خود رسا مقرر سازید، قبول نمود و برخواست و تسلیم بجا آورد، وفات ۱۱۱۹ھ۔

میر محمد زماں راسخ، "بیدل خیلے مر پوٹ بودہ میر و میرزا حاجی اسلم، سالم و حکیم شیخ حسین شہرت در گجرات بلشکر

شاہی باہم ہم طرح بودہ اند" وفات ۱۱۰۷ھ،

ناصر علی سال وفات بیدل نے "زنگ ناز شکست" سے نکالا، ۱۱۰۸ھ،

ناظم خاں فارغ تھی، ایران سے سندھ آئے، سندھ سے دہلی، ناظم خاں خطاب فرخ میر نے دیا، شاہنامہ کے مصنف ہیں،

اوائل عہد محمد شاہ میں وفات پائی۔

حاجی محمد اسلم سالم، اعظم شاہ کے گجرات میں نوکر رہے تھے۔ اعظم شاہ کے مقتول ہونے کے بعد وارد دہلی ہوئے، بیدل

سے اخلاص قدیم تھا، ملنے کے لیے آئے، شعر و سخن کی صحبت رہی بیدل نے چند شعر سنائے سالم نے کہا،

سرخوش کلیات الشرا میں لکھتا ہے فقیر بہ اشارہ میان نامر علی چند بیت ایشان (یعنی بے دل) را از راہ شوئی، پیش مرزا رسانیدہ مطلع بر عبتہ ساخو،

اگرچہ ایشان شنیدہ مخطوطا ز شدند، از رو سے غیر تے کہ تلاذ کا جن را باشد بد بردنلاں یاران منصف معزیزان نازک فہم پار پندند حکایتی در محیط

اعظم میرزا بے دل بیازدہ بیت تمام کردہ بودند، فقیر در دو بیت ربائی بر فصاحت تمام درست نمود، "سرخوش نے مرزا کی تعریف کی کہ ہے مرزا سنخو،

کامل" اتلافن امروز در شاہ جہاں آباد کوس سنی می نواز دو دو آو سنخوری می دید، در فقر و توکل یاد شاہ وقت خود

سے ان کے نام کے کئی خطرات بیدل میں ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے ایک صاحب نے بہارتان سخن کے حوالے سے لکھا تھا کہ نامر علی نے ایک شعر لکھا تھا جس

پر انھیں بڑا ناز تھا، میرزا کے اشعار سے ان کے شاگرد بہرت نے اس کا جواب لکھا تھا۔ اسے کلیات میں نہیں۔



”ایں ہمہ شنیدم آن چہ درین روز ہا بر حاشیہ نوشتہ شد از آن ہم باید خواند و فرض ازین داشت کہ ترقی فکر معلوم کند، مذاقش ازین باتصویر باید کرد کہ با ہم چوں مرزا بیدل ایستم حرف زدہ و میرزا ہر جوم در تمام عمر دیوان کسے تہ بلاش طلب فرمودہ، مگر دیوان حاجی کہ چند شبانہ روز در مطالعہ داشت“ وفات ۱۱۱۹ھ۔

نعت خاں عالی، مرزا بے دل ہر گاہ نامش بر زبان می آورد، بہ خطاب حاجی ہجو کی یاد می فرمودند“ وفات ۱۱۲۳ھ  
آقا ابراہیم فیضان، پسر آقا محمد حسین خاں، ناجی، اکثر اوقات در خانہ ادب جمع شراری بود، میرزا بے دل صاحب را طلب می داشت بوضیانت ہائی نمود، صحبت ہلے رنگین واقع می شد، فقیر مولف، خوش گویزہ چین بیوضات آن مجلس است“ وفات ۱۱۲۳ھ۔  
مرزا محسن، ذوالقدر تخلص، او اہل در سر کار شجاع در فرقہ سپاہیاں انتظام داشت، دبا بے دل از صغر سن مشور و ہم طرح بود... فقیر اوراد رکمال پیری کہ از نو دم تجاوز بود در مجلس مرزا منفور دیدہ ام“ وفات عہد فرخ سیر میں ہوئی،  
حسین شہرت، بے دل در سرکار اعظم شاہ یک جا گذر ایندہ“ تاریخ وفات ۱۱۴۹ھ شہرت مرد“ سے نکلتی ہے۔  
خواجہ عبداللہ ساقی، اعظم شاہی، از یاران بے دل،

عظمت اللہ بجز از صحبت سے بسیار مخلوط شدند“ آزاد بلگرامی کے حوالے سے خبر اور بے دل کی ملاقات کا حال لکھا ہے جوید بیضا اور سر و آزاد میں موجود ہے،

تلاذہ و مستفیدان بے دل، معنی یاب خان شاعر از شاگردان رشید“ ہمیشہ خدمت متعلقان بے دل می کردہ بہ سبب او ہنگامہ عرس گرم بود، مرزا بسیارش می خواستند از روضے عنایت عصا و شمشیر بہ او بخشیدہ بودند چنانچہ تا حال بدست داشت“ وفات ۱۱۵۰ھ  
محمد حسن صاحب بیدل سے فیض یاب ہوئے، علی التواتر بہ خدمت ایشان می رسید و مستفید می شد لیکن بعد وفات بے دل شاگردی شہرت کی وجہ سے بیدل کے حقوق شاگردی کو بالکل فراموش کر گئے،  
گور بخش حضوری بے دل سا لہا صحبت داشتہ مشق سخن بکمال رسانیدہ“

میر محمد حسن ایجاب اعظم شاہ کے لشکر میں تھے، ”دراں جا بے دل در سالم و گلشن صحبت ہلے مستوفی داشتہ، شاگرد بے دل، تخلص بے دل کا عطیہ وفات ۱۱۲۲ھ،

میر عبد الصمد سخن، تخلص ان بے دل یافتہ او اہل میں شاگرد تھے وفات ۱۱۴۱ھ

شیخ عصمت اللہ کمال ہا بے دل تخلص یافتہ روزے جمہد خرد سے خوش اسلوب از ساختہ بر بان پوز نظر ایلیاں

شال وفات میں اختلاف ہے خوش گو کہتے کہ یا تاریخ میل ہے لیکن یہ سر و آزاد میں لکھے ہے۔ یہ ایجاب کے نام کا خط رقعات میں ہے۔ ان کی سفاک شہر میں ایک امیر سے کی تھی۔ لکھ سخن کے نام کے خط بھی رقعات میں ہیں۔



آورد کمزافر مود ترکیب اس جمدھر بہ نشان برہان پور برہان قاطع ست کامل نظر بر رعایت دو ایہام دریں رعایت کردہ،  
تصدق گردید وے چوں ہم راہ منصب داران قلیل البضاعت بسمی بر روزے... در شکوہ... قراری خویش بر خواندہ۔

فلاطوں گریایدی شود عاجز بہ تدبیرم کہ منصب آتشی داغے شد و جاگیر جاں گیرم

ہاں دم آنحضرت بجای آتشی، لفظ آتشکے سائیدہ اصلاح فرمودند، وفات عہد فرخ سیر،

حافظ محمد جمال، تلاش، از تخلص یافتگان بیدل پور عہد عالم شاہ دیدنش می شد میرزا بیدل از میں تیش محفوظ بودند۔

بروز عید مر شاہ و گدا کم می کند خود را تو رفتی بر سمنندنا زومن از خویش تن رفتم

احمد عبرت مرزا بیدل را توجہ خاص با ابد بود چنانچہ برکت انفاس متبرکہ ایشاں بہ پایہ خوش فکری رسید تخلص از اس

جناب یافت، وفات ۱۱۲۵ھ از سانحہ اوتادیسے اشکبار بودند۔

سید مصنی قانع، گویند شاگرد بیدل، میر معصوم وجدان چندے شاگرد بیدل۔

محمد اشرف، حسرت، مہر علی، بے کس سری گوپال تیر، محمد پناہ قابل تہلانہ بیدل،

محمد عطار اللہ عطا تخلص از ساکنان امر بہر مراد آباد بود طبع رسا داشتہ در عہد مبارک محمد شاہی توجہ... رے صبا

اندر رام، تخلص بہ خطاب خوالی سرفرازی یافتہ از شاگردان میرزا بیدل بود، طبعش بہ لطائف و ظرافت بیشتر میل داشت، نگاہ

در بزم شریفش باری یافت مرزلے مرحوم برائے خاطر او اشعار موعودانہ موقوف نمودہ، ہزلیات در میان می آورد، و اکثر می فرود،

استماع تنبیح و تلمذ دیوان ہزلیات عطا دارد، وقتے مرزلے مغفور، قلم دانے و بیاضے کہ اکثر اشعار منتخب خود نوشتہ بود، بہ او

عنایت فرمود اس ربائی در شکر آں گزرایند۔

بیدل شہ قلم کمال حسرتن از گوشہ چشم تا نظر داشت برین

از روی عنایت قلم ان بیاض فرمود مراد زارت ملک سخن

بہر حال مرد عزیز بود حرکات نمکیں از سر می زد و زینت مجلس ہلو ڈروزے تا دینخ وفات میرزا بیدل در مجمع شاعر

می خواند وی گفت صفت آں است کہ در وزن خالق باری گفتہ ام، بعد القادر بیدل رفت در سال ہزار و صد و سی و ششم در

دارالافتاب بہ رحمت حق پیوست، و از وفاتش رونق مجمع عرس میرزا بہرہم خوکو و اشعارش کم بدست آمدہ اس قدر بہ یادماندہ،

برخوردار بیگ فری، شاگرد بیدل وفات ۱۱۱۹ھ در احمد آباد بہ سبب نوکری... بادشاہی بسیار ماندہ،

شاہ گلشن، اکثر بزبان می راند کہ در زمانے کہ بیدل صاحب سہ ہزار بیت شدہ در فکر سخن ترقی کرد میان ناصر علی از ترقی

نکاتہ الشعر این بی مطاکر مجہ ہے۔



باز آمدہ بہ ہر قدر کہ نصیب گرد و در ساخت من تازہ نہ فکر آمدہ بودم ایں، ہر سہ دو ریکے بود، میرزا بیدل تخلص من گلشن بایشان،  
و تخلص سخن یہ میر عبد الصمد بیک روز عنایت کردہ، "وفات جامدی الاولیٰ ۱۱۴۰ھ، بجائے گلشن بہشت ابدی سے تاریخ نکلکتی ہے۔

سکھراج سبقت، وطن اصلی نواح لکھنؤ، آبا و اجداد اسدخان وزیر کے نوکرتھے، سبقت بہت سے علوم میں دستگاہ رکھتا  
تھا، اور فنون سیاق میں یگانہ آفاق تھا، "از شاگردان بیدل بود و میرزا اکثر می فرمودند کہ سبقت برجیح ہندو پیمان فائق است"  
کچھ دنوں سید اسد انڈخان معروف بہ نواب اولیاء عمرہ زادہ سید قطب الملک کایمیر سامان اور دیوان رہا، دکن کی  
لڑائیوں میں امیر الامرا حسین علی خاں کے ساتھ شریک تھا، امیر الامرا کو داؤد خاں پر جو فتح ہوئی تھی، اس کے حال میں سات ہوشیروں کا  
جنگ نامہ لکھ کر پیش کیا تھا اور پانصدی منصب پر سرفراز ہوا تھا۔ جنگامہ سادات کے رفع ہونے کے بعد مالوہ میں تین سو سواروں کا  
جماعہ اڑتا تھا۔ راجا گر دھر بہادر سے جن کا ملازم تھا جھگڑا ہو گیا کسی میں قتل ہوا، "گر و سکھ راج زمانہ سبقت سے تاریخ وفات ۱۱۳۸ھ  
نکلکتی ہے، دیوان میں دسہزار کے قریب شہرتے صنائع ہو گیا،

فیروز خوش گواز عنفوان شور بہ خدش بندگی داشتہ، و رسائل عروض و قافیہ و مسما و اکثر دو ادین تازہ گویان پیش او  
گذرانید چوں نسبت ہم عمری داشتیم بے تکلفانہ توجہ نمودی

مثل خاں صفت و قابل شاگرد، وفات بیدل کی تاریخ ختم کلام نے نکالی ہے لیکن اس میں ۲ کا اضافہ کرنا ہوگا، "از  
سر بنیائی دل گفتہ شد ختم کلام" وفات ۱۱۴۲ھ،

میر محمد علی راج ہنیدہ شد کہ او شاگرد غائبانہ میرزا بیدل است ورنے گویند شاگردی میر محمد زماں راسخ کردہ،  
اندر رام، مخلص، او اہل میں بیدل کے شاگرد، شیورام داس جیا، شاگرد وفات ۱۱۴۲ھ،

حکیم چند ندرت، "بارہ صحبت بے دل و دیگر شعرے نامدار یافتہ"

نصرت کشمیری الاصل، متوطن لاہور، بیدل کی یہ بیت خود دیوان میں ہے، لاہور میں نصرت کے نام سے مشہور ہے،

چشم پوشیدہ تو اں کرد سفر چہ تہ راہ قنہا ہوارست

جلد ثالث کا قلمی نسخہ اغلاط سے خالی نہیں، لیکن اغلاط اتنے زیادہ نہیں جتنا ترجمہ بیدل کی نقل کو دیکھ کر میں سمجھتا تھا۔

لہ یہاں پر کوئی لفظ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹ گیا ہے۔ آرزو نے مجمع النفائس میں گلشن کی زبانی لکھا ہے کہ میرزا تخلص بہ من دادہ چون نسبت گل گلشن (شاہ کلائے  
پیر تھے) لفظ کرم اختیار نمود و شاید دوسرے جاتیوں تبدیل و دشوار میں کر رہا شد، لہ اردو کے بھی شاعر تھے، ملاحظہ ہو تذکرہ فتح علی خاں گروہری سے توفیق نص  
کہ مخلص کی مرآة الاصطلاحات (مرآة المصطلحات اس وقت نام ٹھیک یاد نہیں) جس میں بہت سے شاعروں کا ذکر کیا ہے۔ بیدل کے ذکر سے خالی نہ ہوگی،  
لیکن اس میں بیدل کے متعلق کوئی بات نہیں ملی۔ لہ عزالت نے حاشیہ سفینہ میں لکھا ہے کہ میں نے یہ شعر خود نصرت کی زبان سے سنا، اور وہ اپنے آپ کو  
بیدل کا شاگرد کہتے تھے۔ لہ دیوان مطبوعہ میں ایک غزل اس زمین میں ہے، لیکن یہ شعر نہیں، کلیات میں اس زمین میں کوئی غزل غالباً نہیں،  
سودا نادیوں میں بھی یہ شعر نصرت کے نام مندرج ہے۔



یہ نقل ایک عربی کے فارغ التحصیل طالب علم نے کی تھی، اور کتابت کے بعد ایک بار میری ہدایت کے مطابق اصل سے اس کا مقابلہ بھی کر لیا تھا، یاطمینان ہو جانے کے بعد کہ نقل میں جو اغلاط ہیں وہ اصل سے مطابق ہونے کی وجہ سے ہیں، میں نے اسے معارف کو بھیج دیا تھا، اس کی اشاعت کے بعد جب میں نے خود اصل سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ گو چند اغلاط کی ذمہ داری کاتب سفینہ اور کاتب معارف کے سر ہے لیکن بیشتر اغلاط نقل کرنے والے صاحب کی بے پروائی کا نتیجہ ہیں، تصحیح میں گل رعنا مصنفہ شفیقہ اور سفینہ عشرت مصنفہ درگاداس سے بھی مدد ملی ہے۔ ان دونوں تذکروں میں بیدل کا حال بڑی مددک سفینہ خوش گو سے لیا گیا ہے، اور جابجا سفینہ خوشگو کی عبارتیں لگی ہیں، ان امور کے متعلق میں نے جناب ریاضن خاں صاحب خیال کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا ہے اور ان کا بہ غایت ممنون ہوں۔

ان اغلاط کی تصحیح حسب ذیل ہیں۔

صفحہ ۲۵۸، ترجمہ بیدل کی ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے جو حذف ہو گئی ہے،

بداں کہ خامہ سنبستان نگار صبیح سائے آستانے پاکے ست و دل غنچہ مثال پردہ کشائے حقیقت ایجاد بولے گل نفسے  
کر بشگفتگی از جبین بہار آئینش گلشن گلشن بخود پاییدن داشت و بزرگی از ذات عرش کمالش عالم عالم سامان دکان چیدنی اپناشت

بایدم ششم لب از مشک و گلاب  
سآمد ر اوقت گل چینی رسید

تا بگویم نام آت در کی جناب  
ناطقہ راصح حق بین دید

در دیش پادشاہ دماغ پوست تحت سرفرازی، پادشاہ (غالباً یہاں پر کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے) فراغ تخت روان بے نیازی،  
ابر در بار شکوہ آسماں کمال، (؟) خورشید آسماں وقار جہان قال حال آئینہ منظر قدرت الہی جاے لبالب مے قدرت لامتناہی،  
قبلا لفظ و کعبہ معانی کہ خدائے سخن و خداوند سخن دانی،

مرزا بیدل کہ وہ ہمارے سخن است  
پینر و غوث و پیشوا کے سخن است

یکتا است در آفرین طرز کلام  
باللہ کہ بے سخن خدائے سخن است

نگہت گلستان و بوستان نذر شامہ سامہ پادشاہ شام از احوال ش سادات کمالش (کنا) سطر ۱۸، رباعی سبتت کی  
بیت اول سفینہ اور سفینہ عشرت میں یوں ہے ہمرغ ثانی کے بعض الفاظ کی صحت میں اب بھی شک ہے،

آن ذات ابد قدرت تنزیہ مقام  
عبدالقادر محمود شہید شہس نام

سطر ۱۶ سکھ راج رے سکھ راج.

صفحہ ۳۵۹ سطر ۲۰ بہ قوت ریاضی برماضی و مستقبل روزگار اطلاع داشت، سطر ۲، آن انتخاب جو ہر زمان سطر ۴ جنش



قرگاں پے تم خامہ تحریر بود، سفینہ چہار عشر مطبوعہ اور چہار عشر کے تین علمی نسخوں میں بے تم، لیکن جناب خیال کی رلے میں  
بانم یا پر تم ہونا چاہیے۔ بے تم سے ان کے نزدیک "بیم" بھی فرخ ہے، سطر ۱۱، میرزا قلیت بد بردار عمیانی مرزا عبدالمحلق سطر ۱۲  
بادشاہ داشت سطر ۱۹ عارضہ تب،

صفحہ ۳۶۰ سطر ۱۸، جناب خیال نے اس کی جگہ سرسایت جو نیک کیا ہے، سطر ۱۸ صحت نہ گردیدے، سطر ۵ کہ دن  
رعونت تارک زانفت، سفینہ میں اسی طرح ہے لیکن یہ صریحاً غلط ہے، سفینہ عشرت میں اس مقام پر گردن رعونت برفلک تانفت  
خوشگونے غالباً اسی طرح لکھا ہوگا، سطر ۱۱ گذشتے سطر ۱۱ انفاس خوشش سطر ۱۲ بولے عیش،

صفحہ ۳۶۱، ہتہ از دقتش سطر ۱۸ ضروریات راہ درکار

صفحہ ۳۶۲ سطر ۸ بے تعینی بسر سطر ۱۰ امیر نگار سطر ۱۰ بہ سبب فرمائش، سفینہ میں نسبت فردش جناب خیال کے  
رلے میں بہ سبب فرمائش، سطر ۱۰ بہ مزاج،

صفحہ ۳۶۳ سطر ۱ بجگاہ سطر ۲ شادم الخ، یہ شعر ایک غزل کا ہے جو کلیات میں موجود ہے۔ قافیہ گاد کا ہی ہونا چاہیے، سطر  
۵ و ۴ زلزلا شفتگی بنیاد سطر ۵ از بد و شور سطر ۹ واسپ و خود سطر ۹ پشتہ سطر ۱۰ اوں بادہ ز بس زو نہ بگنجد ز طرف سطر ۱۰ اگر خا،  
صفحہ ۳۶۴ سطر ۱۰ درنگ و دو، سطر ۲ دو ہزار سطر ۵ وصلے خردے از آہن سطر ۶ دلشتہ سطر ۶ بولاس سفینہ میں  
بولاسی یہ لفظ تذکروں میں کسی طرح آئے گل رعنا میں انولاسی ہے اور منوحر سہاے صاحب انور ایم لے دلبوی سے معلوم ہوا کہ یہ صحیح  
ہے، انولاسی بہ او محمول ہے، سطر ۱۱ بسیار داشت، سطر ۱۲ چشم ہائے غبستہ سطر ۱۲ وسعتی، سطر ۱۲ شش گرہ، سطر ۱۲ آہستہ و با اجدا۔  
صفحہ ۳۶۵ سطر ۲ باز شدے سطر ۶ زیادہ گذشتہ سطر ۸ داشتہ سطر ۸ و ۹ میرزائی از سر پائش می باید سطر ۱۱ کہ با اصلاح فر  
ریش نیاز افتاد است، یہ مصرعہ سفینہ، سفینہ عشرت اور گل رعنا میں یوں ہے کہ با اصلاح عزیزانش نیاز از اس طرح بھی صحیح  
ہنہیں معلوم ہوتا، جناب خیال نے اس مصرعے کی تین شکلیں پیش کی ہیں (۱) با اصلاح غطابین نذونخ (۲) کہ با اصلاح خط و ریش  
نازالخ (۳) کہ با اصلاح خط و ریش دراز الخ سطر ۱۳ اند سر پشتہ،

صفحہ ۳۶۶ سطر ۲ قافیے میں یاے معروف چاہیے، مزید تصحیح آئندہ ہوگی، سطر ۴ نیزنگ سطر ۴ چہ عرفی چہ نفیس، سطر ۹

استاداں کی باشد سطر ۱۶، در کلیات میں وگر،

صفحہ ۳۶۷ سطر ۲ ہر کہ سطر ۳ چہ علم بعشت، سفینہ و سفینہ عشرت میں اسی طرح لیکن کلیات میں علم چہ وحشت سطر ۳ چہ

گوز سطر ۲ چناں، سفینہ اور کلیات دونوں میں اس طرح ہے چساں، سطر ۴ کتابت سفینہ میں اسی طرح لیکن جناب خیال کی ۳ میں

اے کھتے وقت قلم میں روشنائی رہتے ہے اس سے قلم نمناک ہوتا ہے پچہ اپنی ہوک پیمان کا اظہار۔ دکر کرتے ہیں اسلئے غارتہ بلیغیازم پارم مناسبے  
(جناب خیال)



کنایت ہو تو عجب نہیں بلکہ گل رعنا کے مصنف نے جو کچھ لکھا ہے وہ کتبیت کا مؤید ہے ۳۶۸ سطر، تحمل کمل سطر ۹ و رنگ  
 بے اندازہ سطر ۸ یا ہر از صلا ۳۶۹ سطر، الفظ مسلم کے بعد کاتب نے عبارت ذیل حذف کر دی ہے، میدار یثنا طم خاں گفت از تو دریا  
 ہر کہ باشد بس، آں حضرت ہندہ شعر ۳۷۰ سطر ۵، ہیں قسم سطر ۶ کہہ مک ۳۷۱ سطر ۴ نہایت روز سے پانصد بیت سطر، لنگ لنگان  
 بر سر منزل سطر ۱۰ الب بدنہ چہ بدعتیق سطر ۱۲ خفت بہ گل سطر ۱۲ از چہ سطر ۱۳ چراز سطر ۱۳ بر کہ بدل سطر ۱۳ مصرع ۲ کلیات میں  
 یوں ہے اور یہی صحیح ہے، کافنا چہ بار از کہ سر بر کہ بدل سطر ۱۵ چناں، سفینہ میں صاف پڑھا نہیں جاتا، گل رعنا میں چرساں اس  
 میں چوں کہ کی جگہ خوں بھی ہے۔ اس مصرع کی صحت میں شک ہے، سطر ۱۶ مصرع ۲ گل رعنا میں یوں ہے، گل بدنہ چہ بود ناز از کہ زیار  
 بیت ثانی کی صحت میں بھی شک ہے، سطر ۱۹ از ادنہ کردہ، سطر ۱۹ ہزار بیت، ص ۲۷۲، سطر ۵ ماہر ص ۲۷۳ سطر ۱۱ نشانہ کلیات میں  
 نشانہ سطر ۱۸ خلقت، سفینہ میں خلعت، کلیات میں خلقت سطر ۱۸ نہ پیش، کلیات بر پیش ص ۲۷۳ سطر ۲ بگل سطر ۵ مصرع ۱ ص ۲۷۵  
 سطر ۵ جان وجد سطر ۱۱ ہرات، سفینہ میں ہرات کو کاٹ کر ہرات بنا دیا ہے، دراصل ہرات ہے، سطر ۱۱ بر زبان ہاست سطر ۸ بیت  
 از قصائد ص ۲۷۳ سطر ۴ بحر بتم سطر ۶ گردش سطر ۹ نفاق وحد سطر ۹ در آہ تغافل، سطر ۱۰ کے آخر میں یہ الفاظ کاتب نے حذف کر دیئے  
 ہیں! اس اشارہ آں جا ست، اس کے بعد اشعار ہیں جن کی تعداد کم و بیش ۳۰۰ ہے!



# سفینہ خوشگو اور فارسی گو بیان عظیم آبادی

خوشگو نے اپنے ذکرے مستحق بنانے خوشگو کی جہاںالت میں شعراے عظیم آباد کے جو حالات و اشعار دنا کتے ہیں وہ ذہن میں پیش کئے جاتے ہیں، شعراے عظیم آباد میں وہ شعر بھی شال کرنے گئے ہیں جو عسلا عظیم آبادی نہ تھے، لیکن جن کا طویل قیام عظیم آباد میں رہا ہے، بیڈل کا حال جو اس تذکرے میں ہے، مدت ہوتی معارف (اعظم گڑھ) میں شائع ہو چکا ہے اس لئے اس مقالہ میں اس کا شمول نامناسب تصور کیا گیا۔

۱- میر محمد اشتم مضمونہ مشربہ تخلص، از..... عظیم آباد..... بود، ہنگامیکہ میرزا..... فطرت ہر ایونی بدہ نہ کہ قیام داشت، میر باشم شاگردی..... میرزا..... مگر دو خدمت انشانے سرکار ایشاں ہم برد متعلق بود، چنانچہ می سراید۔  
 مشربی منت تعلیم نہ ملاحظہ نہ کشم  
 خیسے طبع رسائے داشتہ و مشق درست ساخته، اس شعر بنام ادوی خوانندہ، اما بہ تحقیق رسیدہ کہ از مشربی خوانساریت :-  
 خارش می کشد ساقی برہ جام مے نابے  
 من از لب تشنگیہائے ختم ظالم دے آبے  
 سائر اشعارش اس است :-

گل دہم چسپی پیما نہ چہ معنی دارد  
 ہمن و نسبت میخا نہ چہ معنی دارد  
 تر دماہیہائے بیل از ملاقات گل است  
 صحبت یاران رنگیں کار صہبائی کند

۲- مولوی محمد سعید قریشی، ساکن عظیم آباد..... محلہ کہ چہ فرخ خانست، از مصاحبان نواب مقل خاں رازی ناظم دہلی..... در محقولات و منقولات و اکثر فنون عربی و فارسی بہارت تمام داشت، از تالیف و تصنیف مثل شرح معانیات حریری و شرح کانیہ و شافیہ و تہذیب و دیگر متعدد اولات مانند عروض و قوافی و غیر ذلک قریب پنجاہ و پنج نسخہ دارد، مستعدان عظیم آباد، را کتب اوسند تمام داشت، چنانچہ از تعداد آن خبر دادہ، کہوں تالیف من پنجاہ و پنج است کہ حاصل گشتہ از بسیار رنج است، دو دیوان ترتیب دیوہیکہ بنام سعد و دیگرہ تخلص غالب، دانشی دارد سستی بعد در عموں شعر بہ طرز قدای گفت، در فن خود غلبت بود۔

اے شدہ شہرہ بخوشروئی و نازک بدنی  
 لب میگون تو باشد چو عقیق یمنی  
 ہرگز از مشرم نہ گھتی سخنے عاشق  
 فچو صہباغ نمود است بایں بیدہنی

۳- سید حسین خاں بہ اقباز خاں خالص،..... از سادات رضوی ایران..... اما کل ہمد فالگیری ہندوستان رسید  
 بادشاہ در نظر بر نجابت با تعبیہ میراندی عرف فضائل خاں کہ میرمنشی ددر انا فر میرساہاں شدہ بود، از دعاج فرمود



ہنگامیکہ .... عظیم ایشان ایالت پٹنہ دہشتہ خان مذکور کہ دیوان صوبہ بودا ..... جو بی ساختہ اور عظیم آباد بکنار آب گنگ  
 ایوم بتانت تمام قائم است در عہد بہادر شاہ پنجاب امتیاز خانی خدمت دارد علی اصطلح امتیاز بابت - شاعر نخبہ کار  
 خوش فکر، ادابند، معنی یاب، صاحب تلمش شستہ گو بود دیوانے ضخیم دارد، بسیار جواہر معانی آبلار دران گنجینہ معانی یافتہ  
 می شود، مخلص خاں پیدا تخلص، تن بخشی عالمگیر شاہی دیباچہ مہو طے بسیار بردیوان ..... اول شستہ، چورمانے در ہند  
 بہم رسانید، در سال نہار عدد میت دیکم از راہ خشکی برانگشتی حب وطن بایران رفت، چوں بسیرستان رسید، مابین سرحد  
 ہندستان دایران باشارہ بدسخنے کشتہ شد ہر اثاثہ او بشارت رفت، میر عبد الجلیل تاریخش یافتہ، آہ آہ امتیاز خاں  
 خواجہ ابوالفتح خاں، جنوں ..... کشمیری الاصل ..... بہ مقامات دکانات آراستہ بود در لباس نوکری از درویشی بہرہ داشتہ  
 در عہد عالمگیری بخدمت دیوانی گورکھ پور ..... سر فرزند بود، در آنجا توطن گزیدہ، او در عہد شاہ عالم ..... بدیوانی لکھنؤ لاجد ازان  
 بدیوانی صوبہ عظیم آباد ..... رسید و لاجد معزنی ہما تچا در عہد ..... فرخ سیر در گذشتہ، لغش اورا بلور کھپور نقل کردہ  
 بمقبرہ کہ خود ساختہ بود، دفن کردند، محمد عاشق، ہمت باو بسیار مر لوط بودہ، شاعر صاحب زبان، و صاحب دیوان است،  
 امر دہلیوہ ایشاں خواجہ معظف در عظیم آباد معزز و کم زندگانی می نماید - بر فیض خوش گوی خیلے لطف می فرماید، این شعر خواجہ ابوالفتح  
 در پنجاب شنیدہ ام و در دیوانش نیز دیدم -

پیر کار تیشہ فر باد از سوزن کسند ما بہر گمان سفیدے جوئے شیر آدوہ ام

۵ - شاہ علی اکبر، نور تخلص، خلف حیدر خاں رفیق، عہد الملک امیر خاں، عالمگیر شاہی است، مدتے ہمراہ پر طرف کابل بود،  
 بعد ازان در عظیم آباد ..... آمدہ بہ تکیہ آقا حسینا فرکش کرد و باقائے مذکور نسبت و امادی بہم رسانید و در وضع قلندرانہ  
 بسری برد، صوفی مزاج بود، در خط نستعلیق و نسخ و شکستہ و شعیبائے دستے داشت، دستہ ہزار در پنجاہ و پنج وادعیت  
 حیات سپرد، دیوان مختصرے ترتیب دادہ، صاحب نصح رساست، از دست :-

خط کہ آورد بگوش تو سرے می گوید رفت آئینا سکندر دواز کار بماند  
 در تمنائے تماخائے تو ہر قطرہ اشک تا چکید از مژہ چشم گراں صورت بست  
 آدی پیدا شد اول از منی چوں منی بگذشت حق گفت از منی

۶ - کریم علی، بے ریا تخلص پسر شاہ محمد دی، ساکن قصبہ کرونجی تالیع عظیم آباد ..... بود، مرید شاہ گلشن اللہ کہ از شاگردان میاں  
 عزیز اللہ عزیز تخلص است، برادر دینی خاں صاحب آرزو مند ان سلیم اللہ اکثر خطوط اخلاص فایانہ بخدمت ایشاں فرستاد  
 صراحی فچہ دگل جام بوسے خیر داری ہمین میخانہ کیت

تو بشتق و سادہ بود، زبان دستے بہم رساندہ، درین دلاکہ فقیر بعظیم آباد داد شد، جو یائے احوال شاعرانہ گوید، معلوم شد  
 کہ صبح در آب گنگ بعزم غسل رفتہ بود ..... غریب شد - این چند شعر از خطا کہ بنا نصاحب نوشتہ بود داخل موقوف  
 نمودہ شد، نقلی می گردد:

بہ تن گرد درم از دصفت بدل پوستہ ام با تو برنگ شاخ پوندی رگ جان بستہ ہم با تو  
 چشہ سیاب حیراں در پس آغیہ ماند شب کہ از درد جدائی ہا دلم بیتاب بود  
 دل غم گشتہ طرح دریا کرد نظرہ جو نشیدد بھر پیدا کرد



حرف حوت خطہ خوار نظر کردم ددش  
گشت تا دمغ بہارت چمن آرائے خیال  
ہے عکس آں کن بر آندہ دارد ہم آغوشی  
پچھمت ہستی موم تہ صورت ناگرد  
تیب ددی چہ بلا جانگاہ است  
نشہ شمشیر را حاشیہ تحریر شد است  
طبع رنگین سخناں گلشن کشمیر شد است  
کہ امشب صحن باغ از ماہتاب  
دریں صحرا مگر موع سراب آئینہ  
یار بسایں در دچہ دریاں درد

۷۔ احمد یار خاں، موجد تخلص، برادرزادہ امتیاز خاں، خالص از سادات کرام مشہد مقدس، مدت العمر در عظیم آباد.....  
گذرانیدہ و بہ سال ہزار و صد و پنجاہ و ہشت رخت ہستی بر بہت۔ در فن شعر دست داشت، اشعار صاف و شستہ  
می گفت.....

صاف طینت از کسے گرد کہ در دست بر خاست  
آتش یا قوت را دیدیم خاکستر نہ داشت

۸۔ میر محمد عظیم، تحقیق تخلص، ولد میر بدیع الدین سمرقندی المشہور بہ میر متین، شاگرد رشید..... فطرت در بلوہ عظیم آباد  
نوش می گذرانید، از رد سائے والا تبار محرز مکرم امرائے روزگار لودہ، در معقولات و منقولات و علم موسیقی دیر اندازی  
داکتر فنون بہارت تمام دہشتہ، مدتے در شاہجہاں آباد ماندہ، سیر بنگالہ نمودہ، شاعر صاحب دیوان ضخیم، معنی  
یاب در ستگوئے بلند پایہ بود، عمرے دراز کہ از نو دمتجادز بود یافتہ، دایں دلا کہ فقیر در بنارس بود از زشت لالہ  
اھاگر چند لغت..... کہ از شاگردان میر شاہ علیہ است معلوم فقیر گردید کہ میر مذکور در ہزار و یکصد و شصت  
و دو در عظیم آباد پنہ دد بیعت حیات سپرد و شہر مذکور را از سخن و سخنوران خالی گذاشت، تاریخ واقعات  
وہ نور و عالم بقارا..... لغت مذکور چنین یافتہ: فرمود کہ تحقیق شدہ و اصل حق تے از نتائج طبع میر تحقیق  
این چند اشعار است۔

حباب بگرد جو دم جبہ از د جو دم را  
ہنوز صمدت غیرم دد چاری گرد  
جاں سپرد از بس بہ یادت چشم غم پریدہ ما  
چون دم صبحیکہ باشد ہمنفس با قرص ہر  
فقال نمود باد جسم تا توان مرا  
ہر غمار یکہ زد حشت کہ چہشت خیزد  
لب بہم بستن زبانم را بحرف آودہ است  
بام خاک نشینان سرا دجے یکشید  
دیگہ نمود ہم چمن اندر صف محشر

راہہ بالکند شہود..... اعراض کردہ.... کہ پر زنی تا بہ گلہ درست است، پر زنی تا بہ گلہ ہرگز زبان زد  
شعر نیست، دن ادعی فطیہ السند۔

داغ بے ہسری معشوق تہ خاک مرا  
آفتاب میت کہ در پردہ صبح کفن است



۹- عزیز اللہ - عزیز تخلص پسر ملا مبارک آخوند نواب زیب التار بیگم ..... در منطق بسیار مهارت داشت، بہ بلوچہ عظیم آباد

... بسری برد صاحب سلیقہ بود.....

ساقی خوش چشم مارا مونس مجلس کنسید  
از نگاہش بزم را گلستا زنگس کنسید  
خوشید گشت آتش دعا کتر است صبح  
گردون تمام سوختہ برقی آہ کسیت

۱۰- خواجہ عاقبت محمود، غازی تخلص، کشمیری الاصل است، از دیر بارہ بلوچہ عظیم آباد سکونت دارد، و در فن شعر و انشا طرازی و  
دقیقہ یابی اہر است، پیشتر ناظم تخلص می کرد، الحال غازی تخلص بہم رسانیدہ، جوان صاحب سلیقہ، خوش فکر، بلند لاش  
است.

غبار خاطر عاشق بہ گردن می زند پہلو  
سروشک دیدہ پر نم بہ چوں می زند پہلو  
دیت از گرمی نے یک چمن گل شدہ است  
چہشت از بادہ کشیہا قدح مل شدہ است  
بود ہر نقطہ مکتوب در دم چشم خونے  
کبوتر نامہ نگری برد سرخاب می گردو

۱۱- لبادن رائے، بیدار تخلص، شاگرد ..... منظر ..... تربیت و تخلص از جناب میرزا (منظر) یافتہ خلیع صاحب

طبع رسالت، چندے عظیم آباد ..... ہمراہ دیوان صوبہ رفت ماند، الحال باز بہر انخلافت مراجعت کردہ .....  
باغبان تاعرس بلبل خوشش با مال کردہ است چار دیوار چمن از گل چراغان کردہ است

۱۲- نقیہ صاحب، درد مند ..... دکھی ..... از اقربائے نواب خاں عالم دکن است کہ ہمراہ ..... محمد اعظم شاہ بابنج ہزار

مردم برادری زرہ پوش شدہ در جنگ سلطانی مردانہ شہید شدہ بود، ظاہر الفاظ صاحب جز داسم عمدائے خط و دکن می  
باشد چنانچہ محمدی صاحب، و علی صاحب، بہر حال نقیہ صاحب تربیت صوری و معنوی و برکات دینی و دنیوی از خدمت  
میرزا جان جانان منظر ..... گرفتہ و با اقتضائے فرط حقیقت و لطافت در ادضاع و اطوار تقلید را، بہ تحقیق راندہ  
کہ در اسلوب خطوط و طور شعر ہم در میانہ استادشاگرد فرقی نماند و میرزا را تو جہے دعائیت کہ نسبت باین سردنو  
خاستہ رستان کمال است با پیچ کس نیست و نبود ..... چندے بطرف عظیم آباد تشریف بردہ بود، یاران آنجا  
بسیار شکر گذاری او صافش می کردند، لہجہ حال مرد عزیزے است .....

این الم در نفس آورد بفسریاد مرا  
کہ بہار آمدہ د کس گل نہ فرستاد مرا

چو خوبے بندہ خوبے شد کہ دم اسیراد  
مریم تو جوانے را کہ ہم عمر است پیراد

بجوتے خشک عمر عشق باز آئے رواں کردہ  
بہ پیری اختلاط خرد سالانہم جوان کردہ

۱۳- اجاگر چند، الفت ..... کا میتہ مہتمم ..... جوانے دلچپ، وہ اکثر خوبی ہا موصوف، از مدتی کہ عظیم آبادی ماند

بوجہ تلبیے از معاش بسری برد، فقیر و فقیہ دہانجا بود ہر روز تشریف می آورد، گرم می جوشید، خلیع ہموار و خلیق

دبہا نزدیک در آشنائی با پابرجا و بے تکلف بہ نظر آمدہ، سلیقہ دربت دارد، پیشتر غربت تخلص می کرد

الحال الفت قرار دادہ، مشق شعر از نظر ..... تحقیق ..... گلارانیہ، نقل دیوان خود بہ فقیر دادہ، در تبارس

ہم اکثر بجز طہ کتابت یاد می کند، حدائش سلامت دارد، طرز خیال با طبعش خوش افتادہ، .....  
دہام شام غم دسینہ حسرت نام ہمانے ز داغ دل کشیدم بے تکلف پیش او خولنے



نمیدانم چہ انوں خواند باگ خندہ اش با  
 سر سر مید ہائے دیدہ من چشم جلیل شد  
 دلم از کعبہ چشم سپہ مستے کہ می آید  
 دلہ آتش پرست ردے معشوقاں بود الفت  
 جو گل زنگ تبسم می بچکد از پردہ گو ششم  
 نظر باز کد امیں شرح طہ بند قبا پو ششم  
 کہ دارد صد سونے بادہ ذوق دتلبوس اشب  
 کہ بزرگذا صد سمندر کشت دروین مجوس اشب

۱۳۷- بابو بالکنند ... کایتجہ سری باستو، برادر زلوفہ رائے راباں عالم چند کہ بدیوانی کل دوسر کار ... شجاع الدولہ ...  
 سرفراز بودہ بفضائل علمی و خصائل مرصیہ اتقان داشت، وطن اصلیش سرکار پاکپور مصاف الہ آباد است، جد امجدش  
 راد و صخر من فلاخن گردش فلکی شرقی روید انداخت، بحسب اتفاق گاہے بہ ازیبہ دگاہے بہ بنگالہ بسری برد، تارائے  
 عالم چند بحسب رنعت طالع و قابلیت بلوغ رشدے پیدا کرد و نام طہ بند آورد نیکنای گذارشت، دایں جوان قابل از  
 طالب علمی و اکثر علوم بہرہ دانی داشتہ و بسیار باہلیت و ادبیت و صدق و راستی و دوستی و آشنا پردری موصوفت  
 فقیر دتیکہ ند عظیم آباد بود، مشارالہ بر فاقہت بردار بزرگوار ... راجہ کیرت چند کہ بدیوانی ... ہدیت جنگ  
 مقرر بود، در آنجا اقامت داشت، بخدمت ادارہ قباط بہم رسانید دریں دہاکہ ادہم بہ ... بنارس تشریف آندد  
 و چندے گذرانیدہ و بندہ ہم در آنجا نزد کش کردہ، ملاقاتہائے بسیار و صحبتہائے ستونی دست می داد، سراپا خلق دانان  
 بنظری آید ہا آنکہ کب شعر ہنوز از استاد معنوط کردہ و باہر خود کم مشقی درست و خوب می گوید کمال آرزو داشت  
 کہ خود بلاد شاہجہاں آباد کہ معیار گاہ سخن است، رسانیدہ از حضرت شہرائے ہائے تخت فائز ہا بردارد، چون بر فاقہت  
 بردار بزرگوار خود ہمراہ اعزاز الدولہ عطا اللہ خاں بہادر ثابت جنگ عزم دارا الخاں کرد از فقیر شہار شنامہ در خدمت  
 خان صاحب و قبلہ آرزو مندان قدیب داشتہ بود، بندہ نوشتہ فرستاد، اسال شنیدہ شد کہ بخدمت خان بندہ مکن  
 سعادت حاصل کردہ، اشعار خود گذرانیدہ شہود تخاصی یادت، در راجہ کیرت چند باز بہ بنارس تشریف آندد، چنانچہ  
 فقیر اکثر خدمت فیاضش کب سعادت می نماید، دایشاں خبر معاش ہم میگیرند، حق لغائے دیرگاہ دارد، از اشعار  
 بابو ... این چند بیت کہ با اعتقاد فقیر خوب و درست بود نوشتہ شد:

کن اشک مرا بقدرائے مژگان تر رنج  
 کہ بیان را چو زربند کف مردن ہوس پشہ  
 صبح عشر ہمہ تن تیغ زباں خواہد بود  
 می کنم مشق خاکساری ہسا  
 بد دل پیراں قیامت می کند یا کشاہ  
 نایہ ادا ہم چون سنج گوہری شود  
 بریر طفل غذا پرددہ خون جگر رحمت  
 کہ دخل و خرج شاں چون آمد وقت نفس شد  
 زخم مظلم اگر پیبہ دہانت امروز  
 حوسر نویس خط عنبارم من  
 طاق نسیان جوانی کن قدیم شتہ را  
 این خط از سیر رجوی نقطہ زری شود

اندکے ہ کہ سر خویش زدنیہا بیچی  
 چوں گہرود عالم آب اے جریغاں می رسم  
 تا سرازمیضہ ہر دوں آردم  
 ہر چند امتدادہ از نعمت وجود  
 میتوان صلح بہ تخفیف زندستار نمود  
 اختیار نیست کہ ہر ہوسر غلطیہ ام  
 سند مہر تقسیم پہ دازا است  
 عالم ہنوز تو بہستی نہ کردہ ارش  
 این رباعی در مہلک باد فتح ... نواب بہابت جنگ کہ بر شمشیر خاں اتقان یافتہ بود گفتہ۔



از بیم تو تیرہ ز اہل کفن است  
صبح شب عیش دشمنانت کفن است  
آخر سر شمشیر قلم چون نہ شود  
سر بر خط تو ہر ارشمیون است  
فقیر گفتم کہ سر بر خط فرماں آید، تنہا سر بر خط تردد دارد، فرمود، در مدار الا قاضی آید، چہل سندانہ دادہ حرف باقیست  
از شنوی ادست کہ در بیان جنگ..... ہیبت جنگ با مصطفیٰ خاں افغان گنتہ بود۔

ہاں گرم خونے کہ دارد پدر  
بشمیر در دم برید از لیسر  
سر نامہ راں ز بس کہ وہ بند  
نگین خانہ شد حلقہاے کند  
شر از بیم دہ سینہ نہاں نفس  
نزد دم دہاں عرصہ جز تیغ کس  
بدل ز خما خنجر انگندہ بود  
بنام دلیراں نگین کندہ بود

۱۵۔ راجہ رام نرائن صوبہ دار عظیم آباد، موزوں تخلص، ..... کا تیتھ سری ہستو..... خلف دیوان رنگ لال کہ بدو نور شجاعت و  
سکادت و اکثر فضائل بے نظیر زمان خود بود و در ملک سپہاں اطراف آہناکار ہائے نمایاں از دین پور آید، وطن قدیم ایشاں سرکار  
سہرام..... جو انیت سنجو بیہائے ظاہر دباطن موصوف و ہمتش لغتماری دستاں مصروف، خسیہ خلیق و شفیق، پر  
بدل نزدیک و از شر صحبت اشرار دور، و در آشتائی ہا چوں کوہ پابرجا، بفیض رسا نیہا ہمتن مانند صیا، قدر دانی،  
سخن و سخنوریکے از شمائل حمیدہ ادست در راستی دورستی از فضائل پسندیدہ او، از مدتے بدیوانی صوبہ داری عظیم آباد،  
امتیاز دارد، فقیر اول مرتبہ کہ دارد آں دیار شد، بتوجہ ان خریدار دلہا در آں جا نفسے راست کرد و واسطہ ملذمت.....  
ہیبت جنگ..... دتقریر وجہ معاش از سرکار ایشاں آید، الحال ہم ہر گاہ کہ اتفاق رفتند بظہیم آباد می آمدہ برابر پاس  
دیدنہائے آن آشنائے بے نظیر است، و در بنارس ہم اکثر خیر گیر احوال می بارند..... در ہندی و فارسی سلیقہ درست  
ہم رسانہ و شرب بسیار پاکیزہ می نگارد اکثر اذانت..... بہ موزوں لغتماری پر دازد تخلص از..... حزیں یافت  
دشتق از نظر ایشاں می گذرانند و با وجود کم فرضتی و کم شتی اکثر بہ رتبہ می گوید.....

چہ خوش می گفتم روزے از ہجوم در درگاہ  
کہ دل را چاک باید کرد گر بنود گر بیلنے

۱۶۔ منشی ب سکہ، خاکستر تخلص، کا تیتھ سری ہستو، و از برادران راجہ رام نرائن موزوں دست از مدتے در بلاد عظیم آباد می باشد.  
بفیض صحبت نقیبہ صاحب..... در دمنند..... کہ دارد لک شدہ بودند، در دستخبا دانگیر طبعش گردیدہ، اکثر دست  
می گوید و شرف صافی نگارد، جو انے سنجو بی ہا موصوف و از ہر باناں فقیر است :-

بہار کرد گل عارض عرقنا کش  
بگہ بچشم تماشا ز شوق لیر نیاست

۱۷۔ مرزا عارف بیگ معروف بہ الف بیگ، الف تخلص، خلف میرزا الف بیگ بدخشاں الاصل است، بفضائل و کمالات  
مستفنائے وقت، آباے کریش منصب اعمدہ عالمگیری بودند، از مدتے در عظیم آباد سکنی کردہ، در علم معقولات و دیگر  
کتب متداولہ فن شعر و انشا، ہمارت تمام دارد، بسیار دقیقہ فہم و صاحب طبع رسا و عالی فطرت بلند تلاش  
است، بالفعل یک بنیش بیاد است :-

ز فرق نالقدم جلوہ گر نور اہل  
بزرگ مرد مک دیدہ در لباس سیاہ

(مہر نیمروز، کراچی، جولائی، اگست ۱۹۵۷ء)  
خاص نمبر



# گلشن سخن

(۱) "گلشن سخن" مصنفہ مردان علی شاہ بتلا، مرتبہ جناب بید مسعود حسن رضوی ادیب، شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند، سال اشاعت ۱۹۹۵ء۔ تدمر کے ماخذ کا فہرست شعرا ص ۵ تا ۱۴ مقدمہ نوشتہ ۱۹۶۲ء ص ۱۵ تا ۲۲، ضمیمہ مقدمہ ۲۲ تا ۲۸، متن ۲۹ تا ۴۵، اشاریہ ص ۴۶ تا ۲۸۴، حاشیہ متعلق فن صرف ص ۱۳۲ میں محض چند سطور، غلط نامہ کتاب میں شامل نہیں۔

(۲) ۱۲ = تذکرہ میر حسن ط ۱ ج ۲، ایضاً ۲، مخطوطہ، گ کتب خانہ رضایہ رامپور۔ شش = تذکرہ شورش عظیم آبادی، مط = مینی برنسنو، انگلستان جس میں صرف ہوا ہے۔: صفحہ ۱۰ = طبع ۱۰ = تذکرہ عشقی عظیم آبادی مط = مقدمہ جناب ادیب میں اس کا زمانہ تصنیف ۱۱۹۷ھ بالبد، درج ہے۔ اس سے قطع نظر بھی کر لی جائے کہ ۱۰ میں نوابدیونی (انہیں غلطی سے لکھنوی لکھا ہے) کی موت کا ذکر جو اوائل عشرہ ۱۳۰۵ھ میں واقع ہوئی، اس پیش دہلوی کا محبوب ہونا اور اس کے چند سال بعد مرنا مرقوم ہے اور اس کا زمانہ ۱۲۲۹ھ یا اس کے لگ بھگ ہے، ۱۰ کا اختتام اس سے قبل نہیں ہو سکتا۔ فح = تذکرہ فتح علی حسینی گردیزی مطی = فہرست شعرا = تذکرہ قاسم ط ۲۔ گ = گلشن سخن گلڈستہ۔ گلڈستہ معانی، تذکرہ فارسی گویاں از مبتلا نسخہ لاہور سے متعلق کچھ معلومات، اس کے بعض صفحات اور خاتمہ نوشتہ کاتب کی نقلیں جناب دیب نے حاصل کی تھیں۔ ایک نسخہ ہمارا جہ بنارس کے کتب خانے میں تھا۔ میر اعظم جہاں لک ہے کسی نے ان میں سے کسی نسخہ کو بالا استیعاب دیکھ کر اس کے متعلق مفصل مقالہ نہیں لکھا۔ اس لئے مبتلا و اب وجد مبتلا کے بارے میں دوسرے شعرا کے حالات کے ضمن میں اگر کچھ ہے تو وہ نظروں سے پنہاں ہے۔ گل ۱ = "گلزار ابراہیم" مخطوطہ کتب خانہ خدابخش۔ گل ۲ = ایضاً مطبوعہ یہ ناکمل ہے مط = مطبوعہ، ن = نکات الشعرا ط ۲۔ مرتب نے مخطوطہ تراسن سے بھی کام لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں کسی نے تصرف کیا ہے۔ نشتر = عشق از عاشقی، جناب ادیب کی خیال ہے کہ یہ نہایت کمیاب ہے۔ اس کے کم و بیش ۱۰ نسخے موجود ہیں۔ عاشقی نے اب وجد مبتلا درکنار خود مبتلا کا زمانہ برابری نام پایا تھا۔ ان لوگوں کے حالات اسے کہاں لے اس کی خبر نہیں۔

(۳) غلط نامہ نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ گ مط کا متن ان اصحاب کے نزدیک جنہوں نے



اسے پیش کیا ہے، اغلاط سے خالی ہے۔ اس مقالے میں یہ کوشش نہیں کی گئی کہ کل اغلاط جمع کر دیئے جائیں۔ مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ اغلاط کا ذکر محض بطور نمونہ ہے، ہاں بحث اظاوا اشاریہ میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ فہرست و اشاریہ بنانے کا کام بہت سے لوگ دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں، اس میں مضائقہ نہیں، لیکن ایسے لوگوں سے یہ کام لیا جائے جو اس کے اہل ہوں۔ گ مط کے متن حاشیے اور فہرست میں جا بجا علامت استفہام ہے، جہاں نہیں ہے وہ پیش کرنے والوں کی نظر میں صحیح ہو گا۔ اگر میں نے کہیں یہ لکھا ہے کہ کسی اور جگہ نہیں، تو میری مراد یہ ہے کہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ اس مقالے کا تتمہ بعد کو لکھا جائے گا۔ کچھ باتیں جو اصل مقالے میں بالکل نہیں، یا ناتمام ہیں۔ اس میں طبعیں گی۔

(۴) میرزا محمد جد متیلا کا وطن مشہد تھا۔ یہ عہد جہاندار شاہ میں سعادت خاں (برہان الملک) کے ساتھ دہلی پہنچے۔ "حضور" فرخ سیر میں شاہی لازم ہوئے، اور عہد محمد شاہ میں راہی عدم۔ ان کے بیٹے محمد علی پدر بستلا برہان الملک کی سرکار میں منشی تھے۔ برہان الملک کے داماد، صفدر جنگ صوبہ دار اودھ ہوئے، تو محمد علی کو "اقتدار و ثروت کثیر" حاصل ہوئی۔ "در سپہ سالاران افواج نام و نشان بلند پیدا کرد، و اکثر خدمات و فتح نمایاں بزور بازوے او صورت گرفت" صفدر جنگ کی استدعا پر محمد علی کو منصب پنجہزاری اور "خطاب بہادری" محمد شاہ نے دیا، اور خود صفدر جنگ انھیں صوبہ الہ آباد میں اپنا نائب مقرر کیا۔ ان کی موت کے بعد یہ بنگالہ گئے اور پہلے میر جعفر اور پھر میر قاسم کی سرکار میں حرمت و اقتدار تمام کے ساتھ رہے۔ وفات پٹنہ تاریخ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۱۷۹ھ، دفن درگاہ شاہ ارزاں پٹنہ (نشر) متیلا اسمای اب و جد دادا کے مشہدی ہونے اور باپ کو پنجہزاری منصب اور خطاب خان بہادر طبعے کا مصدق ہے۔ اگر عاشقی کا بیان صحیح ہے تو محمد علی خاں کا ذکر تاریخ اودھ ہی نہیں تاریخ بنگالہ میں بھی ملنا چاہیے۔

خان  
(۵) متیلا کا نام میرزا کاظم اور خطاب علی مردان خاں ہے۔ (نشر) دیباچہ گلشن میں صرف مردان علی ہے، اور یہ صراحت نہیں کہ نام ہے یا خطاب "گ" ص ۲۳۱ میں "مسمی بہ مردان علی خاں" اس پر دلالت کرتا ہے کہ نام ہے خطاب نہیں، ممکن ہے کہ دو نام ہوں۔ سال ولادت روز روشن (ادواخر ماۃ ۱۱۳) میں ۱۱۴۴ھ جناب ادیب بجا طور پر معترض ہیں کہ "گلدستہ نوشتہ" ۱۱۶۱ھ میں ہے کہ جس وقت یہ لکھا گیا، ان کی عمر ۲۰ سال سے تجاوز نہ تھی (دیباچہ: گ) اس کی بنا پر ۱۱۶۱ھ میں ۲۱ سال کی عمر مانی جائے تو ۱۱۴۰ھ زمانہ پیدائش قرار پاتا ہے۔ ۱۱۴۴ھ کس طرح سال ولادت ہو سکتا ہے؟ ص ۲۹، حاشیہ ص ۳۶ میں انھوں نے کسی شبہ کے بغیر سال ولادت ۱۱۴۰ھ لکھا ہے، مگر اس سے قبل ص ۲۵ میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ گلدستہ اکیس بائیس برس کی عمر... میں لکھا گیا۔



مقتضای احتیاط یہ تھا کہ زمانہ پیدائش ۱۱۴۰ھ کے لگ بھگ قرار دیا جاتا۔ نشرونتائج الافکار (یہ نشر کے بعد وجود میں آیا) میں ہے کہ مولد لکھنؤ ہے اور ع میں ہے کہ نشوونما دہلی میں ہوئی۔ ان امور کے متعلق فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی، اور جناب ادیب نے بھی صرف یہ بتانے پر اکتفا کیا ہے کہ ان تذکروں میں یوں ہے۔ بتلانے "علم رسمی" وجیہ الدین نظام آبادی سے حاصل کیا، اور نظم و نثر پر انہیں سے اصلاح لی۔ بتلانے فقہ و نحو میں امتیاز بہم پہنچایا تھا۔ (نشر) بتلا کی شادی محمد رفیع خاں اور بدیع الزماں خاں کی بہن سے ہوئی تھی۔ (گلشن ص ۱۳۱) اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وہی بدیع الزماں خاں ہیں جن کا ذکر ک وج میں تخلص مخلص کے تحت ہے۔ جناب ادیب کا خیال ہے کہ بتلا کی عمر کچھ کچھ حصہ دہلی، لکھنؤ، پٹنہ، مرشد آباد، غازی پور اور بنارس میں گزرا تھا۔ بعض مقامات سے متعلق قطعی ثبوت موجود ہے۔ بعض کے متعلق ثبوت ناکافی ہے۔ مگر قرائن ہیں کہ وہاں بھی رہے تھے۔

ع میں ہے کہ بتلا "در سرکار" برہان الملک و "صفا رحگ" بخدمات شالستہ عزراختصاص یافتہ جناب ادیب کا اعتراف صحیح ہے کہ یہ اس کے زمانہ ولادت کے پیش نظر خارج از بحث ہے۔ مقدمے میں ع سے "منقول ہے"۔ بتلانی عبرت و فلاکت گردیدہ در شہر بنارس بتلانی کامی میگذرانندع مط میں "عبرت" ہی ہے مگر غلط نامہ میں اس کی جگہ عسرت ہے عبرت "کا مطلقاً محل نہیں۔ نشر میں ہے۔" از لکھنؤ بہ عظیم آباد رفتہ اوقات میگذرانید" عاشقی کی اس عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک بتلا کہیں اور سیاحت کے لیے گئے ہوں۔ در نہ اقامت لکھنؤ میں رہی، اور پھر پٹنہ میں عاشقی کا موت کے متعلق کچھ نہ لکھنا حیرت انگیز ہے۔ عشق نے تو ان کا ترجمہ مرحمت آن کے دوران حیات میں لکھا تھا۔ موت کہاں ہوئی یہ نہیں معلوم۔ نتائج الافکار کے بموجب اس کا زمانہ اواخر ماہ ۱۲ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اوائل ماہ ۱۳ ہو۔

(۶) دیوان فارسی، عمر ۲۰ سے متجاوز تھی کہ دیوان (فارسی ہونے کی مرحمت نہیں مگر یقین ہے کہ اسی کا ذکر ہے)

نظم کیا اور تذکرہ لکھا یہ ناپید ہے۔ فارسی کے جو اشعار ملے ہیں وہ مقدمہ یا ضمیمہ مقدس میں ہیں۔ "دیوانس قریب پچہار ہزار بیت بودہ است (نشر)

(۷) دیوان اردو کا ذکر بتلا کے یہاں نہیں لیکن اس نے گلشن میں اپنے ۲۲ شعر درج کئے ہیں، اور جناب

ادیب کو ایک شعر اور ملا ہے۔ اس دیوان کا ذکر مرحمتاً اگر ہے تو بزم سخن میں جو ماہ ۱۳ کے اواخر کی تصنیف ہے، اور اس کا مصنف بھی اس کا داعی نہیں کہ دیوان دیکھ کر جناب ادیب کا خیال ہے کہ اشعار موجودہ کی زمین اس پر شعر ہیں کہ تصنیف گلشن کے وقت اردو دیوان مرتب ہو چکا تھا اور یہ اشعار اسی سے ماخوذ ہیں۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں کہ زمینوں







ہے سخن کا گلشن " ۱۱۹۴۔ جناب ادیب کا قول ہے کہ مواد کی فراہمی میں " ایک سال سے بہت زیادہ وقت صرف ہوا ہوگا۔ " اس سے مجھے اتفاق ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گلشن میں ایک واقعہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۹۵ء (قتل منہر) کا بھی ہے۔ گلشن نے قتل کا سند دیا ہے نہ تاریخ نہ... تذکرہ نگاروں کی عام روش کو دیکھتے ہوئے اس کا امکان ہے کہ ۱۱۹۴ء کے بعد دوسرا اضافے بھی ہوئے ہوں۔

(۱۱) مبتلانے اپنے دیباچہ میں اپنے مآخذ کا مطلقاً ذکر نہیں کیا، جناب ادیب کا قول ہے۔ ن کا ذکر صرف ۲ جگہ ہے۔ ترجمہ نیز تذکرہ مختصری مشتمل بر احوال و اشعار پختہ گویاں تالیف نمودہ، ترجمہ جنون: جنون دہلوی کے اشعار سے قبل یہ کہ ن سے ماخوذ ہیں۔ کسی اور تذکرے کا ذکر نہیں البتہ فخر تلمیذ سودا کی والدہ اشرف علی خان کو تذکرہ نویس لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ تذکرے سے تذکرہ شعرا مراد ہے، یا کچھ اور (مقدمہ) جنون مذکور کے بارے میں یہ علم ہو چکا ہے کہ اس کا ذکر صرف ل میں ہے ن ۳ بار چھپا ہے۔ اور ہر بار کسی نئے قلمی نسخے سے مدد لی گئی ہے۔ جنون تخلص کے کسی شاعر کا ذکر ن کے کسی مطبوعہ نسخے میں نہیں، اور بعض مخطوطات بھی جن سے مرتبین ن مطبوعہ کام نہیں لیا اور جن کا مجھے علم ہے اس سے خالی ہیں۔ اشرف علی خاں نے فارسی گوئیوں کا تذکرہ لکھا تھا۔ ح کے ترجمہ فخر میں اشرف علی خاں "صاحب تذکرہ فارسی" ہے، اس کا ناقص نسخہ کتب خانہ رضائیہ رامپور میں ہے۔ معارضہ سودا و کین کا باعث ہی تذکرہ ہوا تھا۔ معاصر میں اس معارضے کی مفصل بحث آچکی ہے۔

(۱۲) میرا خیال ہے کہ ن مبتلانے کی نظر سے گذرا تھا۔ مگر جس نسخہ سے اس نے استفادہ کیا تھا اس میں کسی نے تصرف کیا تھا۔ جنون تخلص کے ایسے شاعر کا ذکر جو درد کا دوست تھا گ سے قبل کے کسی تذکرے میں نہیں، بلکہ ح سے قطع نظر قبل کے کسی تذکرے میں اس تخلص کا ہی کوئی شاعر نہیں ح میں جنون اکبر آبادی ہے جو حسن کے نزدیک حضرت نلی سے بھی قبل کا شاعر ہے۔ ایک دوسرا جنون متاخرین میں ہے۔ شاگرد شاہ فصیح، گ میں جنون کے جوہ شعر ہیں ان میں سے ردیف مجھے والے ۲ شعر جنون سہسرای مقیم الہ آباد کے نام بھی ملتے ہیں (رجوع بفضیل) میرا خیال ہے کہ جنون کا ذکر ن میں الحاقی ہے۔ ن کے نسخہ پیرس میں صنیا مرزا عطایگ، ساکن اورنگ آباد کے کسی نسخے میں تھا شاگرد سراج، وقت تحریر تلمیذ آزاد بلگرامی کا ذکر ہے۔ اور یہ شعر اس کی طرف منسوب ہے۔

پھول کے منہ پرستم سے مارمت دم اے سموم یہ چراغ خانہ طبل ہے گل ہو جائے گا

گ میں مرزا صنیا بیگ ہیں مگر نہ ان کا تخلص ہے، نہ ان کے متعلق کوئی اور بات۔ شعر وہی جو ن ۳ میں ہے۔ مگر میرا خیال اس میں یوں ہے ایک دم کے واسطے مت چیر دے باد سموم۔ سراج ۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ صنیا نے آزاد کا



لہذا اس کے بعد اختیار کیا ہوگا۔ اس کے بعد تک میرن میں اضافہ کرتے رہتے تو اور بہت سے شاعر ن میں ہوتے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا ترجمہ بھی الحاقی ہے۔ یہ دونوں چمنستان شعرا میں بھی نہیں۔ اس کے مصنف نے التزام کیا تھا کہ ن کے فتح کے کل شعرا اس میں داخل ہوں۔

ن ۳ میں بشمول ضیائی مذکور ۳۴ شعرا ہیں جن کا ذکر ص ۹۱ تا ص ۱۰۸ میں ہے اور جن کے متعلق میر نے لکھا ہے کہ شاعران سمیت ملک دکن ہیں جن میں سے باستثناء بعض سب بے ترتیب ہیں۔ ص ۹۰، ان میں سے ولی، سراج، عزلت، آزاد (بدون اسم)، عارف علی خان، عاجز، ضیائی مذکور، غواصی (گگ، خواص)، داؤد، تجرد، یونس، موزوں خواجہ قلی خاں گ میں بھی ہیں۔ درد مند دراصل دکنی تھے۔ مگر مرزا طاہر اسی بنا پر کہ اس کی عمر کا بڑا حصہ شمالی ہند میں بسر ہوا اور اس کی زبان دکنی نہیں دکنیوں میں شمار نہیں کیا۔ شمالی ہند کے شعرا ذیل دونوں میں ہیں: آبرو، عاصمی (گگ آتی)، احسن احسن اللہ، آرزو، اشتیاق انسان (رجوع بفضل)، بسملی (بدون اسم)، بہار، بیدار، ثاقب شہاب الدین، تاباں، میر گھاسی، نگیں، بینوا پاکباز پیام، جگن، حاتم، حزیں، حسن، میر حسن (گگ نام باضافہ)، حسرت تخلص کے ۲ شاعر، خاکسار، دانا، درد تخلص کے ایک شاعر، درد مند، راقم، رسوا، ذکی، سجاد، سعادت، سلام سودا، شوق میر ضیا، عارف عطا (رجوع بفضل)، فغاں، قائم، قدر، قدرت، کافر، کلیم، محسن، مخلص، اندام مضمون، منظر، معز فطرت، میر (سوز کا پہلا تخلص)، میر، محمد تقی، ناجی، نثار عبد الرسول، بیرنگ (گگ تحت نیزنگ) ہدایت یقین، یکرنگ، یکر و ن۔ شعرا ذیل جو شمالی ہند۔ میں گ سے غیر حاضر ہیں: امید قزلباش خاں، بیتاب محمد اسمعیل، بیدل، جعفر زلی، شاعلی، عاجز (نام نہیں، شخصی لوطی)، عشاق، غریب، (محمد امان اللہ نام کے متعلق اختلاف) کمترین، گرامی، یک دل۔

(۱۳) تذکرہ فتح علی گڑ ریزی بتلانے دیکھا ہوگا: اس کے شعرا ذیل جون میں نہیں ہیں گ میں ہیں۔ آشنا زین العابدین، آگاہ محمد صلاح، انجام، آوارہ، بیگل، جرأت شیر علی، عمر عاصی، ذہین، صالح، صمصام صنعت، طالع، طاہر، ظہور شیونگہ، عاشق، میر بھٹی، عمدہ، فدا (رجوع بفضل)، لسان مزمل، فتح کے شعرا ذیل ن میں نہیں ہیں۔ اور گ سے بھی خارج ہیں۔ . . . فضائل بیگ، سامان موزوں رسم علی، بحث فتح میں دکنیوں سے باستثناء بعض قطع نظر۔

(۱۴) تذکرہ قائم بتلانے غالباً نہ دیکھا ہوگا۔ تذکرہ میر حسن (جس میں شاید ہی ق کا کوئی شاعر ہو جو نہ ہو۔ یقیناً بتلانے دیکھا ہوگا۔ بحث ذیل میں دکنی شعرا سے عموماً قطع نظر کی گئی ہے۔



شمالی ہند کے شہزادے اور فتح میں نہیں، ح و گ میں ہیں: اثر، اجمل، اشرف محمد اشرف (شاعر ۵۱ گ)، آشتاد (شاعر ۹ گ)، اظہر محمد اعظم، میر علی علی، آفتاب، افسوس، اقصیٰ شاہ فصیح، آگاہ نور خان، الم، آزاد، (شاعر ۱۲ گ)، امجد (ح گ) از متقدمین، دونوں میں ایک ہی شعر، امانی (گ امانی) اسد (ح امید) امین، انتظار، انشا، اولاد (صحیح الا اولیٰ) بقا، بیتاب سنتو کہ رائے، بیتاب الہ آبادی، ثنابت شجاعت اللہ خان، جرأت (شاعر مشہور)، جوشش، جولان، جوہر، میر حامد نصیری، حسرت علی جعفر، حسن خواجہ حسن، حسن غلام حسن حیرت مراد علی (حسرت تخلص گ)، حضور (بدون اسم ہندو) حیران حیدر علی، جذب (گ خوب) درخشاں، دل فتح محمد، دل محمد عابد دیوانہ ذاکر (حسن کو کچھ علم نہیں کہ کون ہیں، شعر بھی نہیں، غالباً گ کا شاعر ۲۱) حسین دوست ذاکر، رند مہربان خاں رند حمزہ علی (گ نام ۵ کے ساتھ) زار فعل بیگ، زار منظر علی، سکندر، سلیمان معشوق، تابان، سلیم، سوزان، سید (شاعر ۵۶ گ)، شفا، شاداب، شاکر، شاعر، محمد شفیع (شاعر ۵۲ گ)، شیدا صادق، میر صفدری، ضاعک، عسکر علی (گ میں عباس علی، باپ کا نام)، عزیز بھکھاری داس، عشق تانا شاہ، غریب میر تقی عاشق علی اعظم خاں، فخر افدوی لاہوری، فدوی میرزا بھجو، فراق مرتضیٰ قلی، فرحت فرصت فقر، قربان میر جیون قلندر بدھ سنگھ کاکل، گریبان گمان مائل، مجذوب، مجنون، شاہ مجنون، محب ولی اللہ، محبت خاں محبت، محزون مقیم الہ آباد، محسن، محشر، تخلص بدیع الزماں خاں، میر مدد اللہ، مدعا، مدہوش، مستند، مشتاق (شاعر ۲۰ گ)، مصحفی مصیب (مصیبت گ)، مظلوم میر امام الدین (گ مضمون تخلص) معین، ممتاز، منت، غلام محمد منشی، منعم موزوں رام نارائن۔ ندیم نزار، عماد الملک (نظام تخلص گ) نعیم، وارث، واقف، والہ، وحشت ابوالحسن وحشت بہادر علی، وفا، ولایت، وہم، ہاتف، ہمد، میر ہینگا، یار، یاس۔

ح کے شہزادے اور فتح میں نہیں ہیں، گ میں بھی نہیں ہیں، افضل، محمد اشرف ہمعصر آبرو، میرزا اکبر قلی افکار افکار طایین، تخلص کے ۲، شاعر، احسن علی احسن خاں، الف خاں، افغان آرام، ابوالحسن بن عبداللہ اکلس، آشب، بسمل، گدا علی بیگ، شاہ پنچھا، ریسنا تہ سنگھ (صحیح ساتھ سنگھ)، جنون اکبر آبادی، جرأت میر تقیم، جنون شاگرد فصیح، جان عالم خاں [جلال الدولہ، حیا، حاتم حاتم علی خاں، حسن برادر، جعفر علی خاں، حجام خاکی معاصر جہانگیر، خالہ بیگم (خالہ عماد الملک) خوشدل، رنگین، امان، بیگ، رنگین... راہی، رکشن، رضا علی رضا، شرف میر محمدی، عاقل، غریب میر کلو، غلامی، فدوی محمد حسن، بقید، فراق ثناء اللہ، قبول غنی بیگ شہزادے جو ان کے بیٹے کے نام سے ن میں ہے، قرین از مردم کشمیر، قانع، کامل، کاشی ناتھ، کھنن، گداز، مراد، میرزا محمد



میرزا محمدی مسافر، مفتون، عجائب رام منشی، منتظر شخصی مرشد آباد، محمد علی عرف مرزا، صاحب نور اللہ، مرزا مدو  
 نثار محمد پناہ خاں، نثار امان اللہ، نالان محمد عسکری، ندا واحد، ہدایت سید ہدایت علی خاں، پدر مصنف سیر المتاخرین  
 (۱۵) تذکرہ شورش بتلانے دیکھا ہوگا۔ اس کے تعلقات عظیم آبادیوں سے تھے۔ شعری ذیل جون  
 فح اور ح میں نہیں ہیں۔ شش و گ دونوں میں ہیں: خواجہ امیر اللہ خاں دہلوی۔ (۲ شعر گریباں روئی، شش و گ  
 دونوں میں شش)۔ درد مندی و عاشق پیشگی چہرے سے نمایاں گ: عظیم آبادی، درد مند و عاشق پیشہ امامی  
 امام بخش، خواجہ احتشام حسین عظیم آبادی (ایک شعر دونوں میں)، انصاف جوپوری، اولیا، بسمل جبار علی  
 بیتاب میردن بہادر (۲ شعر دونوں میں) تمنا علی رضا ثروت (گ سروت) ثابت اصالت خاں، جوہری تمنا  
 (شش و گ اشعر زائد) جودت ہروی رام، جنون (شاعر، گ) حسرت محمد حیات حیران، میر ممنون (گ نام  
 بدون نون آخر)، حضور عظیم آبادی، حیدری، شیخ غلام علی، خادم خادم حسین، دوست غلام احمد (گ نام  
 غلام محمد) راعب، رفعت رضا محمد رضا سلیمان، سلیمان خاں، شورش، عیش، جلال (صاحب گلشن) مخلص  
 مرشد آبادی، مشتاق محمد قلی خاں، نالان، احمد علی، نجات محمد نجات دہلوی، مقیم آباد مرثیہ گو، حسن رضا دہلوی  
 مرثیہ گو، مقیم عظیم آباد، بعد ازاں سارن کو ایک گاؤں میں سکونت گ، دو نام ہوں گے، دونوں ایک معلوم ہوتے  
 ہیں۔ نالان میر وارث شش گ میں نام باضافہ علی اور یہی صحیح ہے۔ نیاز افضل علی، واصل بلگرامی۔

شمالی ہند کے حسب ذیل شعراء جون فح اور ح میں نہیں، لیکن شش میں ہیں گ سے خارج ہیں: احمد شاہ  
 عرف بساون، آشوب شجاعت علی بیگ، آگاہ عبداللہ، اختر یزدان بخش، بیدار بساون لعل، بیقرار، میر بہادر علی  
 جون ہمدی خاں، جودت، (بدون اسم) جلال الدین ساکن مرشد آباد، جمال جعفر مرزا جعفر عظیم آبادی جوہر  
 حیدر، حیدر بخش، حیدر شاہ خلیل علی ابراہیم خاں، دیوانہ گور بخش، ذوق آسارام، ذوقی شاہ، ذاکر فضل علی  
 راسخ غلام علی، راسخ خواجہ احمدی خاں، زار بہادر بیگ خاں، زار مرزا سنگین، سلامت سلامت علی بیگ لعل  
 شاگرد میر، سلیمان مراد علی دہلوی، ساکن شاہ سمجہ بوجہ حیدر آبادی۔ ساکن محمد یار بیگ، سلیم، سلیم اللہ خاں،  
 سلامت میر سلامت علی متوطن پورنیہ پرگنہ ارول، شجاع شجاع قلی خاں بن ہنر الدولہ، شیفتہ میر محمدی، شیدا دہلوی  
 از ریاض میر اولادی، شیفتہ سید اللہ بخش، شور، شائق قمر علی، میر شیر علی دہلوی، وارد عظیم آباد، شیفتون، شاہ  
 ظہور اللہ، شاداں بنگالی لعل، صواب، صفدری عظیم آبادی، حیا، ضمیر ٹھاکر داس، طالب الہ آبادی، طالب  
 برادر اسخ، ظاہر لطف علی، عاشق کلیان سنگھ، عشق زین الدین، عاشق گور مرشد آباد، عین عاشق، برہان الدین عزیز



عزیز اللہ بن لامبارک، عشاق احمد بخش، عشرت شیخ غلام بنگالی، غم، فراق نام نامعلوم، فدا فدا علی بیگ  
شاگرد قدوسی، قلندر یار محمد، قاسم (نام نہیں دیا)، قلندر شاہ غلام قلندر، شاہ کریم بخش کمال، کمال علی  
گویا میاں غلام ساکن مرشد آباد، گریاں بھوانی سنگھ، میرن سبزواری، مرتضیٰ میر مرتضیٰ عرف میر الیوب  
منتظر خواجہ عبداللہ خاں، سید محمد خاں بنیر، نواب مرتضوی خاں، محزون محمد تقی خاں، سید محمد خاں دہلوی  
بنیر، نواب مرید خاں، نحو، مصدر، مقیم، مالک ہدایت علی، مجبور خوشحال سنگھ، مقبول پسر یقین، منصف فتح علی  
مفتوں علی بخش، مسرت علی، مسار، مسافر خیر الدین، مسلمان بخٹاور سنگھ، نہرہت، نادر نظام اللہ  
نشار محمد قائم، وحشی بھائی، یار حیدر علی یاد۔

(۱۷) سرو آزاد سے میر غلام نبی کا حال اور ربا علی ہوگی۔

(۱۷) اس کا امکان ہے کہ گلزار کے ناتمام نسخے سے مبتلا نے استفادہ کیا ہو، خلیل کاگ سے کام لینا  
یقینی ہے۔ رسوا کا تخلص ن، ف، ق، ح سب میں آفتاب ہے، مگر گ میں ماہتاب رائے۔ گلزار میں بھی سوال یہ  
ہے کہ خلیل یہ کہاں سے لائے، قابل توجہ یہ امر ہے کہ نہ مبتلا نے خلیل کا حال لکھا ہے نہ خلیل کے کسی تذکرے میں ان  
کا ذکر ہے۔ گ کے ترجمہ خادم میں خلیل کا نام صمناً البتہ آیا ہے۔ "صحف براہیم خلیل" کے تذکرہ فارسی گویاں کا جو  
نسخہ کتب خانہ خدابخش میں ہے وہ نصف یا اس سے کچھ کم آیا ہے۔ مکمل نسخہ برلن کے ملکی کتب خانے میں ہے۔ اس کی  
فہرست مخطوطات فارسی میں شعرا کی صحف کے نام درج ہیں۔ مبتلا کا نام نہیں۔

(۱۸) عشقی نے یقین ہے کہ گ سے استفادہ کیا تھا۔

(۱۹) متعدد شعرا سے مبتلا کے تعلقات ذاتی تھے۔ ان کے حالات ح وغیرہ میں ہیں۔ مثلاً واقف

بدیع الزماں خاں مخلص مگر مبتلا کو ح وغیرہ سے ان کا حال و کلام لینے کی ضرورت نہ تھی۔

(۲۰) مبتلا نے براہ راست دوادین سے بھی اشعار لیے ہیں۔ لیکن اس کا امکان قوی ہے کہ ایسے اشعار

کو جو دیوان سے لیے ہیں۔ ایسے اشعار میں جو دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئے مخلوط کر دیا ہو۔ اشعار بیاضوں سے  
بھی لیے ہوں گے مگر کسی بیاض کا حوالہ نہیں۔ ذیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ کہاں کہاں دیوان یا اشعار کی ایک معتد بہ  
تعداد کا ذکر ہے، اور کس طرح، آبرو کلیات ۱۵۰۰، اشعار ص ۵۱، احسن اللہ احسن وزدیوانش شعری یافتہ  
شود کہ خالی از ایہام باشد... از خلاصہ سخنہای اوست ۴۹ اشعار۔ اس کے پہلے اشعار بھی کسی  
دوسرے تذکرے میں نہ ہوں گے۔



آبر و کلیات ۱۵۰۰ اشعار "دیدہ شد" ص ۵۱، احسن احسن اللہ، دیوان میں کوئی شعر ابہام سے غالی نہیں ملتا۔ از خلاصہ سخنہای اوست، ۴۹، اشعار ص ۵۳۔ دس شعر بھی شاید کسی اور تذکرے میں ہو۔ غالباً دیوان دیکھا۔

امین صاحب دیوان ص ۵۶، جبار علی بسمل صاحب دیوان ص ۷۱۔ بیدار دیوان ۱۵۰۰ ابیات دیکھا۔

ص ۷۵۔ تابان صاحب دیوان ص ۸۱۔ جوشش دیوان ۲ ہزار ابیات دیکھا گیا۔ ص ۸۷، حزیں صاحب دیوان ص ۹۹، حسرت محمد حیات دیوان ۲ ہزار ابیات ص ۱۰۰، حاتم دیوان ۲ ہزار بیت بلکہ زیادہ ص ۱۰۲، میر منوچیراں ۳۰۰ شعر دیکھے ص ۱۱۲، درد دیوان ۱۰۰۰ ابیات سے زیادہ نہیں، ص ۱۱۸، دل دیوان ۱۵۰۰ ابیات دیکھا ص ۱۲۳، سودا کلیات سات آٹھ ہزار ابیات کا ہوگا، ص ۱۲۰، سوز دیوان ۱۰۰۰ ابیات سے زیادہ کا دیکھا۔ ص ۱۵۰، سجاد "اشعارش مدون" ص ۱۵۵، شورش دیوان ۲ ہزار ابیات "خلاصہ دیوان اوست" ص ۱۶۰، عشق دیوان ریختہ ۱۵۰۰ ابیات کا دیکھا ص ۱۷۴، عاجز عارف علی خاں، اشعار مدون ص ۱۷۹، قدرت اشعار زیادہ از ہزار بیت دیکھے ص ۱۹۲، قائم اشعار مدون ص ۱۹۸، کلیم صاحب دیوان ص ۲۰۲، عزت اشعار مدون ص ۱۷۲، فغان کلیات ریختہ ۲ ہزار ابیات کا دیکھا ص ۱۷۹، فرحت دیوان ۲ ہزار ابیات دیکھا ص ۱۸۳، قدوسی مرزا بھو اشعار مدون ص ۱۸۹، میر دیوان ۴، ۵ ہزار ابیات کا ہے، یہ ابیات اس کا خلاصہ ص ۲۰۵، ناجی دیوان ۱۵۰۰ ابیات دیکھا گیا۔ ص ۲۲۳، نالان وارث علی دیوان ۱۴۰۰ ابیات دیکھا ص ۲۲۷، دیوان ۳ ہزار ابیات "در نظر است" ص ۲۴۷، واصل دیوان قریب ہزار شعر ص ۲۵۷، "ہدایت دیوان مختصر" ص ۲۵۹، یک رنگ دیوان ہزار ابیات دیکھا ص ۲۶۲۔ یقین خلاصہ دیوان ۱۵۰۰ ابیات "قد سے زیادہ" ص ۲۵۹۔

اس کا امکان ہے کہ بتلانے اپنے منتخب کردہ اشعار میں جو دوادین سے لئے ہیں۔ ح وغیرہ اور بیاضوں سے جو اشعار مانوڑ ہیں، مخلوط کر دیئے ہوں۔



# تذکرہ یوسف علی خاں

تحقیقاً: حدیقہ = حدیقۃ الصفا۔ خاتمہ = حدیقہ م کے آخر میں جو تراجم شعرا ہیں۔ خاتمہ = مصنف کی وہ تحریر جو خاتمہ کے بعد حدیقہ م میں ہے۔ خلاصہ = خلاصۃ الافکار ابو طالب م۔ سال آغاز ۱۲۰۶ھ سال انجام ۱۲۰۷ھ صحف = صحف ابراہیم علی ابراہیم خاں م۔ ضمیمہ تذکرہ یوسف علی خاں۔ فہرست اشپرنگر۔ فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ مملکی برلن۔ گلزار گلزار ابراہیم علی ابراہیم خاں مظفر نامہ کرم علی خاں۔ سال اتمام ۱۱۸۶ھ۔ م۔ کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ۔

یوسف علی خاں ابن غلام علی خاں علاؤ اللہ سرفراز خاں کے اقربا سے تھے۔ دیباچہ حدیقہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں ۱۱۸۲ھ میں اپنی عمر کے عشرہ رابعہ میں ہوں اور خاتمہ حدیقہ کے بعد جو تحریر خود یوسف علی خاں کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۸۲ھ میں یا اس کے کچھ بعد مہرمن ناسور میں مبتلا تھے اور نصف روز بروز بڑھ رہا تھا۔ عجب نہیں کہ بارہویں صدی ہجری کے نویں عشرے میں ان کی زندگی ختم ہو گئی ہو۔

یوسف علی خاں کی تین کتابیں ہم تک پہنچی ہیں، حدیقۃ الصفا، احوال علی وردی خاں اور تذکرہ شعرا فارسی حدیقہ تاریخ کی کتاب جس میں آغاز دنیا سے ۱۱۸۲ھ تک کے واقعات تین جلدوں میں قلم بند کرنا چاہتے تھے، لیکن ایک ہی جلد

۱۔ ناظران بنگالہ: جعفر خاں تا ۱۱۳۹ھ، شجاع الدولہ تا ۱۱۵۱ھ علاؤ الدولہ سرفراز خاں پسر شجاع الدولہ تا اوائل ۱۱۵۳ھ علی وردی خاں مہابت جنگ تا ۱۱۶۹ھ سراج الدولہ تا ۱۱۷۴ھ شاہان ہند: محمد شاہ از ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ احمد شاہ تا ۱۱۶۷ھ عالم گیر ثانی تا ۱۱۷۳ھ۔ ۱۱۷۳ھ سال اجلوس شاہ عالم ۲۔ یہ بات حافظ سے لکھی گئی ہے۔ کیا قرابت تھی یا نہیں ۳۔ خاتمہ میں ہے کہ مصنف کا ارادہ حدیقہ کا خطبہ علی ابراہیم خاں سے نکلوانے کا تھا، مگر موجودہ دیباچہ جو تحریر خود مصنف کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے خاتمہ میں لکھا ہے کہ فقیر یوسف علی خاں سے خواست... درجلد ثانی و ثالث میں نسخہ... تو بیخ حالات بعض سلاطین مثل مقدمہ محارب بہادر شاہ با اعظم شاہ و نتائج ضروریہ زمان فردوس آرام گاہ و ابتدائے۔ انقراض دولت احمد شاہ و ظہور سلطنت... عالم گیر ثانی... و ابتدائے دولت شاہ عالم... کہ تاسنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و چہار... بر سر یہ سلطنت مستلک اند... درسلک تحریر کشیدہ دریں اثنا مہرمن ناسور... شدت... پانز جادہ تحریر کشیدہ... میں تھیں بلور پر نہیں کہہ سکتا کہ یہی نام ہے، مگر علی وردی خاں جزو امم فرد ہے۔



جو غالباً حالات سلاجقہ پر تمام ہوتی ہے، لکھی گئی۔ احوال علی وردی خاں کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کا ایک ناقص نسخہ  
 نسخہ جو پٹنہ میں ہے میری نظر سے گزرا ہے، لیکن اس مقالے کی تحریر کے وقت سامنے نہیں۔ تذکرہ شعرا کا غالباً کوئی خاص نام  
 نہیں۔ اس کے متعلق ہمارے معلومات کا مدار ف اور فب پر ہے۔ ایشپرنگر لکھتا ہے "تذکرہ شعراے فارسی مصنف یوسف علی خاں  
 جنہوں نے اسے بہ مقام مرشد آباد ۱۱۸۰ھ میں لکھا اور ۱۱۸۲ھ میں مکمل کیا۔ مصنف کی وفات ۱۱۹۵ھ سے قبل ہوئی ہے  
 ابتداء شاعری سے مصنف کے زمانہ حیات تک کے فارسی گو شاعروں کے مختصر تراجم ہیں جن کی تعداد ۳۰۰ کے لگ بھگ ہے،  
 مصنف نے خاتمے میں اطلاع دی ہے کہ دو جلدیں اور لکھنے کا ارادہ ہے جن میں عہد عالم گیر سے ۱۱۸۲ھ تک کی  
 تاریخ ہوگی، لیکن یہ بہت قرین قیاس ہے کہ ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ کتاب میں دیباچہ نہیں، ضمیمے میں معاصر شعرا ہیں  
 جن کا ذکر آرزو نے نہیں کیا۔ آغاز "حرف الالف میر باقر ولد شمس الدین المدعو بہ داماد المخلص بہ اشراق" نقطع بڑی (۹۷)  
 صفحات ۶۲۲، ۱۱ سطر میں ۱۱ مکتوبہ ۱۲۱۳ھ منقول عنہ ایک نسخہ ہے جس کی کتابت ۱۱۹۵ھ میں ہوئی ہے۔ یہ کتاب گذشتہ اوراق  
 کے انطباع کے بعد اتفاقاً مجھے ملی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا ذکر صفحہ ۱۶۱ میں شمار ۳۳ کے بعد جہاں اس کی جگہ ہونی تھی نہیں  
 ہے "ف ۱۹۲ اس کے بعد ایشپرنگر نے ض کے ۲۰ شعرا کے تراجم کا خلاصہ دیا ہے تذکرے کا وہ نسخہ جس کا ذکر ف میں ہے برلن  
 پہنچ گیا تھا، مگر یہ خبر نہیں کہ دوسری عالم گیر جنگ میں اس کا کیا حشر ہوا۔ فب سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد صفحات ۶۲۲ نہیں  
 ہے اور ض نو لیو ۳۰۳ سے شروع ہوتا ہے فب میں تاریخ ایام کتابت ۲۶ ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ (۱۶۹۹) مندرج ہے۔

۱۔ نسخہ میں اصل کتاب کے کچھ اوراق آخر سے غائب ہیں، کتاب کے بعد خاتمہ ہے اور اس کے بعد خاتمہ ۱۔ ع ۲ ترجمہ لفظی نہیں  
 لکھا۔ ۳۔ ایشپرنگر نے یہ نہیں بتایا کہ وہ سال وفات ۱۱۹۵ھ سے قبل کیوں سمجھتا ہے۔ غالباً تذکرے کے اس نسخہ میں جو اسے ملا تھا  
 مصنف کے نام کے ساتھ مرحوم یا اسی قسم کا کوئی دوسرا لفظ ہوگا، اور غلطاً صحیح وہ یہ سمجھا ہوگا کہ منقول عنہ کے کاتب نے بھی اسی طرح  
 لکھا تھا، مگر اس صورت میں یہ لکھنا تھا کہ ۱۱۹۵ھ میں یا اس سے پیشتر وفات پائی ع ۴ اگر ض کے آخر میں خاتمہ ہے تو اس میں صریحاً  
 جلد ۲ و ۳ کے نہ لکھے جانے کا ذکر ہے۔ حالات بھی عالم گیر کے عہد سے نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد سے لکھنے کا ارادہ تھا۔ ایشپرنگر  
 نے یہ نہیں بتایا کہ تذکرہ شعرا کے خاتمے میں اسی عبارت کیوں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تذکرے کی باقی ماندہ جلدوں میں تاریخی  
 واقعات کا اندراج قرار پایا ہے۔ ع ۵ ف میں اس تذکرے کا ذکر شعراے اردو سے تعلق رکھنے والی کتابوں کے ذکر کے بعد ہے۔  
 حکیم شمس اللہ قادری مصنف اردوے قدیم نے ف کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس تذکرے میں ولی ریختہ گو کا ذکر ہے۔ یہ بالکل غلط  
 ہے، حکیم صاحب شاید یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فارسی گو یوں کا ہیں ریختہ گو یوں کا تذکرہ ہے۔ ولی نے فارسی شعر کہے ہوں گے، لیکن کسی  
 تذکرے میں اس کا ذکر نہیں، بارہویں صدی کے آخر میں ایک مرشد آبادی مصنف فارسی گو یوں کا تذکرہ لکھے اور اس میں  
 ولی کا حال ہو۔ بعید از قیاس ہے۔



دیباچہ حدیقہ میں مصنف نے مزاحمت نہیں لکھا کہ خاتمے میں کیا ہوگا، لیکن محمد علی (تجربید) کا جو ذکر آگیا ہے تو یہ بتایا ہے کہ ان کا مفصل حال خاتمے میں ہے۔ خاتمے میں ۲ شراک تراجم ہیں مگر متد شراکے اشعار کا تب حدیقہ نے حذف کر دئے ہیں۔ یہ میرا قیاس ہے ورنہ امکان اس کا بھی ہے کہ خود مصنف نے زد یہ ہوں۔ یہی خاتمہ تذکرے میں بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔ اشیر نگر کے ۲ شاعروں میں دو ایک نام کے ہیں لیکن خاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیر نگر نے غلطی سے ایک کو دو کر دیا ہے، دہاشیہ، ۳ دیکھئے، اس طرح ف میں صرف ۹ اشاعر ٹھہرتے ہیں، خاتمے کا وہ شاعر جو ض میں نہیں، اشرف علی خاں، فغاں ہے۔ یہ اس صورت میں کہ اشیر نگر نے سہواً فغاں کا ترجمہ چھوڑ نہ دیا ہو۔ خاتمے میں ایسے بہت سے شراکے تراجم ہیں، جن کا حال کہیں اور نہیں ملتا، کئی شاعر ایسے ہیں جو فارسی کے علاوہ اردو بھی کہتے تھے اور کئی ایسے ہیں جو شاعر کی حیثیت سے تو اہمیت نہیں رکھتے لیکن اپنے عہد کے اہم تاریخی واقعات سے ان کا سروکار رہا ہے، ض میں جہاں بھی سال تحریر درج ہے ۱۱۸۰ھ ہے، مگر خاتمے کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں دو جگہ ۱۱۸۰ھ کے بجائے ۱۱۷۱ھ اور ایک جگہ ۱۱۷۲ھ ہے، شراکے تراجم سے قبل ہند سے نہ تھے ہیں نے ٹرہائے ہیں۔ نشان کے اوپر کا ہندسہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خاتمے میں شاعر کا ترجمہ کہاں پر ہے۔ اس کے نیچے کے ہندسے سے یہ معلوم ہو کہ صاحب ترجمہ کے کتنے اشعار ہیں۔ اگر خاتمے میں اشعار نہیں ہیں تو ترجمے کے آخر میں صلیب کا نشان بنا دیا ہے۔ میں نے بہت سے اشعار اور تراجم کے فضول الفاظ نکال دیے ہیں۔ آغاز تراجم میں جو نام و تخلص تھے کاتب حدیقہ نے حذف کر دیے تھے، ف سے لے کر درج کیے گئے۔ شاعر کا نام و تخلص میں نے اپنی طرف سے برہا یا ہے۔

۱۔ (آصف تخلص)۔ آصف جاہ۔ در سال ہزار و صد و شصت رحلت نمود۔ امتیاز داشت در کل امرای زمان خوش حسن خلاق و اصابت راے و کثرت اساس (کذا) با افراط مشاغل دنیوی از تحصیل کمال نیز خود را فارغ نداشته و شراستادانہ بمناات مے گفت۔

۲۔ مہابت جنگ و والدش در سلک ملازمان محمد اعظم شاہ۔ یہ بغویض بعضے از خدمات جزئی انسلک داشت و خودش در زمرہ نوکران با امتیاز شاہزادہ بود و بعد کشتہ شدن شاہزادہ مذکور تا وافر سلطنت محمد فرخ سیردارج روزگار ش اگرچہ باختلاف مے گذشت، لیکن در ہر حال پاس مراتب حرمت را از دست نداده ہمیشہ با حرمت مے بود، تا وائل سلطنت محمد شاہ۔ دار و بنگا لاشدہ با۔ شجاع الدولہ کال موافقت پیدا کردہ۔ برورد بصوبہ داری عظیم آباد رسید و اندک زمانے

۱۔ شاکر تخلص بھی تھا۔ دو دیوان (دیوان آصف اور دیوان شاکر) طبع ہو چکے ہیں۔ ۲۔ صحیح سال وفات ۱۱۶۱ھ

سروآزاد و دیگر کتب ۳۔ با امتیاز میں مجھے شک ہے۔



کو کب طالعش بنتہاتے درج استعلیٰ یافتہ برپاست... بنگالہ بہار و اودیسہ مرغی گردید و مدت ہفتہ سال با مرحلو  
پر داختمہ در سنہ ہزار و صد و ہفتاد و ہفتاد<sup>۱</sup> بمصر استقامت و صبر و استقامت النفس بجوار رحمت الہی پیوستہ مغاخر و مناقب اجتناب  
.. زیادہ از آنست کہ این مقام گنجائش ذکر آن داشته باشد بنا بر آن مرکز خاطر است کہ رسالہ علمندہ در ال باب  
نوشہ شود.. آن مرحوم با وجودیکہ کمال شوق بصحبت شعرا داشت و بغوا مضی مرانی اشعار خوب سے رسید از گفتن آن  
اجتناب سے فرمود، الایک مصرع در نعت کہ حکم دیواں دارد از ال مغفور نظم گشت "بادبان کشتی با دامن پیغمبر است"  
۳. (اعلم الدولہ محمد خاں بہادر معروف بہ حاجی عالم) از مردم خطہ است، والدش وارد عظیم آباد شدہ، شیوہ تجارت  
داشت و در ال شیوہ علم امتیاز سے افراشت، چنانچہ از کمال عمرگی کوٹھی ایشان در لہسہ (کذا) کہ در ال مالک خطاست واقع  
واحقر از مدت دو از دہ سال با علم الدولہ بہادر در برطانیاز و اخلاص دارد، و آن بزرگ بمحض اتباع آبا شیوہ تجارت  
مرعی داشته از علوم مزاج ہمیشہ در تحصیل اعلیٰ مراتب دنیوی بودہ۔ مگر علاقہ تربیت را کہ از عمدہ سرکارات (کذا) بہار است  
در تصرف داشت و... از چاشنی مثبتات اخروی نیز بہرہ داشتہ۔ در عنقوان جوانی.. عازم حجاز شدہ و بزیارت بیت اللہ  
... در وضع منورہ رسول.. فارز گشتہ.. این بزرگ از جماعہ خوبان عالم است و در سلامتی مزاج و تحمل و وقار عظیم المثال  
و عدم کمال ارادت بطریق لائق و جناب اہل بیت نبوی برایش نقصان عین الکمال، لیکن انصاف آنست کہ در طریقہ  
خوش متصف واقع شدہ، ہا ہی الحال (کذا) اگرچہ علم الدولہ از جماعہ اشاعرہ نیست، لیکن یہ سبب آن کہ بہ ہر فن  
از فنون کمال دارد، گاہ گاہے فکر تاریخ یا مصرعے سے کندہ تاریخ شکریکہ از ایشان رسیدہ بہ استناخ آمد۔

۴. د کمال الدین، احقر از مردم کشمیر جنت نظر است و رشہ قرابت با عبدالمجید کہ در زمان محمد شاہ.. دیوانی  
خالصہ تعلق با و داشت، دارد۔ احقر جو اینست مربوط بجمع اوصاف جمیدہ۔ بعد فوت عبدالمجید خاں.. او اول سلطنت  
عالم گیر ثانی و او افریاست مہابت جنگ مرحوم وارد بنگالہ شدہ بانواع ناسازی زمانہ از کمال استغنا استقلال مزاج  
از دست نئے دہد و فقیر نسبت با ایشان کمال خلوص و محبت دارد:

خواہم چنان کہ از سرا میں کو سبک روم      دل سنگ راہ سے شود میں جلوہ گاہ کیت  
۵. میر محمد علی، تجرید، بہترین اولاد پیغمبر آخر الزماں و فاضل ترین افراد انسانی زمان خود است.. در تحصیل علوم

۱۔ صحیح سال وفات ۱۱۶۹ھ اور یہی مصنف نے بھی در بیاچہ حدیقہ میں لکھا ہے ۲۔ خط بہ کشمیر ۳۔ شاعرہ  
یعنی شہرا۔ ۴۔ ف میں ہے کہ اپنے والد کی وفات کے بعد دلی سے بنگالہ آئے جہاں ان کا ۱۱۸۰ھ میں قیام تھا، فاتحے میں  
احقر کے والد کا ذکر اور سنہ نہیں ۵۔ سال وفات عبدالمجید خاں۔



دینیہ بدرجہ ایست کہ در طریق مذہب حقہ تہما اجتہاد دارد و در علوم عقلی و نقلی و فصاحت بیان و طلاقت لسان گوئے  
 مسابقت از امثال و اقوال سے رہا پدید صلاح و سداد آں تقویٰ شعار نزد اکابر و اصاغر جازم، امانت و دیانت آں بزرگوار  
 پیش رادانی و عالی لازم حکام و امرای زماں بر وفق ادب و قانون حرمت سلوک مسلوک دارند و ارباب دانش و  
 فراست در ہمہ مراتب مقدمات و پیشوائے خویش سے دانند۔ والد آں عالی مرتبہ از مردم یزد بود و اکثر اوقات در...  
 اصفہان اقامت سے فرمود۔ در زمان عالم گیر... وارد کن شدہ بصنیہ میر محمد شفیع یزدی منسوب شد و از لطن آں  
 عقیقہ... کوکب ولادت آں موفور سعادت در... اورنگ آباد در سنہ ہزار و صد و شانزدہ طالع گشت و کلمہ "گل ریاض  
 امید" مجرازیں تار نخست... والد ماجدش کہ کسی جد بزرگوار عینی سید ابراہیم ملوات اللہ الملک الغفار بود، در آوان سن  
 صبا سے آں جناب: تعالیٰ فرمود و جناب... در سن ہفدہ سانگی بہ ایراں تشریف بردہ و بزیارت اماکن... ائمہ سعادت  
 اند و زگشتہ در اصفہاں بہ تحصیل علوم پرداخت و پس از شانزدہ سال دیگر بعد از فراغ از... معقول و منقول و فروع  
 و اصول از راہ دریا مقارن سور و نادر شاہ... دارد... سورت شدہ چند سے تشریف داشت و بمساعت ایام  
 سکنتہ بنگالہ در سنہ ہزار و صد و پنجاہ بہ جہاز تشریف آوردہ... آں بلدہ رار شک... ارم ساخت فقیراں ابتدا بخدمت  
 آں جناب رسیدہ... بہرہ ور سے گرد و آذا نماکہ... سفر... جہاز ہمیشہ کمون خاطرش بود در سال ہزار و صد و شصت و پنج  
 .. از بندر ہوگی سوار جہاز شدہ و بقصد اقصیٰ آورد۔ بعد ادا سے مناسک بیت الحرام و زیارت روضہ منورہ  
 .. کہ تاریخ آں کلمہ ذہبے فوز العظیم و تاریخ زیارت عتبات عالیات از لفظ ذہبے فوز اعظیم متنبطا سے شود۔ در اول  
 سال ہزار و صد و شصت و نہ مساوت فرمودہ و... الی الان کہ سنہ ہزار و صد و ہشتاد ہشتاد ہست مسامت مرشد آباد... بعضی قدم  
 خویش مترقب داشتہ طالبان ہرننے از فنون کمال را بہ شاہراہ ہدایت سے رساند۔ شرح نجیہ و رسالہ ملامت کاشی  
 و رسالہ مجالیہ الیہ در سلوک و رسالہ تحقیق روح در سالہ در اثبات مذہب او و رسالہ در نوائیل و شرح کافیہ تام با قواعد  
 علوم عربی از نتائج طبع و قادش در کمال سلاست و متانت بر صفحہ روزگار یادگار... کلام موزوں شتکل بر فوائد و مواعظ و  
 مسموی بر حقیقت و معرفت صادر سے شود چنانچہ یک مخمس (۳۷ بندہیں) و چند باغی (صرف دو) از اں بہ ثبت افتاد  
 مسراج کہ معینش بود قرب الہ  
 از خود در خود بخود شود طے این راہ  
 ہرگز نبری بستر این معنی راہ  
 تا زکنہ و از منہ بیرون نشوی

۱۔ صفحہ میں محمد شفیع کو پدر تجربہ کا نام بزرگوار لکھا ہے ۲۔ متن صحیح نہیں صحف میں تجربہ کے والد کا نام عبداللہ اور دادا  
 کا ابراہیم لکھا ہے ۳۔ ۱۱۶۶ ۴۔ ۱۱۳۶ ۵۔ صفحہ میں ۱۱۶۸ ۶۔ صفحہ مجالیہ الیہ۔



۶ (میر تقی حیدر) از مردم ہند است و در فن شاعری از ارشد تلامذہ میر محمد افضل، ثابت در زمان شجاع الدولہ وارد بنگالہ شدہ ازاں وقت تا حال در آنجا بسرے برد و دیوانش اپنی نظر رسیدہ قریب بدہ ہزار بیت خواہد بود۔ قادرست بر جمیع اسالیب سخن۔ احقر رابطہ دوستی و محبت با ایشان دارد۔ از شعرائے نیدہ و قرار دادہ زبان خود است۔

۷ (میر باقر مخاطب بہ مخلص علی خاں و مخلص بہ خرم پدیش نسبت مصاہرت با حاجی احمد برادر محمد علی وردیخان مرحوم داشت و خودش جو نیست از تازہ گویاں و خیلے وسیع المشریب افتادہ کہ از کمال وسعت حوصلہ حرکات خوش و ناخوش روزگار در فراخیش سلطیت و در نہایت زندہ دلی بسرے برد و فقیر رابطہ اخلاص نسبت با ایشان دارد و شعر ہندی کہ با اصطلاح اہل ہند ریختہ باشد بسیار خوب و بدر دے گوید۔

بایں ہمہ بے وفائی او  
خیرم بکس آشنا گشتم  
رسوای جہاں کپر دمرا شک و گرنہ  
راز دل ما قابل اظہار نبودے

۸ (میر محمد تقی، خیال، احوال آبائش معلوم نیست و خودش از مردم ہند بود و از تلامذہ رشید۔ ثابت در زمان محمد علی وردیخان مرحوم وارد بنگالہ شدہ در نظم و نثر قدرت کامل داشت، بوستان خیال کہ ظاہر قریب بہ لک بیت باشد در چہار دہ جلد بطریق نثر نوشتہ و قصہ ہائے خیالی را در کمال خوبی در ان کتاب بیان کردہ و شعر نیز خوب ہی گفتہ

۱۔ صحف میں ہے کہ میر تقی حیدر تخلص عبد علاء الدولہ میں دہلی سے مرشد آباد وارد ہوئے اور ۱۱۱۱ھ میں سرے خلیل نے ۶ ہزار ابیات کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ مطلع ما خود از محق :

از بہ سوختن ز ازل شد سرشت ما  
چوں شمع داغ عشق بود سر نوشت ما

۲۔ خاتمے میں ایک مقطع ہے جس میں خیرم تخلص آیا ہے فارسی میں خرم دگل رعنا، اور اردو میں مخلص تخلص تھا۔ فارسی بہت کم کہتے تھے مگر اردو میں صاحب دیوان ہیں۔ دیوان کلکتہ میں موجود ہے ۳۔ گل رعنا میں سراج الدولہ کا بھانجا لکھا ہے مگر مخلص دراصل اسکی پھوپھی کے بیٹے تھے ۴۔ خیال نے دیباچہ بوستان خیال میں اپنے کو جعفری الحسینی لکھا ہے اور صحف میں مرقوم ہے کہ ماں کی طرف سے نسبت بنا کر محمد غوث گویا رہی سے تھی۔ دیباچہ بوستان خیال میں ہے کہ "مولد و منشا" احمد آباد ہے اور سنہ ۱۱۱۱ھ جلوس محمد شاہ میں دہلی جا ہوا۔ صاحب صحف کے بیان کے مطابق او آخر عہد محمد شاہ میں سراج الدولہ نے خیال کو مرشد آباد طلب کیا تھا۔ ۵۔ ۱۱ جلدیں صحف، فہرست کتب خانہ مشرقیہ سے ۱۲ جلدوں کا پتلا ملتا ہے۔ دیباچے سے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی جلدیں ہیں۔ ضخامت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ایک لاکھ ابیات کے برابر کہی جلتے۔ ۶۔ اشپر نگر نے اسے ناول کہا ہے ۷۔ ایک شعر صحف سے نقل کرتا ہوں ۷

من باد فروش زلف یارم

"چوں شانہ بود زباں ہزارم"



در سال ہزار و صد و ہفتاد و سہ ہجری در بنگالابرحمت حق پیوست۔

۹ (فقیر صاحب درویش) از طرف پدر علویست و از شولے زبان فردوس آرام گاہ جوانے بود در کمال تہذیب اخلاق و استغناے مزاج کمر از زبان (کذا) شنیدہ شد کہ کما حقہ سستی در تحصیل علوم نہ کردہ ام معہذا از ہمہ جا با خبر و در ہر مجلسے کہ واردے شد باعث زینت آل محفل مے گردید، یہ اعتبار قدم معرفت کہ با نوازش محمد خاں.. دیوان بنگالاداشت وارد بنگالاشدہ تا انقضائے حیات مرحوم مذکور در رفاقت او باغ از بود و بعد فوت او بحکم غیرت و استغنا ترک مساعی تحصیل دنیا.. نمودہ در زاویہ خانہ خویش با گرم و سرد دلاوزگار ساختہ شیوہ قناعت را نا قید حیات از دست نداد و فقیر نسبت بایشان کمال نیازمندی و اخلاص داشت از مفتنات روزگار بود۔ خدائش بیامزد۔ دیوان محترمے ترتیب دادہ بہ انواع ترکیب سخن از غزل و مثنوی و رباعی قدرت تمام داشتہ در دروندانہ مے گفت و در سنہ ہزار و صد و ہفتاد و نہ ہجری ودیعت حیات سپرد۔

۱۰ (مرزا باقر) پدرش آقا مرزا نسبت خوشی بہ آخوند ملا باقر مرحوم داشت و از مردم ایراں بود، وارد بنگالاشدہ نزد حکام آنجا مادام الحیات معزز.. بود و در اواسط حکومت مہابت جنگ مرحوم بجوار رحمت الہی واصل شد، وجد مادری مرزا باقر نقی قلی خاں است خلف رشید حاجی عبداللہ خوش نویس کہ از زمان جعفر خاں الی آں کہ سال ہزار و ہفت صد و ہفتاد و چہار باشد در بنگالاشریف دارد۔ تولدش در یکے از بلاد و کن اتفاق افتادہ تحصیل کمال را در وجہ کمال نودہ در فصاحت بیباں و طلاقت لسان بے نظیر است۔ علم طب از حکیم سید ہادی علی خاں مرحوم کہ نبیرہ مرزا ہادی شہر تخلص می شنوند اخذ کردہ و خط نسخ را بسیار شیریں مے نویسند۔ غرضیکہ ذات آل بزرگوار از مفتنات روزگار است و مرزا باقر و مرزا عبداللہ برادر کوچکش از جوانان محبوب انقلوب اند متصف بصفات محمودہ در کمال ربط و شائستگی و تہذیب اخلاق بوجہ حسن

صحف میں بھی یہی سال وفات درج ہے۔ ۲ صحف میں ہے کہ در دہند بید کے باشندے تھے اور نام کے ساتھ لفظ صاحب ظاہرا ان کے وطن کے رسوم متداولہ سے ہے۔ ۳ بر مقتضات دینیہ و ضروریات شرعیہ و بعضے کتب متداولہ عربی مہارتے ہم رسانیدہ صحف۔ ۴ یعنی شہادت جنگ برادرزادہ و داد مہابت جنگ سال وفات ۱۱۶۹ھ مط ۵ صحف میں سال وفات در دہند سال اول جلوس شاہ عالم اور گلزار میں ۱۱۶۶ھ میں اسوقت یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ تین سوں میں کون سا صحیح ہے۔ دیوان فارسی ایشیا کمک سوسائٹی کلکتہ میں ہے در دہند کا اردو ساقی نام ایک زمانے میں بہت مشہور تھا۔ ۶ مرزا باقر پسر آقا مرزا۔ ایراں کی پیدائش عہد مہابت جنگ میں ہند آئے۔ مرزا باقر کن ہیں پیدا ہوئے۔ اچھے طبیب تھے اور ۱۱۸۰ھ میں زندہ ایشپزنگر نے صریحاً غلطی کی ہے، مصنف نے دو نہیں ایک مرزا باقر کا حال لکھا ہے جن کے آپ آقا مرزا ایرل میں اور جو خود کن میں پیدا ہوئے تھے۔ ۷ مرشد آباد کے مشہور طبیب جن کا ذکر کتب تاریخ میں ملتا ہے نظیر وغیرہ ۸ ضرر پد حکیم علوی خاں۔



احقر دریں تازگی ایشان رابطہٴ اخلاص پیدا کرده و بہ دریافت خوبہائے ایشان از عدم تعارف بزمان سابق تخرور و  
حق آنکہ ہر دو برادر از جملہ خوبان زمانہ اند و دو برادر بزرگ این اخوین نیز در اوصاف جمیل .. از جملہ متنازین این زمان  
اند و مرزا باقر گاہ گاہے فکر شعری کند کم و خوب سے گوید و منہ۔

۱۱ (علی ابراہیم خاں خلیل) جد مادرش ملا محمد نصیر از جملہ فضلاء عصر خویش و از تلامذہ آخوند ملا شاہ محمد شیرازی  
بود و اصل ایشان از مشابیح قریش بنی ہاشم اند کہ وارد ہندوستان شدہ از چند واسطہ بانجبا کے شیخ پورہ کہ اولاد شاہ شیب  
اند و از بعضے سادات دیہات ہم قرابت پیدا کردہ، در عظم آباد رحل اقامت انگندہ و ملا نصیر در واسط زمان محمد شاہ ...  
بجوار رحمت الہی واصل شد۔ نتیجہ در کمال خوبی کہ در حسن صلاح مواد و معاش از یکتائے رکذاء روزگار است مستحی بہ  
داؤد علی خاں مخاطب بعد لیلج و الزیارت زائر حسین خاں بر صفحہ روزگار یادگار گذاشت۔ علی ابراہیم خاں جوان نیست  
محبوب القلوب خاص و عام بحسن صورت و سیرت آراستہ و بصفات امانت و حفظ العینب۔ پیراستہ پاس حقوق  
محبت و آشنائی را باقصی المراتب در زیدہ اکثر اوقات خود را زیادہ از مقدور صرف احباب و اخلا دار دو مزاجش در کمال  
فتوت و ہمت و نہایت مرتبہ محبت و غیرت واقع شدہ است کہ پیر و جوان ایشان را از خوبان نشال مے دہند۔ فقیر را ربط  
خاصست با ایشان و محبت (کذا) نیز نسبت بہ فقیر بر تہ تم است۔ شعر را خوب مے فہم و کنہہ معانی اشعار چنان چہ باید رسید  
خط را زیبا و نہ (نثر؟) را خوب مے نویسد۔ درینولا متوجہ نوشتن تذکرہ شدہ است احوال ہر یکے از شعرا بر سبیل توضیح  
و اشعار انہا را بطریق تفصیل نوشتہ۔ خدا کند کہ با تمام رسد کہ بہترین تذکرہ ہائے متاخرین فواید بود و شوق طبابت نیز بر تہ  
تمام دارد و حدت ذہنش در ان باب خیلے درست واقع شدہ و بعضے از اشعار کہ رسیدہ بود نوشتہ شد وہی ہذا۔

۱۲ (میر تقی حالت) جوانی بود مہذب الاخلاق و از تازہ گویان مردم ہند کہ نسبت مصاہرت با عقیدت مند خاں  
ولدا میر خاں صوبہ دار کابل داشت و قبل ازین بدو سال بجوار رحمت الہی واصل شد۔

بغیر دل کہ بن یار مے تواند شد کہ یار این ہمہ آزار مے تواند شد

۱ خلیل کے علاوہ اور تخلص بھی ہے لیکن ڈاکٹر عبدالحق نے مقدمہ گلشن ہند میں جو علی تخلص لکھا ہے اس کی کوئی سند میری نظر سے  
نہیں گذری ۲ جد ادیش ہونا چاہئے ۳ محمد نصیر کا حال سیر میں ہے اور ان کے ایک بیٹے کی بیاض میں ان کا سال وفات  
بھی میں نے دیکھا ہے مگر یہ بیاض اس وقت پیش نظر نہیں ۴ شاعر بھی تھے غالباً حمزین نے ان کا ذکر کیا ہے ۵ ضلع مونگیر  
۶ سیر المتاخرین میں ان کا حال ہے۔ ۷ داماد عقیدت مند خاں صحف۔ ۸ صحف میں مرقوم ہے کہ نہال نامی  
ایک رصاص پر عاشق تھے جسے سراج الدولہ نے زبردستی رصاصان سرکار میں داخل کر دیا۔ غم جبرئیل مدقوق و سلول ہو کر گر گئے۔



۱۳ (مرشد قلی خاں) رستم جنگ، مخمور، از مردم سورت بود و نسبت مصاہرت باشجاع الدولہ ناظم بنگالہ داشت و از قبل او بریاست بلدہ اودیشہ سے پرداخت، تا بعد فوت شجاع الدولہ و تسلط مہابت جنگ مرحوم در بنگالہ بعد محار بہ با مرحوم.. ہزیمت یافتہ راہ دکن گرفت و.. نزد آصف جاہ باعتبار مناسبت شاعری با عزاز بسرے برد و بعد فوت آصف جاہ پچند سال و دلیت حیات سپرد۔ از پختہ گویاں زمان خویش بود۔

۱۴ (واجد، مخاطب بہ فخر التجار) آبایش از مردم خطہ جنت نظیر بودہ اند و خودش در عظیم آباد تولد یافتہ، مزاجش در کال علو و نہایت مرتبہ غیرت و حمیت واقع شدہ۔ از اختیار زمان خود است و اگرچہ اتباع بہ آباشیوہ تجارت اختیار کردہ لیکن بہ مناسبت اسمی فی الواقع کہ فخر تجارت است و مناعت و متانت و انامارت اکثرے از امرائے حال باج و خواہد بعضے از اشارش کہ با سماع رسیدہ نوشتہ سے شود..

آفتاب از گرم مہر بہا جہا نگیر است و من  
با خموشی جذب دہا کار تصویر است و من  
بر فغان و شیون مایح کس رحمے نکرد  
نالہ بے حاصلے در کار زنجیر است و من

۱۵ (رضی قلی خاں فراق) جوانیست مہذب بہ اخلاق ستورہ و مودب تضعات محمودہ۔ در زمان فردوس آرام گاہ در مرگہ منگ باشیاں منگ بود و اواخر سلطنت احمد شاہ وارد بنگالہ شدہ باعتبار شمول الطاف.. مہابت جنگ مرحوم.. توقف اختیار نمود والی الال کہ سنہ ہزار و صد و ہشتاد باشد و میدان سنوری جلوہ گراست۔

۱۶ (اشرف علی خاں، فغان) جدادش از قوم آنکنہ بودند و جدش مصطفیٰ قلی خاں خدمت دیوانی در سرکار محمد اعظم شاہ... داشت و کوکہ خاں نسبت رضاع با احمد شاہ.. دارد و از ان گویا نسبت و خیلے خوش طبع و ظریف واقع شدہ چنانچہ

۱ ظاہر کشمیر مراد ہے ۲ منط میں ہے کہ فخر التجار نے سراج الدولہ سے کہا تھا کہ کلکتہ پر قبضہ ہوا تو دو کروڑ روپے ملیں گے  
۳ منگ ترکی میں... ۱۔ منگ باشی = ہزاری ایک فوجی عہدہ۔ ف میں ہے کہ فراق عہد محمد شاہ میں دلی منشی تھا۔ میرا خیال ہے کہ منگ باشی یہ ہے: اور منشی غلط۔ قائم نے بھی انہیں "از طرا زمان توپ خانہ بادشاہی" لکھا ہے د مخزن نکات مہا، مصنف مظفر نامہ نے واقعات ۱۱۸۲ھ کے ساتھ لکھا ہے۔ از عمال ان بہار مثل رضی قلی خاں شخصے کہ اگر تمام ہند مثل او بگویند بہر سیدن مشکل و قاتلش در خدمت او حکم نوکر پیدا کردن باید فخر کند۔ در قید و حبس و شکنجہ و تعذیب ناحق مسافر راہ عدم گرویدہ در ق ۱۰۵  
گلزار میں ہے کہ "بنا بر باقی زر سرکار بقید مہلا جہ شباب رائے افتادہ انتقال نمودہ فراق ناری اردو دونوں کہتے تھے، لیکن اردو ہو خواہ فارسی ان کا بہت کم کلام موجود ہے۔ ۲ سیر المتاخرین میں ایرج خاں کے والد کا نام اکبر قلی خاں لکھا ہے۔ ایرج خاں فغان کے چچا تھے۔ اور ان کی ایک بیٹی سراج الدولہ کی بیہتابی بی تھی۔



در عالم ظرافت در ہجو مرزا مصطفیٰ قلی عمویٰ خوش ربا عی بوق گفتہ

شوم است و بقول مردمان کناس است  
بوم است و زدید نش چہا نرایا اس است  
بدخواہ برادر و برادر زادہ  
ابن عم شتر کینہ بنی عباس است  
منظور کیست بے تو تمنائے زندگی  
من زندہ ام بہ ہجر تو اے وائے زندگی  
از بیم ہجر یاد و صالشی نئے کنسم  
بیمار مرگ را چہ تمنائے زندگی

۱۷ (نواب سید الملک اسد اللہ خاں غالب جنگ، غالب، ازاجلہ، سادات و دانش مند) کذا کامل الصفات  
است مجا و جود انواع فضائل و کمالات و نہایت مدع و تقویٰ در فن طبابت قدرت و در .. شاعری بہرہ وافی دارو۔  
از مفتعات روزگار است و ہمیشہ معزز و مکرم بودہ و تا تحریر این اوراق کہ سنہ ہزار و صد و ہشتاد و ہشتاد با شد ساحت مرشد آباد  
از فیض مقدم .. او محسود اکثر بلاد ہندوستانست، و فقیر بیشتر اوقات بخدمت ایشان رسیدہ بقدر استعداد مستفید می گردد۔  
۱۸ حکیم محمد شفیع خاں، فروغ از مردم شیراز است و فروغ او صاف حمیدہ و اخلاق ستودہ اش فیما بخش  
و ہما می شود، مدتی در شیراز بامر طبابت پرداختہ و دریں شیوہ استاد فن خود بودہ، بعد و در ہندوستان در زمرہ  
اطباء شاہی منسلک گشت و بامراے ہند اناشل برہان الملک و صفدر جنگ و شیر جنگ مربوط بود۔ قبل ازین بیست  
سال وارد بنگالہ گردیدہ .. تا حال کہ سنہ ہزار و صد و ہفتاد و سہ باشد با حکام بنگالہ بسر می برد و فقیر نسبت ایشان  
کمال مخالفت و مودت دارد کہ از مفتعات روزگار است

چو شیطان از دے بیرون رود جائے قدر گدو شود بت خان چوں خالی زبت مسجد بنا گردد

۱۹ حاجی احمد علی، قیامت، عم علی ابراہیم خاں، خلیل تخلص است، در کمال آزادگی و نہایت وارستگی بزیارت  
اکن مشرف مشرف گشتہ و اکثرے از بلاد عرب و عجم و ہند بطریق سیاحتی بنظر در آورده و درینولاد عظیم آباد منزوی گشتہ در کمال

۱ مصطفیٰ قلی خاں برادر ایرج خاں کا ذکر سیر المتاخرین اور منظوم ذریعہ میں ہے ۲ خلاصہ میں بھی غالب جنگ لیکن گلزار میں امام جنگ  
۳ طبیب کی حیثیت سے ان کی مقبولیت کا ذکر خلاصہ میں ہے۔ مظ میں ان کے بعض معالجات کا حال لکھا ہے ۴ اردو بھی کہتے تھے گلزار  
۵ خلاصہ میں ہے کہ مرشد آباد آئے ہوتے تھے کہ محمد شاہ کی موت واقع ہوئی "تثویق" مہابت جنگ سے مرشد آباد میں رہ گئے تھے سات سال  
تبل جب عمر سو کے قریب تھی دنات پائی۔ مظ میں ۱۱۱۸ھ میں ان کی عمر، سال کی بتائی ہے خلاصہ میں "یونان بسوط" کا ذکر ہے اور ایک "ترکیب  
بند و اسوننت" دیا ہے ۶ شیر جنگ برادر زادہ برہان الملک ناظم اودھ کے اگر یہ بیست ہی ہے تو سال و درود بنگالہ خلتے کے مطابق ۱۱۵۳ھ  
۷ ہجرت ہے فی میں یہ لکھا ہے کہ ۱۱۶۰ھ کے لگ بھگ بنگالہ آئے اور فی الحال کہ ۱۱۸۰ھ ہے ناظم کے دربار (۱۷۶۲ء) سے وابستہ ہیں "۱۹۱۱" خاتے  
اور ض میں اختلاف ہے بشرطیکہ خود اپنے نگرے ترجمے کی تمخیص میں غلطی نہ کی ہو۔ ۱ ملا بیشتر بھی۔



قناعت و آدمیت بسرے برد۔

۲: (سلطان مکرم، سلطان) نسبش بہ ابو الحسن پادشاہ حیدر آباد میرسد۔ عزیز زینت مربوط: مجمع اوصاف محمود۔ اکثرے از بلاد عرب و عجم رایسر کردہ و بحسن اعتقاد بزیاارت ائمہ مشرف گشتہ و بقول خودش بلازمت نادر شاہ نیز رسیدہ بود و شاہ کمال مراعات او نمودہ حکم بہ جلوسش فرمود۔ اگرچہ در میاورہ و مکالمہ کمال اخلاق دارد، لیکن در ترقیم مکاتبت رکذا، و ارسال مراسلات شیوہ سلطنت را از دست ندادہ، و با آنکہ در کمال افتقار و احتیاج اوقات بسرے برد شیوہ سلاطین فراموشی نوید و تواضع احدے از اعاواناں نئے کند۔

●● (نوائے ادب، بمبئی، اپریل ۱۹۵۱ء)

۱: 'جلوس' سے اگنیہ مراد ہے کہ نادر سلطان کو دکن کا بادشاہ بنا چاہتا تھا تو اسے سلطان کی گپ سمجھنا چاہیے۔



## تذکرہ شورش

میر غلام حسین، شورش عظیم آبادی نے شعرا اردو کا تذکرہ لکھا تھا۔ جس کا واحد نسخہ جو جون بارڈوائلیٹ کی لکٹ چکھا ہے اور جس سے اشپرنگر نے فہرست شعرا کے اردو کی تیاری میں مدد لی ہے۔ فی الحال کتب خانہ بودلین، آکسفورڈ میں موجود ہے۔ اور اس کتب خانے کے خطوط فارسی کی فہرست میں اس کا ذکر ہے۔ مرتب فہرست نے اس کا سال تالیف ۱۱۹۳ھ بتایا ہے۔ لیکن یہ ایک ضخیم تذکرہ ہے اس کی تالیف کئی سال میں ہوئی ہوگی۔ اس کی ابتدا ۱۱۸۶ھ یا اس سے کچھ قبل ہوئی تھی۔ اس لئے کہ اشرف علی خاں، خاں کوشور شس نے زندوں میں شمار کیا ہے اور ان کا سال وفات ۱۱۸۶ھ ہے۔ اس تذکرے میں مخزوں کا سال وفات بھی درج ہے جو ۱۱۸۹ھ ہے ۱۱۹۲ھ کے بعد بھی ممکن ہے کہ کچھ اضافہ کیا ہو۔ لیکن چونکہ خود شورش کا انتقال ۱۱۹۵ھ میں ہو گیا تھا۔ اس کا زیادہ موقع نہ ملا ہوگا۔ اس کی زبان فارسی ہے، جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا:

”محمد عابد دل تخلص از خاک عیش بنیاد عظیم آبادست در علم فارسی علی الخصوص در سبیت و حساب طبابت صاحب استعداد شاعر فصیح و بلیغ و رادابندی و منی یابی لیگانہ عمر کلاش گہر ز رود آئینہ در غزل گوئی و قصیدہ و مثنوی وغیرہ قدرت تمام دارد۔ الحق کہ سر حلقہ سخن دران و مقبول دل ہائے دلاں است، دیوانش قریب دو ہزار بیت خواہد بود“

علی ابراہیم خلیل نے شورش کے بارے میں گلزار ابراہیم (ص ۱۶۳) میں جو کچھ لکھ دیا ہے کہ تذکرہ در ریختہ تالیف نمود اس سے بعض اصحاب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تذکرے کی زبان اردو ہے۔ لیکن خلیل کی مراد ”در احوال شعرا“ کے ریختہ ہے۔ گلزار ابراہیم ہی میں میر حسن کے تذکرے کا ذکر بھی بجنسہ انہی الفاظ میں آیا ہے۔ یعنی در ریختہ لکھا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تذکرہ شعرا کے ریختہ کا ہے۔ میر حسن کا تذکرہ چھپا ہوا تھا،

۱۔ جون بارڈوائلیٹ کے متعلق بہارینڈا ڈیسر ڈسٹرکٹ گریٹر پونڈیچری میں مقوم ہے کہ انیسویں صدی کے اوائل میں پرنسپل کورٹ آف ایپل پٹنہ کا جج تھا۔ سول سروس سے علیحدہ ہونے کے بعد اس نے باگی پور میں مکان بنالیا تھا۔ جو ۱۸۶۳ء میں بینک آف بنگال کے قبضے میں آ گیا تھا۔ غدر کے زلزلے میں اس سے اور ڈیم ٹیلر سے جھگڑے ہوئے تھے۔ ۲۔ اشپرنگر نے کتب خانہ اودھ کی جو فہرست بنائی ہے اس میں شعرا کے اردو کی ایک فہرست بھی دکھائی ہے۔ کچھ کو تو یہ فہرست ہے، لیکن اس میں شعرا کے حالات بھی ہیں۔ اور یہ کوشش کی ہے کہ ہر شاعر کا حال اصلی ماخذوں سے لکھا جائے۔ ۳۔ زماذ قیام یورپ میں میں نے اس تذکرے کو دیکھا ہے۔ لیکن اس وقت اس کے معنی چند جزا پیش نظر ہیں۔ ۴۔ اشپرنگر ۵۔ گلزار ابراہیم ۶۔ لطف نے جو کچھ لکھا ہے وہ خود انہیں کی تصریح کے مطابق خلیل کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور جیسا کہ مرتب گلزار ابراہیم نے دکھایا ہے ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا۔ اس معاملے میں وہ ایک الگ گواہ نہیں۔ ۷۔ ص ۱۱۵



اس کی زبان فارسی ہے۔ اور آج تک کسی نے اس کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی زبان اردو ہے۔ نسخہ آکسفورڈ کی زبان کے بارے میں تو کچھ گفتگو کی گنجائش نہیں رہی، لیکن اگر کسی صاحب کا خیال ہو کہ شورش نے فارسی کے علاوہ اردو میں بھی تذکرہ لکھا ہے۔ اور خلیل نے اسی کا ذکر کیا ہے تو انہیں امور ذیل پر غور کر لینا چاہیے۔

(۱) بارہویں صدی ہجری میں فارسی کا رواج عام تھا۔ اردو کے بے سے میں بھی اگر کتابیں لکھی جاتی تھیں تو فارسی میں۔ چنانچہ دکن اور دہلی میں جتنے تذکرے تالیف ہوئے ہیں، سب کی زبان فارسی ہے۔ اگر شاردو میں کچھ کتابیں لکھی گئیں تو زیادہ تر ان لوگوں کے لیے جو فارسی سے ناواقف تھے۔ اسی لیے قدیم نثر کے جو نمونے ملتے ہیں۔ وہ یا تو کہانیاں ہیں یا مذہبی رسالے، شاعری سے متعلق کوئی کتاب اس صدی میں اردو میں نہیں لکھی گئی۔ جو لوگ شاردو سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ اتنی فارسی ضرور جانتے تھے کہ معمولی نثر کو سمجھ لیں۔ خاص طور پر بہار کو دیکھیے تو یہاں بارہویں صدی کی بھی کوئی کتاب نثر میں نہیں ملتی۔ ایک آدھ مذہبی رسالہ گیارہویں صدی کا جو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے زائد تصنیف کے متعلق اختلاف کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ شورش کا اردو میں شواہد کا تذکرہ لکھنا قیاس کے خلاف ہے۔ ۱۲۱۵ء میں لطف نے اردو میں تذکرہ تالیف کیا، تو انگریز شائقین اردو کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر اور اس کے بعد بھی مدتوں لوگ فارسی میں تذکرے لکھتے رہے۔

(۲) ۱۱۹۲ء کے بعد تذکرہ لکھنا تو خلاف قیاس ہے۔ اس لیے کہ ۱۱۹۵ء میں شورش کا انتقال ہو گیا۔ اگر اس کے قبل لکھا تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دو سرتذکرہ فارسی میں لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اہل ایران کو تو اس کی حاجت نہ تھی۔

(۳) اگر تذکرہ فارسی کے علاوہ اردو میں بھی تذکرہ لکھا ہوتا تو تذکرہ فارسی میں کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ضرور آتا۔ دونوں کتابوں کا موضوع ایک ہے۔ بعد کے تذکرے میں ظاہر ہے کہ بعض امور کو زیادہ مراحت کے ساتھ لکھا ہوتا۔ بعض اغلاط کی تصحیح کی ہوگی، لیکن تذکرہ فارسی میں تذکرہ اردو کی طرف مطلقاً اشارہ نہیں۔

(۴) اگر وہ تذکرے شورش نے لکھے ہوتے تو خلیل نے گلزار ابراہیم میں اس کا بہ مراحت ذکر کیا ہوتا۔

(۵) اردو کے تذکرے کا کوئی نسخہ کسی کتب خانے میں جس کی فہرست مطبوعہ موجود ہے، نہیں ہے، اور نہ کسی نے اسے دیکھا ہے۔ علیٰ ابراہیم کے قول کی توجیہ ہو چکی ہے۔ انہوں نے اغلاط کے انتخاب میں احتیاط نہیں کیا۔ لیکن ان کے زمانے کے اکثر مصنفوں کا یہی حال ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ یہ تذکرہ لکھا گیا تو کب۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ۱۱۶۵ء میں جہاں تک مبریٰ نظر تذکروں پر ہے۔ شورش کی کسی کتاب کا خواہ وہ کسی زبان میں ہو، یہ سال تصنیف کسی تذکرہ نگار نے نہیں دیا۔ داسی نے اپنے خطبات میں ماریہ سنہ



دیا ہے تو یہ محض سہو قلم ہے تاریخ ادبیات ہندی و ہندستانی کے مقدمے میں اس نے بہرحسب لکھ دیا ہے کہ تذکرہ عشقی اور تذکرہ شورش  
اس کی نظر سے نہیں گذرے۔ اس کی معلومات کا انحصار اشرپنگر پر ہے۔ غریب دتاسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں گذری تھی کہ شورش  
نے دو تذکرے لکھے ہیں۔ تذکرہ شورش کے بارے میں دتاسی کے قلم سے جو کچھ لکھا ہے وہ اسی نسخے کے متعلق ہے جو اشرپنگر نے دیکھا  
تھا۔ اور جو آج کل آکسفورڈ میں موجود ہے۔ اگر دتاسی کا سہو قلم ہی بنائے دعویٰ کے لیے کافی ہے۔ تو یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا  
ہے کہ شورش نے تین تذکرے لکھے ہیں۔ ایک اسی سنہ میں جو دتاسی کے خطبات میں ہے۔ ایک ۱۱۹۳ھ میں مرتب فہرست  
مخطوطات فارسی کے بیان کے مطابق اور تیسرا ۱۲۱۵ھ میں یا اس کے بعد جیسا کہ ندیم فروری ۱۹۳۶ء کے ایک مضمون سے  
ثابت ہوتا ہے۔ مضمون نگار شاہ کمال علی کمال کا سال وفات ۱۲۱۵ھ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ستر وفات و تاریخ وفات  
... فاضل دوست... سے معلوم ہوئے اور انہوں نے تذکرہ شورش (میر غلام حسین شورش) کا حوالہ دیا۔

جس تذکرے میں ۱۲۱۵ھ کا واقعہ درج ہو ظاہر ہے کہ وہ ۱۱۶۵ھ یا ۱۱۹۳ھ کی تالیف تو ہو نہیں سکتا۔ تذکرہ شورش  
پر کیا موقوف ہے، میر حسن کے متعلق یہ دعویٰ کرنے سے کون مانع ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں ایک تذکرہ اردو میں بھی لکھا تھا اور عشقی  
عظیم آبادی کیوں فراموش کیے جائیں جن کا تذکرہ بہ قول مصنف شعر الہند ۱۱۱۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ جس وقت دہلی کیا دکن میں بھی  
کسی کو شعرا کے رخنہ کا تذکرہ لکھنے کا خیال نہ آیا تھا۔

(ندیم، گیا۔ جون ۱۹۳۱ء)



## خاتمہ خلاصۃ الافکار

میرزا ابوظالب کے والد ایمان سے ہندوستان آئے تھے، مگر یہ خود لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ان کا سال ولادت ۱۱۶۶ھ ہے۔ ابتدا سے ۱۲۰۷ھ تک کے حالات جو خود میرزا کے قلم سے نکلے ہیں، خاتمہ خلاصۃ الافکار میں موجود ہیں۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ سیر یورپ ہے اور ان کا سفر نامہ جس کا نام سیر طالبی ہے چھپ بھی گیا ہے۔ میرزا کی وفات اجیسا کہ ہیل نے مفتاح التواریخ میں لکھا ہے ۱۲۳۱ھ ہے۔

میرزا نے سیر طالبی کے علاوہ دیگر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک خلاصۃ الافکار ہے۔ یہ فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے اور اس کا سال آغاز و انجام علی الترتیب ۱۱۷۷ھ اور ۱۲۰۷ھ ہے۔ اس کتاب کا جو نسخہ کتب خانہ مشرقیہ ٹینہ میں ہے، اس کی وہ عبارت جس سے کاتب کا نام اور سال کتابت معلوم ہو سکتا تھا کسی نے اس طرح کاٹ دی ہے کہ بالکل پڑھی نہیں جاتی۔ تصانیف کی ہر بانی سے کچھ اور عبارتوں کا بھی یہی حال ہے۔ میرا قیاس ہے کہ کتب خانہ مشرقیہ کے نسخے کا قریبی تعلق مصنفت سے رہا ہے اور مصنفت کے کلام میں تو ۱۲۰۷ھ کے بعد بھی صریحاً اضافہ ہوا ہے۔ اس قسم کے اشعار بالکل آخر میں ہیں۔

خلاصۃ الافکار کے خاتمے کا آغاز عبارت ذیلی سے ہوتا ہے: ”خاتمہ در ذکر مجملے از احوال این کہ میں و ترجمہ چند نفر از معارف زماں کہ طبع در فشاں (یا در خشاں) شاں بہ نظم سخن آشناست و حقاً در کتابیں اضعف العباد در آمد...“

خاتمے میں بہ مثمول مصنفت ۲۳ شاعروں کے تراجم اور منتخب اشعار ہیں۔ منعم کی بی بی جو گل تخلص کرتی تھیں اور جو اردو فارسی دونوں میں شعر کہتی تھیں، ان میں شامل ہیں، ان کا ذکر ان کے شوہر کے ترجمے میں ضمناً آیا ہے۔ میرزا نے ان شعرا کے بھی جو ذولسائین تھے صرف فارسی اشعار دیے ہیں، مگر مجمل اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، جن کے صرف اردو شعر مندرج ہیں۔ خاتمے میں معاصرین سے متعلق کچھ قیمتی اطلاعات ہیں، اور کچھ تاریخی

ہو میرزا نے ایک تاریخ نگار کی ہے جس کا انگریزی ترجمہ جمع ہو چکا ہے۔ میرزا کے ایک قصے سے تفسیح نولین کا سنہ تصنیف (۱۲۱۰ھ) معلوم ہوتا ہے، عجیب نہیں یہ انھیں کی تصنیف ہو۔



واقعات پر کبھی روشنی پڑتا ہے۔ ذیل میں خلاصتہ الافکار کا خاکہ نقل کیا جاتا ہے، مگر فضیول الفاظ زیادہ تر خارج کر دیے گئے ہیں، اور یہی حال اشعار کا ہی تراجم شعرا کے بعد جو چند رسائل مختلف علوم پر ہیں، ان کا پیش کرنا بھی غیر ضروری سمجھا گیا ہے۔ مشتبہ الفاظ کے بعد میں نے لفظ کذا تو سین کے اندر دیا ہے، مگر اس کا التزام نہیں:

(۱) اول و اقدم آں جماعت میر محمد حسین مرحوم است کہ چشم کو اکب .. نظیر ادب و نجاب ندیدہ۔ خاطر عدق نظرش نمونہ بود از آب خزاں دکذا، و طبع شگفتہ آزادش چون باد بہار شکب بیزو گل فشاں۔ مولدہ۔ ۱۰۰۰ شہر اودہ است۔ بنا بر کمال ذہن و ذکاوت در آغاز شباب از علم عربیت و دقائق زبان فارسی و طب و علوم ریاضی و طبیعی و الہی بہرہ آلا کلام برداشتہ، بہ سیاحت عالم و اختلاط یا بہر طائفہ از عرب و عجم الی گروید و چنانچہ ازین آیات کہ در ثنوی ساقی نامہ وصف الحال خود گفتمے پوئند:

بے در دفاتر نمودم نگاہ	گذر ختم بسی سال صد سالہ راہ
ریاضی طبیعی زبر کردہ ام	کنوں جملہ را دور سر کردہ ام
بگرد جانے نمودم سفر	باقصائے افرنجہ کردم گذر
بہ بطحا و یثرب فتادم نیاز	گر ختم بجائ پیش راہ حجاز
ز اسکندریہ بہ مصر آدم	چو یوسف در آل شہر شہرہ شدم
دوسالے ز عمرم بدریا گذشت	عجائب بے در تماش گذشت
ز دریا عبورم فتاد از فرنگ	باز من جنوبی و اقصائے زنگ
ز عرض حسابے اگر بر نہی	بیاید بے ہنج دیگر نہی
مرا زادہ بوم است بند دستان	پدر را وطن بود در اصفہان
ز بنگالہ سوے دکن آدم	مرض خیز خیزم کند تا عدم
زہ بخوریم دل کنوں خستہ شد	نشتم کہ پائے سفر بستہ شد
ہاں بہ سفر سوئے بالا کنم	در اقلیم روحانیاں جا کنم

بالآخرہ در عین اشتداد بیماری از دکن بہ بنگالہ معاودت کردا، پیشوق خانہ خود بطرف لکھنؤ رایت غریبت برافراخت، آدرین مرتبہ کیت را ہوار لنگی کرد۔ در شہور ۱۲۰۰ھ .. ہجری متصل بہ بنارس بجوار رحمت ایزدی شافت۔ در آں وقت سنیں عمرش ہنوز از پنجاب تجاوز نہ کردہ بود و در جوار شیخ خزین کہ در حین حیات ہم اکثر صاحب ہم بودند بر آسودہ مسودہ اوراق تاریخ و فائنش را بطریق تعیہ بدیں منوال یافتہ:



ارسطوے اسلام سید حسین  
 چوپر داشت از طون دنیا تمام  
 بطور متن ز طول مرفن  
 ”ہاں بہ سفر سوے بالا کنم  
 بشد سال فوٹش ہاں بے حرج  
 دیوان آن سید عالی قدر مثل بر اکثر اقسام شعر و قریب شش ہزار بیت تدوین یافتہ ادب میں مقام قلیلے انماں مضبوط  
 گشت و تمامی اشعار آن منفقور بے تخلص است... از مثنوی موسوم بہ در المواعظ از بجا اہل حیدر آباد  
 گرفتار رنج و صراع کن  
 دگر خطہٴ حیدر آباد جا  
 عبادت کہ عین عبادت بود  
 فرو ایچند با من بہ لان  
 چو مشکے کہ باشد ہمہ پر ز بلا  
 چو کوراں نہ تاکوے معنی رہے  
 لبے بار بر روح و بر تن بود  
 خوش آندم کز این شہر رفتن بود...  
 کہ مشکل نمودے مرا زیستن  
 بہ غربت نمودہ فلک مبتلا ..  
 دریں شہر کے رسم و عادت بود  
 سراسر چو طبل تہی پر گزاف  
 تکبر شعارانِ نخوت نہاد  
 نہ از لفظ چوں گوش کر آہگے ..  
 کرمت معن بن زائدہ مادہ چشم مردم از زوائد نمودہ۔ مولد.. مشہد مقدس طوس داکم پیر۔ سید علی است کہ مطب  
 دار الشفای ام ششم... اباعن جبہ تعلق بوسے داختہ، دہرجم میر محمد تقی کہ یکے از مشائخ و علماء و خدما ساں دخر شاہ  
 طہاسب ثانی پادشاہ ایرانست، بہ نظر پیری دروے سے نگرہیستہ۔ ادا کل شباب و ابد ہندہ ساں گشت، در سناک  
 خواص رفقاے وزیر جنت مکان ابوالمنصور خان منعم گردید، و انس بے نیابت بر محمد قلی خان مرحوم ہمسایرہ،

علی ”در اقلیم .. گرفت“ کے اعداد ۱۲۱۵، حرج کے اعداد ۲۱۱ نکالیں تو ۱۲۰۴ بچتا ہے جو مطلوبہ اعداد سے ایک کم ہے۔ ۲ قصیدہ مدح نظام علی خاں کے کچھ اشعار بھی مصنف نے نقل کئے ہیں۔ میر محمد حسین نے یورپ سے واپس آنے کے بعد وارسکی علی ترقی پر ایک رسالہ لکھا تھا جو کانا اور نیل انٹی ٹیوٹ بسلی میں موجود ہے۔  
 ۲ مصنف نے تخلص نہیں دیا، مگر اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت اقلیم تھا۔ ۳ صفحہ پارہ جنگ سے مراد۔ ۵ حکمہ قلی خاں  
 شجاع الدولہ کے برادر عم زاد۔ موخر الذکر نے انھیں قتل کر یا تھا۔



باتفاق دے میگزرائیند۔ بعد شہادت آں مرحوم بنا بر رعایت حقوق اذرنات استیج الدولہ بتر نمود و رو بہ جنگال  
 آدرود در وقتتہ عالی گہر کہ در آن طرف نما کرد و فر داشت۔ بر سلیم سعوری و امارت ترقی کرد، چنانچہ ہندو اکہ ایام  
 مخاطب بہ انجب الملک سید الدولہ زمین العبابین خاں بہادر حکمت جنگ گردید۔ بعد مراجعت شاہزادہ وارد مرشد آباد  
 گشتہ، بہ مجالست امرائے ایجاد فتح الوقت نمود و بعد واقعات اب جنت آرام گاہ بہ تحریک سید مرتضیٰ خاں طباطبائی کہ ہم  
 بد و پیر بارہنزان، بعد آں مرحوم و در آنولا مختار دوست۔ اصفت الدولہ بہ شدہ بود، بار دیگر عزیمت عبور فرمود۔  
 در نیم تہ ز سرکار الہ اسے وزیر اٹا و او غیر محلات بین دو آب مع طوف و علم و امارت دکن، ریاست فوج دشمن  
 بوسے مشورتن گردید۔ بعد انقضاے مدت یک نیم سال و شہادت مختار الدولہ کہ امیر الدولہ حیدر بیگ خاں کابلی بہ  
 تغلب و حیل مدار الہام آں سرکار گشت و بنا بر امتحانے طبیعت و تعقب ملت و دیگر مواد و حشت کہ غریب آں خارجہ ریاست،  
 چون ابن علقمہ وزیر در ظاہر بطریق کفایت و باطناً بہت بر انداختن آں دو دواں۔ بل تفسیح صفار و کبار آں مملکت  
 کمر بستہ و آں مرحوم کہ از شرکائے آمد دولت، و مانع مافی الضمیر آں پرتزویر بود کارش بہ عول و تفرقہ انجمنید،  
 بنا بر اینکه حاصل بحر زماں در جنب سخاوتش و چو دنداشت بانگ مدتے برائے روزمرہ محتاج گشت و چون  
 از دام مکرر۔ و سے رہائی بنظرش نے امید غصہ گیر شدہ، شے بہ ناگہاں بہ علت فجاءت گذشت۔ سال و فاش اہیں قطعہ  
 راقم بطریق تمیہ ظاہری شود:

امیر کبیر انجب ملک عالم دکنہ	حکیم فرد مند نیکو خصال ..
شریفی کہ اندر نسب میرسد	زبرد و طرف اتنا بش بہ اہل ..
بیکبارگی علم تب رفت و آمد دکنہ	زقدانش بر شخص صحت زوال ..
پے نظم تاریخ ۱۰ ایں واقف	ہے خواہم مصرعے از خیال
کہ گلک سبک رو باداد دل	رقم زد بہ فردوس کرد انتقال

بنا بر نظر استعدادا شعاری غت آثار از طبع گہر بارش اکثر جلوہ ظہور می نمود، اما چون بہ ضبط آں نے پرداخت،  
 ہلگی تلف گردید، مگر آنچہ بخاطر ماند بود، دریں مقام بہ ثبت رسانید، و نیز از آثار طبع و قادش کتاب مفید سیست در  
 علم طب کیسای دکنہ، کہ اصل آں تصنیف براکلسوس نامی از حکمائے فرنگ است، و بزبان عربی نامانوس بودہ، انجناہ  
 آرا بفارسی ترجمہ نمودہ و مجربات و معلومات خود از طب اسکندری چیزے بر آں افزودہ نسخہ منقحہ کہ دستور العمل طبائش

۱۰ خطاب سید مرتضیٰ خاں طباطبائی۔ قتل بہ روایت صحیح ۱۱۹۰ء۔ وفات ۱۲۰۶ء۔ وغور، مادہ تاریخ۔

۱۱ بہ فردوس کرد انتقال کے اعداد ۱۱۶۶ء اول کے اعداد ۳۲۷ = ۱۱۹۰ء۔



توان دانست مرتب فرمودہ و حالاً آں کتاب در اطبائے ہند متداولست۔ در ویاجہ آں کتاب درج۔ منظر جنگ ۹  
ناظم بنگالہ این قطعہ درج است:

میط کرم خان خاناں بہادر کہ حاتم یکے بندہ کترینش ..

دو اختر بروج سعادت جہاں را دو چشم اند پور کین و مینش ..

و این قطعہ در تاریخ تولد فرزندان محمد قلی خاں مرحوم پچوں دو فرزند توام زادہ بودند، بعد تاریخ ہم توام است،

و این صنعت شاید از مخترعات آں والا قدر باشد، اصل قطعہ طولانی و بسیار غرا بود اما چون بخاطر نبودا بہ چند بیت  
اکتفا کردہ شد۔

داد دآب بہ توآب بزرگ دو گرامی گہر سندخ و راد

میزرا محسن و مرزا جعفر نیزین فلک استعداد ..

بہر تاریخ ولادت حکمت کردہ یک جازد و نصف اعداد

یافت یک مصرع موزوں زخرد نخل دولت دو شتر توام داد

در تولد فرزند خویش کہ حالاً ابا بر اور کلان خود میر مبارک علی خاں در لکھنؤ است .. جوان شدہ این قبیلہ

تاریخ فرمودہ:

داد فرزندے دگر پرور دگار کز وجودش خاطر احقر شگفت

سال میلادش خرد گفتم بہ طنز بازار تو یک گل دیگر شگفت

این رباعی در فوت آقا مومن .. کہ دارد غدا پدر چہی خانہ اش در .. نخل و کج خلقی موصوت بہ پدیرہ گنتہ ..

بجو: آں مومن کا فر لیسم کند گردیدہ سقط ہم چو خر بندہ

دنیا ز کثافتش چو شد پاک شدند از مردن او جمع کثیرے زندہ

ہزل: دہند کہ نیست عیب جز بے چیزے دولت منداست ہر فساد انگیزے

ایجا ست کہ معتبر بود قر مساق کس ہنراست قجگی و ہیزی

(۳) دیگر نواب یہ الملک اسد اللہ خاں بہادر غالب جنگ است و آں امیر صافی، ضمیر .. غالب تخلص می فرمود۔

و ابا عن جد از منصب داران دار السلطنت و سادات ہارہ بود۔ در اواسط عمر بہ نیت حج اسلام و احراز زیارت عبات

۹ منظر جنگ ناظم نہیں ناظم تھے۔ یا نخل .. داد کے اعداد ۲۳۲۶-۱ سے دوسے تقسیم کرنے سے ۱۱۶۳ حاصل  
ہو گا دیہی سنہء مطلوب ۶-۱۱ ہاز .. شگفت ۱۱۸۸ -



سعادت التزام سفر کردہ، بدیں وسیلہ اکثر بلاد عرب و ایران را بنظر امان در آورد۔ بعد وصول بچغت بلخ رسالت  
 بہ بنگالہ نامور شدہ، چون ہمد آں ایام ہرج و مرج در وہلی و فوت محمد شاد دست داد بہ تشویق مہابت جنگ۔ در  
 مرشد آباد سکونت اختیار کرد۔ بنا بر فضیلت تقوی و دینداری خورد کلاں را بخدمتش ارادت ہم رسید و بہ تقریب مہابت  
 و انفاست عیسوی کا شانہ اش مزج امر و خوانین و خواتین ہم گردید۔ باوجود آنکہ بعد از آنکہ زمانے فترات پے در پے  
 شامل حال آں دیار گشت، اما بہ قوانین تعظیم آنجناب فتور سے راہ نیافت، باوصف کثرت مریدان از احدی توفیق  
 نداشت، یہاں محافل قلیل جاگیر خودتتاعت داشت، بلکہ بیشتر از آں ہم در اتفاق ارباب حاجت صرف می نمود و ایں امور ہم  
 چنان مستمر بود تا اینکه شش ہفت سال قبل از تحریر ایں اوراق در سن قرب بعد بر حمت سرد و اصل گشت و بعد فوت دے  
 اکثر ضعف و ارباب کمال بکس گشتہ بیکارگی قافلہ فیض و سعادت از آں بلدہ رخت اقامت بر بست۔ مشاعر آں بلدہ اکثر  
 در خانہ اش مجتمع می شدند۔ دیوان بسوط از سخنان آں بزرگ مرتب گشتہ اما در حسین تحریر و بجز ترکیب بند و اسونختہ  
 در نظر نبود۔ :

من نہ آنم کہ ز بیداد تو نالاں باشم      ہر جفا یکہ کنی بندہ احساں باشم  
 لالہ ساں گر ہمہ تن زخم نایاں باشم      لب شمشیر ترا بوسم و خنداں باشم  
 یک کو طاقت ہم بزم رقیبت دیدن      مست از ساغر صہبای فریبت دیدن  
 (۴) دیگر عمد بر بان علی خاں سلمہ .. خاتم رشید غفران آب نواب محمد عزالدین خاںست کہ ماثر فرخندہ اش در  
 حین تسلط افغانہ فرخ آباد از حمایت اموال و نفوس شہریاں و با عدم خزینہ و سپاہ مقہور نمودن آں دیو سیرتاں در عویہ  
 لکنیہ دہل تمام ہندوستان شہور است۔ نولدہ شریفش در۔ لکنیہ۔ پور شرفش سببش اگرچہ بہ فاروق اعظم میرسد  
 اما وے تو لایہ اہل بیت .. کردہ خلق خوشش دہائے فسر دہ دوتاں را کارسیم ہمانی کند و روئے کشدہ اش ہمزہ ابو  
 فرح و سرور بر روس روزگار یاراں می کشاید۔ در حالت تحریر سن شریفش قرب پنجاہ خواہد بود ہم در لکنیہ بہ عزت و احترام  
 زندگی می فرماید و از نہایت غیرت کتر از خانہ بر آمدہ ہیں رہین تخلص می نماید،  
 نہ دیگر فرزندین مرزا محمد فخر علیاں اصل ایشان از۔ نظر است۔ جد اعلایش آقا عبد الرحیم بہ ہمد علی مرداں خان ..

۱۲ لفظ وصول کاٹ دیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کا ہل کیا ہونا چاہیے۔

۱۳ خوانین، حاشیے میں ظاہر بدل، نہیں اصناف۔

۱۴ اس وقت تک لفظ واسوخت اصطلاحی معنی میں کثیر الاستعمال نہ تھا، مگر مرزا سے پیشتر آرزو کے یہاں آچکا ہے و مجھے ان کا

۱۵ رہین کے قلم تاریخ سے جو سفینہ بندی میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۰ برس کی عمر پانچاں اور ۳۰ سالہ عیسیٰ انتقال کیا۔



بہند آمدہ و بافرزند ارجمند.. آقا عبد الکریم کہ.. در آن سفر فریقیدر خود و با دختر مرزا قاسم کاہی کہ ذکرش.. گذشت کہ خدا شدہ بود، در یافت نواب معظم الیہ بہ عزت و اعتبار عمر عزیز بہر بردہ، در حینیکہ صوبہ داری کشمیر بہر ابراہیم علی خاں بن علی مراد خان تعلق داشت از بطن آرمستورہ ولادت آقا محمد اشرف بہ والدہ میرزا بہ دست داد و تولد خود میرزا در.. شاہ جمال آباد، از سفر کا آثار بر بند و صلاح و شوق کلام موزوں، ظاہر شدہ بہ عقیل مزوریات، کفن از صرف و نحو و عدد و بیان و تیسرے کا نام بلقا و دانش و رہا پرداخت و بہر روئیہ.. نظیری بنائے سخن گلاشتہ، مرزا اعظیماے اصفہانی اکسیر تخلص را در آن کار مشیر خود را تا یکہ رفتہ رفتہ در سحر طرازی علم دیے از کمال سخنوراں عالم شدہ۔ در نیولا کہ سال ہجری بہ ہزار دو ہند و شش و سن شریفش قریب بہ شصت رسیدہ بہ سلامت و عافیت در.. لکنؤ در گوشتہ قناعت منور نیست، او با برمت بلند در حاجت ہی بروئے اہل آن شہر بستہ، بہ ہنگی بہت مہر و اندر خشن سراپاے اخردیست۔ دریں غرض مدت دیوانے، سو غار شرفش فراہم آندا از آن جملہ چند شعر درینجا قلمی گشت۔

(۶) دیگر سیادت و بخلات بقبت میر قمر الدین.. سنت کہ کھا شہ ماے معین را از صفاد عادت انداختہ و نراکت و رنگینی سخنش دست مشاطہ بہادر را بر پشت بستہ۔ نسب سائش بہ چہار دہ واسطہ بہ سید جلال الدین بن سید عینہ نیردی کہ احوالش مسلسل در تذکرہ کا شہی مضبوط است سے پیوند و بہ تقریب قرابت پیوند ہا تر بیت در خانہ ان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و پیش کن در حدت میر.. فقیر یافتہ۔ ارتباط طریقت را بہ فخر العارفین مولوی فخر الدین قدس سرہی رسانہ۔ در ۱۱۱۰ھ.. ہجری بہ سبب ویرانی دارالخلافہ دار لکنؤ گشتہ بنا بر تقادی میر عمہ حسین مرحوم، سکہ تمام عیار سخنش رواج بازار گوش سنو و کسیر یافت و ہم بہ آوہ آں سید عالی قدر توکل بہ صاحب والامناقب مسٹر جانس بہادر سلمہ.. کہ در جماعت فرنگ یگانہ بنا بر شوق کتاب فضائل قدر دان ہروران زمانہ است، بہم رسانیدہ بہ سفر بنگالہ و دھن پرداخت و ہمدار آن آواں بدرخواست گورنر عماد الدولہ مسترین از پیش گاہ نظامت جنگ بہ خطاب با استحقاق ملک الشعرائے غالب گردید۔ در نیولا در لکنؤ بسر میردو مانند حامی اشرف آندا

۱۶ کاہی نے بڑی طویل عمر پائی تھی رد اکبر کے عہد میں مرا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی لڑکی کسی کی ماں کاں ہو؟ یہ بات تو بالکل جھوٹ ہے یا دختر سے کوئی ایسی لڑکی مراد ہے جس کا سلسلہ نسب کاہی تک پہنچتا ہو۔

یہا بخت نے اپنی ٹٹوی اسرار بخت دست پیو جو نس کی فرمائش سے لگی تھی جیسا کہ خدا اس ٹٹوی کے ابتدائی اشارے سے ثابت ہے تیبات سودا کے بین قلمی نسخوں میں ایک قصیدہ بھی جو نس کا مد میں ہے۔ ۱۸ دارن بسینگز سے مراد ہے۔ معنی کی ایک غزل میں بھی جس کی ردیف 'بجیں' ہے 'ہشیں' آئیں میں وغیرہ کا قافیہ آیا ہے۔



پرتگالی سزے پر شب و شب روزے آرد۔ از ثنوی و قصائد و غزلیات وغیرہ تخیلاً بقدر مدہزار بیت از خامہ پیش رخت  
پشرازاں جملہ چند شعر کہ، بخاطر بود، مسطور شد۔

(۷) دیگر میرزین العابدین کرانی تخلص یار سے بود دل نواز و رفیق می نمود مونس و غم گداز۔ از نہایت لطیف بیان و  
شوخی طبع قرین و پراغم و ہم ہرگز بدل راہ نئے یافت و در فن صحبت آن قدر پربانیہ بود کہ با وجود صحبت سالہا بیکو از نظائف و  
حکایت ہرگز نہ پڑا نہت در او آخر فردوس آرام <sup>۱۹</sup> و ارد دارا کھلانہ گشتہ در رفتائے وزیر الملک صفدر جنگ۔ مسلک گدیوہ  
بعد توغ جنگ شکست کہ مصدر خدمت عظیمی گشتہ فرخورد آن نوازش نیافتہ بود بلوں شدہ قاسد بھگالہ و بر رفاقت محمد تقی خاں کوزہ  
کنانی و دیگر امرائے آن طرف مدتها در ذات گذر ایند و در عہد اختیار تختہ الدولہ۔ بتقریب تجارت وارد صوبہ گشت و رعایت  
ستونی یافتہ در لکھنؤ بود تا بر حکمت حق پیوست۔ تاریخ فوتش ازیں قلم اراقم پوضوح سے پیوندد:

.. چون تخلص داشت ہجری بہ تاریخ وفات دل فغان برداشت ہجری ہجرت از یاراں نمود <sup>۲۲</sup>

اں مرحوم غیر از یک پسرے چھول معلوم کئے دیگر نداشت کہ در آخر ایام حیات بنا بر۔ امید تربیت بدقتہ سے از اقربائے  
سالار جنگ مرحوم نامزدش کردہ بود اں بابر خلفت معمول غیرت اور طفل دیدہ دست بہ اسباب او دراز کرد و بدو بہ اپن  
ہم گفتا کہ وہ آں بیچارہ را کہ در حیات حکم اسوات داشت بود اندک مدتے مسوم نمودند۔ دیوان اں مرحوم کہ متنہن پنج ہشتاد  
ہزار بیت مرتب و بہوز نسخہ و از اں برداشتہ شدہ بود، دریں وقائع تخلص گشت، و ایں اشعار کہ درین مسطور میگرد و دستے ازیں  
حیران آل دیوان نقل برداشتہ بود۔

ارصفت نے جو اشعار دیے ہیں ان میں آصف الدولہ کی مدح کے اشعار اور ان کے تخلص کا قصہ و تاریخ بھی ہے  
جس کی بیت آخر یہ ہے:

جستم نہ خود چو سال تا و بخشش گفت این خانہ بر آں جناب میمول آباد

اس کے ساتھ کوفی ہندسہ نہیں، مگر مصرع آخر سے ۱۱۸۰ نکلتے ہے، اور آصف الدولہ کی سنہ نشینی اس کے ۸ سال بعد  
ہوئی ہے۔ اشعار استجابی میں ایک، مرثیہ بھی ہے جس کا مصرع اول یہ ہے: اے نور دل و چراغ دیدہ (۱۹)۔

(۸) دیگر مرزا محیط الدین خان است از اشراف مشہد مقدس اور عقل و ادب و رسائی امور دنیا بے نظیر، می نماید و <sup>۲۳</sup>

۱۹ مراد از محمد شاہ جن کی وفات ۱۱۷۳ میں ہوئی۔ صفدر جنگ ان کی وفات کے بعد وزیر ہوئے۔ ۲۰ صفدر جنگ نے جو شکست  
بگش سے کھانی تھی اس کی طرت اشارہ۔ ۲۱ مراد از اودھ ۲۲ ہجری.. نمود = ۱۱۹۶۔ ۲۳ مقطعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ  
تخلص محیط تھا۔



ہاں کہ در سنوات قبل در خدمت .. تجار الدولہ .. و در بعد نیابت مختار الدولہ دریں سرکار ہم نشا در اعتبار و حسن خدمات گردیدہ  
 بالفعل در کنج عزلت .. با کمال تکدر بسر می برد ہر چند چرخ کج باز اکثر اوقات و ہمہ جا بانیکاں شعاریہ بازی داشتہ اما پختہ شہو  
 می شود و در .. ہندستان یک بارگی کاسہ بر صوفیان اسلام سیمای غیب الوطنان در دآشام شکستہ .. حاصل مرزا ..  
 اگرچہ از اعزہ سپاہست اما بنا بر موزونی طبع گاہ گاہ فکر شعری فریاد و سخنانش شاید مدون شدہ، از ان جملہ دو غزل کہ  
 بخاطر بود دریں اوراق ثبت کردہ آمد ..

مچھا آں قطرہ ام را آشنائی بود بادریا حجاب آساید و شش موج دادم خانان خود ..

صدت سینہ ما چون دل بیتاب محیط از سحاب کرم خویش پُر از گوہر کن

(۹) دیگر مرزا محمد بخش . آفتاب .. قوت بازوے نظمش فارسیاں مطرح رزمیہ را از مرکب قلم پیادہ ساختہ عمل سے

از ترکان بر لاسی چستان صحرائیں اویا قات پختہ است . ایس مسطور بہ سبب تسلط خوانین از نیک جلا سے دین داوا  
 عہد اکبری در .. ہندستان سکون گزیدہ مرچوں جمیل بیگ نامی از اولاد حارث بیگ در آنوقت سرگروہاں جماعت بود،  
 بیگی آکوس بقب حارث معدت .. گردیدند . از شاہیر انگرہ کے محمد قادیگ مخاطب بدیانت خانست کہ ادا خرم ہند  
 اورنگ زیب بدیوانی صوبہ ہائے دکن می پرداخت . ہومی الیہ کہ بعد اداری آشوبست بطراز انواع فضل و ہنر مطز می نمود  
 و علاوہ علوم اسلامی پایہ از فنون بیدندی و سفر فرنگستان کردہ . بر سخ از علوم لطیفی (کذا) و یونانی نیز تحصیل کردہ بود . دیگر  
 محمد غیاث بیگ حیرت تخلص برادر زادہ قسور کذا، خان مشہور و مرزا محمد حارثی کہ از علمائے معروف عہد شاہیست ،  
 پیر و خال محمد بخش از ان جملہ ہستند و خود در شاہجہاں آباد تو لدیانہ مہتادہ رنقائے سپاہی پیشہ، اعتماد الدولہ قمر الدین  
 خاں .. داواناد عظامش اسلاک داشت و بہ نینن سپاہگری و آداب فرودست بہارت ظاہری ساخت . در اکثر جنگ ہائے  
 ابدالی غیرہ کہ در نوان دلی و اہلبور بعد نفع سلطنت دست دادہ شریک .. بود و تہتے سردنتر نشیان عماد الملک وزیر  
 ماندہ پس انان در لکھنؤ بہ نقل کتابت و فکر شکر گزران وقت ہمے نمود . در ۹۹۰ھ .. ہجری بحالت افلاس روانہ و عدہ گاہ  
 خویش گردید . کلیاتش بقدر پختہ ہزار بیت از ان جملہ شہوئی . فتوحات شام کہ طرفائے لکھنؤ خالد نامہ اشین یانا نند، بگمان  
 الزام و شکست .. دوسی . در سلک نظم کشیدہ و بہ مبادرت آن جرأت قبیح وقاحت صریح حقیقتہ خود را تشہیر خاص  
 و عام گردایندہ . بہا بر شدت تعصبش اکثر مردم ازوے بہ نیر بخش تعبیری نمودند و این مقیر را در باب رعایت دے کہ بہا نظر  
 استحقاق نہر سے یافت ماست می کردند چنانچہ یکے از نظرات تاریخ فوتش با پس طریق ضبط نمودہ :



آشوب کہ از سلسلہ حارثیاں بود از اور رفتارخت اقامت بہ شہر برد  
تاریخ سقط گشتن او از دل ہشیار پیر خسروم گفت 'سگِ خار جیاں مرد  
دریں مقام قدرے اشعار منتخب از تصیّدہ۔ 'فلک آشوب' وثنوی مذکورہ کہ تیر روی (کننا) ترکش کیمیا شہرت  
آوردہ شد۔۔

از علی مرتضیٰ خوشخواہ عثمان شہید  
کہہ باغوائے تو گردد عاشق آں زاینہ  
گاہ بسبب چوں حسن زالماس بیدادت شہید  
کہہ ام چوں حسین آں دوّ می سبط رسول  
اختہ کا کائے بر بی بی گائے از بس انگری  
اختہ ہا بر مادیانہا جتہ بے بیم و ہراس  
مضمحل پیرے و ایوس از امید سلطنت  
ہر طرف موشک دو اینہا کتہ از روی  
چوں شود مستول شامت ہائے حق نشاختر  
گاہ در کلکتہ و بنگالہ قوم انگریز  
باسراج الدولہ دایرن دگر قاسم علی  
عائبت فراب عالی جاد بے جنگ و جدال  
ہم چو او بعد لقب انہم ز توپ انگریز  
بعد بس آوارگی و خسارہ ویرانی دگر  
یعنی از ہر جا شہر ایوس امداد و کمک

ابن بونفیان برا انگیزی بیدان و غا  
رو بہے چوں ابن بلجم قاتل شیر خدا  
از شقادت مندی اسمائے پُر مکرو دغا  
خاس آل عبسا گرد شہید کر بنا۔  
زعفران سائل کند بے دستہ شہوت از ماد کنہ  
بے تکلف مادیانہا فرش زیر استہ  
بر کشی از گوشہ زندان و سازز بادشا  
تا ز چنگ نوجوان شیرے شود شاید رہا  
باعناد الملک ناحق دعوت درخوں ہسا  
سرفراز و از تسلط ملک گیری رالوا  
دادہ رود در صلح در پیکار شان بس ماجرا  
آورد سوے شجاع الدولہ روے التجا  
در ہر بیت روے بر تابد نہ میدان و غا  
بخت و اقبالش شود تا کوے دولت رہنا  
با حریفان جوان مرد آورد روے رجا

۲۳ سگ خار جیاں مرد = ۱۱۸۹، دل ہشیار یعنی کا عدد = ۱۱۹۹۔ آشوب کو خارجی کہنا علم ہے۔ خارجی حضرت علی  
کو شیر خدا کہی نہ ہے گا۔ آشوب کے خاندانی حالات میں مصنف نے کچھ مشتبہ باتیں لکھی ہیں، ان کی طرف کبھی  
اور توجہ کی جائے گی۔ ۲۵ از علی مرتضیٰ الخیرے چوں شکایت الختمک کل اشعار تصیّدہ 'فلک آشوب' کے ہیں، جن میں آسمان سے  
خطا بسببے جا بجا مختلف عنوانات ہیں۔ اختہ کا کائے کتہ الختمک عنوان: "از وقائع تیموریہ ہند" اختہ کا کائے کتہ میں جادیدخان خواجہ  
ادراہدراہر شاہ کے تعلقات کی طرف اشارہ ہے۔ ۲۶ اشارہ بہ عالمگیر ثانی و عماد الملک۔ ۲۷ عنوان "از وقائع بنگالہ و وزیر"۔



فی الحقیقت مصلحت اس بودش از راه ذکا..  
در لطافت شہرہ مستوحے پر از ناز و ادا  
پایمال حسن بزمش خون عاشق چوں حنا  
حسن سبز و خطا بزمش برگرفتاری ما  
کشتہ گردد در نخستین شیک از توپ قضا..

ایں قصیدہ مطلقاً باقطع آمد آشنا  
شد بدیوانم فلک آشوب نام او سزا..

بہ بیعت بہ ہر موبدے  
ز گہراں بہ گبری زباں قصہ خواں  
بہ باج و بہ برسم گرو مشت او  
بہ فسر دوسو طوسیش استہتا  
رگ غیرت و نیم آمد بوجش  
بطعن عرب از زبان غم  
عرب را بجائے رسیدت کار  
تقو بر تو اے چرخ گرداں تقو  
و یا نیم ایند ترس نہ بود..

(۱۰) مرزا ابوالخاں، ہایت سمر.. نیز از ان جملہ است کہ از نہایت سلاست طبع گہر باش بہ آب روان  
نی اند.. نوادہ مرزا اسماعیل ارباب مخلص است.. و بیخبر من ہمراہ پر خود از اصفہان بہ بندوستان آمدہ طاعت سمر...  
وزیر اختیار فرمود.. صفدر جنگ دشمنان الدولہ.. آنچه لازمہ قدرت دانیرت در بارہ او سے بندہ دل میرا شنند و

۲۸ ظاہر اشباح الدولہ سے مراد ۲۹ غنی کا مشہور شعر ہے حسن سہرے بجا بزم مرا کہو ایند دام ہم رنگ زمیں بود گرفتار خیم  
۳۰ حافظ سے مراد رحمت خاں مراد۔ ایسا قصیدہ بہ قول آشوب شکر ہے جس میں نام ہوا، مگر بعد کے واقعات بھی ملتا نقل  
رحمت خاں جو ۱۱۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

۱۵ گرچہ نزد اہل غیرت سرسراہیں رنگ بود  
شہوت انگیزے لطفے پائے تا سر فصل  
بے خودے طرز نگاہ نشہ مستش چوں شراب  
دام ہم رنگ زمیں، زمیں پیشتر گفتمہ غنی  
از پرینادے چنیں دیوے چو حافظ در نبرد  
مدح پیر کہ محمد زبیر سرسندی باشد..

در شہور یک ہزار و یک صد و ہفتاد و ہشت  
چوں شکایت نامہ گردد نست سرتاپاے آل  
سبب تالیف.. تنوی فتوحات شام و بجز فردوسی -

مخ مغبہ نسب گہر آتش پرست  
دش گہر دہاں گہر و گہری زباں  
ہر سام و بہ رستم قوی پشت او  
کہن شاعرے شاہ نامہ نگار  
بہ کفرے کراں گہریم آمد بگوش  
کہ کردہ بہ شہ نامہ خود رستم  
ز شیر شتر خوردن و سوسمار  
کہ تحت کیساں را کنند آرزو  
ہانا بدل درد دیشش نبود



کا کمان سرکار خداوند بلام اقبال از نہایت قسادت قلب چون ساز اشرف آں در خانہ ویراہم محتاج قوت لایوت  
می دارند۔ لہذا کارش بہ افلاس واضطرار انجامیدہ، اما از نہایت غیرت لب بہ شکایت نے کشاید و بہ آمیزش بے تکلفاً  
خود را باد و ستاں مشغول می دارد چند سال قبل کہ سنہ ہجری در شمار ہزار و دویست و دو بود از نسبت لازم المستشرق محلیظ  
دینہ کار سخنان دغیر بیش مشغول بودیم۔ سن شریفش اگر چہ از ہفتاد تجاوز کردہ و سروح استدہ اش از بار امتحانات روزگار  
خمیدہ اما در طبع شگفتہ اش ہم چنان نشاط جوانی باقیست۔

(۱۱) مرزا محمد علی، فروغ خلف الصدق مرزا محمد رفیعی (کذا، خلیفہ سلطانیست۔ پدر پیشتر از سپہ بہ ہند آمدہ  
متوکل بہ صفہ جنگ۔ گر دید و آنجناب مقدس را منتقم دانستہ نہایت عزت و احترام در بارہ او سے بتقدیم میرسانید  
و مرزا محمد علی در ہرچ و مرج بہ ہند و ستان رسیدہ ہیچ متمتع نگشت و اکثر اوقات عمرش در رفاقت مردم متوسطا ایجاب  
تلقی گری گذشت و بالاخرہ از شاہ جہاں آباد بہ بنارس اقادہ سپہ چہار سال سے شود کہ وفات یافت، و اکاں مرحوم متمتع  
کلام بلغار کردہ بود و ذہن وقادداشت۔ از سخنانش کتابے تدوین یافتہ۔

(۱۲) دیگر میر محمد منعم از سادات ہندوستان بہ جودت ذہن و کثرت فکر از امثال و اقراں متاثری نماید۔ پدران  
و سے از قدیم الایام در سمت بریلی و مراد آباد مسکن داشته اند، یکے از آہنادر عہد تسلط روسیہ و افغان بجن حجت خرو  
نودہ مدتہا معرکہ کر و فرہ پاداشت و بالاخرہ سبب ضعف سلطنت و ہجوم اس جماعت مضمون الصلح خیرا کار بند  
شدہ، بہ از واپرداخت۔ محمد منعم نیز بطور جد و پدربا اعلان شعاریت شیع (کذا) در ہاں طرف سر سپردہ در آں جماعت دیو  
سیرت گاہے بد را و گاہے با ظاہر جلادت و تبرا می گذراند۔ در۔ سنہ یک ہزار و صد و یک ہجری از آں گروہ بستوہ و  
بہ طریق نظم بہ لکنؤ آمدہ بود، از حکام آں بلدہ کسے بہ اسواش توجہ نمود۔ کلیاتش متضمن بہ سی چہل ہزار بیت از آں جملہ تفسیر  
کلام اللہ است کہ بہ التماس فیض اللہ شاہ سپہ علی محمد خان منظم گردایندہ۔ در حین تحریر۔ غیر از چند آیات (ایک لفظ ضائع  
ہو گیا ہے) دیک قطعہ کہ در تہنیت کہ خدائی فرزند حقیر بود، در نظیر بود لہذا بہ ہاں اکتفا کردہ۔

منعم سینہ خستہ را تاب جدائی تو نیست  
یستہ ز غم چو غنچہ لب فکر سخن نمی کند۔

مادہ تاریخ کہ خدائی در ہیس فرزند مصنف 'مرزا محمد' 'چو با خورشید ناہید' = ۱۱۰۷

دیگر از جملہ نعمت ہائے غیر مترقبہ کہ شامل حال سیدہ موصوفت است اینکہ در سرائے وی از دوستان عصمت حلیہ  
ایست کہ با وجود حسن و جمال طبع لطیف و ہمت بلند در روز تاج نعت و سعی شوہر بسواد فارسی و تحریر آں اطلاع  
بہم رسانیدہ، بحکم ہوزون فطری در ہندی و فارسی اشعار بلاغت آثار۔ نیگار۔ و۔ لفظ کل را بنا بہ نسبت صوری و معنوی

۳۲ تخلص نہیں دیا، اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ منعم تخلص تھا۔



تخلص.. کردہ است و برخلاف گل رخاں زمانہ در شہادت و رخا ہموارہ بد مسازی بلبل خویش پرواختہ چندی تے از شد  
ہندیش کہ بڑی عواض شوق و محریک مراجعت بہ شوہر خود فرستادہ بود شہادت مقال را.. قلمی گردید..

گر خدا ہم کو نہ پیدا کرتا      میاں منعم کو نہ شیدا کرتا  
قد ہارے کو نہ کرتا جو بلند      اس قیامت کو نہ برپا کرتا  
حسن و خوبی جو نہ دیتا ہم کو      عشق کب آن کے بلوہ کرتا  
چشم کا میری نہ پڑتا اگر عکس      نشہ کب ساغر صہبا کرتا  
گل اگر جام نہ ہو چشم کی شکل      سجدہ جھک جھک کے نہ مینا کرتا  
منعم کا وہں سلطنت جم سوں کم نہیں      گر مال و زر نہ ہوئے تو کچھ فکر و غم نہیں  
لمنے وزیر کوں گئے اے میرے بادشاہ      گھر کا وزیر بھی تو کچھ آصف (سوں) کم نہیں

(۱۳) اسے ساتھ سنگ دکھا.. بیدار برادر زادہ راسے بھو گچند محمد شاہیت۔ تہدش در.. شاہجاں آباد:  
و در خدمت خلاصہ مشالغ و مشاعرے اک بلدہ چون شیخ محمد عظیم گویا یاری و شیخ محمد زبیر سرہندی و خواجہ میر درد۔  
آرزو و غیر ہم عمر گذرانیدہ۔ بعد انقلاب سلطنت از ان طرفنا آوارہ شدہ بقریب قلیل جاگیر سکن چند نفر از اہل بے مروت  
شریہ در موضع سکندر پورا موڈہ کہ از قبعات معروفہ سرکار گورکھ پور است، سکونت ورزیدہ۔ اما اں دہتاناں از خرد دور بہ  
طبع انقدر زین پیوستہ و برادر رنج زارند و در سن کہولت و فقدان طاقت محنت مجبورش نمودہ بدربار وزیر و عمال اں سرکار  
اکذامی دتا شد۔ لغایت تحریر کہ سنہ بھری بہ ہزار دو صد و شش رسیدہ اں پر فقیر در سائب اجیا نظام و ہمدراں طرفنا مقام  
درد۔ دیوانے متضمن چہار پنج ہزار بیت از سخنانش تدوین یافتہ کہ از سر تا پا مشتمل بر فن تاریخست و دریں صفت ویرانکہ  
ہارے است کہ بیان اں تحمل برازاق می شود، چنانچہ چند نثر و قصائد طولانی در آنست کہ با مناسبت معنوی و رعایت لفظی  
و مقامی از ہر فقرہ و مصرع اں مادہ تاریخ ہم میرسد ازین چند قطعہ تاریخ کہ درینجا مسطور گردیدہ غیر ازین معنی بہ ہر دورے  
پیوندد..

مصنف نے بیدار کے غیر تاریخی کلام کا نمونہ بھی دیا ہے۔ مصنف کی تحریر سے معلومات ہوتا ہے کہ بیدار کا کلیات  
کے ابواب.. یا زیادہ پر مشتمل تھا جس میں تاریخیں مختلف عنوانات مثلاً ولادت، اگد خدائی، وفات وغیرہ کے تحت درج تھیں  
ولادت میر نصیر: رونق مسند ارشاد فرود ۱۱۱۴۔ ختمہ پسر ناصر الملک سید محمد رضا خاں جلا جلائی: گرفت گل از  
شمع وجود ۱۱۸۹۔ کہ خدائی عماد الملک بادشاہ علی قلی خاں:



بانے دہرچوں منور ساخت

سال تاریخ آن رقم کردم

تاریخ ختمہ "جنڈا آصف سلیمان جاہ .. سندہ تختہ خلعت چوادا کرد روز بازارک مسعود تاریخ: "زیب بہ

شہت خلیل انزود، تریب ۱۹ + ۱۱۸۰ = ۱۱۹۹ - "قصیدہ طولانی" "در تہنیت کتخانی .. آصف الدولہ .. از ہر

مصرع .. ۱۱۸۳ ہجری .. برمی آید "ازاں جملہ: بداند قدر این گوہر آن کو قدر دال آمد" مگر اس سے ۱۱۸۳ لکھ نہیں نکلتا

اور یہی کیفیت بعض اور مصرعوں کی بھی ہے مثلاً: ہزاراں اسپ و صد ہا ایل و جاگیر ات ویوسہ کتخانی صبیہ مظفر خاں: ..

نہ شد حاصل بغیر از نقد تاریخ گنہ لازم .. بر باد محنت ۱۱۷۰ (ایک لفظ پڑھا نہیں جاتا) .. کرسی نشستن عالی گہر: فرود در

کرسی جلوس ہزارہ ۱۱۹۵ (مگر اس سے ۱۱۶۹ نکلتا ہے اور ۱۱۶۵ صحیح سال بھی نہیں ہو سکتا) دیوانی تن راجہ ناگرل:

راے رایاں کہ زیب دیوانیست

گفت بیدار سال تاریخش

کر نیل بہ میرزاے عالی ہمت

تاریخ مبارکش رقم زد بیدار

دیہ پتا نہیں میرزا اور کر نیل کون ہیں، جاٹ اور صفدر جنگ کی شاہ و وزیر سے صلح: "ہاتھ زیب سال تاریخش

گفت ا صلح خیر قال اللہ ۱۱۶۶ (کذا)۔ وزارت آصف الدولہ: پوشید خلوت آصف ثانی ہز ہز جنگ تاریخ آن وزارت

ہندوستان رسید ۱۱۹۰ (کذا)۔ مراجعت حیدریگ خاں از کلکتہ: طلوع بدر ہایوں بوذر مطلع مشرق ۱۲۰۱ (کذا)۔ سحت یابی

در راجہ ٹکیٹ رائے: "تنت نیاز بلبیان نیاز مند بساد ۱۱۹۳ (کذا)۔ باغ نور افشاں فیض آباد: بے شبہ تقسیم و کوشش و تسلیماست

۱۱۹۳ (کذا) چاہ بنا کردہ رائے میکو محل: منبع خیر فی سبیل اللہ .. ۱۲ (کذا) مسجد زین خاں: بیانا جماعت کن بہ بیت اللہ

۱۱۷۱ (کذا) رودنا شیخ محمد زبیر سر ہندی: رونہ حبیب سبحاں ۱۱۹۲ (کذا) سرفراز الدولہ مرزا حسن رفنا خاں کے کر بلا علم

بھیجے کی تاریخ: پے جناب علمدار کربلاست نیاز ۱۱۹۳ (کذا)۔ وفات منور شاہ: زعفر بود روز بیت و دوم ۱۱۳۰

(کذا) وفات میر کلو: مقام میر کلو بہ ہشت ۱۱۹۶ (کذا) وفات عبد الحمید خاں: فردوس باد مسکن عبد الحمید خاں ۱۱۷۱ (کذا)

(انھیں "اسیر دانا" کہا ہے) وفات اسد الدولہ: خشک آنکس کہ گوے نیکی برد ۱۱۵۸ (کذا) وفات یونس خاں: نظر ساوس و کچھ

روز جمعہ ۱۱۸۲ (کذا) وفات والدہ مرزا ابو طالب: ہر دم روز از مندی کچھ بود صبحگاہ ۱۱۹۹ (کذا)

(۵۳) دیگر محمد حنیف نوید تختہ نص می نماید، نیزہ شاہ مظفر قلی ارست کہ رسالہ اسکان الزماں و ترجمہ صحیح بخاری و دیگر کتب و زیب

۳۲ مادہ اسے تاریخ سے ہر جگہ اعداد ظلو بہ نکتے ہیں یا نہیں میں نہیں کہہ سکتا۔ اعداد نسخہ قلمی کے مطابق درج ہوئے ہیں۔



تفسیر انالیفات طبع وقادادوست۔ تولدش در۔ شاہ جہاں آباد۔۔ بعد ہرج و مرج از وطن مالونہ بہ شہر پورینہ بنگالانڈ  
 بدہتلار آجی بودہ از کشمکش زمانہ ناہنجار در آجی ہم صورت اقامت استوار نیامدہ در ۱۲۰۰ھ۔ پھر یہ لکھنؤ وارد گردید۔  
 حالاً از تک اشعار۔ منت اصلاح شعری گیر و و از جودت طبع و کلامش مومنوع ہے چونکہ دریں فن بجائے برسد۔  
 ۱۵۱۰ گرجا مت کلمات نفاقی مرزا صدر الدین محمد اصفہانی۔۔ بجمال صوری و کمال معنوی آراستہ سررشتہ بندش  
 بہ جای ابن عبداللہ انصاری۔۔ می رسد۔ آباے کرام میرزا را حضرت صاحب قرآن از عربستان کو چنانیدہ در اصفہان  
 توطن دادواں زمرہ واجب العظیم در عہد صفویہ۔۔ در امور دیوانی بخل یافتہ، یکے از ایشان کہ مرزا سلیمان جاہریش گویند  
 قدم بر سند وزارت اعظم نیز نہادہ دکلا نتری آن بلکہ بجدہ مادری مرزاے موصوفت رئیس برکہ تعلق داشتہ و بہ ہمیں تقریب خرمن حیات  
 والد۔ ایشان در میدان نقش جہاں اصفہان بہ آتش قبر قبران ایران استراق یافتہ۔ ہذا در اوائل تخریک وطن گفتہ از راہ  
 کابل وارد ہندستان گردیدہ تے در جموں کشمیر و سرکار شاہ اہالی بجزت گذرانیدہ۔ در عہد اہل۔۔ مرزا بخت خاں۔۔ بہ  
 شاہ جہاں آباد وہ سبب عدم موافقت و تخریک مختار الدولہ۔۔ در ۱۸۹۰ھ۔۔ بہ لکھنؤ رسیدہ حالاً۔۔ بہ صحت و  
 سلامت در آن بلکہ اقامت دارد، آباے بااے ناقد روانی بتلا و از خانہ کتر بیرون می ناید و سخن را بہ سلامت و روانی  
 بطور فصیحانظم می فرماید۔۔

آن بسندہ کہ سرے پیچید از حکم صدر است کہ کتریں عن سلام است  
 (۱۶) مرزا محمد منشی خلت التقدق مرزا شرف الدین وفائے قہی آن است کہ ذکرش۔۔ گذشت۔۔ مہرزا۔۔ نیز بمضمون  
 اولد شرایبہ بجمال ظاہر و کمال باطن متصف می نماید و اکتساب آیات بلاغت آیات بر صفحات روزگار می نگارد۔ بعد  
 والد بزرگوار وارد ہندستان خراب گشتہ در ساک حاضر باشان۔۔ آصف الدولہ بہادر۔۔ نسلک گردید و پس از چندے  
 یہ خیال خام یکے از دختران مرزا علی خاں برادر سالار جنگ مرحوم را بہ گردن خود بستہ او قاتلش بشویش و تفرقہ انجا میدد  
 چون متعمرے بہ نظرش نمی آید الی آلاں در ہاں طرفا بہ تلخ کامی می گذرانند و دریں عرصہ دیوان خیم باجم کذا، از تاج افکارش  
 ترتیب یافتہ از اں چند قلیے دریں اوراق ثبت کردہ آمد۔۔ در وصف الحال

در رم ز جو چرخ نیار و دیار خویش از روز خود چگویم و در روزگار خویش  
 کے دادے بہ عشوہ خود بان ہند دل بودے اگر بدست مرا اختیار خویش  
 دیم شراب وصل علاج نمی کنند از شربت فراق شکستم خار خویش

۱۳۱۳ مجلس نہیں دیا، مقطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر مجلس تھا۔

۱۳۱۴ مجلس نہیں دیا، مقطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صفائی مجلس تھا۔



آں بسلم کہ فصل گلم در قفس گذشت اے گل چگونہ شرح دہم از بہار خویش ..  
 خاطر نمی کشایدم از مسجد و کنشت در حیرتم صفائی ازیں کار و بار خویش  
 (۱۷) دیگر محمد قنیل و او مردے وارثہ ہناد و صلش از کھتر بیان ساکن شاہجہاں آباد است۔ بنا برین صحبت  
 از باب اسلام .. بہ قانون آلت محمدی بہ طاعت ایزدی پرداختہ .. دہہ فرمان ہمت بلند مدت العمر بہ ترک و بجزیدہ گذرانیدہ  
 لغایت تحریر برہاں شیوہ ستودہ، پیام دارد و در خان عافیت وصحت بہ معاشرت شاگردان و دوستان در .. لکنوہ بسیر  
 از اشعارش دیوانے مرتب گشتہ۔

(۱۸) دیگر مرزا علی نقی خاں سلمہ اللہ .. کہ بجمع صفات انسانیت متصف می نماید و در انشائے سخن گاہ بہ بلفظ سان و گاہ بہ  
 بکار نقی تخلص می فرماید .. لسان خامہ فصیح بیانش در انشائے نظم و نثر بیان نوک مترکان خوبان سحر طراز .. مولد شریفش ..  
 لا پور .. و نشو و نما در .. عظیم آباد یافتہ و والد نامدارش محمد قاسم خاں ابن فضیلت خاں بہادر شاہی نام داشتہ۔ اصلاح سخن  
 و تخلص از شیخ حزین .. و مولوی محمد غوثی حکمت تخلص جو پوری دارد و تاج انکارش از قصیدہ و مثنوی و غزل و قطعہ و رباعی  
 و غیرہ پدیدہ ہزار بیت می رسد۔ از اہجلمہ قربت دو صد بیت کہ از غزلیات آن کتاب کہ این حقیر انتخاب نمودہ باین قلعہ  
 کہ نوشتہ می شود بہجت استخراج بخندمش فرستادہ مقبول گشتہ بود دریں مقام درج است

از بردوستے کہ خامسے او	چوں رگ ابر گوہر افشان است
برم آمد کتابے و چہ کتاب	کہ خطش رشک خط خوبان است
ہر سوش از بہار معنی و لفظ	گو ئیا جوش گل در میان است
کم کم از ہر طرف نمودم سیر	کہ حواس خرد پریشان است
دُر شہوار تہرب دو صد (کذا)	کہ ہمہ بے بہا تر از بجان است
قسمت من بہ شد ز غواصی	ز آنکہ آن بیکراں چو عمان است

الحمد للہ والمنة کہ آن دوست صادق بود و در حیرت و عافیت در بلدہ کلکتہ پیام و مقام دارد  
 بعد ازیں ہموارد سلامت و عزت شامل حالش باد۔

(۱۹) دیگر مولوی سراج الدین علی خاں، موجد تخلص .. کہ ضمیر راست تاثیرش منخرقان اعتدال طبیعت را سراج ضمیر  
 در شاہراہ وجود ہناد و طبع وارثہ آزادش سرور ادرا حلقہ بندگان خویش جائے دادہ۔ مولفش ہر لکنوہ است۔  
 آباے کہ مش نوشتہ روایتی دینیوی از خود فروشتہ بہ طاعت مے گذرانیدند و وے در او اہل تہذیب و کتاب علوم

نام محمد حسن تھا اور تخلص قنیل تھا۔



پر دستہ یا میدا استیلاص مواضع معاش بہ امداد صاحب دوستی قاصد بنگالہ گردید و چندے در رفاقت بمظفر جنگ  
گذرانیدہ خود را بلذہ کفکفہ رسانید و منظور نظر بعض از صاحبان فرنگ گشتہ با یماے شان بہ ترجمہ بعضی کتب  
فقہیہ اثنا عشریہ پرداخت و پس ازاں در سلک قضات ارباب فتوای بنگالہ انسلک یافت لغایت تحریر بحیرت  
و عزت یہاں علاقہ بسرے برد علاوہ آن در افادہ طلبہ علوم و معالجہ مرضی نیز خود را معذور و معاف نمیدارد۔  
از نتایج افکارش مجموعہ بہ شیرازہ رسیدہ در پنج قلیلے آورده شد۔

(۲۰) دیگر ہمدرخشاں فلک محبت و رافت نواب محبت خاں بہادر۔ سلمہ اللہ۔ کہ ردای نسیم بہار شہ بیت  
از نتایج مکارم اخلاق و حکایت نافہ تارا استعارہ ہی ناید از طبع لطیف با شفاق او۔ والدہ مدارش حافظ الملک رحمت خا  
مشہور است کہ از جمیع امرایہ و اہلہ و افعال در عصر خود بزیادہ مواد شوکت و کمال تقوی و معدلت علم تقوی و امتیاز  
مے افزائشہ و بہ قلم کرد و تہ نیرش چہمانگیری بر صوفیہ خاطرے نگاشتہ۔ مولد شریفش یکے از بلدان شہل و مراد آباد است۔ دہ  
ہمدیدر۔ ہگی بہت مصروف کتاب کمالات نفسانی و استیفاے لذات جسمانی مے داشت و بعد انقرض آن دولت  
از روی ضرورت بہ لکھنؤ نقل نمودہ در ہاں بلذہ طرح سکونت انداخت بہ قلیلے نقدے کہ بچوں تصرف ملک از سرکار  
وزیر قرار یافتہ چون پائے سرداران فرنگ در میانست از آفت قصور و زوال کہ در عہد نیابت امیر الدولہ راج آن  
سرکار گشتہ محروس و مضمون (کذا) گذراں می ناید و بحمد اللہ لغایت تحریر در لکھنؤ بہ سلامت و عزت سایہ عاطفت بر تالی خوان  
و بقیہ دودمان گسترده دارد۔ بمقتضای موزونی طبع از نتایج فکرش اشعار آبدار بر صفحات روزگار مثبت مے شوند و این  
شعر کہ بہ تخلص محبت آورده شد از آن جملہ اند۔

(۲۱) دیگر میرزا عبداللہ متخلص بہ لانت است کہ در تر از دے طبع آزادش مناصب اہل جاہ و مراتب دینا سنگ  
جمے ندارد و اینکہ پدر و برادران عالی مقدارش ہموارہ با مور عظام ملک داری اشتغال و در زیدہ جمع خلایق می باشند از  
کمال تقوی۔ بیخالی شرکت ایشان پیرامون ضمیر نمی گذرانہ مولد شریفش۔ لکھنؤ و اسم والد۔ ایشان مخفور مرزا کمال  
است کہ مدت العمر در رفاقت دودمان وزیر بہ اعتبار گذرانیدہ دیکے از اخوان مرزا علی رضا مرحوم است کہ در وجود و سخا  
ذین الامم مسلم مے نمودہ و میرزا مے عزالیہ لغایت تحریر در سن قرب پنجاہ بہ صحت و سلامت در ہاں بلذہ اقامت  
میدارد و اوقات شریف را بہ نشر فوائد علمی و کتاب سرمایہ اخروی صرف می نماید بہ زبان استعداد و موزونی جلی  
اشعارے کہ شعراے ملک از نظم مثال آن عاجز باشند از نتایج افکارش بہ جلوہ گاہ پلوری خامنہ و این چند بیت کہ  
دریں مقام ثبت کردہ آبد بریں دعوی گواہ صادق اند۔ تصوفانہ



ملک را پائے در گل بود شب جائے کہ بن بودم      فلک خود زرش منزل بود شب جائیکہ من بودم  
 در آن خلوت کسے محرم نبود از عالم و آدم      ہیس دل شمع محض بود شب جائیکہ من بودم  
 (۲۲) دیگر خواجہ عبداللہ، تائید تخلص است کہ بدقت فکر و فہم معانی شعر و معما نزد مامرین خویش مسلم است اصلش  
 بہ خواجگان سمرقند .. منتہی مے گرد و بہ صفت سنجیدگی جو آداب مجلس و دیگر خصوصیات انسانیت متصف می نماید۔ بہت سال  
 قبل ازین کہ حقیر در مرشد آباد قیام و بقران .. مظفر جنگ بغرض استقامت در سلک مجلسان .. مبارک الدولی بہادر از خفا  
 دانست خواجہ موصوف نیز در زمرہ اہالیقان معتبر و بجا محسوب مے شد و آن امیر زادہ .. را کہ در حدیث سن ارتقا بہند  
 نظامت بنگالہ جلوس نمودہ بود بہ اشارہ خان خاں بہادر بقلم آداب تکلم می کرد۔ بنا برین اکثر صحبت لازم المسرتش را گمان  
 تیسرے یافت اما در چوں در آن ایام تحریر این کلمات در نظر نبود چنانچہ باید بہ تفتیش حال دگرد آوری متوالش ز پیدائخت  
 لہذا بہ تنسیق یک دور باغی کہ در خاطر بود اکتفا رفت و از خارج مسومع گشتہ کہ ترک ساس دنیوی کردہ لغایت تحریر  
 در .. عظیم آباد مقیم است۔

(۲۳) راقم این کلمات پریشاں ابوطالب عفی اللہ عنہ اسم والدین حقیر حاجی محمد بیگ خاں و اصل آن مرحوم از  
 ترکان آذربایجان و مولدش عباس آباد اصفہان است۔ در ہند جوانی دار دہندوستان گشتہ .. ملازم .. ابوالمنصور خاں  
 و بریاست جمعے از فرقہ سپاہ تاملو گردید و بعد تقریباً بیست و دو سالہ بہ اعانت و رفاقت محمد قلی خاں مرحوم بامور شد  
 شرائط آن کار کما شغبی بہ قدیم رسانیدہ۔ بعد شہادت محمد قلی خاں از نہایت دل تنگی تمامی چہات دعیال در محکمہ ..  
 شجاع الدولہ و شہر لکنؤ بر جا گذاشتہ با چند غلام راہ بنگالہ در پیش گرفت و مدتے در آن سمشاہ بہ اعتبار گذرانیدہ در سن  
 قریب بہ شصت در .. مرشد آباد بر حمت حق پیوست۔ تاریخ وفات ..

محمد ابن شفیع ابن نجفہ و الذ من	کہ بود ذی شرف فضل حج و عقل و ادب
شافت چوں بہ بہشت بریں ازین عالم	ز تاب فرقتش افتاد جان مادر تب
چو داشت با ہمہ کس روے راے انوار و	بدون ہر رخس روز عالمے شدہ شب
دوے این غم عظمی ہما دل افکاراں	چو بود از سنہ ہجری رسول عرب
ہزار با صد و ہشتاد و دو سہ یوم از حج	ہاں نوشت بہ اہام سال رنج و تعب

۳۷ تقریر محمد قلی خاں سے مراد۔ ۳۸۔ میر ظاہری میں ہے کہ شجاع الدولہ نے محمد قلی خاں کو قتل کرایا کیے بعد ان کے رفقائے ساتھ لگی بختی کا  
 تھی، اسکا وجہ سے بھاگے ہوں گے۔



نمودہ طوط بہشت بریں، دوم تاریخ ۳۸

زر وے جزم و تقیں آمد از دم سوی لب

و پیر مادر این گام ابوالحسن بیگ نام داشته و آن معذور نیز در اصفہان .. تولد یافتہ بود و در صفت تقوی .. و رقت قلب و محبت و ودان ظاہرہ بنویسے نظیر .. می نمود، و در خدمت بہان الملک .. خصوصیت و قدامت اخلاص ثابت می کرد و ہم ہدیہ ہمت بعد رحلت آنجناب روئے توجہ بہ امر سپاہگری بناورد۔ ولادت این بے سعادت در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و شش در شہر لکھنؤ اتفاق افتادہ۔ بعد قضیہ مذکورہ .. شجاع الدولہ .. بمقتضای اتحاد ایلی در حدود تربیت برآمدہ بہ حکمت این کتریں مدد خرج بکبت و معلّم تعیین نمود و ہر گاہ بہ لکھنؤ تشریف می آورد البتہ تفتیش احوال و تفقد بر حال این شکستہ ہالی می فرمود۔ پس از انقضائے چہار سال حسب الطلب والدہ اجازت آنجناب وارد مرشد آباد گشتہ بعد یکسال و کسرے کہ ہنوز سنین عمر از مرحلہ پہلہ تجاوز نہ کردہ بود بہ آفت بے پردی و تکفل خدائے ملک و پرداخت امور خانگی مبتلا گردید و شش سال دیگر بنا بر کمال ماطفت نواب .. مظفر جنگ بہادر خان خانان در .. بگالہ توقف دست دادہ در او آخر ۸۹ھ .. کہ ابتدائے جلوس .. آصف الدولہ بر سند وزارت و اجلال بود دیگر بارہ بہ ملازمت صاحب خویش رسید و بہ تجویز مختار الدولہ .. کہ از قدیم فی ما بین روادا و داد استحکام داشت، بعضی محالات میان دو آب و در سالہ فوج بہ شرکت سید زین العابدین خاں مرحوم کہ با اتفاق وارد صوبہ شدہ بودیم بہ ہمدہا این کسرین مقرر گشت و بہ نحوے کہ ذکر آمدہ چوں آن مرحوم بہ بلے غدر و خلاف نائی حیدر بیگ خاں کابلی مبتلا گردید۔ این حقیر تا آخر کار شریک حال کثیر الاختلاش ماندہ، این معنی و دیگر توہمات بے اصل باعث تفریح مزاج امیر مذکور گشت۔ لہذا بعد فوت سید مرحوم بہ قصد براندیشی شامل متغیان صاحب والا قدر کرنیل ہانی کہ از سرکار وزیر بانظام محالات سرکار گورکھ پور قیامہ در میان مردم بہ سعیت (سعیت ۹) اشتهار تام داشت خواہ ناخواہ تعین ساخت و بہ حسب اتفاق میان این فقیر و صاحب معزالیہ صحبت نہایت موافق افتاد۔ سہ سال تام بہ اختیار و اقتدار انقضایافت۔ چوں تنہا اکثر نفسدان و خانان آن طرف کہ بمقتضائے ہم پیشگی با میر مشار الیہ متحد بود، بہ فرمان کرنیل از دست خود بعل آمدہ بود، خاطر عداوت منہرش آثار تام یافتہ ہیگی ہمت آزار احقر را پیش نہاد ہمت خود نمود و .. مستر جانسن بہادر گورکھ پور کابلی عالی شان انگریز بہ اعانت و پرداخت سرکار وزیر امور بود از خارج بریں ماجرا آگاہی یافتہ بہ محض حمیت و رحم حمایت و تقویت این حقیر فرمودہ، و چوں در آن سنوات توجہ صاحب معزالیہ کارا

۳۸ العت - نمودہ .. بریں ۱۷۹۹ مستخرج اس میں جزم کے ج اور یقین کی کی کے اعداد ۳ + ۱۰۳۱۰ کا اضافہ ہو تو

۸۸۲ سنہ مطلوب نکل سکا ہے، اور یہی مصنف کی ہدایت ہے۔ ۳۹ محمد بیگ خاں کے سال وفات کو دیکھتے ہوئے چار دہ

خط معلوم ہوتا ہے۔ ۴۰ - آصف الدولہ ۸۵ھ میں منہ نشین اودھ ہوئے لیکن وزارت ۸۹ھ کے بھی بعد ملی تھی۔







## گلشن ہند مصنفہ میرزا اعلیٰ لطف = گلشن، طبع ۱۹۰۶ء

گلشن ہند کا ایک خطی نسخہ جبراً آباد میں شبلی کی نظر سے گزرا اور انھوں نے ایک صاحب کو اس کے پھولانے پر آمادہ کیا۔ متن کے تھنیے اور تصحیح کا کام شبلی نے خود اپنے ذمے لیا، اور مقدمہ نگاری کی خدمت مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے پرنسپل مدرسہ اصفیہ کے سپرد کی گئی۔ ان کا مقدمہ جسے اردوئے معنی (نومبر ۱۹۳۲ء) نے شائع کیا اور جو طبع ۱۹۳۲ء کے ۲۲ صفحات میں آیا ہے گلشن کے اس نسخے میں شامل ہے جو ۱۹۳۲ء میں گلزار ابراہیم (= گلزار) کے ساتھ انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔ انھیں اس کے سوا کہ اشتیاق کے بارے میں دو سطروں کا حاشیہ بڑھادیں، ۸ ہررس گزر جانے پر بھی، آپس کچھ گھٹانے بڑھانے یا بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اس عالمانہ مقدمے کی کیفیت دیکھیے :

(۱) لطف کے وہی حالات درج ہیں، جو گلشن میں ہیں، اضافہ ہوا ہے تو یہ کہ لطف بقول شیخ میر کے ثناگر دتھے اور کچھ دن "نواح عظیم آباد" میں رہے۔ تلذ میر سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ خود لطف یہ کہتے ہیں کہ "مشورہ دیتے کا فقط اپنی ہی طبع نا صواب سے ہے" اس کا تو واقعی کوئی ثبوت ہو شایان پذیرائی ہو، موجود نہیں، مگر لطف کی ثناگری کے بارے میں ایک ضروری بات مقدمہ نگار سے قلم انداز

---

گلشن کے کئی خطی نسخے ہیں از آنجمله نسخہ کیمبرج و بمبئی، اس موقع پر کسی ایک کی طرف رجوع کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ گلشن طبع ۱ کے سرورق کے کچھ عبارات طبع ۲ میں موجود ہیں، لیکن، لطف کا دیباچہ خارج کر دیا گیا ہے۔

۲ سرورق گلشن ہند۔



ہوگی۔ عشرت بریلوی صاحب مثنوی مطبوعہ کا بیان ہے کہ ان کے استاد لطف کو  
سودا سے نلکا تھا۔ اس سلسلے میں مصحفی کا قول ہے: "نسبت دیگر شعرا سے اس کا  
متانے دارد"۔ واپس جہت خود را بشاگردی مرزا (سودا) منہم میکند۔ واللہ اعلم  
بالصواب" (تذکرہ ہندی)۔ اس کا امکان ہے کہ لطف نے کسی زمانے میں مشہور  
کر رکھا ہو کہ انہوں نے سودا سے اصلاح لی تھی، لیکن بعد کو امر واقعی کا امکان  
کر دیا ہو کہ کسی کے شاگرد تھیں۔ "فواج عظیم آباد" میں قیام کے بارے میں کوئی کراہے  
ظاہر نہیں کی گئی، کسی اور نے جہاں تک میراعلم سے فواج عظیم آباد نہیں لکھا، عظیم آباد  
لکھا ہو تو لکھا ہو۔ ترجمہ آصف میں لطف نے اپنے متعلق ایک اہم اطلاع دی ہے:  
"راقم۔ صغرسن سے ملازموں میں اس آستانہ دولت کے مع رسالہ سرفراہ اور  
اقراط عنایت۔۔۔ سے اس کی پچیسوں میں ممتاز تھا" مقدمے میں اس کا ذکر نہیں،  
اور یہی حال جہاندار شاہ کے مشاعرے میں شرکت کے معاملے کا ہے جس کا  
ذکر ترجمہ جہاندار میں ہے

"اس فرمایش ز تالیف تذکرہ) کے بعد نہیں تو اول ضرور حیدر آباد میں  
تشریف رکھتے تھے، کیونکہ ان کے کلام میں وہ قصائد درج ہیں جو انہوں نے عظیم الامرا  
ارسطو جاہ اور میر عالم کا مدح میں لکھے تھے۔ عظیم الامرا دوبارہ ۱۷۹۷ء میں وزیر  
مقرر ہوئے اور وہی ۱۷۹۸ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے بعد اسی سال میر عالم وزیر ہوئے

۱۔ پیدائش کہیں کی ہو، "صغرسن" سے مقیم لکھنؤ ضرور تھے، قیاس ہے کہ ۱۷۹۷ء  
اور ۱۷۹۸ء کے درمیان پیدا ہوئے ہوں گے۔ یہ باتیں صحیح ہوں گی مگر یہ ان کی  
صوت کا قیاس نہیں، میں نے ان کے متعلق ذاتی تحقیقات نہیں کی۔



اور شاہد میں وفات پائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف اسی زمانے میں  
حیدرآباد چلے گئے تھے۔ چونکہ ان کو زیادہ تر... انگریزوں سے سابقہ رہا ہے یا اہل  
حیدرآباد سے، انھوں نے ایک شعر میں اس تعلق کو بڑی خوبی سے ادا کیا ہے:

ہوا آوارہ ہندستان لطف آگے خدا جانے دکن کے سالزوں مارا یا انگن کے گروں نے  
ڈاکٹر عبدالحق نے تالیف تذکرہ کے بعد لطف کے حیدرآباد جانے کے بارے میں قطعی

طور پر کچھ نہیں کہا، لیکن یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس سے قبل ضرور وہاں گئے تھے، اور

اس کی وجہ گلشن میں اعظم المراد غیرہ کی طرح میں قصیدوں کا ہونا اور ہوا آوارہ لفظ  
گلشن کے حیدرآبادی نسخے میں ملتا ہے۔ انھوں نے اس پر مطلق طور پر کیا کہ اس میں  
ایسے اشعار ہو سکے ہیں جو گلشن کے ابتدائی نسخے میں نہ تھے، اور تالیف تذکرہ کے  
بعد موزوں ہوئے تھے۔ لطف نے ترجمہ افسوس میں لکھا ہے:

”ان کے نکلنے کی تقریب سے دو ہفتے آگے راتم... لکھنؤ سے نکلتا تھا اور

طارو مرشدآباد کا تھا۔ دیدار سے اپنے انھوں نے نہایت خوش و غرم کیا اور چلتے

ہوئے وعدہ گلکنہ کی سیر کا اس عاصی سے لیا۔ غرض بالمتصل کہ ۱۲۱۵ ہجری میں (ہیں؟)

.. گلکنہ میں صاحبان عالی شان کے ساتھ .. ملاقاتیں بعزت تمام رکھتے ہیں۔“ ص ۹۹

گلکنہ پہنچنے کے بعد تذکرہ کی فرمائش ہوئی، تو لطف نے اسے قبول کر لیا، اس

سلسلے میں ان کے قلم سے نکلا ہے:

”اگرچہ ۱۰۰ اس ایام میں ارادہ حیدرآباد کی سرکار رکھنا تھا، لیکن، ۱۰۰ اس

مضمون کو اس خوبی سے ادا فرمایا کہ مجھ سے سو اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ میں لاکھ

جان سے حاضر ہوں“ ص ۱۰۰



عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ لطف لکھنؤ سے مرشد آباد پہنچے (راہ میں کہیں  
 ٹھہرے ہوں تو اس سے بچت نہیں) اور وہاں سے گلکنہ گئے؛ اس سفر میں جید آباد  
 جانا نہیں ہوا، اور اس سے قبل وہاں گئے ہوتے تو تذکرے میں اس کا ذکر ہوتا  
 اور عزم حیدرآباد کی طرف ان الفاظ میں اشارہ نہ ہوتا، اس لئے رکھتا تھا، اس  
 سلسلے میں یہ امر بھی شایستہ التفات ہے کہ میر عالم جن کی مدح میں لطف کا قصیدہ  
 (یا قصائد) گلشن کے خطی نسخے میں، بقول مقدمہ نگار، درج ہیں، کتب خانہ میں مذکور  
 ہوئے جو تالیف تذکرہ کے بعد کا زمانہ ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدح و زاریوں سے قبل کہی گئی  
 تھی؛ گلشن مطبوعہ کے مقدمے میں ایک قصیدے کے صرف دو شعر نقل ہوئے ہیں،  
 پورا قصیدہ ہوتا تو ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسا شعر نکل آتا جس میں ان کی وزارت  
 کی طرف اشارہ ہو۔ قصیدہ زیر بحث جس وقت موزوں ہوا ہے، اس زمانے میں ایسے کا

باقتدار ہونا اس شعر سے جو مقدمے میں ہے ثابت ہے:  
 پر اتنی عرض اے ساجد رواے خلق ہے تجھ سے

کہ میں خواہاں نہیں کچھ ملک و کوس و طبل و شکر کا صا  
 مجھے یاد آتا ہے کہ کمال کے تذکرے میں ان کے جید آباد جانے کا ذکر ہے، اس کے  
 متعلق میں قسط ۳ میں لکھوں گا۔

صوفی مدد کا پوری نے محبوب الزمن تذکرہ شعراے دکن (حصہ ۲) میں لطف کا  
 حال لکھا ہے، مگر باستثناے گلشن بیچارہ تا خدا کا ذکر نہیں کیا۔ گلشن کے متعلق ان کا  
 بیان ہے کہ نہیں ملا "ناورا لوجود ہے۔ تزجہ لطف کا خلاصہ یہ ہے: ولادت و  
 نشوونما دہلی میں ہوئی، علم منداولہ حاصل کر کے "علامہ دہر و تھا۔ یہ عصر ہوئے۔"



میر کے شاگرد تھے، وہی سے بنگالہ گئے اور وہاں سے عہد آصف جاہ ثانی میں ولید  
 حیدر آباد ہوئے۔ ایمان ان سے جا کر لٹ۔ لطف نے آصف جاہ و اعظم الامرا کی مدد  
 میں قضاہ کیے۔ مقدم الذکر نے "روپیہ ماہوار اور ایک پاکی سے سرفراز فرمایا"  
 اعظم الامرا نے بڑی تعظیم و توقیر کی اور اپنے مہاجروں میں شریک کیا۔ زمانہ وزارت  
 میر عالم میں ان کے مصاحب ہوئے۔ سال وفات ۱۳۱۳ھ۔ لطف کے بھائی  
 تھے جو شہر میں سوز خوانی کرتے تھے، ان میں سے ایک کو چوروں نے قتل کیا۔  
 (۲) ڈاکٹر عبدالحق نے علی ابراہیم خاں کے متعلق کسی حوالے کے بغیر لکھا ہے :  
 "مخلص یہ علی... جہلم۔ کارنالس بنا میں جیف جٹریٹ اور بعد ازاں گورنر ہے"  
 مصنف صحف ابراہیم و خلاصۃ الکلام و گلزار ابراہیم و وقایع جنگ مرہٹہ (تصنیف ۱۳۱۵ھ)  
 و حالات بناوت چیت سنگھ۔ خطوط برٹش میوزیم میں ہیں ص ۱۰۰ سب کچھ یا نشانی  
 ذکر تخلص و خطوط حاشیہ خطبات دناسی ص ۱۰۰ میں بھی درج ہے، اور حاشیہ ص ۱۰۰  
 میں انہوں نے دناسی کے اس بیان کی نسبت کہ خلیل و ظل تخلص تھا (حوالہ مذکورہ ص ۱۰۰)  
 لکھا ہے کہ "یہاں بھی مصنف سے غلطی ہوئی ہے۔ اس کا دوسرا تخلص بھی تھا"  
 غیبت ہے کہ ڈاکٹر عبدالحق نے خلیل تخلص کا تردید نہیں کی۔ شورش عظیم آبادی کا  
 قول ہے: "قبل از یہ حال تخلص میفرمودند، فی الحال خلیل تخلص میفرمایند" ص ۱۰۰  
 عشق عظیم آبادی کا بیان ہے: "در مقطع اشعار فارسی خلیل و در مقطع غزلیات ہندی  
 حال تخلص میآورد" ص ۱۰۰۔ یہ صحیح ہے کہ تذکرہ شورش دناسی کی نظر سے نہیں گزرا تھا،  
 لیکن جیسا کہ وہ خود مفرح کہ اس کے مطالب سے فہرست اشپزنگر کی بدولت واقفین  
 ہوئی تھی، اور ظل تخلص حوالہ عشق فہرست کے ص ۱۰۰ میں موجود ہے عشق علی ابراہیم خاں



ہو وطن اور معاشرے، یہ جاننے کے بعد بھی کہ اس کے تذکرے میں حال تخلص مرقوم ہے، اس پر اصرار کہ علی صحیح ہے اور حال غلط، بڑے تعجب کی بات ہے۔ تذکرہ شورش کے ایک شعر میں حال اور ۲ میں خلیل تخلص ملتا ہے ص ۲۲۳ و ص ۲۲۴، تذکرہ عشق نے ایک شعر میں حال تخلص موجود ہے ص ۲۲۶۔ تمنا عظیم آبادی کی بیاض (ملک راقم)

میں علی ابراہیم خاں کا بہت سا فارسی کلام ہے، اس میں خلیل کے سوا کوئی اور تخلص نہیں۔ علی تخلص خراجا نے انھیں کہاں ملا، یہ بے اصل محض ہے۔ دیباچہ گلزار (مرقومہ

تذکرہ ۱۹۸۰ء = ۱۱۹۸ھ میں وارن ہسٹن (Hastings) کے گورنر جنرل ہونے کا ذکر ہے، خود لطف کے بعض اقوال سے مستفاد ہوتا ہے کہ علی ابراہیم خاں ۱۱۹۸ھ کے

پیشتر سے بنارس میں تھے۔ (رجوع ترجمہ بسلی) لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر عبدالحق فرماتے ہیں کہ وہ بعد کارنوالس بنارس میں چیف مجسٹریٹ اور بعد از آن گورنر رہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں بنارس میں قیام سے یہ لازم نہیں آتا کہ چیف مجسٹریٹ بھی تھے، یہ صحیح ہے، مگر میرا خیال ہے کہ کارنوالس کے عہد سے پیشتر ہی ان کا

تقرر ہو چکا تھا، اس کے متعلق آئندہ لکھا جائے گا۔ گورنر یہ بہر حال نہیں رہے۔

(۳) علی ابراہیم خاں نے ایک تذکرہ شعراے ہند کا فارسی میں لکھا تھا اور اس کا نام گلزار ابراہیم رکھا تھا، کوئی ۱۲ برس کی محنت میں ۱۱۹۸ھ ہجری میں

جا کر ختم ہوا۔ یہ مسٹر گلگرسٹ کی نظر سے گزرا، انہوں نے مولف سے فرمائش کی کہ اگر اس کا ترجمہ سلیس اردو میں ہو جائے تو بہت خوب ہو۔ ان کا منشا اس سے

یہ تھا کہ انگریزی بھی اسے پڑھ سکیں اور ان میں اردو زبان اور شاعری کا ذوق پیدا ہو جائے۔ اس طرح یہ کتاب اردو میں لکھی گئی، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ تراجم



بلکہ مترجم نے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے، حالات میں بھی اور کلام میں بھی جس سے بالکل نئی صورت پیدا ہو گئی ہے اور ایک تالیف کی حیثیت ہو گئی ہے۔۔۔ دیلیچ میں ہے: ”یہ کتاب ہم نے دو حصوں میں لکھی ہے یہ پہلا حصہ ہے جس میں سلاطین نامدار، امراء عالی مقام اور شعراء صاحب وقار کے حالات۔۔۔ ہیں، دوسری جلد میں غیر مشہور شعرا کا تذکرہ ہوگا۔ اس دوسری جلد کے متعلق ہیں کوئی اطلاع نہیں کہ لکھی گئی تھی یا نہیں۔“

(الف) آفتاب دیباچہ ”علی ابراہیم خاں۔۔۔ نے ایک تذکرہ شعراء سے ہند کا عبارت فارسی میں لکھا۔۔۔ اور نام اس کا گلزار ابراہیم رکھا۔۔۔ ۱۹۸۰ء۔۔۔ میں وہ۔۔۔ تمام ہوا، مشہور یوں ہے کہ ۱۲ برس میں سرانجام ہوا۔ گھر سٹ صاحب کی نظر۔۔۔ سے گزرا۔۔۔ از بس کہ مشہور شاعروں کا احوال اس میں مجمل۔۔۔ لکھا، ایک مدت سے صاحب عالی حوصلہ کو خیال۔۔۔ تھا کہ اگر بیان اس کا مفصل زبان ریختہ میں کیا جائے تو خوب ہو اور ہر ایک شاعر کی پوری پوری غزل اپنا جلوہ دکھائے تو نہایت مرغوب ہو۔ مہندی اس سے بڑا مزہ پائیں گے اور نوشن کیفیت بہت اعلیٰ میں گے، چنانچہ۔۔۔ فرمایا کہ تو اگر تن دی اس مقدمے میں کرے تو ہم اس تذکرے کو اپنی طرز پر لکھیں۔۔۔ مجھ سے سوا اس بات کے اور کچھ میں نہ آیا کہ میں لاکھ جہان سے حاضر ہوں۔۔۔ مدعاے دیلی۔۔۔ یہ معلوم ہوا کہ ان فارسی کتابوں کے ہندی نثر کرنے سے مراد ہیں یہ ہے کہ صاحبان انگریز تازہ ولایت سے جو آتے ہیں۔۔۔ ان کے ذہن میں آسانی سے یہ عبارت آوے۔ مگن ہندی دو جلدیں کی ہیں۔ جلد اول۔۔۔ ہیں عرش بر داریاں سلاطین نامدار کی اور گوہر باریاں و ذراے والاے تبار کی اور



نوش استعدادیاں امرائے عالی مقدار کی اور سخن تراشیاں شعرائے صاحب  
وقار کی جو کہ نام آور اور صاحب دیوان تھے، بیان کی گئی ہیں اور جلد دوم میں مذکور  
کیے گئے ہیں شعرائے گمنام و غیر مشہور یا وہ تو مشن کہ ہنوز نہیں تمام کر چکے ہیں کہانی  
شعب و پر وائے اور گل و بس کی

(۱) ڈاکٹر عبدالحق نے بتقلید لطف "تذکرہ شعرائے ہند" لکھا ہے، ملاحظہ  
اس سے لازماً یہ پتا ہوتا ہے کہ رنجیت گویوں کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے گلزار ابراہیم  
کے زمانہ تالیف کے بارے میں اسی کا اعادہ کر دیا ہے جو گلشن میں ہے۔ اس کے  
لیے دیا چہ دستور القضاحت کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۲) لطف نے گلگرسٹ (ہردو کاف فارسی) لکھا تھا یا کاشمیر کے گلگرسٹ  
کو گلگرسٹ بنا دیا، اس کا قبیلہ نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر عبدالحق کے مقدمے میں  
۶ جگہ یہ نام آیا ہے اور ہر جگہ گلگرسٹ ہے (طبع ۲۰ میں بھی اسی طرح)۔

(۳) دو باتیں جو گلگرسٹ نے فرمائش کے وقت کئی تھیں اور لطف نے  
لکھی ہیں، مقدمے میں فلم انداز ہوئی ہیں، ایک یہ کہ شاعروں کا حال مفصل ہو،  
دوسرے یہ کہ ہر شاعر کی پوری پوری غزل درج نہ کرے ہو۔ دکنیوں اور دہلی ایہام  
بندوں کا مفصل حال لکھنا آسان نہ تھا، مگر اس کا کیا جواب ہے کہ لطف نے بہت  
سے معاصر شعرائے متعلق بھی بہت اجمال سے کام لیا ہے۔ لطف سے یہ بھی نہ ہو سکتا  
کہ ہر شاعر کی مکمل غزل پیش کر سکیں۔

(۴) ہم اس تذکرے کو اپنی طور پر لکھیں "سے کیا مراد ہے" واضح نہیں۔  
ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ خود گلگرسٹ بھی اس کی تالیف میں شریک ہونا چاہتا تھا۔



ڈاکٹر عبدالحق نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، اور یہ بات اپنی طرف سے بڑھا دی ہے کہ مقصد یہ تھا کہ انگریزوں میں "اردو زبان اور شاعری کا ذوق پیدا ہو جائے" (۵) لطف کے بیان کے بموجب جلد ۱ میں "وزرا" بھی شامل ہیں اور ایک وزیر

آصف الدولہ کا حال اور کلام اس میں ہے بھی، لیکن مقدمے میں "وزرا" قلم انداز ہوا ہے۔ مقدمے میں "یہ کتاب... تذکرہ ہوگا" واوین کے اندر ہے جو اس پر مشعر ہے کہ عبارت گلشن سے نقل ہوئی ہے، لیکن ایسا نہیں۔

(۶) گلزار و گلشن میں کیا فرق ہے اس کے متعلق مقدمہ نگار کا بیان بالکل ناکافی ہے، اور یہ اس صورت میں کہ انھوں نے گلزار کی تشکیل بھی نہ دیکھی تھی، ناگزیر تھا، مگر اس کتاب کے متعدد نسخے ملتے ہیں (ازاں جملہ نسخے پڑھ کر دیکھتے اور اس پر مقدمہ لکھنے کی ذمہ داری قبول کی تھی، اور یہ دیکھنا بھی چاہئے تھے کہ دونوں میں کیا فرق ہے، تو گلزار کا مطالعہ ضروری تھا۔

(۷) گلزار مطبوعہ کے ۳۲۰ شعرا میں سے ۶۸ گلشن کی جلد ۱ میں ہیں، مورخ الذکر میں صرف لطف ہی ایسے شاعر ہیں کہ ان کا ترجمہ اور کلام گلزار میں نہیں۔ گلشن میں صرف تانا شاہ و آفتاب و جہاندار ایسے شعرا ہیں جن کا شمار سلاطین میں ہو سکتا ہے، حالانکہ کئی دکنی بادشاہ، دو مغل بادشاہ (محمد شاہ و احمد شاہ) اور متعدد مغل شاہزادے اس میں شامل ہو سکتے تھے؛ سیماں شکوہ ۱۲۰۵ھ میں لکھنؤ گئے تھے، ۱۲۰۵ھ میں وہیں موجود تھے اور مصحفی، انشا، جرأت وغیرہ ان کے دامن دولت سے وابستہ تھے، ان کا عدم شمول خاص طور پر حیرت انگیز ہے۔ گلشن میں صرف ایک وزیر داخل ہے، آصف جاہ اور عہد الملک (مورخ الذکر



گزار میں ہیں) موجود ہیں، لطف ہے اس کا خیال نہیں کیا کہ خود "وزرا" لکھ چکے ہیں، جس کا اطلاق ایک وزیر پر نہیں ہو سکتا۔ شعرا کے گلشن میں چار پانچ ایسے ہیں جنہیں "امیر" کہا جا سکتا ہے، لیکن انجام کے سوا کوئی ایسا نہیں جسے "امراے عالی مقدار" میں شمار کیا جاسکے، حالانکہ گلزار میں متعدد ایسے شعرا موجود ہیں (مثلاً انسان، صمصام الدولہ، موزوں)۔ سلطنت، وزارت اور امارت سے قطع نظر، گلشن میں شمول کی یہ قید تھی کہ شاعر نام آور اور صاحب دیوان ہو (دیوان سے دیوان اردو مراد ہوتی ہے) اس لیے کہ تذکرہ شعرا سے اردو کا ہے، لیکن اس میں ایسے متعدد شعرا موجود ہیں جو نام آور ہوں مگر ان کا اردو میں صاحب دیوان ہونا نہ ثابت ہے اور نہ تذکروں میں ان کے اتنے اشعار ملتے ہیں کہ اس کو گمان ہو سکے کہ دیوان رہا ہوگا، ان میں سے بعض کے متعلق تذکرہ نگاروں کی تصریح موجود ہے کہ اردو میں انہوں نے بہت کم کہا، بیدل، آرزو، صالح، منت، فقیر، الہام (ملول)، امید اور درو مند فارسی میں صاحب دیوان ہیں، مگر اردو میں ان کا صاحب دیوان ہونا نہ کسی نے لکھا ہے اور نہ ان کا دیوان اردو موجود ہے، درو مند کا اردو ساقی نامہ دو تین رہا عیاں اور دو تین متفرق اشعار موجود ہیں، ان سے دیوان تو تیار نہیں ہو سکتا۔ امید کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ امر میں شامل ہیں، اور اس لیے شریک گلشن ہیں، مگر ان کا منصب ہزاری تھا، اور یہ امارت کا محقق معمولی درجہ ہے۔ الہام کو کسی خاص شہر میں فارسی گوئی حیثیت سے شہرت رہی ہو، لیکن، اس کے باہر بہت کم لوگ ان سے واقف تھے۔ الم محقق معمولی شاعر ہیں، اور ان کا صاحب دیوان ہونا کہیں سے ثابت نہیں، لیکن، یہ بھی گلشن



میں ہیں۔ لطف نے ایسے شعرا کو بھی شریک گلشن کیا ہے جو اردو میں صاحب دیوان ہوں گے، مگر نام آدرہ نہیں، مثلاً امانی، بسمل، ولی (برادر زادہ اسرار اللہ)، نعیم، فخلص، عیش، خاکسار کو لطف نے صاحب دیوان لکھا ہے، مگر یہ بات کسی اور شخص نے نہیں کہی۔ انہیں نامور بھی نہیں کہا جاسکتا اور ان کا پایہ شاعری بھی بلند نہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ گلشن میں کیسے کیسے شعرا موجود ہیں، سراج، فدوی لاہوری، ندوی ایہام گو، پیام، بیتاب، پروانہ، نوا، شمیمت، کائنات، راسخ، طپیش، معین، محبوب، رنگیں، فراق، واقف، شوق دہلوی، شوق رامپوری وغیرہ کا عدم شمول قابل اعتراض ہے۔ ان میں سے بعض کے سوا سب گلزار میں موجود ہیں۔

لطف اس کے پابند نہیں کہ کسی شاعر کے سب اشعار جو گلزار میں ہیں، درج گلشن کریں، اور اپنی طرف سے کسی شعر کا اضافہ نہ کریں؛ کتاب کی غزل (۹ ابیات) جو گلشن میں ہے، گلزار میں نہیں، گلزار میں دو شعروں کا جو قطعہ ہے وہ البتہ ہے؛ اشقیان کے تفریق اشعار (۳) لطف نے گلزار سے لیے ہیں، لیکن، ابیات کی غزل کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، فدوی دہلوی کی دو غزلیں اولاً ایک مطلع گلشن میں ہے، لیکن یہ سب گلزار کے نسخہ کذا بخش سے پھر جائز ہیں، اور اس کے اشعار میں سے ایک بھی گلشن میں نہیں۔

مرتب گلزار مطبوعہ نے ان سب شعرا کے تراجم مجتبہ دیئے ہیں، جن کے تراجم گلشن کی جلد میں نہیں ہیں، ان کے اشعار کے متعلق ان کی روشنی یہ ہے: کل اشعار نقل کیے ہیں، (رجوع بہ تمکین و تخی و تصور و تصویر و تاقب و غیرہ) ایک شعر بھی نہیں دیا، لیکن یہ بتا دیا ہے کہ کتنے اشعار ہیں (رجوع بہ تملی و تاقب و تاقب و تاقب و غیرہ)



و مرتضیٰ قلی خان فراق، فیض و فروغ و فریاد و غیرہ) نہ اشعار موجود ہیں،  
 اور زبان کی تعداد مرقوم ہے (رجوع بہ غلہ ص ۲۲۶ و مقتول و غیرہ) گلزار کے  
 ۴ شعرا جن کے تراجم گلشن میں ہیں، ان میں سے صرف ۸ کے تراجم کتاب یا جرد  
 گلزار مطبوعہ میں شامل ہیں، باقی کے متعلق مرتب نے جو اطلاعات اپنی طرف سے  
 پیش کیے ہیں، ان میں سے کچھ ذیل میں بطور نمونہ نقل ہوئے ہیں: "آفتاب .. لطف  
 نے اپنی طرف سے بہت زیادہ اور مفید تاریخی حالات کا اضافہ کیا اور نمونہ کلام بھی  
 پیش کیا ہے۔ علیٰ ابراہیم نے صرف ۵ سطر لکھی ہیں اور .. دوسرا شعر دریا کے  
 (ورق اب) "۱۱ پنجم .. نفاہے اضافے .. قتل کی تاریخ گلزار .. ممبران میں  
 لکھی .. تراجم نے ۱۱۹۹ .. نمبر میں تاریخ چھوڑ دی گئی ہے۔ ۵ سطر شعر  
 (ورق اب) "۱۱ امید .. خاصہ اضافہ .. ۴ سطر شعر (ورق اب) "۱۱ آبرو  
 .. حالات میں اضافہ ہے .. نمونہ کلام میں کیا .. تین سطر شعر (ورق سے متعلق  
 نفاہیل) "۱۱ اثر دہلوی بہت کم اضافہ" تفاسیر متعلق ورق نسخہ خطی اور یہ  
 اطلاع کہ اشعار مثنوی حاشیے میں ہیں "۱۱ ائم .. کچھ اضافہ .. تین سطر شعر  
 (رباعی) "۱۱ میں .. کوئی اضافہ نہیں ۵ سطر شعر ۱۲۸ شعر "حسرت .. کچھ  
 اضافہ .. خلیل نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ۱۱۹۹ میں ان اشعار کو کھنڈے سے باز  
 طلب کیا .. "حسرت عظیم آبادی بتایدی اضافہ کیا ہے" "درد .. بعینہ تراجم  
 .. صرف تاریخ وفات کا اضافہ" "دیوانہ .. کچھ اضافہ .. تاریخ وفات و غیرہ کا  
 شعر" (خلاف معمول خطی نسخے کے ورق کے متعلق اطلاع نہیں دی) "ضیا  
 میرضیا و الدین ایک بات کا بھی اضافہ نہیں ۶ سطر شعر ۱۲۸ شعر "عشق دہلوی ..



.. صرف اس جملے کا اضافہ .. جس کا مطلب واضح نہیں، نہ معلوم لطف سے کہا ہے  
 سے .. لیا، جہاں بیان ہوتی شاہ فریاد کی حالت سکو مستی ہے تو کہتے ہیں کہ اس  
 عالم میں تعظیم بادشاہ کی نہیں کی ہے۔ (دیکھو لطف ص ۱۲۶ ہم شعر) (یہاں بھی  
 خطی نسخے کے ورق کے بارے میں اطلاع نہیں)

مرتب نے عموماً یہ بتایا ہے کہ تراجم زیر بحث گلزار کے خطی نسخے کے سن  
 اوراق میں ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ نسخہ کالف و بان کے پیش نظر تھے (یہ مفہوم  
 میں نہیں) ، لیکن، یہ بتانا انہوں نے قطعاً غیر ضروری تصور کیا ہے کہ یہ نسخے کون  
 سے ہیں، اس صورت میں اوراق سے متعلق تفریح ایک امر عبث ہے، کسی شاعر  
 کے ترجمے کے متعلق یہ بتانا کہ گلزار کے کسی خطی نسخے میں کتنی سطروں ہیں اور یہ  
 نہ کہنا کہ ان سطروں میں کیا ہے اور کیا نہیں، یہ معلوم کرنے میں بالکل مدد نہیں دیتا  
 کہ کوئی خاص بات جو گلزار میں ہے گلشن میں ہے یا نہیں، وگنا باعکس جو گلزار و  
 گلشن کے تراجم کے اختلاف کے متعلق مرتب کے بیانات ناکافی، اور شکوہ باغیر واضح  
 ہیں؛ کہیں کہیں مرتب سے غلطی بھی ہوئی ہے۔ مرتب گلزار کے مشترک شعرا کے  
 کل وہ اشعار جو گلشن میں ہیں پیش کیے ہیں، لیکن وہ جو صرف گلزار کے خطی نسخوں  
 میں ہیں، گلزار بطور عم سے غیر حاضر ہیں۔ مرتب کے یہ کہہ دینے سے کہ گلزار کے  
 کسی نسخے میں کسی خاص شاعر کے اشعار کی تعداد کتنی ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ لطف نے  
 کون سے اشعار گلزار سے لیے ہیں اور کون سے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔  
 ذیل میں گلزار و گلشن کے کچھ اختلافات کا ذکر کیا جاتا ہے؛ وہ ناظرین  
 ہر ان سے کہ مل واقفیت چاہتے ہیں وہ گلزار کے کسی خطی نسخے کی طرف رجوع



کریں (الف) عشق "ناحال" ۱۹۵۵ء میر بیست آن صاحب بادشاہ (بارشاہ؟)  
 طالبان اشغال (اشتغالی؟) دارد و خود را از عشق حقیقی و حجازی نطالی میگذارد"  
 (گلزار) "طالبان راہ عشق کو ہدایت مطلب سے خالی نہیں چھوڑا بقول علی ابراہیم  
 سخاں .. ۱۹۵۵ء تک داد حال و قال کی دی۔ آخر عظیم آباد میں .. نضا کے ارشاد  
 (گذا) دعوت پر لبیک اجازت باواز بلند کہی" (گلشن) "۱۹۵۵ء دی" کا مطلب  
 یعنی اصحاب نے یہ لیا ہے کہ عشق اس سال فوت ہوئے اور لطف کی عبارت سے  
 یہ مفہوم نکل سکتا ہے۔ گلزار میں ان کی وفات (۱۹۳۳ء) سے قبل ان کا ترجمہ  
 مرقوم ہوا تھا، اور اس کا اس میں ذکر نہیں۔ (ب) گلزار میں یہ بات نہیں کہ احسن  
 ایک مدت سے سرفراز الدولہ کے متوسل ہیں، مرتب نے صرف یہ بتانے پر قناعت  
 کی ہے کہ گلشن میں اضافہ ہوا ہے (ج) اثر کا نام گلزار میں محمد میر، مگر گلشن میں سید محمد  
 صحیح مقدم الذکر جو درد کی علم الکتاب میں ہے۔ نہرست گلزار مطبوعہ میں محمد میر  
 ہے اور مقدمہ گلشن میں بھی ہے، مگر ڈاکٹر عبدالحق نے صراحتاً قول لطف کا  
 تخطیب نہیں کیا (د) درد مند: گلزار کی جو بات گلشن میں نہیں وہ ترجمے کے اس  
 ٹکڑے سے معلوم ہو جاتی ہے جو مرتب نے دیا ہے، لیکن، امر ذیل کی طرف نہ مرتب  
 نے توجہ کی ہے نہ ڈاکٹر عبدالحق کے مقدمے میں اس سے بحث ہے: نام درد مند  
 گلزار میں فقیہ صاحب (ترجمہ درد مند کے علاوہ ترجمہ مستند میں بھی) گلشن میں  
 فقیر صاحب (مگر ترجمہ مظہر میں فقیہ صاحب) جو قطعاً غلط ہے (ہ) دل کا کوئی  
 شعر پیش نظر خطی نسخے میں نہ تھا: شبلی نے ہم شعر سخن شعرا سے لے کر درج کر دیے۔  
 ان میں سے ایک "سوں آینه بہ ستم رسیدہ الخ" و قلمی گلزار میں جو عشق کے نام سے ہے،



اور دیوان بوشش میں بھی موجود ہے۔ باقی اشعار میں سے صرف ایک (ردیف  
یکڑی) گلزار میں ہے۔ مرتب گلزار مطبوعہ نے وہی اشعار اپنے دیے جو گلشن  
مطبوعہ میں تھے، ان کے متعلق کوئی اطلاع نہ دی اور ان میں کسی شعر کے اضافے سے  
بازر ہے، ہاں، 'اخا البتہ انہوں نے بتایا ہے کہ گلزار میں تقریباً ۷۰ شعروں کے  
میں (و) میر حسن نے گلزار کے لیے اپنے حالات و اشعار بھیجے تھے۔ مرتب نے  
یہ رائے ظاہر کی ہے کہ گلزار میں حسن کی عبارت منقول ہے (قرین فیاس) گلشن  
کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ "کوئی اضافہ نہیں" مگر یہ صحیح نہیں، گلشن میں بے نظیر اور  
بدامیر والی مثنوی اور حسن کی وفات کا ذکر ہے جو گلزار میں نہیں۔ یہ بات بھی کہ  
"اقسام عام سے تو جمیع علوم میں انھیں اقرار ایچسانی ہے" گلزار میں نہیں۔ گلزار میں  
لکھو جانام رقم ہے مگر یہ نہیں کہ "صغرسن" میں وہاں گئے تھے، گلشن میں یہ تو  
ہے کہ میر حسن پرانے شہر (دہلی) میں رہتے تھے، لیکن یہ نہیں کہ بچل مسجد کے متصل  
مقیم تھے۔ اس عبارت میں جو میر حسن کی طرف منسوب کی ہے یہ الفاظ ہیں "تذکرہ  
در ریختہ نوشتہ" اس کا ظاہری مفہوم کچھ ہوا اصلی یہ ہے کہ ریختہ گوہر کا تذکرہ لکھا۔  
لطف کو غلط فہمی ہوئی، اس نے یہ لکھ دیا کہ "ایک تذکرہ بھی ہندی گوہر کا زبان ریختہ  
میں لکھا" مرتب باڈاٹر عبدالحق نے اس صریح غلطی کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی۔  
(ز) تاہاں "محالست با.. منظر و.. سودا داشت" (گلزار) "منظر.. اور..  
سودا سے ہمیشہ صحبت رکھتے.. بلکہ.. سودا بنا براک نظر توجہ کے کہ ان کے حال  
پر تھی اکثر اشعار کو ان کے اصلاح کرتے تھے" فرق واضح ہے (رجوع بہ تبصرہ  
دیوان تاہاں) (ح) خواجہ حسن کے متعلق مرتب نے لکھا ہے کہ "کوئی اضافہ نہیں"



مگر گلشن میں دیوان کا ذکر ہے، جو گلزار میں نہیں۔ یہ بات لکھنے کے قابل تھی کہ گلزار میں جو ترجمہ ہے (یہ نسخہ مطبوعہ سے غیر حاضر) وہ حسن کی اس تحریر پر مبنی ہے جو مصنف کو ۱۹۶۷ء میں ملی تھی۔ وقت تحریر تک صاحب گلزار کو ان سے ملنے کا موقع نہ ملا تھا۔ (ط) ہدایت کا نام گلزار میں شیخ ہدایت اللہ اور گلشن میں شیخ ہدایت دونوں غلط ہیں اور اس کا تخریبیہ نہ مرتب گلزار سے کیا ہے نہ ڈاکٹر عبدالحق نے، صحیح ہدایت اللہ خاں ہے۔ مرتب کا بیان ہے کہ لطف نے اضافہ نہیں کیا لیکن مشوی متعلق بنارس کے بارے میں خلیں کا قول ہے کہ میری نظر سے اس گزری اور اس کی نسبت انہوں نے کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ لطف نظر سے نہ گزرنے کو نظر انداز کرتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ ”بہت خوب.. ہے اور داد مضمون تراشی کی دی ہے“ (ی) خورشید کا کھل ترجمہ گلزار مطبوعہ میں موجود ہے اور مرتب نے بتایا ہے کہ گلزار کی عبارت ”تذکرہ در ریختہ تالیف نمودہ خالی از دردے و حالتے بنود“ کا جو ترجمہ گلشن میں ہے (”ایک تذکرہ شعرا سے ہند کا زبان ریختہ میں.. لکھا.. لیکن وہ بھی بسبب ان کی خود پسندی کے خالی خالی اور زلل سے نکھا“) غلط ہے، اعتراض صحیح ہے۔ ترجمہ گلشن میں بعض اوقبات میں بھی جن کی طرف مرتب نے اشارہ کیا ہے، لیکن انہوں نے گلزار سے جو ترجمہ نقل کیا ہے اس میں شورش کا عرف میر ہینیا ہے اور گلشن میں میر ہینا۔ انہوں نے یاد ڈاکٹر عبدالحق نے یہ نہیں بتایا کہ صحیح عرف میر ہینیا ہے۔ (ک) ”ترجمہ اشتیاق گلزار مطبوعہ میں ہے.. سرسندی اسمش ولی اللہ از سلسلہ مجدد الف ثانیست، وجدش شاہ محمد گل و در کوٹہ فیروز شاہ میماند و دروشیان

۱۔ مقدمے میں میر ہینا ص ۱۱



ہیزلیٹ۔ کٹر شرفازی و بیشتر شعر ہندی میگنت " لطف نے یہ سب لکھا ہے  
 لیکن شاہ محمد گئی کے متعلق علی ابراہیم خاں کے قول کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ یہ  
 "راقم۔۔ کے گوشزد۔۔ نہیں ہوا" اس نے ولی اللہ سرہندی کو دہلی کے مشہور  
 قاضی شاہ ولی اللہ سے مخلوط کر دیا ہے اور یہ بڑی فاحش غلطی ہے۔ اس نے جو  
 دو کتابیں ان سے منسوب کی ہیں، ان میں سے ایک کے موضوع کے متعلق اس نے  
 غلط بیانی کی ہے، اور دوسری انھوں نے لکھی ہی نہیں، یہ پیشی کے حاشیے میں ہے،  
 اور ڈاکٹر عبدالحق کے مقدمے میں بھی اس کا اعلاہ ہوا ہے۔ مرتب گلزار نے اس سے  
 بحث اپنی کتاب "ڈاکٹر عبدالحق نے گلشن کی دوبارہ اشاعت کے وقت مقدمے میں  
 بطور حاشیہ یہ اضافہ کیا ہے :-

"صاحب تذکرہ کو نام سے دھوکا ہوا۔ یہ شاہ ولی اللہ دوسرے صاحب  
 ہیں جن کا تخلص اشتیاق ہے، بعد کی تحقیقات سے یہ حقیقت معلوم ہوئی ہے (دیکھو  
 نکات الشعراء ۱۰۰)۔"

شاہ ولی اللہ اشتیاق کے متعلق نکات میں صرف یہ ہے: "مردے بود وی علم  
 ازا اولاد شیخ الف ثانیست، بنیہ شاہ محمد گل مولداوسر ہنداست۔ در کوٹہ فیروز  
 شاہ سکونت داشت۔ در ولایت متوکل، گاہے فکر ریختہ می کرد" اس میں کوئی خاص  
 نئی بات نہیں، ہاں "بود"، "داشت" اور "میکرد" اس پر ضرور مشورے کے ترجمہ  
 وفات کے بعد قلمبند ہوا تھا۔ کوئی ایسا شخص جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے  
 ذاتی اور خانہ دہلی حالات سے واقفیت نہیں رکھتا، صرف اس ترجمے کی مدد سے  
 اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ ولی اللہ اشتیاق، ولی اللہ محدث سے مختلف ہیں۔



مگر باخبر اصحاب سلسلہ میں بھی اس زمانے تک کی چھپی ہوئی کتابوں کی بنا پر یہ  
 ذریعہ کر سکتے تھے کہ لطف نے دو مختلف اشخاص کو مخلوط کر دیا ہے۔ نساخ کے سخن  
 شعرا مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں ہے: "اشتیاق تخلص شاہ ولی اللہ ولد (کذا) شاہ  
 محمد گل باشندہ "سرہند" ظاہر ہے کہ نساخ محدث دہلوی سی نامور اور مقتدر  
 ہستی کا ذکر اس طرح نہیں کر سکتے تھے، اور اس سے یہ شبہ پیدا ہونا چاہیے تھا  
 کہ شاہ ولی اللہ اشتیاق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ یہ بات کہ محدث دہلوی  
 کا شاہ محمد گل سے مطلقاً نسبی تعلق نہیں، خود ان کی مطبوعہ کتابوں سے ثابت ہے  
 اور ان سے متعلق چھپی ہوئی تحریروں سے اس کی تردید ہو سکتی تھی کہ سرہند ان کا  
 وطن اور کوٹلا ان کا مسکن تھا۔ رہا یہ امر کہ اشتیاق کی وفات نکات میں ان کا  
 حال سوالہ قلم ہونے سے پیشتر ہو چکی تھی، سلسلہ میں ایک مطبوعہ کتاب سے معلوم  
 ہو سکتی تھی، میری مراد فہرست اشیر نگر سے ہے، جس میں مرقوم ہے کہ اشتیاق  
 ۱۱۷۰ کے لگ بھگ راہی عدم ہوئے ۱۲۲۶۔ (۱۸۷۶ء سے برسوں قبل فوت  
 ہوئے تھے) محدث دہلوی نے ۱۸۶۵ء کے بہت بعد رحلت کی؛ ان کے بارے  
 میں بو مستند تحریریں منظر عام پر آچکی تھیں ان میں رنجیہ گوہر نے اور اشتیاق  
 تخلص کا ذکر نہیں۔ یہ امور اور یہ علم کہ محدث دہلوی کے تصانیف کے بارے میں  
 لطف نے فاحش غلطی کی ہے، اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کافی تھا کہ لطف نے ایک نام  
 کے دو شخصوں کو مخلوط کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ ۱۸۲۳ء کے پچھلے  
 ہونے تذکرے نتائج الامکار مصنفہ قدرت گوپاموی ۱۸۶۵ء میں شیخ عبدالاحد  
 معروف بہ شاہ گل تخلص بوحضرت نوازہ مجدد الف ثانی کا ترجمہ موجود ہے۔



(ل) ضیا کے متعلق مرتب گزار کا قول ہے کہ گاشن میں "ایک بات کا بھی اضافہ  
 نہیں" یہ صحیح نہیں، ذیل کی باتیں گزار میں ہیں: (۱) قصیدے سے "انکار ما"  
 ہونا، اور متنوی کا خیال "کمتر کرنا (۲) "عزالت و گوثر نشینی" (۳) صاحب  
 دیوان ہونا۔ یہ بات کہ ۹۶ میں پڑنے سے لے، گزار میں ہے، مگر گلشن میں نہیں۔  
 (م) نعیم کا نام ایک جگہ نعیم اللہ (گزار میں نعیم اللہ خاں) اور دوسری جگہ محمد نعیم  
 لکھا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ نعیم اور حاتم میں "اکثر مشاعروں میں گفتگو میں طنز و ایما  
 کی... درمیان آئی (آئی) میں" (اس سلسلے میں نعیم و حاتم کا ایک ایک شعر)۔  
 یہ بات گزار میں نہیں، اور اشعار مذکور بھی اس سے غیر حاضر ہیں، گزار میں انھیں  
 حاتم کا معاصر اور ان کے ساتھ معاشرت رکھنے والا البتہ لکھا ہے۔ حقیقت یہ  
 ہے کہ نعیم اللہ خاں، نعیم حاتم کے شاگرد تھے (تذکرہ ہندی وغیرہ) اور یہ بات  
 کہ ان دونوں میں طنز و ایما کی گفتگو ہوا کرتی تھی، لطف (یا مقلدین لطف) کے سوا  
 کسی نے نہیں کی۔ اس تخلص کا ایک دہلوی مرثیہ گوگزارا ہے جس کا حال تذکروں میں  
 توہنی لیکن درگاہ قلی خاں کے سفر نامے میں ہے، اس سے اور حاتم سے لڑک جھوک  
 رہا کرتا، اور تو اس کا امکان ہے، مگر اس کا بھی ثبوت موجود نہیں۔ گلشن میں نعیم کے  
 جو منتخب اشعار ہیں (حاتم سے متعلق شعر نہیں) وہ گزار میں موجود ہیں۔ گلشن  
 میں یہ بھی ہے کہ "نعیم نے مرتے دم تک وہی نہ پھیرا" اور وہی مرے۔ یہ مرثیہ گو  
 کے بارے میں صحیح ہو تو ہو، اس نعیم کے متعلق جس کا ذکر گزار میں ہے غلط ہے،  
 اس میں ذکر بصیغہ ماضی ہے، مگر وفات کے بارے میں صراحتہً کچھ نہیں لکھا۔ ان کی  
 وفات بنوین مصحفی از ترجمہ طبری (زروہیل کھنڈ) میں ہوئی۔



(۸) مقدمے میں ہے کہ لطف نے " ایک یہ کام بھی بہت اچھا کیا ہے کہ جن لوگوں کا تھوڑا یا بہت یا کسی قدر (کذا) تعلق کسی سلطنت سے رہا ہے ان کے تاریخی حالات بھی خوب خوب لکھے ہیں " مقدمہ نگار نے سید عبد اللہ خاں اور سید حسین علی خاں کے حالات کی جو ترجمہ امید میں ضمناً فریوم میں خاص طور پر تعریف کا ہے اور کوئی تاریخی واقعہ انہیں غلط نظر آیا ہے تو یہ کہ عالمگیری نے مکہ مسجد کعبہ وادی (اس کی تردید شبلی نے بھی کی ہے) - تاریخی حیثیت سے گمشدگی کو مطلقاً اہمیت نہیں، لطف نے کچھ بازاری گپیں اور کچھ پیش پا افتادہ واقعات پیش کر دیے ہیں - متعدد تاریخی شخصیتوں (مثلاً دولت جنگ، شہادت جنگ) سے لطف نے بحث ہی نہیں کی، اور جن سے بحث کی ہے ان سے متعلق ضروری باتیں نظر انداز کی ہیں - ان کے بیانات غلط بھی ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ ڈاکٹر عبدالحق اس سے بے خبر ہوں:

- (۱) سال وفات شجاع الدولہ ۱۱۸۷ھ ص ۱۱۸۸ یہ بلا اختلاف ۱۱۸۸ھ ہے۔
- (۲) لطف کے والد " ۱۱۵۲ گیارہ سو چوں ہجری " میں نادر شاہ کے ساتھ دہلی پہنچے ص ۱۲۶، یہ بات مقدمے میں بھی نقل ہوئی ہے، اور سترہ مذکور کے منعلق کوئی لاسے ظاہر ہستی کی گئی - نادر شاہ میں آیا اور ۱۱۵۲ میں واپس گیا۔
- (۳) پیر علی خاں پسر مبارک الدولہ ص ۵۵، صحیح پیر علی خاں -
- (۴) تانا شاہ کے حلقہ پینے کا قصہ ص ۶۶ بازاری گپ ہے۔
- (۵) سال قتل انجام ۱۱۶۹ ص ۱۶، مرتب گزارنے بتایا ہے کہ گلزار میں ۱۱۵۹
- مگر یہ ہنس لکھا کہ صحیح کون ہے، درست ۱۱۵۹ھ ہے (تاریخ محمدی و سیر المناورین وغیرہ)۔



(۶) شاہ عالم کا نام عالم فنا ہزادگی میں عالی گوہر، لقب شاہ عالم کے ساتھ  
 "جلوس فرمایا" ص ۷۔ یہ جن زمانے میں پیدا ہوئے تھے، محمد شاہ کا زمانہ تھا اور  
 اس کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی کہ ان کے باپ اور ان کے بعد انھیں سلطنت ملے، لیکن  
 عماد الملک نے پسر محمد شاہ کو معزول کر کے عالمگیر کو بادشاہ بنا دیا اور یہ اس کے  
 ولیعهد ٹھہرے۔ اس سے پیشتر ان کا نام مرزا عبداللہ تھا، عالی گوہر اور شاہ عالم  
 دونوں لقب مختلف زمانوں میں ایام ولیعهدی میں ملے (خلاصہ تاریخ عالمگیری)۔  
 یہ دوسری بات ہے کہ انھوں نے اپنی بادشاہی کا اعلان کرتے وقت کوئی نیا لقب  
 اختیار نہیں کیا، شاہ عالم ہی رہے دیا۔

(۷) ۱۱۳۳ھ سے گیارہ سو تیس ہجری میں فرخ سیر و معز الدین کی جنگ ہوئی  
 اور سلطنت کی نمک حلائی سے "فرخ سیر کو بادشاہی ملی ص ۱۰۔ دشمنوں میں عبداللہ  
 تھا اور حسین علی نہاں کا زور توڑنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ موخر الذکر صوبہ دار دکن  
 مقرر ہوں اور دونوں بھائیوں میں جدائی ہو جائے۔ یہ بادشاہ سے مسئلہ میں  
 رخصت ہو کر دکن گئے ص ۱۹، صفحہ ۲۱ میں اسی سوزیہ حسین علی نہاں اور داؤد  
 خاں کی جنگ کا ذکر۔ پہلی بات یہ ہے کہ دکن کی صوبہ دار ہی خود حسین علی نہاں چاہتے  
 تھے (سیر المتاخرین ص ۳۹) مگر یہ خواہش نہ تھی کہ وہاں خود جائیں۔ دوسری بات  
 یہ ہے کہ فرخ سیر ۳۲ھ میں بادشاہ ہوا تھا، تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس نے  
 انھیں ۳۲ھ میں صوبہ داری دکن عطا کی؟

(۸) شاہ عالم نے عماد الملک کے در سے دہلی چھوڑی اور "بہت آوارگی کا لمحہ"  
 نجیب الدولہ کے ہاں "منتظر غنیمت الہی" ہو کر ٹھہرے۔ اس میں بعد ایک مدت کے



محمد تلی خاں .. کو .. حوصلہ شکنی کی تیغ کا پورا ص ۶

شاہ عالم پر حملہ تاریخ ۱۱ رمضان ۱۰۰۰ھ ہوا، ۱۲ کو وہ حویلی علی مردا خاں سے جہاں اس وقت مقیم تھے، لڑتے ہوئے نکل گئے۔ ۹ شوال کو مرہڑوں سے رخصت ہوئے اور ساتھیوں کو اجازت دی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں، بہتوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ ۲۵ ذیقعدہ کو کنبجورہ پہنچے جہاں نجابت خاں روہیلہ نے ہم ہزار روپے نذر پیش کیے۔ نجیب الدولہ (کئی ہسینوں سے میرا پورا میں مقیم تھا، وہ اس وقت بیٹے کی شادی کے لیے دارانگر گیا ہوا تھا۔ ضابطہ خاں (پسر) اور سلطان خاں (برادر) حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ جانشین لے گئے، جہاں شاہ عالم سید حسین علی خاں بابہ ہر کی بیوہ کے یہاں ٹھہرے۔ ۱۴ ذیحجہ کو نجیب الدولہ (میرا پورا) میں شاہ عالم سے ملا، اور اس نے ان کا یومیہ مقرر کر دیا۔ شاہ عالم سعد اللہ خاں اور فیض اللہ خاں کے علاقے میں گئے اور وہاں کچھ دن قیام کے بعد عازم لکھنؤ ہوئے جہاں وہ ۳ جمادی الاولیٰ (۱۰۰۲ھ) کو پہنچے اور شجاع الدولہ سے ملاقات ہوئی۔ شجاع الدولہ نے انھیں پچاس ہزار روپے دیے اور لالہ آباد روانہ کیا، شجاع الدولہ نے محمد قلی خاں اور بلونت سنگھ کو حکم دیا کہ وہ ان کی فرماں برداری کریں اور وہ عازم پٹنہ ہوں تو اپنی سرحد تک انھیں پہنچا دیں۔ شاہ عالم نے بہت سے لوگوں کو نوکر رکھا۔ یہ علم ہوا تو گاوا الملک، وزیر نے عالمگیر ثانی پر زور ڈالا کہ وہ صوبہ داری پٹنہ ہدایت بخش کو عطا کریں اور انھیں وہاں روانہ کریں۔ غرض یہ کہ شاہ عالم پٹنہ پر قابض نہ ہو سکیں۔ بادشاہ نے ہدایت بخش کو تاریخ ۲۸ جمادی الاخریٰ یہ حکم دیا۔ شاہ عالم آہستہ آہستہ پٹنہ کی طرف جا رہے تھے اور شجاع میں وہاں پہنچے (خلاصہ



تاریخ عالمگیر (۲) اس کا فیصلہ ناظرین کر سکتے ہیں کہ لطف کے بیان سے صحیح حد تک  
معلوم ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اتفاقاً یہ ہے کہ محمد علی خاں کے یہاں پہنچنے سے قبل ہی  
شاہ عالم کا ارادہ پختہ جانے کا ہو چکا تھا۔

(۹) افسوس کے باوجود لکھنؤ میں کئی سال قیام کے بعد صوبہ دار بنگالہ میر محمد جعفر  
کے بڑے بیٹے صادق علی خاں کی طلب پر مرشد آباد گئے اور داروغگی تو بجانہ وغیرہ کے  
ساتھ مدور و عنایت ہوئے۔ ”شجاع الدولہ معہ (کذا) صوبہ دار بنگالہ صاحبان  
عالی شان سے معرکہ آرا ہیں تو۔۔ ہمراہ رکاب کے تھے۔ ص ۹۹ اس سے صریحاً یہ نتیجہ  
نکلتا ہے کہ میر جعفر شجاع الدولہ کے ساتھ انگریزوں سے لڑے اور یہ بچ بچہ  
جانتا ہے کہ غلط ہے۔

(۱۰) پیر افسوس نے ”بعد میر محمد جعفر خاں کی وفات کے رفدگار بسیف الدولہ  
کا۔۔ نہیں کیا“ ص ۱۱۱ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ میر جعفر کے بعد بسیف الدولہ  
صوبہ دار ہوئے، لیکن، صحیح یہ ہے کہ پہلے نجم الدولہ مندرشتیں ہوئے اور ان کی  
موت کے بعد بسیف الدولہ نے ان کی جگہ لی (سیر المتاخرین ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲)۔  
(۹) مولف ایسے زمانے میں تھا جب۔۔ بڑے بڑے اساتذہ زندہ تھے،  
مولف ان کا ہم عصر تھا اور ان میں سے اکثر سے ان کی شناسائی اولد و سنی تھی  
اور اس سے جس وثوق اور صحت کے ساتھ ان کے حالات یہ لکھ سکتا ہے، دوسرا  
ہنسی لکھ سکتا ”ص۔۔ ہم عصری کی بحث چھیڑنے سے قبل لطف کے زمانہ ولادت  
کی یقین کی کوشش کرتی تھی اور یہ بتانا تھا کہ کس کس زمانے میں کہاں کہاں رہے،  
پہلی بات انھوں نے یکدم نظر انداز کی ہے، ان میں سے صرف ۲ سے لطف نے



ذاتی واقفیت کا ذکر کیلئے: آصف الدولہ کے یہ طائر رہے تھے، جہاندار شاہ نے انھیں مشاعرے میں طلب کر کے انھیں داد دی تھی، انہوں نے مرشد آباد پہنچ کر ان کے ملنے ان کے گھر گئے تھے اور آشتی سے ان کی پرانی دوستی تھی۔ اس کا امکان ہے کہ ذیل کے ۲۳ شاعروں سے ان کی ملاقات ہوئی ہو یا انہوں نے انھیں دیکھا ہو: احسن، الہام، انشا، بقا، جرأت، جوشش، حسرت، میر حسن، نواجہ حسن، جیون، دیوانہ، دل، درد، منظر، اثر، سوز، سجاد، قائم، میر، مجذوب، مصحفی، منت، محبت۔ ان کے زمانہ ولادت اور مختلف مقامات ان کے قیام کے وقت کے متعلق میرا قیاس صحیح ہے تو باقی شعرا کی تو انہوں نے مشکل بھی نہ دیکھی ہوگی۔

لطف محتاط تذکرہ نگار نہیں، اور انہوں نے اپنا کام بہت عجلت کے ساتھ انجام دیا؛ مواد کی فراہمی کی انہوں نے کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ گلزار سے قطع نظر، ان کے تذکرے میں صرف ایک تذکرہ کا سوال ہے اور وہ سرو آزاد ہے (ص)۔ اس کے مطالب سے بھی یہ اچھی طرح واقف نہیں؛ اس پر انھیں عبور ہوتا تو اس کا علم ہوتا کہ شاہ ولی اللہ (اشتیاق) شاہ گل مخلص بہ و عدت سہرندی کے پوتے تھے ۲۱۳۲ھ۔ لطف سے اغلاط بھی بکثرت سرزد ہوئے ہیں۔

مقدمے میں لطف کے قول کے متعلق تصانیف شاہ ولی اللہ کی صراحتاً تردید ہے، اور میر کی نسبت اللہ کے بیان: "وہ نان شبینہ کا محتاج ہے اور بات کوئی نہیں اس کی آج ہے۔ آصف الدولہ .. نے .. ۳۲۲ھ میں مشاہرہ مقرر کر کے تحسین علی شاہ ناظر کے سپرد کیا، خواہ میں کبھی تصور نہ ہوا اور .. آج کے دن تک .. وہی حال ہے جو اوپر مذکور ہوا" کے بارے میں یہ رائے ظاہر



کی گئی ہے: "یہ لکھنا کہ وہ نان شبینہ کا محتاج ہے یا تو مبالغہ ہے یا یہ ہے کہ وہ (گذا) دوسروں کے مقابلے میں ان کی کمائی کی پوری قدر نہ ہوئی" ص ۱۶۔ یہ معمولی مبالغہ نہیں، مناقض کی صریح مثال ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ ۳۰ روپے کا تنخواہ دار نان شبینہ کا محتاج ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ سہلہ میں ۳۰ روپے آج کل کے دو ہزار روپے کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ حقیقت مگر یہ ہے، کہ سعادت علی خاں کے عہد میں تنخواہ بند ہو گئی تھی (تذکرہ کمال، نسوہ کلکتہ)۔ اس کے باوجود یہ حالت تو نہ ہو گی کہ نان شبینہ کے محتاج ہو گئے ہوں۔ اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ مقدمے میں اثر کا نام کس طور پر ہے۔ ذیل میں لطف کے کچھ اغلاط کی طرف ناظرین کی توجہ متوقف کرائی جاتی ہے مان سے مقدمے میں بحث نہیں ہوئی، مقدمہ اغلاط کا اوپر ذکر ہو چکا ہے (ان میں سے کچھ باتیں گلزار میں بھی ہوں گی):

(۱) سال وفات میر حسن ۱۲۰۵ھ ص ۹۲ صحیح ۱۲۰۱ھ (تذکرہ ہندی)۔

(۲) چراغ دہلوی ص ۲۳ صحیح چراغ دہلی۔

(۳) سال وفات منظر ۱۱۹۵ھ ص ۱۶، شبلی کو یہ علم تھا کہ عاشق حبیبات

شہید سے ستم وفات معلوم ہوتا ہے اور انھوں نے سنا شیخے میں اسے نقل بھی کیا، مگر یہ نہ بتایا کہ اس سے ۱۱۹۵ھ تک کتاب ہے اور صحیح سال وفات یہ ہے۔

(۴) منظر کا سن سویرس کے قریب تھا۔ سال ولادت مختلف طور پر بیان کیا

جاتا ہے، لیکن کوئی رنایت ایسی نہیں جس کی بنیاد پر عمر ۸۶ سے زیادہ ٹھہر سکے۔

(۵) میر حسن میں لکھنؤ آئے ص ۱۵۳ صحیح ۱۱۹۶ھ

(۶) میر صاحب دیوان ص ۱۵۲ وفات کے وقت ۶ دیوان اور ایک دیوانچہ



چھوڑا، ۱۲۱۵ء تک ۵ دیوان مرتب ہو چکے ہوں گے۔

(۷) نغماں کے والد میرزا علی خاں نکتہ صفا نکتہ کی جگہ رنگہ بچا ہے۔

(۸) نغماں دہلی سے مرشد آباد گئے اور وہاں سے دہلی واپس گئے، کئی برس

کے بعد عظیم آباد آئے، صفا صبح یہ ہے کہ مرشد آباد سے اوردہ گئے تھے اور وہاں سے عظیم آباد آئے

(۹) مرزا عسکری عیش کی ایک غزل، اشعار کی دی ہے، جس کے مقطع

ذیل سے شاگردی سوز منتر شمع ہے:

یہ غزل عیش ہے تصدق سوز مجھ سے ہوتی تھی انصاف کہیں

یہ باستثنائے شعر مصحفی کے تذکرہ ہندی میں حسین رضا عیش شاگرد سوز

کے نام سے ہے، اور یقین ہے کہ چاروں شعرا انھیں کے ہوں۔ علی ایماہم نغماں نے

میرزا عسکری عیش کے دوسرے اشعار پیش کیے ہیں۔

(۱۰) سال وفات درو ۱۲۰۲ھ صفا ۹۹ صمیم ۱۱۹۹ھ

(۱۱) سال وفات جعفر علی حسرت ۱۲۱۰ھ صفا ۸۸ صمیم ۱۲۰۹ (رجوع بہ تعین

زمانہ)

(۱۲) تاباں کی وفات عہد محمد شاہی میں ہوئی صفا ۸۸ احمد شاہی چاہے، حسرت

کی وفات کا قطعہ تاریخ دیوان تاباں میں موجود ہے، اور وہ لڑائی جس میں یہ قتل

ہوئے۔ وفات محمد شاہ کے بعد، عہد احمد شاہ میں واقع ہوئی۔

(۱۳) تاباں شاگرد سوز صفا ۸۸ اس کی کوئی قابل قبول سند موجود نہیں۔

(۱۴) سال ولادت آرزو ۱۱۸۰ھ صفا ۲۳ صمیم ۱۰۹۹ھ (سفینہ خوش گو)۔



(۱۵) مصطفیٰ قلی خاں یکرنگ ص ۱۹۵ غلام مصطفیٰ خاں صحیح (دیباچہ دیوان آزادہ)

حائم

(۱۶) یقیناً مجدد الف ثانی کے نواسے ص ۱۸۴۔ اردو میں نواسہ = دختر زادہ۔

یقیناً کی ماں حمید الدین خاں بیچہ، عالمگیری کی بیٹی تھیں، جو مجدد کی نسل سے نہ کہنے۔  
یقیناً کے والد کا سلسلہ نسب مجدد تک پہنچتا تھا، مگر درمیان میں کئی پشتیں ہیں۔

(۱۷) سال وفات منت ۱۳۰۶ھ ص ۱۸۴۔ وفات کلکتہ میں واقع ہوئی

اور لطف کلکتہ ہی میں غلط سنہ لکھ رہے ہیں، مگر سنٹ نے انھیں یہ نو بتایا ہوگا  
کہ سنہ وفات مل سکے تو ضرور درج تذکرہ کیا جاسکے، لیکن ان کی جگہ تحقیقات  
کا کام تو اپنے سر نہیں لے سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یقیناً تحقیق ہو جاہا تکہ دیا۔ صحیح سنہ ۱۳۰۸ھ  
(دیوان ممنوں پیر منت، نسخہ کلکتہ)

(۱۸) سال وفات قائم شاید ۱۲۱۰ھ ص ۱۳۴۔ تذکرہ ہندی میں جس کا سال

اختتام ۱۳۰۹ھ ہے، ان کی موت کا ذکر ہے۔

(۱۹) حسن صغریٰ میں وارد لکھنؤ ص ۹۲۔ خود حسن نے اپنے تذکرے میں شروع

جوانی لکھا ہے۔

(۲۰) بیدل نے تیسرے کو ماژڈالاصت ۵۲۲ افسانہ لکھا ہے۔

(۲۱) "بحر مندارک لورکان وغیرہ پانچوں وزن جن کے ناظم مخصوص شعراے

عرب ہیں، اور عجم ان سے احتیاط کرتے سب کے سب ہیں، اکثر میرزا (بیدل)

نے غزل ان اوزان میں لکھی ہے" ص ۵۵۔ بحر مندارک و بحر کامل میں بیدل سے

قبل کے شعراے عجم کا کلام موجود ہے۔ "پانچوں وزن" غیر واضح ہے۔



(۲۲) مصحفی "ایک برس سے اوقات کثرت میں لیسر کرتا ہے" ص ۱۲۶۔ لکھنؤ

میں مصحفی کے مستقل نبیام کا آغاز ۱۱۹۸ھ میں ہوا (عقلمند ثریا) "۱۲ برس صحیح نہیں

(۲۳) "سر سبز خط سے دو نا پوا حسن یار کا الخ" منسوب بتاباں ص ۶۹

مگر عشاق کا شعر ہے (نکات مشعل)۔ دیوان تاباں سے یہ شعر غیر حاضر ہے۔

(۲۴) راجہ دولہ رام ص ۲۳۰۔ صحیح دہلیہ رام پیر الماخرین ص ۶۲۰۔

(۲۵) حزیں شکر ۱۲۴۰ھ میں ایران سے وارد دہلی ص ۲۳۰۔ حزیں نے یہ شعر اپنے

حالات میں کتاب لکھی ہے، اس میں لکھا ہے "میں ہندوستان آنا مقوم ہے۔ دہلی لکھنؤ

میں گئے، مگر ہندوستان کے کسی دوسرے مقام سے وہاں پہنچے تھے۔

(۲۶) شمس الدین، فقیر کی طرف "آہ تو نے تو کجا بار ہلایا ہے تلک الخ"

اور اس کے ساتھ کا ایک اور شعر منسوب کیا ہے، تذکرہ قاسم میں پہلا شعر اور اس

زین کا ایک اور شعر فقیر اللہ، فقیر ساکن گنگاوتی کے نام سے درج ہے، اور میرا خیال

ہے کہ یہ سب شعر اسی کے ہیں۔ لطف نے مقدم الذکر فقیر کے نام سے ایک غزل بھی

منسوب کی ہے، جس کی ردیف "بیٹھ گئے" اور قوافی کدھر، گھر وغیرہ ہیں۔ اس

زین کا ایک شعر جو غزل مذکور میں شامل نہیں، تذکرہ قاسم میں فقیر موخر الذکر کے

نام سے مندرج ہے، مقدم الذکر نے بہت کم اردو شعر کہے ہیں، یہ غزل بھی میرا

خیال ہے کہ موخر الذکر کی ہے۔

(۲۷) فقیر گیارہ سو ستترہ میں حج زیارت کو گئے، واپسی میں ہزار ڈوب

گیا ص ۱۲۹۔ گل رعنا (نسخہ خدابخش میں ہے کہ "زیارت عینات عالیات راج کا

ذکر نہیں) کے لیے لکھنؤ سے چلے اور آخر ۱۲۸۸ھ میں ولاد اورنگ آباد ہوئے اور آخر



- ۱۳۳ء میں زیارت کے بعد واپس آ رہے تھے کہ جہاز ڈوب گیا۔
- (۲۸) افسوس کے بزرگوں کا وطن خاف "علاقے میں عرب کے" صحت  
خاف یا خوات کو عرب سے دور کا بھی تعلق ہیں۔
- (۲۹) افسوس کے والد تقیہ اللہ خاں کے بلوانے پر دہلی سے نکلے اور  
شجاع الدولہ کے نوکر ہوئے۔ اس زمانے میں افسوس ابرس کے تھے اور یہ  
بھی ہمراہ تھے صحت بنگالہ جانے سے قبل شجاع الدولہ کی ملازمت کا ذکر  
لغظ افغان کے تقلیدین کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ تذکرہ نگاروں سے قطع نظر،  
نور افسوس نے اپنے حالات لکھے ہیں، اور ان کے کلیات کے دیباچے میں بھی  
جو ان کے دوران حیات میں تحریر ہوا تھا، ان کے واقعات زندگی دلچسپ ہیں، لیکن  
شجاع الدولہ کی نوکری کا ذکر نہیں۔ یہ بالکل قرین قیاس نہیں۔
- (۳۰) کلیم نے نصوص الحکم کا ترجمہ کیا تھا، یہ نامکمل رہا (مخزن نکات)
- (۳۱) پدر عزت سعید اللہ صحت۔ صحیح سعد اللہ جو گلزار میں بھی ہے۔
- (۳۲) سودا ۶۰ برس کی عمر تک دلی میں رہے، خرابی دہلی کے بعد وہاں سے  
نکلے تو اور شہروں کی سیر کرتے ہوئے آخر "کھنڑ میں" مقیم ہوئے۔ آصف الدولہ  
نے بڑی قدر و منزلت کی صحت۔ سودا ۱۱۵۰ء و ۱۱۵۰ء کے مابین پیدا ہوئے،  
۱۱۵۰ء کے لگ بھگ وہاں سے نکلے تو فرخ آباد جا کر گیارہ بارہ برس رہے وہاں  
سے فیض آباد عہد شجاع الدولہ میں گئے اور کئی سال کے قیام کے بعد جب  
آصف الدولہ کھنڑ گئے تو ان کا بھی وہیں جانا ہوا۔ وفات وہیں ہوئی۔ ممکن ہے  
دہلی سے نکلنے کے بعد قہر پورے قہر پورے دن اور مقامات میں بھی رہے ہوں اور



اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اپنی مستقل طور پر چھوڑنے سے قبل بھی سفر کیا ہو۔ متعدد  
تصانیف درج شعراء الدولہ میں ہیں۔

(۱) "اتنا تصرف کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے کلام چھپ چکے ہیں، ان کے  
انتخابی کلام کو پبلشر نے کم کر دیا ہے، صرف اعلیٰ درجے کے اشعار رکھے ہیں مگر جن  
شعرا کا کلام نہیں چھپا، ان کے کلام کو جتنسہ و بیسہ ہی رکھ دیا ہے۔ خود مولف  
نے اپنے کلام سے صفحے کے صفحے رنگ دیے تھے ("شاید اس موقع کو غنیمت سمجھ کر  
سب کا سب درج کر دیا ہے" ص ۱۰)۔ اس میں بھی انتخاب کر دیا گیا ہے، ص ۱۲  
پر پبلشر کی انٹراس" میں ہے کہ میر، سودا، درد اور مصنف کا نمونہ کلام جو اس  
تذکرے میں نہایت کثرت کے ساتھ درج تھا، اس میں سے صرف علامہ نمونہ  
چن لیا گیا ہے اور اس خدمت کو بھی مولوی عبدالحق صاحب کے ذوق سلیم نے  
انجام دیا ہے۔

میر، درد، سودا، جرأت، انشا اور (غالباً) یقین کے دیوان سے  
قبل ہی طبع ہو چکے تھے۔ مرتب کی عبارت سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ان سب کے  
کلام میں کھینچ ہوئی، مگر ناشر کے بیان سے جو بات ظاہر ہوتی ہے، وہ اوپر  
درج ہو چکی ہے۔ گمشدہ کا کوئی نسخہ اس وقت چھپ نظر نہیں کہ ڈاکٹر عبدالحق کے  
انتخاب کے متعلق کوئی رائے دی جاسکے، لیکن، میر کے ایک قطع (خستہ برما شعر)  
کے شعرا خر کو جو کاسے (یعنی کہ + اے) سے شروع ہوتا ہے رکھ کر اور شعرا کو  
جو قطع کا لازمی جزو ہے، جس سلامت ذوق کا مظاہرہ کیا گیا ہے، وہ دامن سے  
مستغنی ہے:



کلیں ہر کشتاں جہان میں کھینچا کلام نے سر پایاں کار مور کا خاک دم ہوا وقت ۱۵۵  
اشعار خارج ہی کرنے تھے تو شائع شدہ دو اوپن کے صفحات و سطور کے حوالے  
سے یہ بتایا جاسکتا تھا کہ کتنے اور کون سے اشعار خارج کیے گئے مگر یہ بغیر ضروری  
منصور ہوا۔ لطف کے کلام کے بہت بڑے حصے کو حذف کر دینا بڑی زیادتی ہے، لطف  
یہ کہ گلشن کے دوبارہ چھاپے جانے کے وقت بھی اس کی تلافی نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر عبدالحق  
نے یہ نو لکھا ہے کہ شاید سب کا سب کلام درج نہ کر دیا ہے (میں تو اسے قرین  
قیاس نہیں سمجھتا) اور یہ بھی بتایا ہے کہ غزل و قصیدہ و مثنوی سب کچھ ہے، مگر یہ  
اطلاع عقلمندی میں نہیں ملتی کہ کن اصناف سخن میں کس قدر کلام ہے۔ میرا گمان ہے  
کہ ربا عیاں بھی ہوں گی جو ان سے قلم انداز ہوئیں۔

ڈاکٹر عبدالحق رقمطراز ہیں: ”صاحب تذکرہ نے غصیب یہ کیا ہے کہ مثنوی  
(نواب و بیال) کا وہ حصہ منتخب کیا جس سے کسی طرح صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ سراپا  
کا مضمون اس قدر متبذل ہے کہ اس میں کوئی نیا مضمون پیدا کرنا یا اس میں زبان کی  
تصاحت و سلاست دکھانا بہت مشکل ہے، اس لیے سراپا کے چند اشعار پر سے  
(کذا) حکم لگا نا درست نہیں ہے۔ صاحب تذکرہ نے اپنے اس ذوق کا ثبوت اور  
بھی ایک آدھ جگہ دیا ہے، مثلاً جوشش کے کلام کو پسند نہیں کرتا مگر انتخابی اشعار  
بہت اچھے ہیں، اسی طرح مصحفی کی تعریف کی ہے، لیکن انتخاب اس قدر  
خراب رہا ہے کہ اسی سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کوئی  
اچھی شاعر ہے“ ص ۱۷

لطف نے جوشش کے بارے میں لکھا ہے ”وطن ان کا غنیم آباد ہے“



خوش لیاقتی ان کی جو کچھ کہیے اس سے زیادہ (قافیہ "زیاد" چاہتا ہے) طبیعت  
 ان کی زخم رنجتہ میں نہایت رسا ہے اور معنی بیگانہ سے شدت آشنائے پر پراشتی  
 درد کی کلام سے ان کے ظاہر اور علم غرض سے یہ بخوبی ماہر ہیں۔ شیوہ اختیار انھوں نے  
 مجدد کا کیا ہے اور اس طرز کو بہت عوجی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ پہلی ابراسیم تھا۔  
 نے... لکھا ہے کہ "جن ایام میں یہ تذکرہ لکھنا ہوں تو شیخ مذکورہ اشعار اپنے  
 مجھ کو بنا رہے تھے۔ نہایت پسند آیا مجھ کو اسلوب ان کے بیان کا۔" ڈاکٹر عبدالحق  
 اس عبارت کو جو مطلب ہے کہ میں سمجھے تھے، لکھا ہے میں بھی، ان کے نزدیک ہی مفہوم  
 تھا اور یقین ہے کہ اب بھی وہ اسی پر قائم ہوں گے کہ لطف کی عبارت میں ایک لفظ  
 بھی ایسا نہیں جو اس پر مشعر ہو کہ وہ جو شش کے کلام کو پسند نہیں کرتے، اگر واقعی ایسا  
 ہوتا تو وہ ان کے سو سے زیادہ شعر درج تذکرہ نہ کرتے۔ یہ مصلحتی کے اشعار  
 تو یہ سب کے سب گزارے مانوڑ ہیں، اور صاحب گزار نے تذکرہ ایمرن سے  
 لیے ہیں۔ غزلوں کے صرف ہشت ہیں، اور ہاشمی کے، پانچ میں سے ایک تو  
 بہت اچھا ہے۔

ایک دن روس کے نکالی تھی وہاں کلفت دل اب تک دامن چھڑا ہے غبار آلودہ ۱۶۶  
 (۱) اس مناسبت سے کہ گلشن میں گلگرمٹ کی فرمائش سے لکھا گیا تھا،  
 مقدمے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس کی نگرانی میں یا اور انگریزوں کی سمی سے کیا گیا  
 کام ہوا، "گریسن کا مقالہ" کتابیات مغربی ہندی" جو بعد کو جوائزہ لسانیانہ ہندی میں  
 شامل ہوا، غالباً ۱۹۰۶ء سے پیشتر ہی انڈین ایٹی کوٹری میں شائع ہو چکا تھا۔ اس میں  
 جو شش کے کلام کے متعلق گلشن میں جو کچھ مرقوم ہے اس کا بڑا حصہ گزار میں بھی ہے۔



موضوع پر واقف معلومات فراہم کر دیے گئے تھے، ڈاکٹر عبدالحق چاہتے تو اسے استفادہ کر سکتے تھے، مگر انھوں نے کسی اور ماخذ کو ترجیح دی۔ ان کا بیان ناکافی ہے اور اس میں متعدد غلطیاں، کچھ غلطاکا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

(الف) ایک فرانسیسی برٹریڈ (یہ فرانسیسی تلفظ نہیں) نے لغت لکھی جو ۱۸۵۱ء میں شائع ہوئی ص ۶۷۰ بزراں نے لغت نہیں لکھا، گریرسن کا بیان ہے کہ "دناسی و برتران نے مشہور متعلق کا روپ کا لفظنامہ تیار کیا تھا جو ۱۸۵۶ء میں چھپا۔

(ب) لطائف ہندی ہندی کی کتاب ہے ص ۶ اس کی زبان ہندی نہیں، اردو ہے۔

(ج) گنج خوبی اخلاق محسنی کے تتبع میں لکھی گئی ص ۶ یہ اخلاق محسنی کا اردو ترجمہ ہے۔

(د) باغ اردو ۱۸۰۵ء میں لکھا گیا ص ۶ گریرسن نے طبع ہول کا زمانہ ۱۸۰۲ء اور طبع ۲ کا زمانہ ۱۸۰۸ء بتایا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحق نے گلکرسٹ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ "غالباً اسی شخص کا احسان ہے کہ ۱۰۰ اردو۔۔۔ دفتری زبان قرار پائی" ص ۶

(۱۲) مقدمے کی کچھ اور باتیں توجہ طلب ہیں:

(۱) افسوس بقول بعض درد و سوز کے شاگرد ص ۶ میرے علم میں مقدمہ شاعر کے سوا کسی نے افسوس کو درد کا شاگرد نہیں لکھا۔

(۲) شبلی نے حاشیے میں ایک جگہ لکھا تھا "حالی.. نے.. لکھو کی شاعری میں صرف



.. شوق کی مشزیوں کا اعتراف کیا ہے، لیکن چونکہ ان کے نزدیک شعر اے لکھنؤ سے ایسی فصاحت اور سلاست کی توقع نہیں ہو سکتی .. اس کی وجہ یہ قرار دی .. کہ نواب مرزا (شوق) نے .. اثر کی مثنوی دیکھی تھی اور اس کا طرز اڑایا تھا۔ یہ اشعار اسی .. کہے ہیں، اس کا فیصلہ خود ناظرین کر سکتے ہیں کہ یہ .. نواب مرزا کا ماتخذ اور نمونہ ہو سکتی ہے یا نہیں" ص ۳۲ ڈاکٹر عبدالحق کی حالی پرستی اسے کب گوارا کر سکتی تھی، انہوں نے مقدمے کے ۳۳ صفحوں (چند مدلیں کم) میں اس کے متعلق قلم فرمائی کی، حالانکہ اس وقت تک اثر کی مثنوی ان کی نظر سے گزری بھی نہ تھی۔ اس سلسلے میں گلزار نسیم کی بھی بحث آگئی ہے اور حکایت نے مقدمہ گلزار نسیم میں حالی پر جو اعتراض کیا تھا، اس کا انتظام یوں لیا ہے کہ ان کا نام پنڈت برج زائچ چکبست کی جگہ لالہ چکبست لکھا ہے (ص ۱۰)۔ اس غیر ضروری بحث کے لیے مقدمے میں جگہ نکل آئی، لیکن شبلی نے آبرو کے ایک شعر "میاں .. کہ ہر ہے" کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ "بادنی تغیر جرات کی طرف منسوب ہے" ص ۲۷ اس کے بارے میں ایک لفظ ان کے قلم سے نہ نکلا۔

(۳) "۱۸۱۵ء تک .. انشا .. سیماں شکوہ کے ہاں ملازم تھے، یا اسی سال .. سعادت حلی نماں کے یہاں رسائی ہوئی، کیونکہ سیماں شکوہ اس سال (۱۸۱۵ء) لکھنؤ سے واپس واپس چلے گئے" ص ۲۲۔ اس کا ثبوت موجود نہیں کہ رسالہ (اگر اس سے نوکری مراد ہے) ۱۸۱۵ء میں پہلی سیماں شکوہ ۱۸۱۵ء کے بہت بعد عہد عبید اللہ بن حیدر میں جن کا آغاز ۱۸۱۵ء سے ہوتا ہے، لکھنؤ سے کا شائع ہونے اور وہاں سے آگرہ (تاریخ اودھ جلد ۱ ص ۱۸۲)۔ یہ کچھ دنوں کے لیے پہلی گئے ہوں تو



گئے ہوں، ان کا مستقل قیام آگرہ میں رہا اور وہیں ہی ان کی وفات ہوئی۔

(۴) ”خیال تھا کہ اس تذکرے سے .. انشا .. کے منتظر کوئی نئی بات معلوم ہوگی اور کم سے کم اس قصے کی تحقیق ہو جائے گی جو .. آزاد نے ان کی اخیر زندگی کے متعلق لکھا ہے، مگر یہ تذکرہ ۱۲۱۵ ہجری میں لکھا گیا اور ۱۲۱۵ھ تک .. انشا .. سلیمان شکرہ کے ہاں ملازم تھے .. یہ واقعہ آزاد نے .. رنگیں کی زبانی بیان کیا ہے، صرف یہ لکھ کر تمام واقعہ بیان کر دیا ہے کہ ”.. رنگیں کہا کرتے تھے، مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کس سے کہتے تھے اور آزاد نے کس سے سنا۔ آجیات میں بعض بعض جگہ وہ مجالس رنگیں کا حال دیتے ہیں مگر مجالس رنگیں میں اس واقعے کا .. ذکر نہیں .. اتفاق سے مجالس رنگیں بھی ۱۲۱۵ھ میں لکھی گئی .. انشا .. اور .. رنگیں دونوں .. سلیمان شکرہ کے یہاں ملازم تھے اور چونکہ یہ واقعہ بہت بعد کا ہے اس لیے یوں بھی اس میں نہیں ہو سکتا۔ کیا اچھا ہوتا اگر .. آزاد اس روایت کا سلسلہ بیان کر دیتے ” ص ۲۔

گلشن شکرہ کی تالیف اور آجیات کا قصہ خود مقدمہ نگار کے لفظوں میں ”بہت بعد کا“ مگر اس پر بھی خیال تھا کہ اس سے اس کی تحقیق ہو سکے گی۔ مقدمے کی ضخامت بڑھانا مقصود تھا تو ہزاروں باتیں اور ہیں، جو شکرہ کے بعد نہیں، بلکہ قبل کی ہیں اور گلشن سے غیر حاضر ہیں، ان کا ذکر ہو سکتا تھا۔ اس خاص واقعے کا انتخاب جیون انگیز ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرض اصلی آزاد سے یہ استدعا تھی کہ وہ روایت زیر بحث کا سلسلہ بیان کر دیں، تو اس کے حصول کا سلسلہ میں امکان نہ تھا، آزاد اس سے قبل ہی حوا میں باخدا ہو چکے تھے۔



(۵) افسوس ۱۱ برس کے سن میں .. والد کے ساتھ لکھنؤ آئے ، بہت سے انقلابات کے بعد نواب سالار جنگ اور پھر ان کے بیٹے نوازش علی خاں کے ہاں ملازم رہے اور جب یہ شیرازہ بکھر گیا تو .. مرزا ابوال بخت .. کے منوسل ہو گئے " ص ۵۰ - یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ بنگالہ جانے سے قبل لکھنؤ میں جا بیٹھا فہریت قول لطف کے سوا موجود نہیں ؛ یہ قرین قیاس بھی نہیں ۔ ڈاکٹر عبدالحق نے افسوس کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے ، ان سے پڑھنے والوں کا ذہن اس طرف نہیں جاسکتا کہ وہ لکھنؤ سے بنگالہ چلے گئے تھے ؛ اور پھر اودھ آئے ۔ حقیقت یہ ہے کہ لکھنؤ سے قبل فیض آباد میں رہتے تھے اور سالار جنگ و نوازش علی خاں کا وہیں قیام تھا ۔ ان دونوں کی ملازمت کا الگ الگ ذکر بھی ٹھیک نہیں ۔ "شیرازہ بکھر گیا" سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے یا ان کی دولت کا خاتمہ ہو گیا تو یہ صحیح نہیں ۔

(۶) سب سے اول نادر شاہ .. میر سوز ، جرأت سب لکھنؤ میں جا بسے

ص ۱ - (رجوع بہ تضرع انتخاب ، معاصر ۱۲ ص ۱)

(۷) اس تذکرے کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر شاعر اور

خصوصاً نادر اور مشہور اساتذہ سب کے سب دہلی کے تھے " ص ۲۳ - گلشن کے

۶۹ شعرا میں سے حسب ذیل یقیناً دہلی سے باہر پیدا ہوئے ۔ ان کا وطن اصلی بھی

دہلی نہ تھا: آرزو ، آبرو ، الہام ، ابن ، آشفق ، بیدل ، بقا ، قائم ، بسمل ،

تانا شاہ ، جوشش ، حسرت (ہیت نقلی خاں) دردمند ، دل ، شورش ، صانع ،

عزالت ، عیش ، مضمون ، میر ، مخلص ، مصحفی ، دلی (دکنی) ، امید ، محبت ، انشا کے



والد کا وطن دہلی تھا مگر یہ خود مرشد آباد میں پیدا ہوئے اور جوانی میں دہلی آئے تو محض چند سال وہاں رہے۔ اثنیاتی کو لطف لے متوطن سرہند لکھا ہے، قرینہ ہے کہ وہیں متولد ہوئے ہوں۔ بیان بقول لطف اکبر آبادی "سکونت دلی میں اختیار کی" لطف نے بیدار کو دہلی بتایا ہے، مگر یہ ہمایوں کے تھے اور عجیب نہیں کہ وہیں کی ولادت ہو۔ حزیں لطف کے بیان کے بموجب متوطن دہلی، لیکن شورش شاگرد حزیں کے قول کے مطابق چٹہ سے دہلی گئے اور وہاں سے واپس آئے۔ دہلی کا وطن اصلی ہونا بھی مشکوک ہے۔ اس سے قطع نظر کہ پٹنہ ہو سکتا ہے، تذکروں میں انھیں اکبر آبادی بھی لکھا ہے۔ سجاد کے بارے میں نکات میں مرقوم ہے کہ از اکبر آباد است۔ لطف بھی انہیں اکبر آبادی بتاتا ہے مگر یہ کہتا ہے کہ تو بیت دہلی میں پائی۔ فرحت کا وطن تذکروں میں فرخ آباد لکھا ہے، گلشن میں وطن بزرگان ماوراء النہر، جاسے پرورش دہلی۔ اس سے یہ نہیں مستفاد ہوتا کہ دہلی وطن تھا اور وہاں پیدا ہوئے۔ لطف کے والد ایران سے دہلی آئے، خود یہ کہاں پیدا ہوئے، اس کا حال معلوم نہیں، منظر کے متعلق لطف کا قول ہے کہ اصل وطن ان کا اکبر آباد ہے اور دلی ان کے نشوونما کی بنیاد ہے۔ میرزا ولی کر لطف لے متوطن دہلی لکھا ہے، مگر قرینہ نہیں کہ وہاں ان کی ولادت ہوئی ہو۔ آصف الدولہ کی پیدائش کہاں ہوئی، میں اس وقت نہیں کہہ سکتا مگر اس کی تحقیق ہو سکتی ہے۔ بہر حال، یہ متیقن ہے کہ دہلی میں یہ زیادہ نہیں رہے۔ مقدمے میں "اکثر" غلط لکھا ہے "اور" سب "بھی صحیح ہیں۔"

(۱۳) زبان کی بحث مقدمے میں ہے، چند الفاظ اور طرق استعمال کا۔



ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے، ان کا ذکر مقدمے میں نہیں: صاحبان انگریزی ۳،  
 ولایت (برائے مغرب) اس ایام میں ص ۳ و ص ۴ (مگر ص ۲ میں ان ایام)  
 ایالت ص ۴، تلاش مونت، گلا اس کا باندھا گیا، نوئیاں (جمع نوئیں، گھنٹن  
 میں نو ایام غلطیاں) ص ۵، سرکار کمپنی انگریزی بہادر، تکرار مونت، بن دیکھے  
 کرسی شاہ نشین کی، خوش استعدادیاں ۶، سخن تراشیاں، ٹھیرے، چند  
 مدت ۷، تلے اوپر کردی ۸، بیڈول ۹، کپتان، ڈیرا کرنا، انتظام پانا، حوض  
 میں (حوضی غلط) بے بصیرتی، تمک ہرادا، کورنگی کی ۱۰، اس واردات، لفظ  
 باللفظ، کٹی اوقات ہے ۱۱، دن تیل ۱۳، مربع نشین ۱۴، ناتا ۱۵، اعیان  
 منکت، گیانی، نایکا بھید (ناو بھید غلط)، تہذیبوں، کڑی ۱۷، اس خدمت  
 سے تغیر ہو کر ۱۸، ملا کیا، میر بخشی ۱۹، جگ پھوٹا زرداری سٹی، دفعہ ہیرے  
 کی کھان ۲۰، ساتھ دار و مدار کے مصلحتاً (مصلحت) صلح کی ۲۱، ناچار ۲۲، نزاع  
 مونت ۲۳، امور ان ۲۴، گردان کے، لایعنی ۲۵، با و صفیکہ ۲۶، بولیوں ۲۷  
 بالذات ۲۸، موہ درہا ہے، کلیات اور معالجات فن طبابت ۲۹، یکرنگی  
 میں خلاص اور آشنائیوں کے بہت خاصے ۳۰، لڑا دایہ، تصویر ناز کشیاں کی بہت  
 کچھ سکھ کی کھینچ کر ۳۱، انحرافات .. کیے، قادر سخن ۳۲، خواہین ۳۵، حق  
 بردار ۳۶، پھلین .. پیتے اور گھونٹ گھونٹ کر .. جیتے، پروا گئی دی، عرض  
 کیا، بھیدری نہانہ (بھیدری غلط)، منظر اپنی گردن پر لیا، ۳۷، حسن، تردد  
 جو بن کے عروج ۳۸، فلاکت ۳۹، نجر اگاہ (مجہ گاہ غلط) ۴۰، تخم ناکاشتی  
 بیخبر، تفضلات، انحرافات ضروری ہیں، تکتہ بند کر کے ۴۱، اصلیاں ۴۵، ۴۸



ہندی ۹۰، سیرمونٹ ۹۲، بودوباش کی ۱۰۰، نقل و حرکت ۱۰۴، اہم بارہ (کذا) ۱۰۵، عمدہ مشائخ ۱۳۶، موزد اشتہار، مری گری ۱۳۰، ٹھٹھا، چند اوراق پر پیشاں (برائے گلشن) ۱۴۷، کرپال ۱۵۲، جرنل فیض طبع سے ترازو کر کے ۱۵۳، شدوں کا گذر ۱۵۹، مصنفہ پر داز ۱۶۰، اپنی قوم کا اشراف ۱۶۵، ضیق معاش ۱۶۶، یار (بار غلط طبعیت) فروش ۱۷۱، بنگ (برائے بنگالہ)، تپ محرق (کذا) مگر صحیح تب، انواع و اقسام ۱۷۶، مضمون تراشی ۱۸۰، دلکوب ۱۸۵، نواسوں میں نخل جہاں لودی کے ۱۹۵ اس کا امکان ہے کہ لطف لفظ نواسہ پر خلاف رواج اردو پیرزادے کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔

(۱۲۱) طبع کا متن بہت غلط ہے، مگر مقدمہ نگار کو اس کا مطلقاً احساس نہیں، اگر ہوتا تو طبع ۲ میں اس کی تقریباً کل غلطیاں موجود نہ ہوتیں، جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، طبع ثانی شائع کردہ انجمن ہے۔ ذیل میں کچھ اغلاط کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے:

پیرے سے بودہ شہرہ آفاق نکلتا	تب دیکھتے نور شید کا یہ نام نکلتا
۳۰	۳۰
کر آمد آمد اس مہتاباں کے تین میں	کیوں چاندنی کا فرش بچھاتی ہے چاند
۳۱	۳۱
بتاں کے واسطے گھر بار کو اپنے بہانکا	یہ طفل انک میرا عاشقی میں بے بہانکا
۳۲	۳۲
اظہار نہیں اگرچہ سر کا رباعی	پر بوجھ اتاروں ہوں میں اپنے سر کا
۳۳	۳۳
سائیل کو جو اب ترش ہرگز مت دے	بھوکا ہے کہا کر گیا لے کر سر کا (سرکہ)
۳۴	۳۴
خطائے مار لے حسن پر شیخوں	کیا ہی بھگرا ہے سوا سکا
۳۵	۳۵

یہ اشعار امین عظیم آبادی کے ہیں، شعرا وں میں غزل کا مطلب ہے اس کا مقطع بھی گلشن



میں ہے (قافیہ شام)، کسی شخص کو جن کا طبع ۱ و ۲ سے تعلق تھا یہ احساس نہیں ہوگا کہ آفاق نام کا قافیہ نہیں ہو سکتا، اس کی جگہ ایام چاہیے۔ دوسرے شعر کا مصرع ایوں ہے: ”گر آمد آمد اس مہتاباں کی نہیں امیں“۔ تیسرے شعر میں ”بیہا“ کے بدلے ”بیہا“ چاہیے جو میر کے اس مصرع میں آیا ہے ”یہ بیہا تھا نہ سمجھا ادا کر کینے کی“ کلیات ص ۷۹۔ چوتھے شعر کے مصرع امیں نہیں کے قبل ”بھلا“ ضروری ہے، جو گلزار کے خطی نسخے میں ہے اس کے بغیر مصرع ۱ ربا کی کے باقی مصرعوں کا ہمزون نہیں ہو سکتا۔ چھٹے شعر کا سواٹکا طبع ۲ میں سواٹیکا ہے، اور اس کے بعد علامت استفہام۔ اس کے قبل کے شعر میں ”بہائے“ قافیہ ہے، سواٹکا یا سواٹیکا کی جگہ صریحاً سوائے (سرحد) کہے۔

۱۳۶  
 ص  
 یاس میں تجھ غم کے میں اپنی بھی غمخواری نہ کی  
 دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی  
 دم بدم اس رخس بیجا کو کیا کہتے ہیں شوخ  
 دل دیا تجھ کو تو میں نے کچھ گنہگاری نہ کی

دونوں شعروں کا مصرع آخر ایک ہے، اور صریحاً شعرا کے مصرع اکو دل الخ سے ربط نہیں؛ گلزار میں اس کا مصرع آخر یہ ہے: جان دے گزر پہ ظاہر دل کی غمخواری نہ کی۔ غمخواری کا تب کی غلطی ہے، بیماری ہوگا۔

۱۳۷  
 ص  
 زلف کج منہ او پر جو بھوڑی ہے کیا یہ صید ہے نکلتا غمخواری ہے  
 شاخ گل خم نہیں کسوں نے کیا ہاتھ معشوق کے مڑوڑی ہے  
 ”صید ہی نکلتا“ بے معنی ہے، گلزار و تذکرہ قاسم میں ”صید ہی نگاہ“ ہے، شعر ۲



کے مصرع آخر میں ”باہنہ معشوق کی“ چاہیے (گزار)۔

ویارستمین ہیں تو خوش ہوا پر یہ پڑی مشکل

کہ لے جاتا ہے وال جو کاروانِ حین و خالاکے

۱۹۲

”ہیں“ کی جگہ ”ہے“ اور ”سین“ کی جگہ جنس چاہیے۔

مرتا ہوں میرزا سے گل ہر سحر سورج کے ہاتھ بومر و سہا صبا کھانہ ص ۱۶۰

میرزا سے = میرزائی، بومرے و سہا = چوڑی و نیچھا (نکات ص ۶)

موسیٰ کمر نہیں تو فرعون کر رکھا ہے ص ۲۸

اسے کچھ بہار تجید کو خبر ہے بسنت کی ص ۲۸ = آئی (نکات ص ۱۷) چاندنی

چاندنی بائی کی بی بی خیل سے بہتا پانچیا ص ۳۶ = جیلا۔ اور ہر بہار اور ہر ایک شیشہ

دل سے ص ۳۸ = بہار عشق کو وصلہ ہے شرطِ درنہ ص ۱۵ = ”ارنہ“ ورنہ مصرع

ناموزوں۔ بھونک میں کتنے کی بلی کی سنی موجود ہے ص ۳۲ کتے پلے۔ نیچے تو ڈھوکے

تھار اپد پراک نگاد سے آج ص ۳۵ = دوکھے، راجہ وہی ہے جو کوئی باں سے کیا ہے

راجہ ص ۱۲ = رانا (نکات ص ۶۲)۔ کرم نام سی کی ندی ص ۷ (حاشیہ یعنی اس ندی

سے جس کا نام کرم تھا) = کرم ناسے

دوبلا پیر کے مخموری عبت آنکھوں کو ملتا ہے پیالہ اور چینی پی سخن یہ دور چلتا ہے ص ۳۵

ہوگی پنی لے (گلشن میں شام اشتیاق، تذکروں میں ناجی کے نام سے بھی

آیا ہے اور فیصلہ مشکل ہے کہ واقعی کس کا ہے۔

••

(معاصر، حصہ ۱۵)



## سفینہ ہندی اور نکتہ گو شعرا

مصنف سفینہ ہندی نے اس کتاب میں اپنا مال یوں کھلے ہے: جامع ایس اور اراق بھگوان داس ہندی تخلص، بن دلیت داس بن ہنس رائے قوم کایست، سری باستم دوسرا، موطن اصلی زرگان کاپی و سکن ہونڈھا ست، والد بزرگوار مہلو پد عالی قدر در ہنگام نظامت برہان الملک حبیب اللہ عم کلان خود بلاتی داس کہ در آں وقت... بمشرفی تصحیح سپاہ عالی ممتاز بود، از آنجا بکھنوا آمدہ... از عہد توابع مرحوم تا او آخر عہد... آصف الدولہ... در سلک ملازماں بد امتیاز منسلک بودہ، ہمیشہ بیاد رب العباد مشغول می بود اشعار ہندی در ستایش آفریدگار بزبان برج بسیار گفتہ مولف در صدر پور عملی یک خانہ پد رما در خود ہلال رام قانون گوے آنجا تولد یافتہ - "بسی جوان بخت" تاریخ تولد است، در عمر دوسالگی از آنجا خدمت پد رہ، در لکھنور رسیدہ، بعد رسیدن بن تیمز از خدمت افضل الفضلا مولوی سید یوسف بہار پوری تحصیل صرف و نحو کتب متداولہ فارسی و دیگر مسائل علوم نمودہ، مائل بانجاب دو اویں اسانڈہ و مطالق کتب تاریخ و تذکرہ گشتہ، بگفتن شہزباں گشودہ در اوائل بسبب تخلص اختیار نمودہ، درین فن از جناب ارشاد مآب مشورہ سخن داشتہ ہر شہنوی یکے سلسلہ المبت، بروزن سلسلہ الذہب، دومی منظرہ الانوار بروزن مخزن الاسرار و سومی بھاگوت مستی مہر ضیا بروزن یوسف زلیخا بنظم آورده، و دودیون یکے شوقیہ و دومی ذوقیہ مع تصانیف و ترجیع بندہ اقسام اشعار گفتہ، بعد از آن تذکرہ حدیقہ ہندی مشتمل بر حالات شہرے ماضی و حال کہ در ہندستان.. تولد یافتہ و تمام یافتہ اند، از ابتدائے طہور اسلام تا سنہ یکہزار و دوویست ہجری تا لیف نمودہ، چنانچہ آن تا لیف ہم تذکرہ وہم تاریخست و نیز حسب الفرمایش سید خیرات علی سلمہ... رسالہ سوانح النبوت متضمن سوانح اشرف الانبیاء... و دوازده امام بطریق اختصار ترتیب دلاہ اکٹوں کہ یک ہزار و دو صد و نو زدہ ہجریست، تسوید ایس اور اراق نمودہ۔ بالجملہ در آغاز خوانی لے برہان الملک کے ترجمے میں ہے: روزیکہ توابع خلعت نظامت پوشیدہ... ہدم شرف ملازمت دریافتہ بر شہر مشرقی سپاہ ملازم گشت ۱۱۶۳ھ

۳ مرزا فاخر کیں سے ہندی کی کوئی اور کتاب، سفینہ ہندی کے سوا میری نظر سے نہیں گزری۔



خدمات میزکری و سایر صوبہ الہ آباد اطراف .. مختار الدولہ .. بمن تعلق داشت بعد از آن در سلک ملازمان امتیاز در سرکار آصف الدولہ .. بدیوانی مرزا راجہ ندے سنگھ .. کہ صاحب نوبت و جاگیر و مالک خدمات سرکار خیر آباد و سیلک شدہ بود، ان ملاک یافتہ و از حضور صاحب دستخط شدہ پانچ پانصد سوار بدستخط من ملازم شدند، بعد فوت راجہ موصوف بمصاحبت راجہ پتر چند بہادر کہ مالک سپاہ دکانجات و خانسامانی .. نوب مرحوم بودند منتظم شدہ چون راجہ موصوف نیز وفات یافت، بمصاحبت معتمد الدولہ بشیر الملک مہاراج ادھراج مہاراجہ ملکیت ریلے تریڈ بہادر رسالت جنگ نائب دیوان .. آصف الدولہ انتظام یافتہ .. از آن بعد .. ریلے کے نظر شفقت بحال من نمودہ، و قد من افزودہ، امر او اعزہ این دیار بر حال من شفقت فرمایادہ اند، تمام این حالات مشر و مادر قصیدہ نامہ بنسب بنظم در آورده داخل، حدیقہ ہندی ساختہ ام، این مختصر گنجائش آن ندارد .. چون قصیدہ مرثیہ از نظر حضرت خلد اللہ ملکہ .. گذشت فرمان والا شاہ بطلب این ذرہ ریلے مقدار بطلے خطاب ریلے و منصب پانصد ذات و پنجاہ سوار صادر شد ..“

دیوان یکین (نسخہ خدا بخش) میں ایک قصیدہ اوائل عشرہ ہتم (ماہ ۱۲) کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں متعدد شاگردان یکین کے نام ہیں لیکن، بھگوان داس کا نام اس میں نہیں، موہن لال، انیس کے انیس الا جہا میں ہندی کا ترجمہ ذیل مرقوم ہے:

”بھگوان داس بھیل کالیستہ .. موطن بزرگان ایشاں کدہ کالنج (کذا) مضاف صوبہ مالولست، مولدش پرگنہ کھدر پورہ سیلک در لکھنؤ نشود) نمایافتہ، از خاندان مالی روزگار و خود ہم در سرکار .. آصف الدولہ .. باعز و وقار، میرزا وضع پاکینہ گفتار اند، مزاج درد آشنا و طبع رسا دارند بعد ترتیب دیوان شوقیہ شیخی .. سلسلہ المحبت .. بقدریک ہزار بیت متضمن احوال چت گیت کہ اہل فرس آنرا عطار دقلک نامند بروزن قران السعدین .. بآب و تاب گفتہ .. از چندے تخلص خود ہندی اختیار کردہ، و در آں بیت دو بیت بنظم آورده:

در میان سخنوران انام

نظم من مخفر خرد مندیت

ہندم ہند زاد بوم من است

زیں دو باعث تخلص ہندیت

حالا آنچه از زبان خاموش برمی آید داخل دیوان ذوقیہ می نماید .. کلامش با سنگی و روانیست ..“

ہندی کا حال معنی کے ریاض النصاریں یوں درج ہے: ”بھگوان داس ہندی تخلص کہ پیش ازیں سہل کہ قرار

دادہ بونہ شاگرد رشید .. کہیں .. بایستہ از اقر بے ریلے تلسی رام، اسکند یعنی رہیں ہم بجا گوت رانظم نمودہ عمرش از شصت

متجاوز چند سال است کہ جہان فانی را پدر در نمود ..“

دیباچہ قصیدہ ہندی میں ہے ”سابق در سنہ یکہزار و درست تذکرہ حدیقہ ہندی .. بقید قلم .. در آورده .. حالیکہ از

اس کا تعلق ظاہر اندھی سنوی ہے جس کا نام نہیں دیا۔



دوسروں کو زدہ پیری مطابق جلوس چہل و ہفتہ .. شاہ عالم .. است، احوال شعرائے معاصرین را از آغاز جلوس فردوس آرام گاہ از صد جاہ کردہ تالیفے دگر ساختہ، آخر میں ہندی کا ایک قطعہ ہے جو اس پر مشعر ہے کہ ۱۲۱۹ھ سال تمام کتاب ہے۔ (مادہ تاریخ باغیچہ بہار) خاتمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام مکھن لال ہے اور کتابت کا انجام ۱۲۲۰ھ میں بتاریخ ۷ جمادی الاولیٰ ہوا تھا۔

سفینہ ہندی میں حدیث ہندی کے علاوہ حسب ذیل تذکروں کے نام لکے ہیں:

مجمع النفائس (آرزو)، اید بیضاوسر و آزاد (آزاد)، تذکرہ از کشن چند، اخلص (تذکرہ ہمیشہ بہار) تذکرہ سرخوش (کلمات الشعرا)، ریاض الشعراء (والہ)، تذکرہ معاصرین (حزین)، تذکرہ شعراء از خوش گو، (سفینہ خوش گو)، سفینہ الشوق (شوق)، تذکرہ قیام الدین حیرت (مقالات الشعراء)، تذکرہ الشعراء (سیف الدین محمد طبیعت)، ہندی نے مجمع و ریاض کے حوالے سے مراحتاً کچھ لکھا ہے اور گو باغ معانی کا نام کہیں نہیں لیا، قرینہ ہے کہ یہ ہندی کے آخذ میں ہے۔ تراجم منقولہ میں اس کا امکان ہے کہ بعض ایسے شعرا ہوں جو اردو نہیں کہتے تھے، یا جن کی ریختہ گوئی مستیقن نہیں متن عموماً مطابق اصل، اس کی قیاسی تصحیح کی چنداں کوشش نہیں کی گئی۔ مصنف نے واقعات کی جو غلطیاں کی ہیں ان کی نشاندہی بھی مد نظر نہیں رہی اور بعض کے سوا ہیں نے ان سے تعرض نہیں کیا:

- ۱۔ شاہ عالم ثانی، آفتاب تخلص: "دیوان فصاحت نشاں.. پشورہ.. ارشاد مآب حسن ترتیب یافتہ .."
- ۲۔ آرون: "بہ دیوان .." "آرزو رفت از جہاں افسوس، تاریخ وقعات اوست"
- ۳۔ "قرلباش خاں، میدنا مش محمد رضا، مولدش ہمدان، در اصغہاں نشوونما.. تخلص از میرزا طاهر و صید یافتہ۔ اوائل عہد بہادر شاہ وارد ہندستان گردیدہ، بذریعہ .. ذوالفقار خاں بہزاری منصب و خطاب قرلباش ممتازہ شد۔ آخر برفاقت .. آصف جاہ در دکن رفت و ترقیات نمایاں بحالش راہ یافت۔ در سنہ یکہزار و یکصد و چہل و یک ہمراہ نواب مسطور بہ شاہ جہاں آباد رسیدہ، بعد مراجعت نادر شاہ از ہندوستان، از رفاقت بازماندہ، قریب دو وزہ سال ہماں جا سکونت اختیار کرد۔ در موسیقی مہارت عظیم داشت و باوصف ولایت الیٰ نفیہم و فائق موسیقی ہندی خوب می رسید۔ در سنہ یکہزار و یکصد و پنجاہ و نہ بمرض سکتہ رخت ہستی بسوے عالم بقا کشید، دیوانش قریب ہفت ہزار بیت خواہد بود .."

۴۔ عمدۃ الملک امیر خاں انجام .. در تذکرہ سنجی و حاضر جوانی وادائہنہی و لطیفہ گوئی و موسیقی دانی نظر نہ داشت ...

۵۔ محمد شاہ نے سفینہ ہندی میں کن لال متخلص برائے خلف الامیر لال کے متعلق رقم ہے: "قرابت خوشی مولف دارد" ممکن ہے کہ کاتب ہی ہوں۔



”غم عمدہ“ تاریخ (شہادت) است۔“

۵- ”نظام الملک آصف جاہ.. اول شاکر.. آخر.. آصف تخلص اختیار نموده“

۶- اسدیارخان، انسان، خطاب اسدالدول۔

۷- محمد صلاح، آگاہ برقاقت معنی یا بخان شاعر.. نبی بود و چندے با غلام محی الدین خان، دیوان بیوتات سرکار والا نیز بہتر ہے۔“

۸- ”محمد محی، انصاف از چوپور.. برد اللہ مضجعت تاریخ وفات..“

۹- میر غلام علی آزاد.. تذکرہ ید بیضا و سر و آزاد از تالیفات دوست بار اقم و ادم اسلات بوده چند سال است کہ رخت ہستی بر بستہ“

۱۰- ”محمد فاضل آزاد.. از سادات احمد آباد گجرات.. بادشاہ ناصر علی و.. بیدل ملاقات کردہ.. در سنہ یکہزار و یکصد و چہل و ہشت در بھروچ من مضافات احمد آباد.. فوت کرد..“

۱۱- ”شاہ فیض، الفصح۔ اسلس از بخارا.. خودش در ہند تولد یافتہ اوائل چند سال در زمرہ سپاہیان ملازم بعضے امراء دہلی بود، بعداں ترک لباس کردہ، زندہ پوشی اختیار نمود دوم پدشاہ حسن اللہ گردید، ہم در آں لباس بدکن شافتہ، و چند گاہ بسیر آن ملک پرداختہ باز بہ دہلی مراجعت کردہ، از آنجا بہ کھنوا آمدہ تیکہ ساخت، بسیار مہر بزرگ بود و تجردی گزرا نیندر اقم با او ملاقات کردہ، در محبت اکمل اطہار راسخ دم بودہ است.. شعر خوب.. اما کم کم می گفت..“

۱۲- ”شاہ اجمل ال آبادی.. بندہ اوراد ال آباد ہنگامیکہ خدمت میز مگر کی آن صوبہ داشتیم یک بار دیدام، در ویش شگفتہ بوی پاکیزہ وضع است۔ بیتے از زبان خودش شنیدم.. بسیار خوش شدم.. کلامش شگنی دار و کفایت در دیوان گفتہ اجزائے خود مرا نموده بود و تمہینا دو ہزار بیت خواہد بود و آں بیت این است۔“

برگشتن چشم پار دیدم  
نیرنگی روزگار دیدم

۱۳- انشا خلیف حکیم ماشاء اللہ خاں: پیر.. و پسر در حضور.. شجاع الدولہ.. بشرف مصاحبت ممتاز بودہ جاگیر دہ ہزار روپیہ یافتہ بعزت و وقار بسری بردند۔ بعد وفات نواب حکیم موصوف پیش میرزا بخت خان.. رفت و بعد وفات میرزا بخت خان.. بادشاہ.. رفتہ ہاں جا وفات یافت خودش میر انشا اللہ خاں در کھنوا ماندہ باعرہ ایں جا پیوستہ، اوقات گرامی بسری برد،

از دوسرہ مال بھاشیر نشین.. سعادت علی خاں.. شرف امتیاز یافتہ دوسرہ روپیہ در ماہ.. می باید۔ از ابتدای سفر سنا

سے روشن لال، روشن کے ترجمے میں ہے۔ ”وہ لوگوں کی جاگیر حکیم ماشاء اللہ خاں ابانہ گرفتہ، از ظلم حکیم مذکورہ در ماہین سال معزول شدہ سنا، کلمہ کتبہ

پہاویں نقد جنس معادہ دادہ از کھنوا دل برداشتہ بہ مورثتہ



بعد فراغ علم سی طبیعت برینختہ گوئی مائل بود، حال اشرف فارسی ہم خوب می گوید و در نظم و نثر دست گام و سیح دار و بہاولی  
آشناست، جوان آرمیدہ فراج، پسندیدہ اطوار عالی طبع، بند کج شاعرین گفتار است بوریں زمانہ غنیمت کے است۔  
ایں اشعار از نتایج افکار اوست (مگر اشعار نہیں)

۱۳ "حمید بیگ، اظہر.. از اہالی ہند شاگرد میرزا مظہر.. است"

۱۵ عطار اللہ خاں، اعلیٰ تخلص ولد میر ولایت اللہ خاں مخملم صلح میر بادشاہ است، خط شکستہ و نسخ خوب می نوشت، مدتها

برجمیت بسر بردہ و آخر فقر اختیار کردہ بطرف بنگالہ بطریق سیراں ملک رفتہ در آنجا بسر بردہ اشعار ہندی و فارسی دارد:

۱۶ رے ساتھ سنگہ بیدار.. از قرابتیان رے بھوگ چند پیشکار خالصہ شریفہ فردوس آرام گاہ مولدش گورکھ پو

و منشا او شاہجہاں آباد.. در تاریخ گوئی نظیر داشت بار اقم آشنا بود تاریخ تمام حدیقہ ہندی او گفتہ.. تاریخ تولد شجاع

الدولہ.. چینیں گفتہ بود:

بدولت خانہ نواب منہو  
نہ آمد آفتاب از مطلع نور

نواب صفدر جنگ.. پنجہزار روپیہ در صلہ آں مرحمت می فرمودند از عالی ہستی قبول نہ کرد، طرف ایں کہ تاریخ وفات

.. شجاع الدولہ.. ہم او بہ تمیہ یک عدگفتہ بیت آخر او اینست:

ہاتف از روفے الم سائلش گفتہ  
مہر پہاں بہ زمین شدہ مہیات

چند سالست کہ وفات یافت  
شعرے دیگر از وہیاد نیست

۱۷ "خواجہ حسن الدین، بیاں.. مولدش اکبر آباد و موطنش شاہجہاں آباد است، حسن مطلق و نور مروت با علو ادراک

و رسائی طبیعت در طینت او جمع بود.."

۱۸ شرف الدین پیام سخن شیخ شیریں کلام.. در انشا نیز صاحب تہ گاہ علی.. وطنش.. اکبر آباد.. مدتے در شاہجہاں آباد

نیز بسر بردہ، باشعرے آنجا مثل.. آرزو.. و.. تخلص و غیرہما صحبت داشت.. در سنہ بچہ ہزار و یکصد و شصت و شش وفات یافت:

۱۹ شیخ بقار اللہ بقا.. خلف حافظ لطف اللہ قریش.. کہ در تعلق نویسی معروف با ستادی و نورانی تہذیب است شعور بہ

تحصیل مرقع و نحو کتب متداولہ فارسی مشغول گشتہ بگفتن شعر زبان گشودہ مدتہا بخدمت.. ارشاد مآب حاضر بودہ، مردی

قوانی سند نمودہ قریب بچہ ہزار بیت پاکیزہ گفتہ و در ریختہ گوئی نیز قدرت داشت.. بار اقم بسیار مہربان بود چند سالست کہ وفات یافت:

۲۰ بیدل، از قوم ارلاہ در پختہ تولد.. در اوائل ملازم.. اعظم شاہ.. روزے.. شاہزادہ میرزا را اشارہ بہ گفتن قصید

مدح نمود.. میرزا میر انکار زد و از منصب استعفا نمود و از آن روز عزت اختیار کرد مولے نواب شکر اللہ خاں مدح

بہ بیدار کا ترجمہ نہ کروں مگر میں ہیوں گوئی اور شعر ان کا خواہ اس تذکرے میں یا کہیں اور نظر نہیں گذرا۔



دیگرے نہ کردہ و تا آخر حیات در سایہ راقم قواب .. و اولادش می زیست تا در سنیکہزار و یکصد و سی و شصت ہستی .. بر بست  
و در طی در صحن خانہ خویش مدفون گردید۔ راقم کلیاتش را بہ چشم خود دیدہ، ہشتاد ہزار بیت خواهد بود میرزا از شعرے ہندستان  
است و ایس رباعی دلیل آزادی اوست:

گیرم کہ سریرت از بلور و پشم است      سنگے داند ہر آن کہ اورا کہ چشم است  
ایس مسند قائم و محور و بنجاب      در دیدہ بوریانشیناں پشم است

۲۱ وجیہ الدین خان، بریں، تخلص برادر کہتر حسام الدین خان است۔ ایس ہر دو برادر بر تبتہ امارت و مناصب  
مناسبہ رہنگامیکہ شاہ جم جاہ در ال آباد رونق افزا بودند، سر افزائی داشتند۔ خود استفادہ علم و ہنر از .. ارشاد مآب کردہ  
آیزمی گوید از نظر اصلاحی گزارانہ قصہ آمدن۔ ایساں در فیض آباد ہمراہ شکر بادشاہ .. و بر دن جناب ارشاد مآب را بالآباد  
در قصیدہ سلسلہ الجہاک .. ارشاد مآب فرمودہ اند، مشروحاً مسطور است:

۲۲ میر محترم علی خاں حسمت .. از سادات بدخشاں .. اجداد او در ایام پیشین بہ ہندستان وارد شد توطن گرفتہ  
بودند و وہے در ہمیں مملکت تولد یافتہ سخندان صاحب کمال و سپاہی عدیم المثال بود و خوش صحبتی و گرم اختلاطی را علاوہ  
آں داشت دیوانش قریب ہفت ہزار خواهد بود اناست:

۲۳ غلام حسن جن .. دلہوی .. در فیض آباد ہمراہ .. سالار جنگ می بود و ریختہ خوبی گفت۔ بشنوی بروزن یوسف زلیخا  
بزبان ریختہ بخوبی گفتہ و تازگی تمام دارد۔ گاہے شعر فارسی ہم می گفت، باراقم ربط ملاقات داشت چند سال است کردہ  
لکھنؤ فوت شدہ ..

۲۴ میر غلام حسین دلہوی سید و فیض بخوبی بے نظیر بود، در ہندی اشعار ضحک آیزمی گفت برائے ہمیں ضاحک تخلص می  
کرد و طرزیکہ او اختیار کردہ از نوارد بود اکثر بملاقات راقم می آمد، عمرش بہ شصت سال رسید بود۔ طبع جوان داشت، گاہے  
شعر فارسی می گفت ..

۲۵ جعفر علی حسرت .. والدش در لکھنؤ مقفل نچاس دکان ادویہ فروشی می چید خودش از بدایت سن ماہل گفتن شعر  
ہندی شد شاگرد .. دیوانہ .. گردید، آخر صحبتش بارائے مسطور بر آرنشد بطور خود اقسام شعر ہندی گفتہ نام بر آورد چندے  
از موزونان شاگرد او شدند عرض وقافیہ از .. ارشاد مآب تحصیل نمود، گاہے بعد ملہے شعر فارسی ہم می گفت باراقم ربط  
ملاقات داشت چند سال است کہ وفات یافتہ ..

۲۶ انیس الاجامی وجیہ الدین ملتان، تبتہ۔ یقیناً غلط ہے۔ سلسلہ الاباء؟



۲۶ خواجہ محمد حسن جن.. سلسلہ نسبش برخواجہ مودود حشتی می رسد در ریختہ شاگرد.. حسرت.. اعزہ ایندیاری بسیار عزت و توقیرش بینماید در علم موسیقی مہارت کلی بہم رسانیدہ بار اقم آشناست بسیار پسندیدہ اطوار و خوش گفتار است کلامہ .. فکر فازی ہم می نماید..“

۲۷ میر حیدر علی حیراں.. از سادات صحیح النسب ہندستان.. فکر.. ریختہ می کرد دریں فن شاگرد.. دیوانہ.. اگرچہ دیوان ترتیب نداده بود اما قصائد و عزلیات و غیرہ اقسام ریختہ بسیار گفتہ بار اقم بسیار آشنا بودہ، در عہد.. ہصف الدولہ.. پنجاہ سواریافتہ در مصاحبت حضور ممتاز شدہ بعد وفات نواب تعینات محالات مانک پور بہار شدہ بود، زمیندار آنجا سرتابی کرد، مسطور اوراکشت رفیعانش اورانیز کشتند.. یک دوشاگرد خوش گو در فن ریختہ تربیت کردہ بود، دیوانش فراہم کردہ اند، گاہے خودش کہ فکر شعر فارسی می کرد از نظر اصلاح.. ارشاد مآب فی گزرا نید..“

۲۸ خان دوران مصمام الدولہ:.. اکثر اوقات ہنگام شب با علما و شعرا صحبت می داشت و بہ ترتیب اہل کمال بسیار می گوشید و احیاناً شعر ہم می گفت گویند روزی ”فرخ سیر.. آئینہ می دید نواب کہ از حضار بودند بدیہہ غزلیہ گفتہ معروض داشت مطلعش اینست:“

سحر خورشید لرزاں بر سر کوئے تو می آید  
دل آئینہ را تا نام کہ بر روی تو می آید

۲۹ کرامت اللہ خلیق.. بنیرہ ہدایت اللہ خاں برادر زادہ محمد جعفر خاں راغب است سابق بلوچ خود قد تخلص می کرد چون غائبانہ رسوخ جناب ارشاد مآب بہم رسانیدہ بوسیلہ عم بزرگوار خود عریضہ مع مسودات ذیاعی مشتمل بر درخواست تخلص ارسال داشت:

لے فخر سخنوران و مقبول و ندا	وے انفع دہر پیشولے فصحا
مہری تو ختم ذرہ فرو غم از تست	فرلے تخلصے بایں بے سرو پایا
آں جناب در جواب ایس رباعی رقم فرمودند..	
لے در رہ شاعر بن گشتہ رفیق	جاں کردہ فدائے پیشوایان طریق
خلقے کندت کرامت اللہ کہ حلق	خوانند ترا کرامت اللہ خلیق

از آں وقت ہمیشہ غزلہاے او برائے اصلاح بخدمت آنجناب می بند..“

۳۰ میر خورشید علی، خورشید بلگرامی از چندے باعموے خود نور الحسن خاں بہادر در عظیم آباد سررشتہ روزگار داشت سابق اشعار ریختہ می گفت، حالاً از.. ارشاد مآب بوسیلہ عریضہ نامجات اصلاح شعر فارسی می گیرد عزیز سنجید و ہنیدہ



و بہ صحبت اہل سخن رسیدہ ..

۳۱ رائے سرب سکھ دیوانہ .. خواہر زادہ .. راجہ مہارائن بہ اندر بہادر کہ دیوان .. شجاع الدولہ بود، بودہ ہویش شاہجہاں آباد، ونشو و نماہم ہما بنجایانہ ہنگام امارت دیوان مسطور وارد لکھنؤ گشتہ جاگیر مناسب یافت و بہ عزت و حرمت در این شہر اوقات بسر می بردہ .. مجلس فقر و محج شعر اکثر بخانہ اش می شد، بسیار سلوک و مدارا باہل محفل می نمود، چند کس از موز و ناں در ہندی شاگرد او بودند خود شہم دیوان ہندی ترتیب دادہ بعد از آن دل برداشتہ بگفتن شرفار سہیل کہ در او اہل از .. ارشاد مآب اصلاح .. می گرفت، آخر صحبت بر آرنشد بطور خود شعری گفت، قدرت گویائی بجدی داشت کہ دوسہ غزل ہر روز مشق می کرد، قریب لک بیت گفتہ چہا دیوان ترتیب داد نام یکے در دیہ و نام دو یکی عشقیہ نہاد چوں دیوان سوم در برابر دیوان شرف جہان قر وی بقید قافیہ و کوفیہ گفتہ بود آرا شرفیہ نام نہادہ و در برابر دیوان .. حزیں .. نیز بقید قافیہ و کوفیہ دیوانے تمام کردہ قصید دیوان پنجم داشت کہ عمر شہ تمام شد دریں عہد کہ سب نفی گویائی او نمی رسیدہ براقم بسیار شفقت می نمود راقم تاریخ فوتش چنین گفتہ :

پچار شنبہ ماہ صیام نو زدہم  
چو بود او بفن شعر و شاعری ہشیار  
برفت رائے سرب سکھ بسوی بہشت بریں  
شدش تخلص دیوانہ اختیار ازیں  
بہشت یافت تاریخ رحلتش باشد  
دلیل مغفرت او ہمیں بود بہ لیتیں

ہنگامیکہ در لکھنؤ بیمار بود برلے عیادت اور راقم از شفقت فرمود کہ بعد فوت من فکر کیا منظور باید داشت و ہما وقت روانہ طرف گنگا شد، در آنجا رسیدہ بعد یک روز بہ بہشت بریں شتافت، جسدش سوختہ خاکسترش را در آب انداختند غریب بحر رحمت ہیں معنی دارہ چوں اشعارش بسیار پاکیزہ و خوب و مرغوب است یہاں تمام دریں مختصر گنجائش ندارد بریں چند بیت اکتفا می نماید .. (اشعار) مثنوی قصہ رام چند برگ فروش کہ میر شمس الدین، فقیر گفتہ بود او ہم گفتہ راقم بر سر پایے آن گذشتہ .. رائے مسطور بسیار آشنا پرو و دوست نواز آرمیدہ مزاج پسندیدہ اطوار بود .. راقم بموجب وصیت او و بڑش را بہ گیا فرستادہ ادا آن کار فراغت کردہ آمد :

۳۲ درگاہ قلی خاں، خان دوران مخاطب بہوتمن الملک سالار جنگ بہادر ولد خاندان قلی خاں ذوالقدر ابن نوروز قلی خاں ابن درگاہ قلی خاں ذوالقدر نور نور راست کہ آن قبیلہ ایست کہ ترکمان سیاہ خیمہ توامی مشہد .. خاندان قلی خاں ذوالقدر مع عرضداشت علی مردان خان محصور شاہ جہاں .. آمد بنوازش بادشاہانہ اختصاص یافت و در آن زمان در سلک ملازمان بادشاہی گنجیدہ و اولادش دریں ملک ہندوستان بعزت و وقار بسر کردہ اکثر اوقات بکار ہائے ملکی و مالی مامور بودہ تولد







مقیم شچوں از صغریں به کلام موزوں ریختے داشت، شاگرد... ارشاد مآب شد به حسب اتفاق به عظیم آباد پٹنہ رفت ویرجاگیر پر  
خود ذخیل شدہ اوقات بخوبی بسر کی برد بعضے از قائم... ارشاد مآب آریاراں بدست آوردہ نسخہ تالیف نمودہ موسوم بہ گلزار جعفر  
می گردانید تا در قید حیات بود کلام خود را خدمت... ارشاد مآب می فرستاد و هر چه از نظر اصلاح گذشته می رفت آن  
داخل دیوان خویش می نمود۔ ہنگامیکہ راقم در پٹنہ دار دہ شدہ بود بملاقات آمدہ دیوان خود بمطالعہ در آورد و پنج شش ہزار  
بیت خواہد بود۔ ہمیشہ تصاف... چون راقم از آنجا بہ کلکتہ رفت بخر وفات او... رسید... ”

۳۸ ” راعے کھیم ترا سن، زند... جد کلاش مہاراجہ ہمیں ترا سن بوکالت... صفدر جنگ... بہ پایہ تخت فردوس آرمگاہ  
حاضر می بود و با عزت و جاہ محسود اقران بودہ خودش در سرکار... آصف الدولہ بدر ماہہ پانصد روپیہ ممتاز بودہ در اوائل  
مشق سخن از راقم کردہ، حالا قریب بیست ہزار بیت گفتہ، قصہ چہار درویش بروزن خسر شیریں و افسانہ ہیر را نھن (کذا)  
بروزن تل من و دوستی دیگر بنظم در آوردہ، از چندے بہ کلکتہ رفتہ... ”

۳۹ سودا، اصلش از بخارا... یکے از اجدادش بہ ہندوستان آرد شدہ و دہلی سکونت کردہ، تولد خودش در آنجا رو نمودہ  
بعد رسیدن بسن تمیز بہ شعر ہندی ہمت گاشت... قصائد مرع و قح و اقلام شعر گفتہ شہر آفاق گردید و جمیع ریختہ گویاں بر سر  
آمدول بمیاں بسنت علی خان خواجہ سرے بادشاہی پیوستہ بعد با... غازی الدین خان بہادر ملازمت نمودہ رشد عزت بہم رساندہ  
بعد خرابی دہلی بہ فرخ آباد رسید ہماہ مہربان خان، چیلہ احمد خان بنگش بسری برد آخر وارد لکھنؤ گشتہ قصید مرع بہ جناب...  
شجاع الدولہ... گزرا نید آن عالی جاہ دو صد پڑیہ رماہ بہ تمام او مقرر فرمودہ خلعت داد... چون آن عالی جاہ وفات یافت  
ہماہ... آصف الدولہ... بہ ہمد رماہہ حاضر می ماند گاہ گاہے شعر فارسی ہم می گفت. چند سال است کہ وفات یافتہ در امام باڑہ نا  
باقر دفون گشت... ”

۴۰ ” میر محمد شاعر بلگرامی“ ولد عبد الجلیل... تولدش روز شنبہ بعد نماز چہاد ہم ماہ ربیع الاول سنہ یکہزار و یکصد در  
بلگرام... بعد رسیدن بسن شعور بہ تحصیل کمالات پرداختہ... در اکثر علوم استفادہ از والد خود گرفتہ در لغت و تاریخ مہارت  
بہم رسانیدہ بعد رحلت پدر خدمت بخشش گری و قالی نگاری و سوانح نگاری کلر سیوستان با و تقریر یافت... مثنوی ناز و نیاز  
در قصہ سید علی بلگرامی و شاہ فیاض کہ عاشق او بود گفتہ: زینک نہاد و خوش اعتقاد بود... ”

۴۱ میر غالب علی شائق... شعر ہندی فارسی می گوید... سید ہندوستان زاد است از بدایت عمر مائل کلام نمودن گشتہ دو سہ سال  
از... ارشاد مآب سند نمودہ بہ شعر و شاعری نام بر آوردہ، سابق تخلص می نمودہ حال حسب الارشاد... حضرت بادشاہ عالم پناہ... شائق  
تخلص اختیار کردہ، دریں ولا مسوع می شود کہ سید بجائے شائق قرار دادہ یکے از باریابان، مجلس خاص بادشاہ بہت طرز



کلامش بر سلیقہ اش گواہ..“

۴۲ نواب مصمم الدولہ صدارت تخلص ولد.. مصمم الدولہ شاہ نواز خاں شہید قوائی اورنگ آبادیست، وکیل مطلق  
یصلا بت جنگ خلف.. آصف جاہ بود نسخہ ماثر الامرا.. از مالینفات اوست در شعر و تاریخ مہارت کلی داشت۔ در سنہ یکہزار  
و یکصد و ہفتاد و یک شہید شد۔ نام خودش میر عبدالحی تولدش در سنہ ہزار و یکصد و چہل و دو.. اول بخطاب عبدالحی بعد شہادت  
پدر بخطاب پدر بخطاب گشت و در زمان حکومت میر نظام علی آصف جاہ ثانی.. بخدمت دیوانی و خطاب مصمم الملک  
سرفراز شدہ، اول وقار تخلص می نمود و در علوم فطرت و کوشمیت و مروت براقراں تفوق می جست..“

۴۳ میر منظر علی مانی.. از مشائخ زادہاے صوبہ بہار از تحصیل علم فراغت کردہ و طبع مائل بہ کلام موزوں نمودہ پارہ سیاحت  
کرده در کھنوا آمد و چندے کلام خود از نظر اسلاح.. ارشاد مآب گذرانیدہ باز بہ بنگالہ رفت..“

۴۴ نظام الدین احمد صالح.. بلگرامی اول بہ تحصیل علوم پر و اختہ بگفتن شعر میل نمود، مدتے بخدمت مہرباں خاں  
در فرخ آبادی بود.. راقم اور بعد رحلت احمد خاں از آنجا بہ کھنوا طلبیدہ در سلک ملازماں.. آصف الدولہ.. منتظم گردید  
چند سال بعزت بسر بردہ بہ عظیم آباد شتافت و بایکے از صاحبان انگریزی پیوستہ منشی گری سرفراز شدہ بہ کلکتہ رفت۔ در آنجا فراغت  
کلی بہم رسانیدہ ارادہ وطن داشت یکے از ملازماںش زہر در طعام او انداخت، خون بہاں بود و جاں دادن بہاں وقت رفتن عظیم آباد  
دیوان خود را بر اقم دادہ بود، تخمیناً دوسہ ہزار بیت خواهد بود..“

۴۵ سید ہایت علی خاں.. صنیر مرے بلند استعداد عالی فطرت صاحب شہادت و سخاوت است پیش ازین بہ فوجداری  
پرگنات خالصہ شریفہ مامور بود و در جمعیت قلیل و ادخوش معاش دیر زانی میداد و گاہے بنظم شعر ہم مصروف بود..“

۴۶ منشی بیکھاری کل عزیز.. کالیست الا آبادیست بندہ اور اور آن شہر ہنگامیکہ میر بحر آنجا بودم دیدہ ام۔ اکثر  
بعزت بنماز قدم رنج می فرمود، اشعار ہندی و فارسی بسیاری گفت۔ عزیز بسیار خوش گو بودہ در ایامیکہ شاہ عالم.. در آن صوبہ  
روفق افزا بودند و او بارہ رام تاتہ الخطاب بمیر زاراجہ پیوستہ رخصت شاہنامہ گوئی یافت و یک دو موضع جاگیر حاصل  
نمودہ آنچه در آن وقت بنظم می در آورد از نظر بادشاہ.. می گزرانیدہ، این بیت کہ در صفت قاصدان چنین گفته از آنست:  
شدندے چو از بادہ رقص مست  
سراپاے شاں دل ربودے ز دست

.. در صفت بادشاہ.. ”جہاں جسم دجانش شہ نامدار بود تن زجاں دائم بار قرار“  
شیخ عطا اللہ از.. امر ہے.. از شاگردان.. بیدل.. در دہلی فوت شدہ..“

۴۸ ”خوش حال چند برہمن عرفاں تخلص او اکل مشق شعر فارسی آخر بزبان ہندی شعر گوئی آغاز کردہ بابت محبت دارد..“



۴۹ سید غلام نبی بلگرامی خواہر زادہ میر عبد الجلیل .. در سنہ یک ہزار و یک صد و یازدہ در وطن تولد یافتہ اکتساب علوم از پسر خال خود میر طغیال محمد کردہ۔ در علم موسیقی مہارتی ہم رسانید، ریختہ ہم می گفت با تیر اندازی رغبت داشت گلے شرفازی موزوں می کرد ..

۵۰ میر شمس الدین فقیر عباسی؛ قدوہ افاضل زمان سوہ سخنوران جہاں بودہ در سنہ یک ہزار و یک صد و پانزدہ در شاہ جہاں آباد تولد یافتہ نسبش از جانب پدر بہ حضرت عباس می رسد و از طرف مادر بہ خاندان نبوت می پیوندد۔ بعد رسیدن بہ سن تیز بہ تحصیل علوم پرداختہ در اندک زمانے اجموز بہ ماں ناقدر و وراں شد۔ در فقہ و کلام حدیث و تصوف خصوصاً در شعر و انشا و عروض و قافیہ و معانی و بیاد بدیع مہارت کلی حاصل داشت۔ آخر عمر ترک لباس کردہ بہ لباس درویشاں بدکھن رفت بعد مدت پنج سال بدین والد و دکنڈا ولدہ؛ پیر خود بہ دہلی مراجعت نمود امر او اعتراف آن شہر در توقیرش فرود گذشت می کردن۔ رسائل مینامد بایف کردہ چہار مثنوی بیاضوبہ نظم در آورده دیوان قریب ہفت ہزار بیت مشتمل بر اقسام شعر یادگار گذارشتہ بعد خرابی شاہ جہاں آباد رکھنوار د شدہ بودہ مردم این شہر مقدم اورا غنیمت دانستہ بعزت و وقار می کوشیدند۔ در آن ہنگام او اکل مشق میرزا پھوڑہ بود۔ اشعار خود از نظر اصلاحش می گزارانیدہ راقم اورا دیدہ عجب ارستہ کہے بود۔ مثنویات دیوان اورا دیدہ ام ہمہ کلامش نغز است سر اپا منتر۔ یک سال در رکھنوار ماندہ روانہ کر بلے معلی شد، گویند از زیارت فراغ کردہ از راہ دریے شور بر کشتی سوار شدہ ارادہ معاوت شاہ جہاں آباد داشت کہ کشتی حیاتش غرق بحر رحمت شد ..

۵۱ صدر الدین محمد قاضی دکنڈا .. از اولاد علی مرداں خاں .. بہ منصب امارت و جاگیر مناسب سرفرازی داشت و بارہا وجاہ بسری برد جامع اکثر علوم بود خصوصاً در اعمال سیمیا و صنایع و بدائع کمال مہارت داشت .. جزین تریف طبعش می فرمود بکلیاتش از ہر گونہ اشعار مالامال بود ..

۵۲ شرف دکنڈا علی خاں فقہاں .. مولد شہر دہلی .. و کوکلتاش احمد شاہ بود چوں بادشاہ اسیر شد او با ودھ آمدہ توکر شجاع الدولہ .. شد و بعد چند سال بہ جگالہ رفت، در آنجا بر فاقت راجہ شتاب بلے .. بسری برد اشعار ہندی فارسی ہر دو می گفت ..

۵۳ "مثنوی قلی فراق از صاحب طبعان عالیست"

۵۴ میر شہار علی، قرین از ابتدای شہر بہ پنجاب ارشاد ماہ حاضر ماندہ تحصیل علوم بسی کردہ، دیوانے متضمن اقسام شعر گفتہ در سخن معانی مان می جویند و اشعار پاکیزہ و شستہ می گویند و چند سے در سلک ملازمان .. آصف الدولہ .. منتظم شدہ



در فن طبابت دست گاہے وسیع پیدا کرے، بار اقم ربط ملاقات دارند۔ عزیز صاحب تیز خوش اخلاق شیریں سخن شیریں گفتار، بلند طبع پسندیدہ اطوار است۔۔۔“

۵۵ میرزا حسن قنیل والدش از قوم کھتری توطن چسال (کذا) مضامین لاہور از قریب میان سیالکوٹی مل بودہ، تولد خودش در شاہ جہاں آباد، رو نموده در صغر سن شرف اسلام پذیرفتہ علوم فارسی و عربی تحصیل نموده زبان بگفتن شعر کشود و در نشر دست گاہ وسیع دارد و اشعار رنگین می نگارد با وجود آزاد نشی ہمیشہ گرفتار عشق است اعزہ این یا عزت تو قمرش مینماید“

۵۶ میرزا گرامی، گرامی تخلص۔۔ خلف ہمیں۔۔ قبول۔۔ تولدش در دہلی مدتی در سایہ پدر بآسائش پرورش یافتہ بعد فوت پدر وسعت مشرب اختیار کردہ بہ ظاہر در لباس صوفیہ و مشائخ می بود اما اوقات بعنوان قلندر ان ہند بصری بردا و ریش برود (کذا) راخیر آباد گفتہ بامردم ہر مذہب گرم می جو شیدا از خوش اخلاقی و کریم النفسی او بسیارے از موزونان شاگرداوشند بلکہ معتقدینہ اناس گردید۔ معتقدانش باینکہ عقل کرامتش کردہ اند، مگر زمبانی اکثرے از دہلیویان شنیدام کہ بحسن تدبیر و خوش اخلاقی مردم را بدام خود می کشید، بہر حال فکر شعری کرد و سہنگامہ شاعری گرم ساختہ بود و تسلیم حلیم ہر دو شاگرداومند۔۔۔“

۵۷ غلام حیدر خاں گدا از خلف امارت پناہ غلام حسین خاں کرورہ، جوان خوش زو حسن صورت و سیرت آراستہ بود، از صغر سن مائل شعر و شاعری گشتہ، اشعار پر دردی گفت جناب ارشاد مآب نظر توجہ بحالش داشتند و بہ نظر اشفاق اصلاح اشعارش می فرمودند ناگاہ ہر مزاجش مرض سودا استیلا یافت، و بہاں مرض از قید زندگی نجات یافت، کلاش را کسے احتیاط نہ کرد۔۔۔“

۵۸ شیخ سعد اللہ گلشن۔۔ گویند درویشے صاحب کمال بود از سلسلہ نقشبندیہ و در شعر نسبت شاگردی بمیرزا بیدل می دارد۔ میرزا شاہ گل است و بموسیقی بسیار مائل بلکہ درین علم تصانیف دارد و منفولست کہ گاہ گاہ خرق عادت ہم از وی بطہر می پیوست۔ مولدش دہلی۔۔ عبادت و ریاضت بسیار کردہ بہ مرتبہ عرفاں رسید خیلے متوکل و بجز دوست بودہ بہ نصیحت پیر خود۔ بحرین شریفین رفتہ۔ سعادت زیارت بجا آورده آخر حیات بشاہ جہاں آباد مقیم بود تا در سنہ ہزار و صد و چہل بہ عالم دیگر انتقال نمود۔ دیوانش چہار ہزار بیت خواهد بود درود تخلص گفتہ چمکک من صورت کش صد معنی رنگین ادا است

۵۹ محمد شاہ بہ سبب بے اتفاقی امرانادر شاہ۔۔ استیلا یافتہ، برگشتہ اداں بعد خود را بادشاہی گویند، بلکہ بیلے بر تخت پیش خودی داشت در اکثر فنون و موضوعات دست علیا و فکر سائست۔۔“ در عہدش خلایق بہد آسائش رحمت علی لفظ ”نثر“ اس طرح مرقوم ہے، ستر۔



می کردند (جان جاناں) مظہر ولدش میرزا جان نام داشت نظر بر آں پسر راجان جاں نام منہادہ بود، بجا بناناں شہر یافت میرزا غلام علی، مظہر تخلص مشاجشہ دکنہ کردین پیرم و این تخلص از ابتدا اختیار کرده ام شمانو جوانید تخلص من بگذارید میرزا جواب گفت این تخلص در مولوی توی عطا کردہ، آخر قرار یافت کہ در شہنوی مولوی منوی فال بریندہ ہرچہ برآید برآں عمل کردہ آید چنانچہ شاہ غلام علی شہنوی را بطور فال بگشاد، این بیت برآمد: "جان اول مظہر در گاہ شد جانجان خود مظہر اللہ شد آخر ہر دو.. تخلص بحال داشتند میرزا از سادات علوی خیلے بزرگ متقی و پرہیزگار و در علم حدیث و تصوف خیلے باخبر بود۔ در طریقہ فتنہ نقشبندیہ میرزا حافظ سعد اللہ مرہندی شدہ صاحب حلقہ و سلسلہ شد با وجود مشیخت و کمالات باطنی عاشق پیشہ بود و ہموارہ در سرش ہودلے بر رخاں جا، است۔ مریدانش بسیار بودند و امراء و اعزہ دہلی خیلے توقیرش می نمودند۔ اشعار بہ طویلی می خواند کہ اکثرے بہ ذوق شنیدن در خدیتش حاضر می شدند، ہر چند می گفت کہ ما را با مذہب کاسے نیست کہ ما محمدیم اما در مذہب سنت و جماعت تلو داشت۔ از این جہت شیخے دکنہ (دکنہ) در ایام عشرہ محرم سنہ یکہزار و یک صد و نوزد و پنج اورا شہید ساختند "مظہر کل" تاریخ وفات ادست، نام قاتلان معلوم نشد، نجف خاں.. گفتہ فرستاد کہ قاتلان را بدست آورده بہ سزائی رسانم جواب داد کہ در آخر عمر بدولت قاتلان شہادت نصیب من شد بر من احسان ایشانست خونے خود بحل کردم، شعر ہندی و فارسی می گفت۔ دیوان خود را خود انتخاب نموده، تخمیناً ہزار پانصد بیت خواہد بود شاگردان او بسیار بودند و مریدانش بے شمار ہیں عمر از نوادہ روزگار بود.."

۶۰ "نواب محبت خاں محبت.. خلف.. رحمت خاں.. کہ مالک بریلی وغیرہ بودند.. تولد خود ایشان در آں ملک رو نموده، بعد تحصیل علوم بگفتن شعر ہندی زبان گشادند۔ بعد شہادت پدر خود در کھنوا آمدہ میقم شدہ اصلاح اشعار ہندی از حسرت می گرفتند۔ آخر بگفتن اشعار فارسی میل کردہ شاگرد.. ارشاد مآب شدند چند روز مجلس مشاعرہ در خانہ خود ترتیبی دادند: بسیار خلق پسندید مزاج، عالی منش شیریں گرفتار اند، با مولف بط دوستی دارند.."

۶۱ مہندی خاں خلف نواب خان زاد خاں بن مرہند خاں تونی از شاہ جہاں آباد ہمراہ.. ابو المنصور خاں.. بجانب او دہا آمدہ بحال توقیر و احترام بسری برد شہر خوبی گفت و مہندی تخلص می نمود..

۶۲ میر تقی الدین منت مولدش دہلی.. در نظم و نثر دستگاہ وسیع داشت خمسہ نظامی را تتبع کردہ ہر گاہ کہ از شاہ جہاں آباد وارد کھنوا گشت، راقم او اہملاً زمت مہاراج ادھراج مہاراج ٹیکت راے نراند بہ ہادر رسانیدہ بدر ماہہ صد و پنیہ مہتا زگر ایندہ بموجب فرمائش راقم قصہ چند ربانس دکنہ می گفت نیمہ زاہ آورده بود عمرش تمام شد"

۶۳ رے اندرام تخلص.. کھتری.. از ارباب جاہ (د) دولت.. مدتی بوکالت زکریا خاں صوبدار ملتان و



لاہور و نواب قمر الدین خاں.. ممتاز زبودہ کمال فراغت در دہلی بسری برو بعد معاودت نادر شاہ از ہندوستان خانہ نشینی اختیار کردہ آمد و رفت بکلی ترک نموده، در سنہ چہارم احمد شاہ.. بمرصن لغت الدم در گذشت.. در انشاے نثر داد رنگینی و متانت می داد بغایت بامزہ و دلچسپی نوشت و در شعر از بہترین شاگردان.. بیدل است کلیاتش قریب پنجاہ ہزار بیت خواهد بود.. باخان آرزو کمال اخلاص داشت شور کلامش ماورائے طور استاد است..

۶۳ میر محمد تقی میر.. ہمیشہ زادہ خان آرزو.. مولدش شاہجہاں آباد است بعد تحصیل علوم رسمی رغبت ریختہ گوئی پیدا کردہ تذکرہ.. تالیف نموده در ہر ہفتہ روزے بخاند او مجمع ریختہ گویان مشاعر ایشاں می شد، و آخر در شعر فارسی ہم مہارت بہم رسانیدہ گلہ می گفت در ریختہ گوئی با ستا ہی نام بر آورده در عہد.. آصف الدولہ.. وارد کھنوشدہ بد و صد و پوپہ در ماہ ممتاز شد راقم اور ایک دو مرتبہ دیدہ ام.. بسیار آرمید مزاج و پسندیدہ اطوار است فوریں ایام ذات او از معتمدان و زکار است

۶۵ میر عبدالقادر مہرباں.. او رنگ آبادی اصلش از سادات و صوبہ نیشاپور.. یکے از انہاں بدکن آئندہ در او رنگ آباد فرکوش کردہ توطن اختیار نمود.. خودش فی الجملہ تحصیل علم کردہ بہ شعر گوئی مائل شد.. اشعار خود از نظر.. آزاد گذراندند تحصیل ہم از ایشاں یافتہ..

۶۶ شیخ دزدی مول.. سابق در لباس دنیا طری بود، آخر جذبہ از جذبات الہی ربو و لباس مجذوبی.. پوشیدہ کما ہی الہام ہم تخلص می کرد تا زہ گویان کھنوش اصلاح شعر ریختہ و فارسی از وی گرفتند، آنچه اومی گفت انہا بہ صورت کاغذ می نوشتند در او اہل مشق سخن از جناب ارشاد مآب می گرد در حالت جذب کلام سابق و حال در ہم و بر ہم ساخت اکثر بلے ملاقات راقم تشریف میاورد.. فقیرے از خود گذشتہ و وارستہ مزاج با دنیا کم پیوستہ بود چند سال است کہ مرغ روش بگل زار جہاں پرواز کردہ..

۶۷ شیخ غلام احمد منشی تخلص بزنگان ایشاں در عہد محمد شاہ بن تعلق شاہ بہ علاقہ جاگیر زمینداری در چال کلیا نامین مضافات دہلی بخوبی بسری بردند، یکے از ایشاں در ہنگام سلطنت بہلول لودی از آنجا دل برداشتہ در وادی من مضافات دہلی سکونت، اختیار کردہ چند چلوک و قدے جاگیر ہم برے معاش پیدا نموده.. چند چاہ کہ در ان جوار محصول خیر بدست می آمد ساختہ از آن بعد یکے دیگرے ہما بنا قیام داشتہ خودش در ہما بنا تولد یافتہ در بدایت سن بدہلی وارد شدہ بہ تحصیل علوم رسمی از مولوی محمد رفیع و دیگر افاضل پر داختہ فیض سخن از خدمت میرزا مظہر.. یافتہ اشعار ہندی و فارسی بسیار گفتہ و بہ صحبت شعراے آن عصر عمرے گذراندہ.. اکثر اہل کمال را مثل خیر اللہ مہتیس دیدہ چند گاہ باراج دیبوت پیوستہ علاقہ منشی و نیابت جاگیر اختیار نموده، راجہ مسطور بسیار توفیرش می کرد، بعد از خرابی دہلی وارد



لکھنؤ گر دید قریب چہل و پنجاہ سوار از برادران و خویشان با خود متفق در رسالہ شیخ محمد احسان در سرکار بیجاہ الدولہ .. منتظم شدہ بعد ثوت توابع .. باز بہ دہلی شتافتہ بانجف قلی خاں ملاقات کردہ یک دو موضوع جاگیر یافت، چند گاہ در آنجا بسر بردہ بوطن رفت و از آنجا باز بہ لکھنؤ آمدہ بہ توجہ اہم پیر چند در سرکار .. آصف الدولہ .. بر چہرہ قدیم بحال شدہ در آن ہنگام بار اقم اکثر ملاقات می کرد خیلے مستقی و پرہیزگار و بہ صفائے طینت پیراستہ و بحسن اخلاق آراستہ بودہ در انشا دستگاہے فریح داشت و شتر می گفت متعلقانش بہ لکھنؤ رسیدہ اورا بوطن بردند۔ بعد چند گاہ بوطن اصلی خرامیدہ ..

۶۸ نعمت اللہ خاں پسر روح اللہ خاں نیز بخشی .. عالم گیر بودہ و در عہد فرخ سیر و فردوس آرام گاہ بخدمت قر اول بیگی سرفرازی یافتہ بود ..

۶۹ علی قلی خاں ہوالہ .. داغستان از اولاد سلاطین داغستان است الخاص میرزا بن اسرار خاں بادشاہ داغستان کہ پدربعد علی قلی خاں بود حسب درخواست شاہ عباس ماضی بخدمت رسیدہ بہ فرزند خواندگی اختصاص بخندمتا و مراتب عمدہ امتیاز یافتہ بود خودش در سنہ یکہزار و یکصد و بیست و چار در اصغہاں تولد یافتہ ہما بنجاہ تحصیل علوم پرداختہ ذرا میکانا در شاہ بر سلطنت آنجا تسلط داشتہ وارد ہندوستان گردیدہ و بلساطت .. برہان الملک .. روشن الدولہ و حکیم معصوم علی خاں بہ شرف ملازمت فردوس آرام گاہ مشرف .. گشتہ یہ چہار ہزاری منصب دو ہزار سوار و جلعت و قیل و جاگیر و خدمت میر تری .. افتخار یافت، بدختر عم خود عشق داشت . و با او نامزد ہم گشتہ بود اما فلک بیداد ہرگز نپسندید کہ ہر دو .. بکام دل رسید یعنی ہنگامہ افغانہ ذال ملک بر پاشد و معشوقش بدست حریص دیگر افتاد و چنانچہ تمام احوال خود از ابتدا تا انتہا در خانمہ ریاض الشعرا تحریر نمودہ . دیوانش را ایس الدین فقیر جمع کردہ قریب چہار ہزار بیت خواہد بود ..

۷۰ "نور العین، واقف .. از قاضی زادگان پشاور .. در علم رسی با جہد در اصطلاحات دلت ماہر و کوچک دل و پسندیدہ اظہار بود و باتفاق حکیم خاں وارد لکھنؤ گردیدہ عازم بیت اللہ گردید بعد از رسیدن بمقصد ایسے مناسک نمودہ و اورنگ آباد آمد .. غلام علی آزاد بادلیا بہ سلوک پیش آمد چندے را آنجا بودہ، باز بہ لکھنؤ تشریف آورد .. کلبے رفیع آباد و کلبے لکھنؤ می ماند خودش می گفت کہ او اول از خوشگو و آفریں .. اصلاح شعر گرفتہ ام، آخر وضع کلام ایشان مطبوع .. نیفتاد دیوان سوزی و خسرو .. را پیش نہاد کردہ بمشوق سخن پرداختم۔ بار اقم اکثر ملاقات میکرد خاں آرزو نوشتہ کہ اشار خود راجہت اصلاح پیش من فرستاد بود .. کلاش بسیار شگنی دار و بعد ثوت چند سالہ مندہ رفت چندے را آنجا بسر بردہ وفات یافت دیوانش قریبہ ہزار بیت خواہد بود ..

۷۱ میر محمد علی .. وہم .. بولدش دہلی .. مرد و ارستہ مزاج و خیلے بفقہ و تصوف مشغوف بود۔ فکر شعر ہندی بیشتر و فارسی کم کی نمود و اصلاح شعر فارسی از .. ارشاد ما بئی گرفت .. مرد عینو سر پاشو بود ..

●● (نوائے ادب، بمبئی - اکتوبر، ۱۹۵۰ء)



## عمدہ منتخبہ یعنی تذکرہ سرور

عمدہ منتخبہ یعنی تذکرہ سرور، مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، سلسلہ اشاعت مخطوطات اردو، دہلی یونیورسٹی انمبر۔ قیمت ۲۰ روپیہ۔

(۱) مرتبہ کی مقدمہ میں ہے: ”ادب قدیم کی حیات افزہ عناصر سے واقفیت کی لیے ضرورت ہے کہ اردو سے متعلق اہم مخطوطات کو حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس بنیادی کام کے بغیر تاریخ اور تہذیب کا مطالعہ ادھورا رہے گا۔ اسی لیے ایک مستشرق نے ہدایت کی تھی ”Know thy texts“ (گذا) ہمیں خوشی ہے کہ دہلی یونیورسٹی نے ان نادر مخطوطات کی اشاعت کا بندوبست کیا ہے جو یورپ سے حاصل کی گئی ہیں۔ تذکرہ سرور اس سلسلہ (گذا) کی پہلی کتاب ہے جو ہم بشری جواہر لالی نہرو کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔“

مشورہ ٹھیک ہے، لیکن اس میں اضافی کی ضرورت ہے: (۱) کسی خطی نسخہ کا کالڈن میں ہونا اس کی اہمیت کا ثبوت نہیں، نہایت اہم مخطوطات ہندوستان و پاکستان میں بھی ہیں (۲) ہر خطی نسخہ اس قابل نہیں کہ اسے مرتب کر کے چھپوایا جائے۔

تذکرہ سرور فارسی میں ہے، مگر اس کا تعلق اردو سے ہے، سرور کا دیوان اردو ہوتا تو اسے اردو کا مخطوطہ کہتے، اردو سے متعلق مخطوطہ نہیں مراد غالباً دونوں قسموں کی مخطوطات سے ہے۔ حواشی اور تعلیقات ایک ہیں، تو ان میں سے ایک حشو قبیح ہے۔ دو ہیں، تو دونوں میں فرق کیا ہے، اور تذکرہ مطبوعہ کی متن کے پابین میں جو عبارات ہیں، ان میں سے کئی پر حواشی اور کئی پر تعلیقات کا اطلاق ہو سکتا ہے؟



(۳) مرتب کو ایرانی کتابوں کو پیش کرنے کا نیا طریقہ معلوم ہونا چاہیے۔  
 (۲) مجھ بتایا گیا ہے کہ تذکرہ سرور کی اشاعت میں دانشگاہ دہلی کی کم و بیش  
 ۲۵ ہزار روپے صرف ہوئی ہیں، اس کی قیمت بھی خاصی رکھی گئی ہے، اس لیے اگر اسے چھپنے  
 میں اس معیار سے کام نہ لیا جائے جو نو لکھنوی مطبوعات کے لیے مستعمل تھا، تو ناروا  
 سخت گیری کا الزام نہیں دینا چاہیے۔ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں مرتب  
 کی کل غلطیوں اور فروگذاشتوں کی نشاندہی کا ذمہ نہیں لیتا۔

(۳) تذکرہ سرور کو ادبی جواہر پارہ "کہناتو" چھڑک کر بیچنا ہے، لیکن، اس  
 میں شک نہیں کہ اپنی کل نقائص کو باوجود، یہ کتاب قابل انطباع ضرور تھی۔ اس  
 کے انتخاب پر اعتراض ہی تو یہ کہ مالک رام صاحب ڈاکٹر فاروقی کے اداہر متوجہ ہوئی  
 سے بہت قبل اس کے مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکے تھے، اور نسخہ لندن کا، روٹو گراف  
 یا فوٹو اسٹیٹ بھی حاصل کر چکے تھے۔ ان کی خواہش نسخہ پیرس و کراچی سے کما حقہ  
 استفادہ کرنے کی تھی، اور وہ اس فکر میں تھے کہ اس کی کوئی صورت نکل سکے۔ یہ  
 کوئی راز کی بات نہ تھی، ہندوستان و پاکستان میں تذکروں سے دلچسپی رکھنے والی  
 عموماً اس سے آگاہ تھے۔ ڈاکٹر فاروقی ان سے بہتر ترتیب کا انتظام کر سکتے تو ایک  
 وجہ جواز بھی ہو سکتی تھی۔ اس صورت میں کہ ان کا مدار صرف نسخہ لندن کی مالکرو غلم  
 کے ہتھ پر ہے تو جا بجا اس قدر "سیاہی زدہ" ہے کہ پڑھانہ جاسکے، اس کا انتخاب  
 کسی طرح مناسب نہ تھا۔

۴ سرورق میں "تالیف نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں بہادر سرور" اور اس

کا اس کی صحت کا میں ضامن نہیں۔ اس میں وہ رقم جو مرتب کے ادبی مددگار کو بطور  
 تنخواہ دی گئی تھی۔

۵ دل کو رکھ کر بیچنے، مرگان تر پہنچیے یعنی اپنا مال پر اس کو چھڑک کر بیچیں



کو بعد ان کو والد کا نام مع خطابات پر۔ مصنف کا خطاب دینی کی ضرورت نہ تھی، اور دیا تھا تو دوسری خطاب معظم جنگ کا اندراج بھی ضروری تھا۔ سرورق میں باپ کا ذکر بالکل فضول ہے۔

(۵) مرتب نے لکھا ہے کہ کتاب کی ترتیب ”ابجدی“ ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ صرف حرف اول کی رعایت کی گئی ہے، اور ایک جگہ یہ بھی ملحوظ نہیں رہی؛ اور حرف واو کو ساتھ ہی تذکرہ میں ہم تخلص شعرا بہت ہیں، اور مصنف نے یہ التزام نہیں کیا کہ ان کو تراجم کی بعد دیگر درج ہوں۔ مثلاً شوق تخلص کے اشعار اس طرح بکھری ہوئی ہیں: ص ۳۶۶، ص ۳۷۳

ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۹، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۹۳ مرتب کی بنائی ہوئی فہرست میں شعرا تذکرہ کی ترتیب ہے، اور انہوں نے صرف تخلص کو اندراج پر قناعت کی ہے، نام نہیں دینے اس سے بعض اوقات کسی خاص شاعر کا ترجمہ ڈھونڈ کر نکالنے میں جو دشواری ہو سکتی ہے، اس کا انہیں احساس نہیں۔

(۶) کتاب اشعار پر جو مقدمہ ہے۔ حالانکہ اس کا سال اشاعت ۱۹۶۱ء ہے، ۱۹۶۱ء نہیں۔

(۷) کتاب میں لفظ نامہ بھی نہیں؛ نشر و نظم کو خاص خاص الفاظ الگ الگ ابجدی

ترتیب سے پیش کر کے۔ میں جس قسم کے الفاظ کی فہرست چاہتا تھا، ان میں سے چند

بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ نشر: چوکی بندی ص ۲، سلاطیناں ص ۵، مہوداں ص ۸

محامدات ص ۱۹، متقدمیناں ص ۲۳، سکنہ (بطور واحد) ص ۱۰، نبارتہ ص ۱۲۔ نظم: بتاشر

کافل ص ۱۳، بادبندی، ادائی ص ۱۹، سانس (مذکر) ص ۲، نیل پیر ہونا ص ۳،

چترک کریمینا، توبہ دھاڑ کر نامہ ص ۲، شریفہ ص ۳۳، منصور خانی کشاری ص ۵، دوکھنا

ص ۲، بیخ از بند ص ۲، کاغذ بادامی ص ۲، دم پاٹھ قیل ص ۹۹۔

(۸) ”حواشی میں رموز ذیل استعمال ہوئی ہیں“ اس عنوان کے تحت آثار حسن

دستور وغیرہ ملتی ہیں، یہ ٹھیک ہے، لیکن، دیوان جہاں، دیوان غالب، گلزار ابرار



مع گلشن ہند کو ہونے اور گلزارِ دوخ کو نہ ہونے کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ لطف یہ کہ گلزارِ ابراہیم یا گلشن ہند شاید ہی کہیں حواشی میں آیا ہو، ان دونوں کی جگہ حالانکہ یہ دو مختلف کتابیں ہیں، گلزارِ مستعمل ہوا ہے۔ مخ سے غالباً تذکرہ سرور کا نسخہ لندن یا اس کا عکس مراد ہے۔

(۵) مقدمہ مرتبہ کی آخر میں ہے: "احتیاط کے باوجود طباعت میں غلطیاں رہ گئی ہیں، ان کی اصلاح و دو طباعت کی روایت سمجھ کر گوارا کیا ہے۔" یہ غدار اگر نو لکھنؤ کی طرف سے ہوتا جو کتابیں بہت ارزاں بیچتے تھے اور سنگی مطبع میں چھپوانے تھے، تو سنا بھی جاتا، کتاب جلی ٹائپ میں چھپے (باستثنای حواشی) اور قیمت بھی زیادہ ہو، تو قابل قبول نہیں۔ مزید یہ کہ کتاب میں غلطنامہ شامل نہیں۔ یہ تو کسی مستشرق نے کہا ہو گا کہ چھاپنے کی غلطیاں رہ جائیں، تو ان کی نشاندہی نہ کی جائے۔ ہاں، اس سے ایک فائدہ البتہ ہے؛ یہ غلطیاں بھی جن کا ذمہ دار خود مرتب ہے، اہل مطبع کو نامہ اعمال میں لکھی جاسکتی ہیں۔

(۱۰) مرتبہ نے مقدمے کی ابتدا ذکر کر کے خطی نسخوں سے کی ہے، مگر ساری بحث ایک جگہ نہیں۔ نسخہ پیرس کی ترتیب پر انھیں اعتراض ہے کہ "غالب کا ذکر اسد تخلص کے ذیل میں ورق ۸۴ ب پر پانچویں سطر سے شروع ہوتا ہے، لیکن ورق ۴۷ الف کی چوتھی سطر پر بھی غالب کے اشعار مندرج ہیں۔ یہ اتنی بری بات نہیں جتنی حرف واد کے شعرا میں داور کا شمول ہے، جس کی طرف مقدمے میں مطلقاً اشارہ نہیں۔"

مرتبہ کا قول ہے کہ نسخہ لندن کا زمانہ کتابت "در رحمت خدا بی حد" سے معلوم ہوتا ہے، جس سے اشراف نگار کے حساب کے خلاف ۱۲۴۱ نکلتی ہے، اور جو دراصل ایتمو کے قول کے مطابق نواب غلام حسین خاں بہادر کے نسخے کی نقل ہے۔ اس کا کاتب بھی... بھولانا تھا، عاشق ہے "ایتمو نے حسین علی خاں بہادر لکھا ہے، غلام حسین خاں بہادر نہیں مزید

۱۔ قول ایتمو سے یہ قول ایتمو نہیں، صرف



یہ کہ اس کو بیان میں وہ قطیعت نہیں جو مرتب کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ خاتمہ کو مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ لندن حسین علی خاں بہادر کی نسخہ کی نقل ہے۔ خاتمہ تذکرہ کی عبارت یہ ہے: ”تصنیف نواب شہباز خاں بہادر تاریخ تذکرہ فان اینست“ تذکرہ الشعراء ہندی بمثل“ از نواب غلام حسین خاں بہادر ”اچھا تذکرہ ہوگا“ از نواب حسین علی خاں بہادر ”رحمتِ خدا بی حد“

”تاریخ تذکرہ“ کا اطلاق تینوں تاریخوں پر ہوتا ہے، اور جب تک الفاظ اپنی معنی نہ بدلیں ان کا تعلق زمانہ کتابت سے نہیں ہو سکتا۔ یہ دستور بھی نہیں کہ کتابت کی تاریخ دوسروں سے لکھوائی جاتی۔ عاشق کا کتاب نسخہ لندن ہونا ایٹھ کا قول نہیں اور نہ خاتمہ میں ہے۔ اس کی نسخہ نوشتہ ۱۷۲۴ء کی کتابت البتہ کی تھی، خاتمہ میں عبارات مرقومہ بالا سے قبل عاشق کی ایک میمیہ نظم ہے، جو صنعت توشیح میں ہے، اس کی کل مصرعوں کو ابتدائی حروف سے جو شعر بنتا ہے، یہ ہے:

اعظم الدولہ بہادر کر ۵ اذن سے ان کا تذکرہ لکھا

مگر نسخہ لندن ۱۷۲۴ء کا لکھا ہوا نہیں، اس کا سال کتابت نامعلوم ہے نسخہ پیرس کی کتابت بقول مرتب ۱۷۲۴ء میں ختم ہوئی تھی، اور ان کی رائے میں یہ نسخہ لندن کی مقابل میں تیار ہوئے اور ان کے زمانہ کتابت معین نہ ہو سکا، اس لیے جب تک یہ ممکن نہیں۔ یہ سوال بیکار ہے کہ کون پہلے لکھا گیا۔ یہ سوال البتہ اہمیت رکھتا ہے کہ کس میں کس

سے مرتب ہے اس سلسلے میں خاتمہ کا حوالہ نہیں دیا۔ تذکرہ الشعراء ہندی = ۱۷۲۴ء اس میں ”بمثل“ کا ۵۰ نکالا جاتا تو ۱۷۳۱ء تک جاتا ہے جو سنہ عیسوی ہے، یہ ۱۷۲۴ء کے مطابق نہیں، جن دو ہجری سنوں سے اس کی مطابقت ہے، ان میں سے ایک ۱۲۴۶ھ = ۱۷۲۴ء ہے نہ عیسوی سنہ ہے نہ ہجری۔ ممکن ہے کہ سنہ فلانی کا کوئی خاص طریقہ تاریخ گو کو پیش نظر ہو سکے مرتب کے نزدیک عاشق کی نظم کا یہ پہلا شعر ہے۔



سنتہ تک کو مندرجات ہیں، مگر مرتب فی پیرس جانی کی یاد جو نسخہ پیرس کو محض برائے نام دیکھنے پر قناعت کی، اودان کو مقدمی میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے اس سوال کا جواب حاصل کرنے میں مدد مل سکی۔ نسخہ کراچی سے متعلق مرتب کی معلومات کا مدار ڈاکٹر عبدالحق پیرس پر ہے، مگر وہ ان کی اس قول سے متفق نہیں کہ نسخہ کراچی ۹ مجرم ۲۳ کا لکھا ہوا ہے اور اس کا کاتب عاشق ہے۔ میں نے نسخہ پیرس کی طرح اس سے بھی نہیں دیکھا، لیکن، میرا قیاس ہے کہ اس کا اور نسخہ لندن کا معاملہ یکساں ہے۔

مرتب نے عرضی صاحب کے اس بیان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تذکرہ سرور کا ایک خطی نسخہ پٹنہ میں ہے، یہاں نسخہ لندن کی ایک نقل کلیم الدین احمد صاحب کے پاس ہے اور ریس۔ حال میں اطلاع ملی ہے کہ پاکستان میں ایک نیا نسخہ دستیاب ہوا ہے، ابھی اس سے متعلق تفصیل نہیں ملے۔

(۱۱) ”رحمت خدا بر حد“ اور اس کے ساتھ کی تاریخوں سے قطع نظر تذکرہ کی آخر میں ۱۰ تاریخیں ہیں، جن میں سے ایک کا ذکر مقدمی میں مطلقاً نہیں، یہ حسین کی تاریخ ”فہم اوداد شاعران رادست“ = ۱۴۲۸۔ اس کا وہی حال ہے جو غلام حسین خاں کی تاریخ کا ہے۔ قاسم کی تاریخ کا ذکر ڈاکٹر عبدالحق کی عبارات میں ہے جو مرتب نے نقل کی ہے، ان کے نزدیک یہ ۱۲۱۹ھ پر مشتمل ہے۔ یہ صحیح نہیں، قاسم کی رباعی مستزاد یہ ہے:

قاسم سے یہ جا کہا خوردی ہمدنم	باعز و وقار
یہ تذکرہ ہے جو یادگار عالم	تار و ز شمار
طغیان کا دل مکر اس میں ڈوبا	اے بار یہ وہ
بجز خار موجزن ہے بہم	جوں ابر بہار

مصرع آخر میں ہے، میں نے بڑھایا ہے وہ تذکرہ مطبوعہ میں جس طرح ہے

۱۔ ایک ضخیم کتاب ایک دن میں کس طرح لکھی جاسکتی تھی؛ مطلب یہ نہ ہو، مگر نکلتا ہی ہے۔



(بدون علامت استفہام یا کذا) غیر موزوں تو نہیں ہے، لیکن رباعی کو اور مصرعوں کا ہوزن نہیں۔ ”بحر: سہم“ ۱۱۵۶ نکلتا ہے، ”طنیان“ کا دل ’ی‘ = ۱۰، ۱۰۱ مکرر ۱۱۹۶ میں شامل کیا جاتی تو ۱۲۱۹ مستخرج ہوتا ہے۔

ان ۱۰ تاریخوں میں سب سے پرانی منوں (۱۲۱۵ھ) اور سب سے نئی احسان (۱۲۲۰ھ) کی ہے۔ کسی تاریخ کو نہ صراحتاً یہ نہیں کہا کہ اس کی تاریخ کا تعلق آغاز سے ہے یا انجام سے؛ اگر کسی ایک کی بنا پر یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ اس کی تحریر کے وقت تذکرہ کتابی شکل اختیار کر چکا تھا، تو یہی بات دوسری تاریخوں کی بنا پر بھی کہی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ سرور نے تالیف تذکرہ کا ارادہ کرتے ہی تاریخ کی فرمائش کرنی شروع کر دی تھی، لہذا اس سے قطع نظر کہ تذکرہ کی کتابی شکل اختیار کی تھی، یا نہیں، تاریخیں بہتر ہے۔ بعض نے صرف یہ سن کر کہ تذکرہ لکھنے کا ارادہ ہے یا تالیف ہو رہا ہے، تاریخ کہہ دی ہوگی۔

(۱۲) مقدمے میں زمانہ تالیف کی بحث طویل ہے، اس کا خلاصہ (ترتیب مطابق مرتب کی) یہ ہے:

- (۱) سب سے زیادہ مصنفہ سرور کو دیا چر نوشتہ ۱۲۳۶ھ سے ثابت ہے کہ تذکرہ اس سنہ سے قبل وجود میں آچکا تھا۔
- (۲) اس کا نقش ۱۲۳۶ھ سے بہت قبل صورت پذیر ہو چکا تھا، اس میں ہدایت کا سال وفات ۱۲۱۹ھ مندرج ہے، اور اس امر کا ذکر ہے کہ قاسم نے اسی سنہ میں تذکرہ کا مسودہ یا مجموعہ مستعار لیا تھا۔
- (۳) رضی کی تاریخ سے بھی ۱۲۱۷ھ نکلتا ہے اس کے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا پہلا مسودہ ۱۲۱۷ھ (۶۱۸۰ھ) میں تیار ہو چکا تھا۔

یاد ہے کہ اگر کوئی لفظ اور ہوسے ۵ کی جگہ ۸ نکلو تو تاریخ ۱۲۱۹ھ پر مشعر ہو سکتی ہے۔ یہ دو عیسوی سنوں کے مطابق، ایک دینا غلط ہے۔



(۴) ”معلوم ہوتا ہے“ کہ سلسلہ کے بعد بھی اس میں اضافہ ہوتا رہا، مگر مہم الدولہ کی وفات (۱۲۱۵ھ) اور قاسم کے مسودہ کی جانی (۱۲۱۹ھ) کا اس میں ذکر ہے؛ احسان کی تاریخ سلسلہ کی ہے۔ ”یہ سلسلہ ۱۲۲۳ھ تک جاری رہا، جس کو اتمام تذکرہ کی تاریخ سمجھنا چاہیے۔“

(۵) خاتم کی نثر میں ۹ محرم ۱۲۲۳ھ تاریخ دی ہوئی ہے۔

(۶) مضمون کی تاریخ نقل کرنی کے بعد: تذکرہ میں ۱۲۱۵ھ کا حوالہ دو جگہ اور ہے، جو ادعلیٰ خاں کا سال وفات یہی بتایا ہے اور لطف کے ترجمہ میں اس کو تذکرہ کا ذکر ہے، اس کا سال اختتام ۱۲۱۵ھ۔

(۷) سید غالب علی خاں کی تاریخ ۱۲۱۶ھ کی ہے۔

(۸) ”ان امور کے پیش نظر، ۱۲۱۵ھ یا ۱۲۱۷ھ کو آغاز تالیف اور ۱۲۲۳ھ

کو اختتام تذکرہ کی تاریخ قرار دینا چاہیے۔“

ان امور کے بارے میں میری گزارش حسب ذیل ہے:

۱۔ سب سے زیادہ مرتب کی نظر سے نہیں گزرا، اس کے متعلق انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ایک اخباری مضمون سے ماخوذ ہے، جس کا انھیں خود بھی اقرار ہے۔ ویساچر کی جو عبارت انھوں نے نقل کی ہے، اس میں زمانہ تحریر درج نہیں؛ اگر سلسلہ اس میں ہوتا بھی تو اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا کہ اس سنہ سے پیشتر تذکرہ کی تالیف سے فراغت ہو چکی تھی۔ اس کا امکان اس کے باوجود رہتا ہے کہ اختتام خود اسی سنہ میں ہوا ہو۔

۲۔ ہدایت کے سال وفات کا ذکر میکار ہے، اس کے ترجمہ میں ایک لفظ بھی

ایسا نہیں جو اس پر شعر ہو کہ وفات کا ذکر اس کے معاً بعد ہوا ہے۔ پورا ترجمہ ۱۲۵ھ میں بھی جو خود سردر کا سال رحلت ہے، لکھا جاسکتا تھا۔



۳۔ رہنی کی تاریخ سے اگر وہ نتیجہ جو مرتب فرمایا ہے، نکل سکتا ہے، تو ممنون و سید وغیرہ کی تاریخوں سے بھی نکل سکتا ہے۔

۴۔ اضافہ اظہر من الشمس ہے، ”معلوم ہونا“ کیا معنی! کب تک ہوتا رہا، اس کی بحث آگے آئیگی۔

۵۔ ہر نسخہ میں جس کا حال معلوم ہے، یہی خاتمہ ملتا ہے۔

۶۔ جو اد علی خاں (ہادی) کو ترجمہ کا بھی وہی حال ہے جو ترجمہ ہدایت کا ہے۔ لطف کو تذکرہ کا سال اختتام تذکرہ سرور میں نہیں۔

۷۔ غالب علی خاں کی تاریخ میں یہ شعر بھی آیا ہے:

اگرچہ بسا تذکرہ دیدہ ام (کذا) ندیدیم بہتر ازین تذکرہ  
اس کی بنا پر علی الرغم مرتب یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۷۱۰ء میں تذکرہ کی کتابی شکل اختیار کر لی تھی۔

۸۔ مرتب فرمقدی میں جو مطالب پیش کیے ہیں، ان کی بنا پر وہ ۱۷۱۰ء

کو تو سال آغاز قرار دے سکتے ہیں، ۱۷۱۰ء یا ۱۷۱۱ء کا انھیں حق نہیں۔

۱۳) زمانہ تالیف کو متعلق میں خود نتائج ذیل پر پہنچا ہوں:

۱۔ ترجمہ شاہ عالم متخلص بہ آفتاب میں جو تذکرہ کا پہلا ترجمہ ہے، عبارت

ذیل ملتی ہے: ”ماہ دس سال سلطنت آن شہنشاہ... بسیر خیابان اربعہ والبعین جلوہ گر“

۲۔ یعنی یہ کہ جس وقت یہ الفاظ منظر میں آئی، شاہ عالم کا چوالیسواں سال جلوس

تھا۔ پہلے سال جلوس کا آغاز عالمگیر ثانی کی قتل (۸ ربیع الثانی ۱۱۱۰ھ) کے بعد ہوا

تھا، چوالیسواں سال کسی طرح ۱۲۱۶ھ سے قبل نہیں ہو سکتا۔ ترجمہ آفتاب دینا چاہیے

مصنف کی معابد سے، اور میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح اوروں سے قبل درج کتاب ہے، قلمبند

بھی ان سے پیشتر ہوا ہو گا۔ رہی ممنون کی تاریخ (۱۷۱۰ھ) تو اس کی توجیہ یوں ہو سکتی



برکہ ۱۷۱۰ء میں ہوا و جمع کرنا شروع کیا، تخریر کی ابتدا ۱۷۱۰ء سے ہوئی۔  
 ۲۔ ابتداء ۱۷۱۰ء میں تذکرہ کی کتابی شکل اختیار کی، اس سے قبل نہیں۔  
 ۳۔ اعنائہ اس کے بہت بعد تک ہوتا رہا، اس سلسلہ میں امور ذیل توجہ طلب ہیں:

(۱) غالب متولد رجب ۱۷۱۲ء کو اشعار موجود ہیں جن میں سے ایک میں غالب تخلص بھی آیا ہے: ”بیخودی بسبب نہیں غالب، کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔“ کیا وہ غزل جس کا یہ مقطع ہے، ایک طفل دبستان کی ہے؟ ترجمہ غالب کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو: ”جوان قابل و یار باشش و دردمند، ہمیشہ بخوش معاشی بسر بردہ، ذوق ریختہ گوئی در خاطر شکن غمہا و عشق مجاز (۹) تربیت یافتہ عکدہ نیاز .. بالجلہ موجب طرز خود راست و بار اقم را بطہ یکچہتی مستحکم دارد“ ص ۱۶ کیا یہ طفل یا زودہ سالہ یا دو ازودہ سالہ کا ترجمہ ہے؟

(۲) مومن کا سال ولادت ۱۷۱۵ء یا اس کے کچھ ہی آگے بچھری ہے۔ ۱۷۱۵ء کے اوائل میں یہ نو دس برس کو تھی، سرور نے انھیں ”نوجوان“ لکھا ہے، ص ۶۵، جس کا اس عمر کو لڑاکی پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مومن کا جو کلام اس تذکرہ میں ہے وہ بھی ایک طفل کتب نشین کا نہیں ہو سکتا۔

(۳) ذکا کا تذکرہ نا سحر کے ترجمہ میں ہے ”در نیو لا بسبب ملازمی مرشد زادہ آفاق، میرزا سلیمان مشکوہ دارد دانا خلفہ شدہ“ ص ۳۰۹ جیسا کہ (۴) سے معلوم ہو گا ذکا کا تذکرہ جلیوسی میں دہلی پہنچے تھے۔

(۴) پیر بخش، سرور کے ترجمہ میں ہے ”از حسن اتفاق در سنہ بیست و ستہ جلیوسی .. اکبر شاہ .. این ہم مثل .. ذکا ہنگام مراجعت مرشد زادہ عالمیان (مراد از سلیمان مشکوہ) .. دارد دانا خلفہ گشت“ ص ۶۶ سال اول جلیوسی ۱۷۳۱ء



سال ۲۳۳۳ھ سے قبل نہیں ہو سکتا، یہ عبارت درود سرور کو نہ جانی کتنی دن بعد حوالہ قائم ہوئی تھی۔

(۵) سال: وفات موزوں استاد سرور "یک ہزار و دو صد و بست (کذا) و نہ ہجری" ص ۶۵۲۔

(۶) معروف کی تسبیح زمرہ کی تاریخ ذوق فی کبی، جو ۲۳۳۶ھ میں شائع ہوئی ہے، یہ مکمل تذکرہ سرور میں موجود ہے۔

(۷) بیخ آہنگ کی ایک خطبہ نام شیفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "تیاں فی کلکتہ میں یہ سن کر کہ تذکرہ سرور زیر تحریر ہے، غالب کو اپنا کلام اس میں اندراج کو لیم دیا تھا، اور غالب نے واپسی کے بعد سرور کے حوالے کر دیا، گو کسی وجہ سے یہ شامل تذکرہ نہ ہو سکا۔ غالب اواخر ۱۸۲۵ء میں دہلی واپس پہنچے تھے، اس وقت تک غالب کے خیال میں تذکرہ میں اضافہ کی گنجائش تھی اور جو سرور کو بظاہر اس سے اتفاق تھا۔

(۸) مرتبہ سرور کے مآخذ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ یکجا نہیں، منتشر ہے ایک جگہ سخریہ کیا ہے: سرور نے میر حسن، مصحفی، لطف اور ذکا کے تذکروں کا ذکر کیا ہے اور قرینہ ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا ہو۔ اشپزنگر نے اس کا مآخذ عیار الشعرا کو قرار دیا ہے، لیکن تذکرہ سرور اس کی کاربن کاپی نہیں، بلحاظ ترتیب، اور (کذا) تنقید اس کا بہتر چرچہ ضرور ہے۔ جا بجا مصنف کی ذاتی تلاش اور معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ ص ۱۲۰ و ۱۲۱ میں ہے: "اشپزنگر نے لکھا ہے کہ عمدہ منتخبہ کو عیار الشعرا کا ایک حد تک ترقی یافتہ ایڈیشن سمجھنا چاہیے۔ ہم نے سرور و ذکا کو ان بیانات کا مقابلہ موازنہ کیا جو میزور، مصحفی، انشا اور اسد (غالب کے متعلق ان تذکروں میں ہیں۔ ان کے اختلافات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بس ایک حد تک ہی صحیح ہے، کلیتہً نہیں۔ تذکرہ ذکا میں آخری تاریخ جس کا ذکر ملتا ہے وہ ۱۸۲۵ھ ہے، اس کی



ابتدا بقول اشپرنگر ۱۲۰۸ھ یا ۱۲۱۳ھ میں ہو چکی تھی: اور سروران کو تذکرہ کی  
 لا علم بھی نہیں تھی، اس لیے گمانِ یقین ہے کہ سرور نے تذکرہ دکا دیکھا ہو اور اس  
 کو فائدہ بھی اٹھایا ہو۔ بعض جگہ دونوں کی معلومات ایک ہی نقطہ (کذا) پر ختم ہو جاتی  
 ہیں (تراجم احسان لکھنوی و احسن حیدرآبادی و مرزا احمد بیگ قزلباشی)۔  
 مرتب نے مذا میں دتاسی کی اس قول کو کہ سرور نے تذکرہ قاسم کی استفادہ  
 کیا ہے، ”محل نظر“ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ معاملہ برعکس ہے۔

اس سلسلے میں میری گزشتہ بحث حسب ذیل ہے:

(۱) مصنف نے مصحفی کی فارسی تذکرہ کا ذکر کیا ہے ۵۸۹ اور ترجمہ پیام میں لکھا  
 ہے: ”احوالش در تذکرہ ہای... آرزو و والہ مفصل مندرجست“ ۱۵۵ مصنف  
 نے تراجم عشق میر تقی و قدرت اللہ قدرت (مشہور تخلص شوق) میں ان کو تذکرہ  
 شعرا کی جگہ کا ذکر کیا ہے، مرتب کو ظاہر ان امور کی اطلاع نہیں، ورنہ مقدمے میں میر  
 وغیرہ کو تذکروں کو ساتھ ان کا نام بھی آتا۔

(۲) تذکرہ سرور میں تذکرہ میر کو جو الیٰ کی کوئی بات مندرج نہیں؛ اور اس  
 میں کوئی بات ایسی نہیں جو اس سے استفادے پر دلالت کرتی ہو، جو تذکرہ متعدد شعرا  
 مثلاً سعدی، پاکباز، بسمل، گرامی، پسر قبول، س سے غیر حاضر۔ راقم کے ۴ شعروں تذکرہ میر میں ہیں؛  
 تذکرہ سرور میں رغبت کو نام سے درج ہیں، اور اس کا ایک قطعہ ”مترکماں سے گز  
 پچو دل ابرو کری تذکرہ تراخی“ (نکات الشعرا ص ۱۱۱) سرور نے ایک جہول الاصول  
 شاعر کامل بیگ، کامل کی طرف منسوب کیا ہے۔ میر کو یہاں صہانی احمد آبادی ہے،  
 سرور کو یہاں ضیا احمد آبادی اور ایک شعر جو میر نے میر ضیا دہلوی کی نام سے لکھا ہے:  
 گریان خاک اڑاتا جوں ابرووں بگولا صحرا میں تو نے جنوں وحشی ضیا بھی دیکھا

۱۔ ”گمان یقین“ چہ معنی دارد؟



(تذکرہ سرور میں "بگولا" کی جگہ "بیولا") ضیا احمد آبادی کی ہلک قرار دیا گیا ہے مرتب  
 ذان امور میں صرف راقم کو اشعار رغبت کی طرف منسوب ہے جانی کی طرف حاشیہ  
 میں اشارہ کیا ہے۔ سرور و میر کو تذکروں میں اور اختلافات بھی ہیں۔

(۳) سرور فی ترجمہ میر حسن میں میر حسن کو تذکرہ کا ذکر نہیں کیا، لیکن دو جگہ اس  
 کو حوالہ سے اشعار درج ہیں: آشنا کو دو شعر اور شعر ذیل جو سرور کو یہاں مرزا علی  
 متخلص بہ علی، شاگرد دیوانہ کو نام ہے، لیکن میر حسن نے اس شاعر کا نام و تخلص مرزا  
 علی رضا، رضا لکھا ہے:

دنیا میں کوئی تجھ سا تمگزار نہیں ہے      بیرحم و جفا پیشہ و خوشخوار نہیں ہے  
 تذکرہ میر حسن کے متعدد شعرا سعدی، پاکباز، محمد عابد دل، سلیم، رام نرائن موزوں،  
 منم برادر قائم، صبر وغیرہ تذکرہ سرور سے غیر حاضر ہیں۔ ممتاز کا نام سرور کو معلوم نہیں،  
 انھوں نے اسے باشندہ فیض آباد (ص ۱۲۷) لکھا ہے، تذکرہ میر حسن میں اس کا نام فضل علی  
 مرقوم ہے جس کے قول کے بموجب وہ دہلی کا شیخزادہ تھا، اور ان کی سماعت کے مطابق وقت  
 تشریحی پیشتر دکن جا چکا تھا۔ تذکرہ میر حسن کے مطابق بیچارہ کہنی تھا، احمد علی جوہر عملاً  
 ایرانی تھی، مگر ان کی ولادت دہلی کی تھی، اشرافارسی کہتے تھے، ایک خانہ جنگی میں مقتول ہوئے  
 (اس کے تغافل)۔ جان عالم برادرزادہ روشن الدولہ و پسر متخر (ب) الدولہ سوز کو  
 شاگرد تھے، مگر غزل میں تخلص نہیں لاتی تھی۔ تذکرہ سرور میں بیچارہ ساکن ضلع (کذا)  
 پنجاب مرقوم ہے، جوہر محبوب الاحوان ہیں جان عالم خاں کا نام خان عالم اور تخلص جان و ج  
 ہے سرور نے انھیں سوز کا شاگرد قرار دیا ہے اور ان کو وطن کو باری میں لا علی طاہر کی ہے۔  
 تذکرہ میر حسن میں حسن برادرزادہ میر کو دو شعر کے بعد دیکری ہیں پہلو کا قافیہ دلہا، اور  
 ردیف کول، دوسری میں بھی یہی ردیف ہے:

حرف تیری عقیق لب کا شوخ      زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کول



تذکرہ سرور میں پہلا شعر نہیں ہے، دوسری کی ردیف کون کی جگہ کا ہے۔ دونوں تذکروں میں اور بھی اختلافات ملتے ہیں۔ اس بحث کا بہت بڑا حصہ مرتب کو مقدمہ یا چوٹی میں نہیں، انھوں نے مقدمے میں ترجمہ علی کا حوالہ دیا ہے اور بس۔ میری رائے ہے کہ سرور نے کسی زمانے میں دیکھا ہوگا، وقت تالیف شاید ہی پیش نظر رہا ہو۔

(۴) سرور نے مصحفی کو تذکرہ ہندی کا حوالہ دیا ہے صرف دو باتیں لکھی ہیں ص ۳۶، اور مرتب کو نظر بظاہر اس سے واقفیت نہیں۔ اس تذکرے کے مرد شعرا میں شاید ہی کوئی ہو جو تذکرہ سرور سے غیر حاضر ہو شاعرات کو انھوں نے اپنی یہاں جگہ نہیں دی، صرف وہی نہیں جو تذکرہ ہندی میں ہیں، حالہ بیگم بھی جو تذکرہ میر حسن میں ہیں سرور کے تذکرے سے غائب ہیں۔ انتخابی اشعار دونوں تذکروں میں بکثرت مشترک ہیں، بہت سے شعرا کے نام و تخلص و حالات زندگی سرور کے یہاں تذکرہ ہندی کے مطابق ہیں۔ مگر دونوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ محمد عابد اور محمد روشن جو شمس پسران حسونت رائے ناگر میں مصحفی نے ایک کا نام اور دوسری کا تخلص ذکر کیا، بنا بر غلط ہمیں ایک نیا شاعر محمد عابد جو شمس پیش کیا ہے اور جو وہ شعر اس کے نام سے دیکھیں ان میں سے ایک (ردیف پکڑی) دل کا اور دوسرا (قوانی رسیدہ و دیدہ، بدون ردیف) جو شمس کا ہے۔ سرور کے یہاں بھی اسی طرح ہے، اور یقین ہے کہ یہ تذکرہ ہندی سے لیا ہے، اس لیے کہ مصحفی سے پہلے کسی نے محمد عابد جو شمس کا ذکر نہیں کیا۔ سرور نے ایک تیسرا شعر بھی درج کیا ہے جو نہ معلوم کس کا ہے، تذکرہ نگار قدرت اللہ کا تخلص مصحفی نے شوق کی جگہ قدرت

۱۔ حاشیہ مرتب میں عبارت مجموعہ نغمہ جو اس پر شعر کے تخلص جاں اور نام جان عالم قال۔

۲۔ دتاسی نے تذکرہ سرور کے حوالے سے ایک شاعرہ جیا کا ذکر کیا ہے۔ یہ نسخہ مطبوعہ میں نہیں۔

۳۔ میں دو حیا، ایک (ص ۲۲۶) صریحاً مرد، دوسرے کا نام درج نہیں، مگر قریب ہے کہ یہ بھی مرد ہوگا۔

۴۔ اس میں جو شمس عظیم آبادی کا الگ سے بھی ذکر، مگر نام ندارد، محمد عابد دل اس سے غیر حاضر۔

حاشیہ مرتب میں یہ نہیں کہ اشعار نسوب بہ محمد عابد، جو شمس کس کے ہیں، شوق کے کلام میں جیانا یہ تخلص بھی آیا ہے۔ اور مصحفی نے ریاض الفصحا میں ان کا ذکر اسی تخلص کے تحت کیا ہے۔



لکھا ہے، سرور کو یہاں بھی یہی ہے، لیکن انھوں نے قدرت اللہ، شوق کا ذکر ایک مختلف شاعر کی حیثیت سے بھی کیا ہے۔

(۵) مرتبہ کہ اس خیال سے مجھ اتفاق نہیں کہ سرور نے تذکرہ لطف سے فائدہ اٹھایا تھا۔  
 (۶) مرتبہ کہ یہ کا دوسرے تذکروں کا تقابلی مطالعہ کر کے اس کو نتائج پیش کرنے پر، مگر باوجود اس کے کہ اس کا عکس، دانش گاہ دہلی کے کتب خانے یا شعبہ اردو میں موجود ہے، انھوں نے اس کو بالاسنیعاب مطالعہ کی رحمت گوارا نہ کی۔ کمال یہ کہ جہاں ہم باتیں مقدمے میں تذکرہ ذکا سے متعلق ہیں، وہ سب کی سب غلط ہیں۔ اس کو دیا چر سو واضح ہے کہ اس کا آغاز ماہ دوازدہم کو اواخر میں ہوا اتفاقاً ۱۲۰۵ھ میں اس نے کتابی شکل اختیار کر لی تھی، چنانچہ اس کی تاریخ یہ ہے: ”آفریں کہہ کہ کیا نام سب جنوں کا مشہور“ یہ بھی صحیح نہیں کہ آخری سنیہ سے تذکرہ ذکا میں ملتا ہے ۱۲۴۷ھ سے۔ میری یادداشت متعلق تذکرہ ذکا میں سعید الدین خاں سعید کاگوری کی آمد دہلی کا سنہ ۸۴۲ھ سے۔ مرتبہ جن امور کی بنا پر سرور نے ذکا سے استفادہ کا دعویٰ کیا ہے وہ اس کو اثبات کیلئے کافی ہے، بعض تقدم زمانی اور تذکرہ کی زام سے آگاہی اس کی دلیل نہیں کہ سرور نے تذکرہ ذکا سے فائدہ اٹھایا تھا۔ یہ بات کہ تین شاعروں سے متعلق جو معلومات دونوں تذکروں میں ہیں وہ ایک نقلی پرینچ کر ختم ہو جاتی ہیں، چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ لطف یہ کہ اس سے اس مرتبہ جن شعرا کو نام لیا ہے، ان میں سے ایک، حسن حیدر آبادی دونوں تذکروں سے غیر حاضر ہے۔ ذیل میں کچھ مشترک کچھ غیر مشترک اور کچھ متغایات اور کا ذکر کیا جاتا ہے، آخر میں یہ دکھایا جائیگا کہ ان سے کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔

۱۔ معروف کا شعر ”توبہ روف نہا ہی“ و الہی“ قوافی تذکرہ سرور میں اس کے اصل مصنف کو نام سے ہے، لیکن تذکرہ ذکا میں انشائیہ طرف منسوب ہے ”کچھ ہم تو سمجھو کہ شب و نل کہ ہر تھی الہ“ اس جرات۔ دانشا قول سرور صحیح ہے اس میں بقار اللہ خاں انجام، ذیل  
 ۲۔ صرف ایک مصرع بجا ذکر کیا گیا اس طرح اور جگہ بھی ہے۔ ۳۔ تذکرہ ذکا، بس = تذکرہ سرور



اس پر اسنا فہ کہ بقول بعض تخلص عمدۃ الملک کے سس میں شاہ ہمزہ، ذکا میں شاہ ہمزہ،  
 اول تو حمزہ چاہی، شاعر کا نام حمزہ علی تھا، دوسری اس کا تخلص زند تھا حمزہ نہیں ۵  
 محمد صلاح آگاہ کا نام سس ہی زمین کو دوشعر (دو لہجہ کا، قوافی پر ہی، تشکری، گندری،  
 دونوں میں ہیں پہلا کہیں اور میری نظر سے نہیں گزرا ۶ ہماری خاک پر پیل یہ کستی بہ قرار آئی  
 الخ اور اصل شاہ قدرت کا ہی لیکن سس میں بنام قدرت اشوق، صاحب تذکرہ اور  
 ذم میں بنام قرباں کے لائق، شاگرد ناسخ دارد وہی ۱۳۲۰ ذم میں ہیں، لیکن سس میں نہیں  
 ۷ ماہر پرفخاں سس و ذ، یہ غلط ماہر اشرف علی خاں صاحب تذکرہ کر بیٹر تھے ۹  
 سیتارام عمدہ، شاگرد ایشیں سس و ذ قد میرزا تذکرہ ذم میں متبع یقین، جولا زنا شاگرد  
 نہیں ۱۱ این ساکن مرشد آباد سس و ذ، یہ دراصل عظیم آبادی، لیکن مرشد آباد میں بہت  
 دن رہے ۱۲ نیاز، میر عبد اللہ شاگرد میر صاحب شعر "کیا ہوا، ہم ہی جو دنیا میں یہ باشاد  
 رہی الخ" سس و ذ عبد اللہ نیاز مصحف عبد الہی مولیٰ، نثار شعر نثار کا ہی لکھا کہ حضرت  
 ایک گزرا ہی ادریس میں ایک ہی، ذمیں دو تھلا پریم کشور، خراقی کہ بارہی میں ذمیں ہر کہ  
 اردو شعر نہیں کہتی ذکا کی فرمائش سس کا ایک شعر کہا "ہوئیں آنکھیں گلابی، دتر و تر الخ"  
 پیشتر میں بھی فرمائش ذکا اور صرف ایک شعر کہی کا ذکر نہیں ۱۳ زلف کو کہنا پریشاں  
 عقل کی دوری ہی یہ الخ "بنام میر سس و ذ، یہ میر کا برگزین نہیں کسی اور شاعر کا ہی ۱۵ سیوک  
 رام بیاباس و ذ، صحیح نام سنتو کھڑائے ۱۶ بنیاد لکھنوی شاگرد مصحفی سس میں نہیں،  
 ذمیں ہی کے "نہ اندیشہ کرو پیار ہی کہ شب ہی وصل کی تھوڑی الخ" سس و ذ بنام  
 برکت اشعر مجذوب کا ہی ۱۷ سس میں قاضی نور الحق کا تخلص بکبر سیما ہی زدہ ہونی  
 کی باعث درج نہیں، مگر مجھی علم ہی کہ یہ منعم ہی سس میں ہر کہ "طلب اشعار ریختہ ..  
 شدہ بود، انکار بحت نمود کہ من گاہی در مدت العمر شعر ریختہ نگفتام .. دون تو  
 منست .. ببرد و کند بسیار بیاس خاطر اتم یک مطلع موزوں نمودہ" مطلع: " وہ



تو کہ مرثہ جب کہ مریدوں میں اڑی ہر ایلخ یہ شعر ذمہ میں بھی ہے ۱۹ ترجمہ دکا میں حرف ذال  
 اور س میں حرف زاکر شعر اگر ساتھ ہے۔ بہت سے اغلاط کا مشترک ہونا ان کا کسی قدر میتر  
 تذکرہ میں نہ ملتا اور بعض امور کا جو پہلی پہلی ذمہ میں درج ہوئی تھی بس میں بھی پایا جانا  
 اس پر شعر ہے کہ دسرورد کی نظر سے گزرا تھا، اور دسرورد نے کچھ باتیں اس سے کہیں کچھ باتوں کا  
 س میں نہ ہونا (مثلاً لائق کا حال) اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ذکی روایت اول دسرورد نے  
 دیکھی ہوگی اور اس میں یہ نہ ہوگی، بعد کی روایتیں ضروری نہیں کہ ان کی نگاہ سے گزری ہوں۔  
 میرا خیال ہے کہ دکا بھی س سے فائدہ اٹھایا ہے یہ نہیں تو منعم کا شعر آس کہاں ملا؛ یہ وہی معاملہ  
 ہے جو فرہنگ سروردی اور فرہنگ جہانگیری کے مولفوں میں گزرا تھا پہلے مقدم الذکر تیار ہوئی  
 اور پھر الذکر کے مولف نے اس سے استفادہ اور اس کا اعتراض کیا۔ یہ جب منظر عام پر آئی تو سروردی  
 نے بھی اسے دیکھا اور اس سے کام لیا۔ روایت ثانی میں اس کا اقرار موجود ہے۔

۱۶) قبل اس سے کہ س کی روایت اولیٰ اتمام کو پہنچے، تذکرہ قاسم ۱۳۲۱ء میں مکمل ہو چکا  
 تھا، عجب نہیں اگر سروردی اس کا مطالعہ اور اس سے استفادہ کیا ہو، مرتب کو ان دونوں کا تقابلی  
 مطالعہ کرنا اور اس کے نتائج کو ناظرین کو مطلع کرنا تھا

۱۵) مقدمہ میں ایک جگہ: تاسی کے عبارات میں جن میں کریم الدین کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا  
 ہے کہ ”عمدہ متخبہ بہ بڑی احتیاط سے لکھا گیا ہے“ اس موقع پر تو مرتب نے اپنی کوئی رائے اس امر کے متعلق کہ  
 احتیاط مرنے سے ہے یا نہیں، ظاہر نہیں کی، لیکن دوسرے مقام میں لکھتی ہیں: ”تذکرہ سروردی  
 کمرات اور اغلاط سے خالی نہیں، جہاں تک ممکن ہو سکا ان کی نشاندہی جاشیوں میں کی گئی ہے“  
 جوشی میں جن اغلاط یا کمرات کی طرف اشارہ ہے وہ اتنی کم ہیں کہ ان کی بنا پر کریم الدین  
 کی رائے سے اگر اختلاف کیا جاسکتا ہے تو اسی حد تک کہ لفظ بڑی حذف کر دیا جائے، لیکن حقیقت  
 یہ ہے کہ سروردی غیر محتاط واقع ہوئی ہیں۔ اس کا حال کچھ تو بحث باخذ سے معلوم ہوا ہے  
 کچھ سے متعلق مباحث سے جو آگے آئیں گے، ظاہر ہوگا۔ اس موقع پر ان کی احتیاطی کی دہ



مشالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، حواشی میں ان کی طرف اشارہ نہیں ہے۔

(۱۱) میر محمد باقر، حزیں عظیم آباد کی دہلی گئی، اور وہاں مظہر کو شاگرد ہوئی، نادر گروی کے بعد ہیبت جنگ کی نیابت کو زمانہ میں عظیم آباد واپس آئی؛ پھر ڈھاکہ اور پرنیہ گئی اور منوخرالذکر مقام میں وفات پائی؛ یہ باتیں اور کچھ اور حزیں کو شاگرد سورش صاحب نے ذکر کیا ہے ان سے متعلق لکھی ہیں۔

س میں پہلے محمد علی، حزیں تلمیذ مظہر ص ۲۱۶، پھر میر باقر، حزیں دہلوی شاگرد مظہر (از چند عظیم آبادیوں و باش اختیار نموده) ص ۲۲۰ اور بالآخر مجہول الاسم حزیں معاصر محمد شاہ ص ۲۳۳ کا ذکر ہے۔ حزیں اول کو اشعار کے متعلق حاشیوں میں قاسم کا قول مندرج ہے کہ س میں محمد علی حزیں کے نام سے جو اشعار ہیں، وہ میر باقر، حزیں کے ہیں، (مرتب فی اس سے اتفاق یا اختلاف نہیں کیا، اور خود قاسم یا مرتب نے یہ نہیں لکھا کہ محمد علی حزیں وجود خارجی سے محروم ہیں)۔

حزیں دوم و سوم کو اشعار جو س میں ہیں، قطعاً میر محمد باقر، حزیں کے ہیں کہیں حقیقت یہ ہے کہ اس تخلص کا دور میر و مرزا میں صرف ایک شاعر گزرا ہی، جس کا حال میں نے ابتدائی بحث میں سورش کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ انھیں صرف میر باقر لکھنا مقتضای احتیاط کے خلاف ہے، اور "از چند"۔ نموده "کاسرور کا قلم سے نکلتا اس شاعر کے صحیح حالات سے انتہائی بیخبری پر دلالت کرتا ہے۔ ان الفاظ کے مترشح ہوتا ہے کہ شاعر کو عظیم آباد گئی بہت زیادہ دن نہیں ہوئی اور وہ تحریر کرتے وقت زندہ تھا۔ میر محمد باقر حزیں عبد احمد شاہ (۱۱۶۱ تا ۱۱۶۸ھ) ہی میں رہا ہی عدم جو چلے پھر۔

میر ضیاء الدین حسین (دیباچہ کلیات میر حسن) ضیاء دہلوی کچھ دن اور وہیں رہ کر عظیم آباد جا کر مستقل طور پر اقامت پذیر ہو گئی اور وہیں مرگے جس میں پہلے میر ضیاء الدین ضیاء دہلوی، کا ذکر ہے جو عظیم آباد میں فوت ہوئی۔ اور اس کے معابعد "ضیاء" یہ میر قیاس ہے کہ دہلی جانی سے قبل شاگرد نہ پھر۔

۱۱۶۱ تا ۱۱۶۸ھ ضیاء احمد آبادی کی بحث فصل ۱۲ میں دیکھیے۔



شاعر آشفتنہ مزاج و وارستہ طبع " کا ترجمہ بصیغہ ماضی ہے۔ صنگ و سنگ ۲۰۲ سرور  
 ذی اسی پر بس نہیں کیا، اس سے قبل اس نے صبا (نام نہیں) عظیم آبادی شاعر و میر ضیا کو اپنی  
 بزم میں شامل کیا ہے صنگ۔

ضیا اول کو ایک شعر کو چھوڑ کر کل ضیا دوم کا شعر واحد اور صبا کو کل اشعار (۶)  
 جو س میں ہیں سب کو سب میر ضیا دہلوی، استاذ میر حسن کو ہیں، اشعار منسوب بہ صبا  
 میں تخلص بدلا ہوا ہے۔

ضیا اول و دوم دونوں ایک ہیں، اور صبا ضیا کا مستحرف ہے۔ کوئی عظیم آبادی تذکرہ  
 نگار یا وہ تذکرہ لکھنؤ والی جو شعرا عظیم آباد کو حالات سے واقفیت کے خاص ذرائع رکھتے تھے،  
 اس سے نا آشنا ہیں۔ اس کا ذکر ذکا و قاسم کے تذکروں میں البتہ ہے لیکن ان دونوں کو  
 یہاں بھی جو اشعار اس کو نام سے ہیں، وہ قطعاً ضیا کے ہیں۔

(۱۶) "تذکرہ سرور اپنی عہد کے عمومی رجحانات کا پابند ہے۔ سرور کے مذاق شعر میں بھی  
 ان ذاتی رجحانات کے علاوہ اس دور کے اثرات کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے صحت  
 محاورہ پر زور دیا ہے، "غزلبہا و طولانی" کی مذمت کی ہے اور لکھا ہے کہ ایہا گوئی کا دور ختم ہو چکا  
 مراختوں اور شاعروں کی اہمیت کو واضح کیا ہے، جہاں نقاد ان فن جمع ہوتے تھے اور شعر کے  
 حسن و قبح پر بحث کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مشاعری ہماری معاشرت کا جزو بن گئے  
 تھے۔ سرور نے بعض ایسے تنقیدی اشارے بھی کیے ہیں جو دلچسپی اور فائدہ کے حامل نہیں مثلاً  
 .. "ریختہ در محاورات فارسی حوزوں میں کند" (دربارہ طرز بیدل مرغوبہ غالب)۔ "از  
 جرگہ متقدمین .. زبانش مانا بچہ پیشینا نست" (دربارہ آزاد)۔ "در ایہا گوئی بسیار  
 راغب والحق کہ در اں زمان ہماں راغ بود" (دربارہ احسن)۔ "سخنش ورد آلود  
 عاشقانہ است" (دربارہ ترقی) مقدمہ۔

مرتب ذرا حتمہ یہ تباری کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ عہد سرور کے عمومی رجحانات اور



خود سرور کو ذاتی میلانات کیا تھے۔ دکھائی دیتا ہے کہ بعد واضح کیا ہے۔ تک جو کچھ ان کے قلم سے نکلا ہے، اسے عمومی رجحانات اور ذاتی میلانات کا بیان قرار دیا جاتا تو امر دیگر ہے۔ سرور نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ اچھے شعر کی صحت محاورہ ضروری ہے، انھوں نے مختلف شعرا کے کلام سے بحث کرتے ہوئے اس قبیل کے فقرے تحریر کیے ہیں۔ "صحت محاورہ ہیگت" ص ۹ "صحت محاورہ بکلاش مندرجہ ص ۵۵۔ ایک جگہ "صحت محاورہ" کے ساتھ "درستی روزمرہ" بھی ہے ص ۱۹۲۔ بعض شعرا کی "خوش محاورگی" کا بھی ذکر ہے (ترجمہ سودا) بعض نقلات پر ایسے فقرے بھی ہیں "در کمال فصاحت گفتم" ص ۲۵ منظر کباری میں راوی دی ہے کہ "شکس در فصاحت و محاورہ وانی یا افضل پیدا نیست"۔ مرتب نے انتخاب الفاظ میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ ورنہ میں خود بھی یہ سمجھتا ہوں کہ سرور صحت محاورہ کو غیر ضروری نہ جانتے ہوئے طویلانی غزل کی مذمت کس میں کہیں نہیں۔ جرأت (اس میں اس شاعر کی بہت تعریف) کو "بیشتر غزلیات غزل در غزل" کہنے کا ذکر کیا ہے اور طویل غزل کہنا گویا ایک ہی ہے، غزلبای طولانی ص ۹ اور غزلیات طولانی ص ۳۳ میں آیا ہے، مگر بدون اظہار رائے کس میں کہیں یہ ہے کہ ایسا لگونی کا خاتمہ ہو گیا، تو واقعی بڑی قیمتی اطلاع ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ۱۹۶۱ء میں کوئی یہ کہے کہ پہلی عالمگیر جنگ میں المانیہ کو شکست ہوئی تھی، لفظ "مراختہ" تو تذکرہ سرور میں دھونڈنے سے نہیں ملیگا، مشاعروں کا کہیں کہیں ذکر البتہ ہے، لیکن ان کی طرف سے ان کی اہمیت کو واضح کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ سرور کے بعض تنقیدی اشارے ٹاکر فاروقی کو دلچسپ اور مفید نظر آتے ہیں، اس سے ان کا کوئی وجہ نہیں لیکن جہاں تک میر تقی میر میں ان کو اس اقرار کو زیادہ دلچسپ پاتا ہوں۔ غالب کو جو اشعار کس میں ہیں، ان میں فارسیت ہے، لیکن اس نوع کی نہیں کہ اس پر سرور کا قول صادق آسکے۔ آزاد کا صرف ایک شعر میں ہے، اور اس سے زیادہ ملتا بھی نہیں۔

بہت صنفیں حال کی آزاد ہم کو آئیں جس سے یا ملتا ایسا ہر نہ آیا  
یہ شعر اگر متقدمین کی مخصوص طرز یا زبان میں نہیں سرور کے زمانے میں بلکہ ان کے بعد بھی



تکلف کہا جاسکتا تھا۔ حسن اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ایسا گویا پرماغب تھی اور ان کے عہد میں صنعت  
ایہام راج تھی، بڑی پیش پا افتادہ بات ہے۔ ترقی کی باری میں یہ کہنا کہ ان کے اشعار میں درد ہے،  
دس پانچ اشعار کے متعلق صحیح ہو سکتا ہے، کل کلام یا اس کے معتد بہ حصے کی باری میں درست نہیں۔  
میرے قیاس کے مطابق سرور کی شاعری کا آغاز جس زمانہ میں ہوا اس وقت ایسا گویا  
ایک ادبی تحریک کی حیثیت سے ختم ہو چکی تھی، مگر بعض قدیم ایہامگو سجاد و عارف وغیرہ زندہ  
تھی۔ تازہ گوئیوں میں منظر، حاتم، میر، بہایت، فراق، مصحفی، نصیر و رنگین دہلی میں موجود تھی۔ بسودا  
و سوز و حسرت و حسن و جرأت و انشا وغیرہ اور وہ میں تھی۔ ان میں جرأت کو معاملہ بندی  
کا مروج اور رنگین کو ریختی کا موجد سمجھنا چاہیے۔ نصیر سنگھ نارنگ زینوں کا بہت شوق رکھتی تھی۔  
ممنون صاحبان سرور کے عمر میں کم ہونگی۔ مقدمہ الذکر میں ایک گونہ معنی بندی اور فارسیت ہے۔  
موجز الذکر میں ہندیت اور صندل کا غلبہ ہے۔ ان کے اشعار (غالباً) میں دہلی آگے تھی اور وہاں چند  
سال ان کا قیام رہا تھا۔ ناسخ سرور کے پیش۔ اس سال عمر میں کم تھی، انہوں نے لکھنؤ میں ایک  
خاص قسم کی معنی بندی شروع کی تھی جو بہت مقبول ہوئی اور جس کو شعرا دہلی بھی متاثر  
ہوئے تھی۔ ذوق و غالب و مومن ان کے عمر میں بہت کم تھی اور انھیں درجہ استادی ۱۹۲۵ء  
کے بعد حاصل ہوا تھا۔ ذوق پر ناسخ کا نمایاں اثر تھا، غالب و مومن بھی ان سے متاثر ہوئے تھے،  
لیکن ان دونوں نے اپنی ایک طرز خاص نکالی تھی۔

سرور نے صرف ان امور کا ذکر نہیں کیا جن کی طرف مقدمہ میں اشارہ ہے، بلکہ ۱۹۲۵ء  
دہلی کے مضامین ۴، سنجیدگی و سختگی عبارات ۳، تازگی مضمون، استخوان بندی الفاظ و طرز  
بندی و ارتباب الفاظ ۱۹۲، مہارت فن و ۳۵۱، تلاش ۲۵، علوم و مضامین ۲۵۴، نزاکت  
خیال و معنی بندی ۵۲، سنگلاخی و غریبیت ۵۲ کا ذکر ہے۔

۱۔ عارف ایہامگو کی باری میں مرقوم ہے "روئے شعر گویا بآئین پسندیدہ داشت"  
۲۔ قدرت اللہ، شوق کا قول ہے کہ انجام موجد رکھتی تھی، اس کی تصدیق کوئی اور نہیں کرتا۔



سرور کی بعض رائیں ملاحظہ ہوں: ”میر۔۔ پایہ اوردیں فن کم از۔۔ سودا نیست،  
 بلکہ درغزل۔۔ رجحان دارد“ ”قائم۔۔ دوش بردوش استاد خود شد۔۔ در (س مطبوعہ میں  
 نقطی) الفاظ و مضامین و لکشی و طرز بندی ترجیح بر دیگران دارد“ ”مرزا معز الدین بہادر،  
 ثابت۔۔ در شعر گوئی بنظیر“ ”شاہ قدرت اللہ۔۔ طرز شعر گویش با هیچ یک شاعری نمیاندا  
 بر پیش خود بوضع معقول علیحدہ چاشنی دارد“ ”ناسخ۔۔ سلیقہ شعر گوئی بطرز خوب بدستش  
 افتادہ است لہذا اشعارش لکشی سامعانت“ ”ثابت کو ”بنظیر“ کہنا غیر ذمہ داری کی  
 انتہا ہے۔ قدرت کی طرز کو دوسروں کے بالکل علیحدہ کہا ہے، لیکن، یہ نہیں بتایا کہ کس طرح؛  
 ان میں اور دوسری شعرا میں اتنا نمایاں فرق نہیں کہ سرور کے قول کی تصدیق کی جا سکے۔ یہ  
 سخت تعجب کی بات ہے کہ سرور نے ناسخ کی معنی بندی کا ذکر نہیں کیا۔

اشعار ذیل ظاہر خود سرور کے انتخاب کردہ ہیں، ان کے اور اس قبیل کو اور اشعار

کے ان کے ذوق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۶	داد و میری کہ یہ باعث بیدار ہوا	چہر پر آپ کر بوجہ نہیں داد ہوا
۱۷	مری قیمت کے گھر بیٹھو مگر مجھ کو خضر دیکھو	سدا آنکھوں میں پھر تار خیال خط سبز آہ
۲۸	اور غل کر اور چلا اور توبہ دھا ذکر	ہم نہیں ڈر کر ان باتوں کے پیارے شوق کر
۲۸	حکایت اور مقولات بشر بیوں ایک	گہری افلاک و عقول اور نظر بیوں ایک
۳۴	تاجلت پہ تری ہود و سکندر عاشق	ادب آموز ہوا نہ اسطاطا ایس
۴۲	اس سب سے شجر سب، ہیچداں کہتی ہیں	مہر میری کہیں نکلا تھا دہن یا رکاہی
۴۲	جب سے دیکھی بال تیری فارغ الیالی ہیں	خواب میں بھی بل خیال زلف سے عالی نہیں
۴۹	گھر میں میری جو بیو تیرے کبھی یا حال ہے	خال دلیخ پر غش ہوں اک طفل کبوتر باز کر
۱۱۶	وہ خط سبز ہے کہ خسار سادہ ہو	شمس صاف یار جو زہر آب دادہ ہو
۱۹۵	دیکھو نہ بولے لنگر ہم گر پھر لنگر بولا	شب کیا یہ چکر چکر و شوق و شنگ بولا



پر کترنی کو جو صیادہ چاہی مقررہ ہا تھا ملتی ہی مری حال یہ کیا ہی مقررہ ۲۷۶  
 ۱۱۷) سردرتاریخی شعور سے بیگانہ نہیں ہیں بعض جگہ انھوں نے سنہ لکھ دیا ہے اور کہیں ایسی  
 اشاری کر دی ہیں جن کا زمانہ اور عہد کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے (مقدمہ) پہلوان اشاروں کو  
 دیکھیں جن کا اس جگہ مرتبہ خاص طور پر ذکر کیا ہے: (۱) دربارہ انتظام "معمرفغان و آبرو شاعر  
 عہد احمد شاہ" فغان آبرو (متوفی ۱۱۱۷ھ) کا زمانہ پایا تھا، لیکن دونوں کی عمروں میں  
 بہت تفاوت اور انھیں اصطلاحی معنی میں ہمدرد آبرو نہیں کہنا چاہیے۔ فرید یہ کہ عہد احمد شاہ  
 ۱۱۹۱ھ سے شروع ہوتا ہے۔ ایسی اشاری کو کچھ نہ لکھنا بہتر ہوتا۔ (۲) دربارہ آنا دود از جرگہ  
 متقدمین و معاصروں "چونکہ سردرتاریخی کا زمانہ متعین نہیں کیا، اس لیے اگر کسی کا مدار صرف  
 اسی پر ہو تو وہ آزاد کرمانی کی تعیین نہ کر سکیگا، ایک اور اشارہ جس پر مرتبہ کی نظر نہیں پڑی،  
 دہدہ اس کا ذکر فرود کرتی ہے: مرزا تخلص... در عہد فرودس آرام گاہ شخص بود... در سنہ یک  
 ہزار و یکصد و دو در گذشت "۶۸۲ زمانہ فرودس آرام گاہ یعنی محمد شاہ ۱۱۲۱ھ تا ۱۱۶۱ھ کا ذکر  
 آچکا ہے۔ ۱۱۰۲ھ میں سکا پر دواغانا لگیر سلطنت کرتا تھا، اور محمد شاہ پیدا بھی نہ ہوا تھا۔

سردرتاریخی شعرا کا زمانہ ولادت سے مطلقاً بحث نہیں کی، متعدد تذکرہ نگاروں کی یہ  
 روش ہے کہ وہ شعرا کی عمر بتاتی ہیں، سردرتاریخی بھی نہیں کیا۔ دو چار شعرا کے سنین وفات اس  
 کہیاں ملتی ہیں، جن میں سے دو قطعاً غلط ہیں: سال وفات میرزا، سال وفات منظر بعض  
 امور کے متعلق انھوں نے لکھا ہے کہ اسی اتالیق سے گزری، ان کی تعداد اس قدر کم کہ نہ ہوئی اور بارہ  
 ہے، لیکن چونکہ تذکرہ کم و بیش ۳۰ سال کی مدت میں لکھا گیا ہے، ان امور کا زمانہ وقوع کی  
 تعیین میں اس کو کچھ زیادہ مدد نہیں مل سکتی۔ ۳۰ سال میں ہی کہ شکوہ علی، شکوہ ۲۵ سال قبل  
 فوت ہوئی ۳۶۔ کب سے ۲۵ سال قبل ۳۰ سال سے اس کا بتا نہیں ملتا۔ سردرتاریخی  
 شعور سے بیگانہ نہیں، تو پھر شاید ہی دنیا کا کوئی شخص ہو جو اس سے بیگانہ قرار دیا جاسکے۔

۱۱۷) یہ سنہ کسی طرح صحیح نہیں اس کا امکان ہے کہ اس کو دوسری نسخوں میں کچھ اور ہو۔



۱۸) مرتب کا قول ہے کہ سس میں ۹۹۶ شاعروں کا ذکر ہے صحیح تعداد ۵۰۰-۱۰۰ ہے جس میں وہ شعرا جن کا ترجمہ ایک سے زیادہ مرتبہ کسی نہ کسی وجہ سے شامل سس ہے، داخل ہیں۔ مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ نظم و نثر کا تناسب کیا ہے۔ تذکرے میں کم و بیش ۸۴۰۰ اشعار ہیں، جن میں سے تقریباً کسی نہ کسی وجہ سے ایک سے زیادہ مقامات میں ملتی ہیں۔ ایسے شعرا جن کا صرف ایک شعر تذکرے میں ہے بہت ہیں۔ سب سے زیادہ اشعار مصحفی (۷۱۹) کے ہیں، انہماں کے بعد میر کے (۲۷۹)۔ چند شعرا کے اشعار کی تعداد ذیل میں دی جاتی ہے: احسان دہلوی ۳۸۷، ان میں وہ اشعار بھی شامل ہیں، جو کاتب یا جلد ساز کی غلطی سے احسان جید آبادی کے نام سے درج تکرار ہیں، معروف ۲۹۸، انشا ۲۱۷، سودا ۱۹۱، جرأت ۱۷۵، قائم ۱۶۲، نصیر ۱۳۶، ناسخ ۱۳۷، فراق ۱۳۶، کوثر لکھنوی ۱۰۷، ذوق ۹۰، موزوں استاد سرور ۸۸، عظیم ۸۲، مینوں ۷۵، درد ۷۵، غالب علی خاں سید ۷۰، قاسم ۶۶، مصنف ۶۴، ہدایت ۵۹، بقا ۶۲، دو کا صاحب تذکرہ ۵۷، سوز ۵۴، جعفر علی، حسرت ۵۲، نامی ۴۷، شاہ قلیت ۴۶، دل سوز ۴۵، اسد (غالب) ۴۵، سلیمان شکوہ ۴۳، دلی اللہ محب ۴۲، ظفر ۴۱، طیش ۴۰، حسین ۳۹، عزت اللہ عشق ۳۹، رنگین ۳۶، پوشش ۳۶، مسرور کا گوری ۳۶، رضا دہلوی ۳۶، قائم و فعال ۳۵، یقین و برکت ۳۴، بیدار و نثار ۳۲، خیال ۲۹، ولی ۲۸، کلیم و مول چند منشی ۲۳، اکبر و نظیر اکبر آبادی ۲۲، بیر حسن ۲۰، ثابت دہلوی ۱۹، تکی ۱۸، تاباں ۱۶، بیاباں ۱۵، آفتاب شاہ عالم ۱۴، انوس ۱۳، آتش ۱۲، مومن ۹، اثر ۸۔ تذکرے میں ان تمام اصناف سخن کے جو عام طور پر رائج ہیں، نونہ موجود ہیں، مگر غریبوں کے مقابلے میں دوسری اصناف کی مقدار بہت کم ہے۔ عربی فارسی کے اشعار بھی ہیں، مگر برائے نام۔ ہزل و ہجو بھی غیر عام نہیں،

۱۲) مقدمہ "عمدۃ المنتخبہ کا زمانہ وہ ہے جب... غالب سب سے شہرت پر فائز ہو رہے تھے" اور اہل سنت میں جب بقول مقدمہ نگار سس کا اختتام ہوا، غالب جن کی پیدائش رجب ۱۲۱۲ھ کی ہے، پوری ۱۲ برس کی بھی نہ تھی۔ یہ دیکھ کر سرور کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر تعجب نہیں ہو سکتا۔



صاحبقران، اگر شعر مرتبہ نکال دیکر ہیں بس میں شکر کی کم و بیش ۳۲۳ سطریں ہیں۔  
سب کی طویل ترجمہ انشا کا ہے جو ۲۹۰ سطروں میں ہے۔

(۱۹) مقدمہ میں سرور کے جو حالات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے: میر محمد خاں نام، عظیم الدولہ بہادر اور عظیم  
جنگ خطاب، ابتداءً شباب کی ذوق ریختہ گوئی (تذکرہ سور) خلف اعظم الدولہ ابوالقاسم  
بہادر مظفر جنگ بکتب متداولہ فارسی مرزا جان بیگ سامی سوٹھے، اور ابتدا میں شوق  
سخن موزوں کی، صاحب دیوان، مرید شاہ محمد عظیم (تذکرہ قاسم) "اعظم امرا" دہلی  
سے ہیں اور ہر بزم شاعرانہ میں شریک ہوتے ہیں۔ موت شمال ۱۲۵۰ھ (تذکرہ شیفتہ)  
کریم الدین نے مرید ہونا، تذکرہ کا دہلی میں بہت مشہور ہونا اور شہسہ میں منظر لکھا ہے۔ نسخ  
نے ان کے باپ کا نام نواب ابوالقاسم خاں بتایا ہے، دیوان و تذکرہ کا ذکر کیا ہے۔ سال  
وفات وہی لکھا ہے جو شیفتہ کے یہاں ہے اور فارسی اشعار کی تعریف کی ہے۔ ہماری زبان  
میں "بخلاف صراحت شیفتہ کریم الدین نسخ اور (کنا) صفا۔ سال وفات ۱۲۶۰  
بربنی شعر آرزو جو بدون حوالہ اور "محل نظر" ہے: "نواب محمد میر خاں بہادر کے دربار و صفر  
فوت مشند" اس سے ۱۲۶۰ نکلتا بھی نہیں۔ دتاسی، بیل اور اسٹوری کہاں ۱۲۵۰ھ  
اشپرنگر نے *A' uzamul dowlah* خطاب لکھا ہے تاریخ دتاسی طبع  
۱۸۳۹ء میں تخلص سرور بواہ معروف خطبات دتاسی کے مطابق شاگرد ساقی معروف  
برسامی و موزوں و محل سرور کا بیٹا محمد خاں شاعر تھا اور بقول دتاسی ان کے قدم بقدم  
چلا۔ اس بیان میں بعض ضروری امور نہیں ہیں، کچھ غیر ضروری موجود ہیں۔ کچھ غلطیاں  
مرتب کی اور کچھ دوسروں کی ہیں بعض امور جو کسی اور شخص کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، تذکرہ سرور  
میں ہیں۔

۱۔ ایسے نہیں تھے، تاریخ ۱۲۶۲ نواب محمد میر خاں کو استخراج ۲۔ بہت اشپرنگر کو دیکھنے والا جانتی ہیں کہ  
اس کے بتائی ہوئی قاعدے کے مطابق اسی طرح لکھنا تھا۔



سرور کے دادا ابوالبرکات خاں صوفی رؤسا کشمیر کے تھے، اندھوہ اکثر میں خدمات پر مامور رہے۔ "طالب علم" تھے اور نشانہ خوب خط شکستہ طرز کفایت خاں میں اچھا لکھتے تھے۔ ان کے بھائی، عبدالحمید خاں ہمد فرخ سیر میں دیوان محالات صرف خاص مامور محمد شاہ میں دیوان تہن تھے، اور اس کے بعد بھی ان کی ریاست باقی تھی۔ ابوالبرکات خاں کا تخلص صوفی تھا اور یہ ساطع کے شاگرد تھے۔ موت دہلی میں ہوئی ۱۱۶۰ھ (سفینہ خوشگو)۔ مردم دیدہ میں صنمنا ان کا ذکر آیا ہے، حاکم ذابن کی سخاوت، درویش دوستی اور اصابت رائے کا ذکر کیا ہے۔ گل رعنا میں ان کا ترجمہ ہے، انھیں صوبہ داکشمیر اور مجدد الدولہ عبدالحمید خاں کو محمد شاہ میں دیوان خالصہ تہن لکھا ہے۔ ذکر میں بھی صوبہ داکشمیر ہے۔

سرور کے دادا ابوالقاسم خاں نے کچھ زمانہ احمد شاہ دہانی کے ساتھ بسر کیا (عقد تریا میں ان کے خطاب عظیم الدولہ کا ذکر)۔ ان کے بھائی نور الدین محمد خاں چند کشمیر میں درانی کے نائب رہے تھے۔ ابوالقاسم خاں بھی شاعر تھے اور ان کا تخلص صافی تھا (گل رعنا)۔ ذکر میں ہے کہ ابوالقاسم خاں نے میر کے ساتھ سلوک نیک کیا تھا۔ مردم دیدہ میں بھی ان کا ترجمہ ہے۔ تریا کے شاہ عالم مصنفہ منالال کے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محرم ۱۱۸۹ھ میں ضابطہ خاں کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ یہی ماہ دس سنہ تحقیقات تاریخ محمدی میں بھی ہے۔ سرور نے سس میں عمو صاحب۔ مجدد الدولہ عبدالاحد خاں پر ام جنگ (پسرے عبدالحمید خاں، وامیر باقتدار محمد شاہ عالم) کا ذکر کیا ہے ۱۲۶۔

سرور کا زمانہ ولادت میر قیاس ہے کہ ۱۱۸۵ھ کو درمیان برسامی (ساقی غلط محض) کے ابتدائی سن تیز میں تحصیل کتب فارسی کا اقرار خود سرور نے ترجمہ برسامی میں کیا ہے، ادسہ ہی حال اول حال میں موزوں کے اصلاح لینے کا یہو تجل کے مخفی قسم کا سروکار ثابت نہیں۔ ان کی فارسی گوئی ظلمات قیاس نہیں لیکن نساخ کو سکا کسی اور کا اس کی طرف اشارہ کرنا میر کے علم میں نہیں۔ دتاسی ذابن کا تخلص سرور (پو) معروف، اپنی تاریخ کی اشاعت اول میں لکھا ہو گا، مگر اشاعت عبدالحمید خاں، کو حالات کی تحقیق اس جگہ مد نظر نہیں۔



ثانی میں سرور لغتہ وادہ پر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ڈاکٹر فاروقی بذاتِ امت اول کو اشاعت ثانی پر کیوں ترجیح دی شیعنتہ ذان کر پڑی بیٹو میر احمد خاں، فراغ "ترتیب یافتہ نظر اعظم الدولہ" کا ذکر کیا ہے۔  
 (۲۰) مقدمہ کو مطالب کی ترتیب ٹھیک نہیں، اس میں بعض غیر ضروری باتیں موجود ہیں اور بہت سی ضروری باتیں چھوٹ گئی ہیں؛ دوسروں سے جو کچھ نقل کیا ہے، اس میں غلطیاں ہیں تو لازماً ان کی تصحیح نہیں ہوئی، خود مرتب سے بھی مختلف اقسام کی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

(۲۱) اس تذکرہ کے بعض صفحات کے عکس اتنے سیاسی زندہ تھے کہ عبارت کا صحیح پڑھنا دشوار تھا اس غزلی کی وجہ سے بعض الفاظ باوجود کیشش۔ پڑھنے میں نہیں آ کر، ایسے مقامات پر نقطہ لگوا دیا ہے۔ مخطوط میں جس جگہ عبارت موجود ہے وہاں لمبا ڈیش — لگا دیا گیا ہے" (مقدمہ)  
 نسخہ لندن کی مانگر و فلم حاصل کی گئی تھی، ہندوستان میں اس کا بکتر بنوایا گیا، مگر متن کی درستی کو یہ بھی ہندوئی نہیں سمجھا گیا کہ مانگر و فلم کی طرف رجوع کیا جائے جس کو پڑھنے کا آلہ وہی میں موجود ہے۔ ایسے مقامات جہاں نقطہ ہے ان کی تعداد کم و بیش ۳۳ ہے، اشعر جن میں سودا، ذوق انشا کے اشعار شامل ہیں، بالکل بھلائے ہوئے ہیں، ایسے مکمل مصرعوں کی تعداد ۸ ہے ان میں میر و ناسخ کے مصرع شامل، ان کے ساتھ کا مصرع حکم یا ناکمل موجود ہے۔ ۲۰ اشعاروں کا تخلص صنایع ہو گیا ہے، ان میں قائمی نور الحق (منعم، ۶۵۲، حکیم اشارتہ خاں (مصدر) ۳۳۳، صنغر علی (کذا) (مرآت) ۳۳۳، میر جواد علی خاں (ہادی) ۸۱۵ شامل ہیں۔ مانگر و فلم پڑھی جاتی تو دو چار مقامات کو چھوڑ کر کہیں نقطہ دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مانگر و فلم اگر اچھی نہ تھی تو نسخہ لندن مستعار منگوا یا جا سکتا تھا۔ نسخہ پیرس دیکر اچھی سے مدد لی جا سکتی تھی، سودا و میر و ذوق و ناسخ وغیرہ کو دوا دین بظور میں بعض کو چھوڑ کر کل ضائع نہ شدہ اشعار اور مصرع مل سکتے تھے، یہ ممکن ہے کہ مرتب کی دہلی میں یہ دوا دین نہ ہوں، اس صورت میں گارستہ نشاہ کی طرح یہ بھی لندن سے عاریتہ مل سکتے تھے۔

یہ مرتب نے اس کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ گویا طبری کی کتاب سے ناظرین کی اطلاع کو لیا گیا تھا تاہم اس کو بہت کوشش ہندوستان میں موجود ہیں، جن میں سے ایک پٹنہ کی کتب خانہ "خدا بخش" میں بھی ہے۔ ڈاکٹر خٹا دین احمد مجھ سے کہتے تھے کہ علی گڑھ میں اس کو دیکھا ہے۔



(۲۲) مرتب ذہب ضرورت میں الفاظ کا اضافہ کیا ہے، کسی غلط یا مشتبہ لفظ کا بدلہ ذہن میں آیا ہے تو اسے پیش کیا ہے اور ان امور کو ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ چھوڑے ہوئے لفظ کو بڑھانہ سکر ہیں، یا غلط اور مشتبہ الفاظ کا بدلہ انہیں نہیں سوجھا ہے، تو انہوں نے علامت استفہام یا لہذا سے کام لیا ہے۔ یہ روش مستحسن ہے، مگر چونکہ اس سے مرتب کے معلومات اور صلاحیت ذہنی کا حال کھل جاتا ہے، بہت سے لوگ اس کو گمراہی کرتے ہیں۔ مرتب کا ذہن ان معاطات میں کس طرح کام کرتا ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مصرعہا ذیل مرتب کے نزدیک غلط یا مشتبہ ہیں، حالانکہ یہ بالکل صحیح ہیں: اشک غمی  
سر مرنگاں یہ مری طوسی ہے <sup>۱۹</sup> دیوانہ ترا دادی پر اپنی اگر آوری <sup>۲۰</sup>، اتمام عبارت کے لیے کرتے  
ہیں جوں میں <sup>۱۹</sup>۔ رباعی ذیل کے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کے بعد علامت استفہام ہے، اس کے  
مصرعہ میں جانامصدر، دوسرے میں جان، باقضاۃ الفنا اور چوتھے میں ماضی ہے۔ اس طور کی  
رباعیاں اور بھی ہیں۔

”بگھری ہوئی چوٹنہ پہ (اس کے) بال دیکھیں“ ملک مرتب کا افتاز دیتے ہیں، بگھرائے ہوتا تو اسے  
ٹھیک ہوتا، ”بگھری“ کے ساتھ ”تری“ چاہیے۔

”پنجہ پر تاب خوارج ہو وہ یار چاریں روزد شب ہفت آسمان ہیں جس کو ششدر  
دیکھ کر (پرانہ تاب) چار اور میں (الگ الگ) اس میں چار میں کی رعایت سے ”پنجہ“ وغیرہ  
آز ہیں مصرعہ اس طرح صحیح ہے: ”پنجہ پر تاب خوارج ہو وہ یار چار میں“ سو طرح کی ہیں قضا  
لگت ہیں نسائے ساتھ مط میں سی طرح مگر مصرعہ فی الواقع اس طرح جیسے اشتر و سوزن میں پھلے ہے، اس  
فرق کے ساتھ کہ قضا سے کی جگہ قضا چاہیے جمع قضا یا پہلے بطور واحد ہی مستعمل تھا، مصرعہ ولی اللہ محب  
”یہ بھی کوئی دانش ہے کہ پہنچے یہ قضا یا۔“ (ترجمہ انشا، تذکرہ قاسم)

شب تا عجب تھی تاب اس چکنی کی جس کو سامنے، ماہ عالم تاب بھی اک کر تک  
شب تاب تھا <sup>۱۹</sup>، مصرعہ ایوں ہوگا ”شب عجب تھی تاب اس چکنی کی الخ“

”خوبی“ بہتر مرتب کو یہ لفظ غلط یا مشتبہ نظر نہیں آیا، دطوسی، ان کا عمل نظر



'دوش بدوش تھا مجھ سرت کرد کوش' = دوش بدوش دوش تھا مجھ  
 سرت کر شدہ کوش۔ صحرا پر عشق دہ بلاخیز جس جگہ ص ۱۲ "صحرا پر عشق" یا تو "صحرا پر  
 عشق کا" ہے یا "صحرا پر عشق ہے"۔ جو کھولوں بد قبا تو کہہ کی ہی تیری زباں ص ۱۲ قبا، کہ  
 بعد "تو کھا، ہی تیری زباں" میں ہی دوستی ہو کیا دشمنوں کو دوست "ص ۱۲ میں ہی میں  
 ہے۔ گل ذالماس ذ شبنم ہی تو کھایا لیکن "ص ۳۲۳ = گل ذ شبنم ہی ذ الماس کو الخ۔ جس  
 کا (ہے؟) ہر مصرع آہ دل پر دہری (؟) ص ۳۲۳ ہے، اضافہ مرتب، مگر اس کے بعد بھی مصرع  
 نامزدوں رہا اور علامت استفہام کی ضرورت رہی۔ کلیات مطبوعہ سودا میں یوں ہے:  
 "جس شعر کا ہر مصرع الخ" "ہی میں ذ لولاک کا پر تو اس پر" ص ۲۱۹ میں ذ = معنی (یکسرہ  
 یا)۔ نزدیک اپنی آپ کو کتنا ہی سمجھو زور "ص ۲۱۹ لعد = دور" آج آ تو بہتر وعدہ غلط  
 ہو کل کا "ص ۳۱۵ آج ہی ملو تو بہتر الخ" "کیا ہی کیفیت ہو کر بہ قصاص وخت رز" ص ۳۱۹  
 کیا ہی = کیا ہی ہو کر = برگرداؤ دل سے جو جاوے راہ با بیچ "مصرع امین قانیہ ہزار"  
 = با بیچ = مار بیچ۔ "دیکھیں رومی گل تو اس پھر گل کو منہ دکھلائیں کیا ص ۵۵ پھر،  
 کے نکال دینے سے مصرع ٹھیک ہو جائے گا۔ گھر آئے ہونا ہی چاہیے، مگر اس بنا پر کہ مط میں اس کی جگہ  
 آئے ہے، اس جگہ یوں لکھ کر اس کی تصحیح کرنی تھی۔ کہ میرے تو کچھ دور نہیں ہے۔" ص ۵۵ کہ = گر۔ اشعار  
 میر میں کم و بیش ۱۶ جگہ علامت استفہام ہے، ان میں سے شاید ہی کوئی شعر ہو جو کلیات مطبوعہ میں  
 نہ ہو، بعض کی تصحیح کی جاتی ہے، "ہے کو کنار ان کی جگہ اب سو بدوش" ص ۵۳۱ سو بدوش =  
 سو بدوش "بنایا ہے شجر کیا جانے کس مو پریشاں کو" ص ۵۴۲ جانے = جانے۔ ہم حلق بریدہ ہی تقریر  
 کریں گے "ص ۵۸۱ ہی = ہی سے۔

"یہ سخن پہ ترے ہم کوئی لا سکتے ہیں" ص ۶۳۴ پہ = مہنہ پہ۔ تھی اس حسن مطلق سے ہے کہ آئینہ  
 اعیان کا (یہ ٹھیک ہے، لیکن تبصرہ نگار کے ملک کے مطابق آئینہ درکار ہے۔ مط میں آئینہ عیان کا  
 ص ۶۳۵ تھی = تھی، آئینہ = آئینہ۔ "دجلوں کا بھی (یہ ٹھیک، مگر مط میں اس کی جگہ ہی) کیا کیجیگا ص ۵۵؟  
 کیا = کہا۔ کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کی ہوس" ص ۶۱۶ کیا = کیا کیا "مرے دل سے پوچھے شوق  
 ہر رخ سبزہ رنگ کی دید کا" ص ۶۹۳ پوچھے = پوچھے۔ جانی ہم نے کیا سبز پری کو تسخر"



”مرین جسم کو تیری سحر و شام تک تو لا ضعیف اتما تھا جب تو لا تو دو بادام سے تو لا  
 منہ مصرع ۲ جو صبح، اس سے واضح کہ ردیف سے تو لا“ یہ مصرع ایوں ہے: ”مرین چشم کو  
 تیرے سحر تک شام سے تو لا“ مط میں یوں ”جب تلک بزم میں زنجیر اٹھائیں آنکھیں“ ص ۳۰۳ اٹھا  
 ”ہاں کسی وحشی کی زنجیر سبحان اللہ“ ص ۲۹۹ کسی بکس زنجیر = زنجیر ہے، ”پوسے سے لعل لب کو  
 محرم ہی بہا دل“ ص ۱۵۷ محرم = محروم۔ ”مرکز مزار پہ اک برگ سبز کا گلہ“ ص ۱۵۷ کا گلہ  
 ردیف، آہ وغیرہ قوافی سبز = کاہ۔ ”وعدہ کرتے ہی آؤ نہ پر رات کی رات“ ص ۵۲۶ کرتے =  
 کر ڈی ہی۔ ”ختم دل بس کہ۔ ہاں کہ جسم چشموں میں“ ص ۱۵۷ ختم = خون۔ ”کہ دل سے تاب جی  
 سے صبر دل سے ہوش آ جاوی“ ص ۱۵۷ دل سے ہوش آ جاوی = سر سے ہوش آ جاوی۔ ”دن  
 جو گزرا مجھے تو روز قیامت“ ص ۸۱۷ قیامت = قیامت سے دراز۔ ”کلی کی کھل گئیں گلوں کا کان  
 ہوئے“ ص ۸۱۷ گئیں = گئیں آنکھیں۔ ”اس نگر میں چاندنی راتوں میں بھی پڑتے ہیں چور“ ص ۸۲۷ کو =  
 کو بھی۔ ”کہتا ہے چین گیسو آبرو میں دل مرا“ ص ۸۸، ”ابرو“ کی جگہ ”دلبر ہو گا، گر مہلہ ہو  
 دیوان ناسخ میں“ شکیں۔ ”رہ گئی ضعف سے اکثر سر مرنگاں پہ نگاہ“ ص ۶۷۳ اکثر = آکر،  
 ”اگر خاتری ہاتھوں سے خوں بہا دیں گا تو نو نگا دشت نگاریں سے خوں بہا دیں گا“ ص ۲۲۷  
 کذا صرف مصرع آخر کے ساتھ، لیکن مصرع اول بھی غلط ہے، اس کے آخری الفاظ ”خوں ہوا  
 دل کا“ ہیں، دل کا ردیف ہے، مصرع آخر میں دشت = دست ہے، اور آخری الفاظ  
 ”خون بہا دل کا“ ”سادہ لوحی میں جو رکھتا تھا خیال“ ص ۳۳۳ = ”سادہ لوحی میں جو کچھ کہتا  
 تھا تو سنتے تھو ہم“ (مخزن حکایت) آج کیا جاوی کون نظر سے گزرا آہ کا تیرے جو یک بار جگر سے گزرا ص ۶۴۱  
 مشاعر متقدمین و اہل سیر در استقدمین بطور واحد استعمال کیا ہے فقہ بہ نارطہ  
 ص ۱۵۳ یہ وہ قصبہ ہے جو آج کل ماہرہ کہا جاتا ہے، لیکن ہر زمانہ سابق میں اس نام کی اور  
 شکلیں بھی ہوں۔ ”از زبانش یک مطلع یہ اد مسوع (مشد) ص ۳۱۳“ شد = جو اضافہ



مرتب ہے، صحیح ہے مگر یہ، کو حذف کرنا ضروری ہے۔ (مط میں بہ او، جسے باو لکھنا چاہیے شدی میں نہیں۔ جو.. ضروری ہے۔ حفا)۔ غلام حسین کروڑہ، کرورا، ایک قسم کا سرکاری محفل۔ قاصر میرزا میر علی بیگ ص ۵۲۴ میرزا میر علی بیگ۔ از متصدیان دفترین، ص ۵۲۶ غالباً دفترین۔ مرزا علی ص ۴۸۱ مدد اللہ (تذکرہ میر حسن) صغر علی ص ۴۳۴ صغر علی (تذکرہ ہندی، ترجمہ مروت) صوبہ مرشد آباد بود ص ۳۴۱ صوبہ، صوبدار، کیلئے آتا تھا، ولی معسن کی دہلی کا صوبہ ہے محمد یار خان، شیردربرنج، شہوی انشا ص ۲۴ = شیردربرنج۔

(۲۳) ایسے اشعار جن میں کسی نہ کسی قسم کا سقم یا ادا مان کر سادہ علامت استعمال کیا گیا نہیں، بکثرت ہیں۔ پڑھنے والے یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہونگے کہ مرتب کرنا نزدیک ان میں کچھ خرابی نہیں۔ ایسے عبارات نثر بھی ہیں۔ چند مثالیں:

گر ناتہ ریل کی چرانی کی ہو خواہش مجنوں تجھ کو لازم ہو یا بس سبزی رنگ  
 ص ۱۲۱ سبزی = شتری۔ قد قلت قبلت فی الصدیق المعلوم ملک الصدیق = الصداق  
 پٹیا سنجی کی کیا کر دل تعریف بیچ کھا تا ہر دل بتاؤ میں ص ۱۲۱  
 پٹیا سنجی = پھینٹا سنجی: جو اہل سنن پر آواز کو ناحق، ص ۱۲۱ آواز = آوازہ  
 مجھ میں ادران میں سبب کیا کہ لڑائی ہوگی یہ ادائیگی شہنشاہی اڑائی ہوگی  
 ص ۱۲۱ ادائیگی (بالدال) = ادائیگی (بالواو جھوٹی خبر) یہی غلطی اس مصرع میں "ناری  
 ڈال لیگی اک دن یہ ادائیگی چھ کو، ص ۱۲۱۔ بن گئی روکڑی گھات مری ص ۱۲۱ روکڑی = دو گھنڑ  
 اور عشق مجھ کو روز تماشابنا دیا ص ۱۲۱ روز = زور  
 طالب کہ خون چشم سے آلودہ کب گری وہ پاؤں جو خاسر رہے سرگراں ص ۱۲۱  
 شعر طالب معاصر دلی کا ہے، اور مخزن نکات میں جو اس کا اولیٰ ماخذ ہے، یوں ہے "ہنا کہ خون  
 چشم سے آلودہ کب گری وہ پگ جس گرائی ہو رنگ خاستی" یہ کل کی بات جن کا سبق دال  
 وال ہفتا ص ۱۲۱ دال = دال زوال۔ عزیز، اد امر، نازک، ہزا، جاسہ، میں ڈیڑھا یا ہو  
 اس سے مطلب یہ ہے کہ اس کو اور لفظ مابعد کو درمیان فاصلہ ہے، یہ مصرع دراصل یوں ہے



”عزیزا دلبرانا زکر اجا“ امین نہ ہو جو اس کو شب خوں پر دست و ستونہ شب خوں =  
 شبخوں میں کشتہ اس کو خط سیر کا ہوں کہ دنیا“ مر مر زار پہ اک برگ کاہ کا نگراہ ۵۶ =  
 کہ = لکھ۔ آتی (بایں مجھوں) ہی (بایں معروف ہیں سناؤ) (بایں مجھوں) جانی کی تجھ کو جو ہی مر مر کر مٹانے  
 کی صف میں مصرعوں ہے آتی ہی بس سناؤ جانی کی۔ آج زہس کو قلم کر کے سخن لکھتا ہوں  
 صف ۲۲ سخن = سخن۔ پٹریاں (ب ی ٹر) یا قوت کی ہیں موتیوں کے ہار میں صف ۱۹۷ پٹریاں =  
 پٹریاں (پ ٹر) بشر ذیل میں ابرو کی سیاہ = ابرو کی سیاہ:

زاہد جو نہیں ہی مر مر دل کی آگاہ کہتا ہے کہ کافر، تو ابرو کی سیاہ صف ۲۲  
 قفس میں رہانی کیو کیا کیا نہیں کرنا صف ۱۲ میں = میں نہیں۔ اگر اس طرح سے ہمیشہ کہ  
 مر مر چشم غم کی تری رہی صف ۲۴ غم = غم۔ جو اس کی اس کی چھٹ منصف و تقدیر صف ۱۹۲  
 چھٹ = چھٹ۔ بتاں کو کیا مزاحقہ نئی صف ۳۹ نئی = پی۔ جا کر جو آج دن کو دیکھا  
 تھا کہ تفحص صف ۴ تھا کہ = میں کہ جان و ایمان و محبت کو دعا کرتی ہیں صف ۵۶ ایمان و  
 = ایمان۔ اک نظر کل دیکھنے کی بھی ہمیں لا رہی صف ۵۷ کل = گل۔ دو دو سخن کر کر  
 میں اک بات ہو گئی صف ۵۸ سخن = سخن۔ چاک چاک ہو جوں جوں سلایا ہم صف ۵۳  
 چاک چاک = چاک پر چاک تپش کی دل فی یہاں تک کہ درد شازہ صف ۵۶ دل  
 فی یہاں تک = یاں تپش دل فی نیکامی و تفاوت کو دعا

جلد کہو صف ۵۷ تفاوت = تفاوت (قن کر ساتھ)۔ اللہ اللہ ری طبیعت کی روانی  
 اس کی صف ۵۵ اللہ اللہ سے = اللہ اللہ ری کیسردہ استخوان شکستہ سر چو چھا صف ۵۵ شکستہ  
 شکستوں“ دل مراقف ہر باس کا“ صف ۱۳ بتاں دیوان آبرو میں قوافی تراشو وغیرہ۔  
 ”جو تہری چرخ چار میں کا وہ ایک ذرہ ہے اس تبس کا“ صف ۳۳ تہر = مہر سزہ رنگوں  
 میں جو کچھ کسی کو تسخیر صف ۶۹ جو = اگر۔ ہم نے جانا تھا کہ نہ آج جاناں پہ نگاہ صف ۶۶  
 آج = رخ۔ بانہ صنو بانہ صکر کچھ اور نہ بہتاں کر کر صف ۴۱ بہتاں کو = بہتاں۔



چمکا ہر رنگ پاں سے جو ہر تری لبوں کا صفا مصرع آخر تذکرہ قائم میں: لبان، جو ظاہر  
ہے کہ قافیہ ہوگا۔ منہ سے دیکھو کی آشنائی، ص ۳۵۳ = ہی۔ اس بت کو ابڑ  
خدا خدا کر دیکھا ص ۳۹۲ اس طرح ناموزوں، اس کو نکالنے سے مصرع ٹھیک ہو جاتا ہے۔  
دل سا جگر جو رکھ سو اس کر دے رو ہو منہ دیکھو آئے کا جو اس کر دے رو ہو  
ص ۳۱۶ مصرع میں رو برو = دو برو۔ اپنی ہم بندگی پہ پھولی کھڑی ص ۳۱۶ پھولی پھولی  
"کس قدر نسیجہ فلک ہے غلط" آبرو ص ۳۱۶ ح میں حوالہ نکات سے اس قدر اس  
مگر یہ ضروری اطلاع قلم انداز ہوئی ہے کہ آبرو فی داس ہی لکھا تھا، کس،  
اصلاح میری ہے کہ دیکھو یاں تبسم غنچ کو بر باد کر تا ہے، "فراق ص ۳۵۹ کہ دیکھو  
یاں = کہ یاں یک لب (مخزن نکات)۔ قد قلت قبلیت بالصریق المعلوم ص ۳۵۹  
بالصدیق = بالصدیق۔

"صحت محاورہ بکلاش مندرج است" ص ۳۵۹ مندرج اس طرح اور بھی  
آیا ہے، اور اس کا مصدر اندراج بھی۔ مندرج اور اندراج چاہیے۔ کیلبر = کیلبر ص ۳۲۲  
آزادہ تخلص دو جگہ ص ۱۰۶ میں اور یہی فہرست میں بسرد درنی آزادہ لکھا تھا اور  
یہی صحیح "عہدی ذوالفقار میر بخشی ص ۳۱۶" = در عہد ذوالفقار ولد ذوالفقار بخشی۔  
سیح، مرزا شیخ الشریک ص ۶۴ سیح الشریک چاہیے، مانگ میر عہدی ص ۶۴  
میر محمدی چاہیے، قتل تخلص (ص ۵۲ میں دو جگہ) اور فہرست میں بھی۔ مراد مرزا  
قتیل سے ہے، جس کی احتیاطی سے اس تذکرے کا متن تیار ہوا ہے اس کی اس کے بدتر  
مثال شاید ہی مل سکے۔

(۲۳) حواشی سس کی منجاست کو دیکھتی ہوئی بہت کم ہیں، ان میں بہت سی نہایت  
ضروری باتیں نظر انداز ہوئی ہیں، اور بہت سی بالکل فضول باتیں موجود ہیں جو حواشی  
میں آرا سے احوال پیش کیے گئے ہیں جو سس کے مخالف پڑتی ہیں، اور اس کا امکان بھی



ہر کہ فیصلہ کن بات کہی جاسکتی، تو اس سے عموماً استرازا کیا ہے۔ حاشیہ میں کوئی غلط  
قول درج ہے اور اس کا غلط ہونا قلم انداز ہوا ہے، تو یہ مفید ہونی کو بجای مضر ہو سکتا  
ہے۔ بیان ذیل سے جو ہم فضلوں پر مشتمل ہے اور کسی طرح مکمل نہیں، حواشی سے متعلق  
میرزا دعاوی کی تصدیق ہو سکتی۔

۲۵) اس میں بہت سے ایسے شعر اکاذر، جو وجود خارجی نہیں رکھتے اور بعض کا  
کسی نہ کسی وجہ سے مکرر ذکر آگیا ہے۔ حواشی ان کے متعلق خاموش ہیں، یا کچھ کہتے ہیں تو  
وہ نا کافی ہے۔

۱) انجام بقار اللہ خاں برادرزادہ عمدة الملک ص ۲۳ حاشیہ میں شفیق و لطف کے  
عبارات جو اس پر شعر کہ انجام خود ان کے چچا کا تخلص تھا بہتر شہادت دینی تھی اور  
فیصلہ کن طور پر کہتا تھا کہ مسرور غلطی پر ہیں ۲) آزاد میر فقیر اللہ ص ۱۳۱ آزاد "معاصر  
ولی" ص ۱۱۱ دراصل جس زمانہ کی بحث ہے اس میں صرف ایک ہی آزاد تھا تا بیتاب  
شاگرد قائم ص ۱۳۶ بیتاب سیوک رام (صحیح سنو کھدای) بھول الاحوال، دونوں ایک  
ہیں۔ بہادر راجہ بینی بہادرانہ جگان صوبہ بہار ص ۲۷ ص ۲۸ ص ۲۹ میں ایک تذکرہ جو اس پر بعض  
لکھنوی اور مدالہ لہام شجاع الدولہ قرار دیا ہے، لیکن، تہ بہار میں اس نام و تخلص  
کا کوئی شاعر گزرا ہے، نہ مدالہ لہام شجاع الدولہ شاعر تھی ۵) تحسین حسین عطا خاں کن  
انامہ ص ۱۱۱ تحسین میر محمد حسین خاں مرصع رقم ص ۱۶۲ میری خیال میں دونوں ایک ۶  
نائب میر غالب الدین ص ۱۴۵ نائب شاہ شمس الدین شاگرد آبرو ص ۱۴۱ نائب  
شہاب الدین معاصر ولی ص ۱۴۱ یہ تینوں ایک، صحیح یہ کہ شہاب الدین، نائب آبرو و  
آرزو سے تلمذ رکھتے تھے جعفر جعفر علی خاں معاصر محمد شاہ "چمکتے دانت دیکھو شوخ کے  
ستی لگاڑ میں" ص ۱۸۱ ذکی، جعفر علی خاں ص ۲۴۹ دونوں ایک، جعفر تخلص ثابت  
نہیں ۷) سامیر زلفی خاں امیرزادہ لکھنؤ قرابت قریبہ وزیر الملک سے صاحب قصہ



لیلی مجنوں ۲۸۳ اس نام و تخلص کا کوئی شاعر نہیں گزرا، نام و احوال ہوس کا  
ہر جس کا ذکر ۸۲ میں ہے، علی نقی، رسا ایک شاعر تھا، لیکن اس پر وہ باتیں صادق  
نہیں جو اس میں ہیں۔ سبحان، عبدالسبحان شاگرد آبرو ۳۵۲ سجاد ۲۵۳ کا ذکر الگ  
ہے، دونوں ایک، شعر منسوب بہ سبحان "جان و دل سب قبول ہے جانا" نکات الشعرا  
وغیرہ میں بنام سجاد نے شوق حسن خان ۳۶۶ شوق حسن علی خاں ۳۷۷ دونوں  
ایک ۱۱ شائق نظیر الدین ۳۷۲ شائق محمد نذیر الدین حسن ۳۹۲ دونوں غالباً ایک  
۱۲ شرف حیدر آبادی "خبر تخی عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی" اس زمین کو داد  
شعر ۳۸۳ اشعار سراج اور نگ آبادی کو ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ شرف وجود  
خارجی نہیں رکھتا، سلا شاعر، میر کلہ قرابت قریبہ بان خواجہ میر درد ۳۹۱ کلہ تخلص میر کلواز  
اقربا ۵۳۵ دونوں ایک ہیں ۱۴ ظہیر ظہور اللہ معاصر محمد شاہ چشم گریاں حسن می معیور  
ہے ۲۱۵ ظہور خزیں کا دوسرا تخلص تھا، شعر انھیں کا ہے (تذکرہ عتقی، ظہور اللہ،  
ظہیر محمد شاہ میں نہیں تھا ۱۵ عبد محمد الرحیم دکنی "دل بغل ماری، گلستاں دوریو"  
۲۲۷ عبد الرحیم کا ذکر نکات اشعار میں دوسری شعرا دکن کو ساتھ ہے، لیکن اس کا  
تخلص عبد نہیں، شعر عاجز کا ہے ۱۶ علی، ناصر علی ۲۳۱ کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ ریختہ گو  
تھا، دلی کہ شعر کا جواب کسی اور شاعر نو دیا تھا "پنجاب میں اردو" والی غزل علی تخلص  
کہ شاعر کی ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ لازماً نہیں نکلتا کہ وہ ناصر علی تھا ۱۷ عاکف تمکینہ سودا،  
ایک شعر جو دیا ہے اس کا مصرع ۱ کہ باغبان قسم ہے تجھ کیا چلی بہار ۲۳۶ سودا کے مخمس  
کا ہے۔ اسی مخمس کے آخری بند میں عاکفان آیا ہے، اسی کی بنا پر عاکف ایک شاعر  
قرار دیا گیا، اس کی کچھ اصل نہیں ۱۸ عشرت عبدالواسع "بیکر رفاقت تہنایی اسراند  
با" ۲۳۷ اس نام و تخلص کا کوئی شاعر نہیں گزرا شعر عبدالولی، عزت کا ہے جو تذکرہ  
سرور میں دوسری جگہ ۲۴۱ موجود ہے ۱۹ میر عبدالولی غریب ۲۴۸ میرا خیال ہے کہ غریب



عزت کا مصحف ہے، اور کوئی "قدیم" شاعر عبدالولی غریب نہ تھا نہ فرخ، میر فرخ علی  
 باشندہ دہلی ۱۷۷۴ء سید فرخ علی، فرخ ساکن اٹارہ ملنگ دونوں ایک ہیں ۱۷۷۱ء میر  
 محمد حسین فدوی متولد لاہور شاگرد آبرو ملنگ میر محمد حسن فدوی شاگرد ناجی ۱۷۸۸ء  
 دونوں ایک ہیں ۱۷۷۲ء قدرت، شاہ قدرت اللہ ۱۷۹۳ء قدرت اللہ، قدرت شاگرد عارف  
 ۱۷۶۶ء دونوں ایک ہیں مگر تمذعات صحیح نہیں ۱۷۷۳ء گویا لکھنوی جہول الاسم :  
 روشنی جو فرخ میں ہر ماہ منور میں نہیں اور چنگ دانتوں میں ایسی ہے کہ اختر میں نہیں  
 (اس زمین کا ایک اور شعر) ۱۷۵۳ء، یہ اور فقیر محمد خاں گویا ۱۷۴۸ء ایک ہیں اشعار  
 مطبوعہ دیوان فقیر محمد خاں میں موجود ہیں ۱۷۷۲ء گماں نظر علی خاں ساکن نواح اکبر آباد  
 ۱۷۳۳ء کمال جہول الاسم شاگرد خاں ۱۷۴۷ء میرا خیال ہے کہ گمان وہی ہیں جن کا نام تذکرہ  
 حسین میں نذر علی خاں درج ہے، گو وہ واحد شعر جو تذکرہ سرور میں ان کا نام ہے، یہ تذکرہ  
 تیز سن میں نہیں۔ نذر علی خاں کو حسین نے شاگرد خاں لکھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ  
 کمال مصحف گماں ہے۔ "واسطی جس کو سبھی تجھ کو برا کہتی ہیں" جو سرور کو یہاں کمال کو  
 نام ہے میر حسین کو یہاں گمان کی طرف منسوب ہے ۱۷۲۵ء میرزا علی لطف صاحب تذکرہ ۱۷۵۵ء میرزا  
 علی لطف شاگرد طویل ۱۷۵۵ء پہلا شاعر اصلی دوسرا فرضی ہے، مصحفی کو تذکرہ میں کل شعار  
 جو تذکرہ سرور میں فرضی لطف کو نام ہے، اصلی کو نام کو مندرج ہیں ۱۷۷۱ء میرزا، صادق  
 علی خاں دہلوی ماہر موسیقی مصرع آخر "ای وای مصیبت کوئی کس کو نبھائے" ۱۷۴۳ء  
 میرزا، مدت اللہ، مغل معاصر محمد شاہ ۱۷۸۱ء ان کو نام ہے وہی شعر جو میرزا اولیٰ اولیٰ کو نام  
 ہے، بدیں اختلاف کہ نبھائی کی جگہ ان کو یہاں "نبھائی" ہے اور صحیح یہی ہے (تذکرہ حسین)  
 مدد اللہ حمزہ علی زندک والد حقو، انھیں کو غلط یا صحیح صادق علی خاں بھی لکھا ہے ۱۷۲۷ء مضطر،  
 کنور سین شاگرد مصحفی ۱۷۵۹ء مضطر کنور سین شاگرد مصحفی ۱۷۲۵ء تذکرہ سرور مطبوعہ  
 میں دو مختلف شاعروں کی حیثیت سے پیش ہوئی ہیں، یقیناً دونوں ایک ہیں، مگر سرور



ذو طرح پران کا ترجمہ لکھا ہوا کاتب ذونوں کو دو مختلف مقامات میں داخل کر دیا۔  
 ۲۸ ہاشمی دہلوی مہبول الاحوال ص ۸۲ و شعر جوان کے نام سے درج ہیں، عالمی کہیں،  
 اس میں یہ ہاشمی اس تخلص کے شاگرد سودا ص ۸۳ سے مختلف شاعر کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں،  
 یہ فرضی شاعر ہیں ۲۹ محب، میر محمد علی، مرثیہ گو، چند سال ہو کر دکن گئے ص ۸۳ نیاز،  
 میر محمد علی دہلوی، "از چند طرف دکن رفتہ" ص ۸۴ جو اشعار ایک کی طرف منسوب ہیں  
 دوسرے کے نام سے بھی ہیں، دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں، صحیح کیا ہے، اس وقت کہنے سے قاصر  
 ہوں ۳۰ مخلص، میر باقر اکبر آبادی معاصر محمد شاہ، وہ شعر جوان کی طرف منسوب ہے، میر  
 محمد باقر، تہذیب کا ہے، جنہیں بعض نے اکبر آبادی لکھا ہے۔ یہ شاعر میری خیال میں فرضی ہے ۳۱  
 ملول، شاہ شرف الدین، درویش ص ۸۴ الہام شرف الدین عرف شاہ ملول، ملول بھی  
 ان کا تخلص تھا۔ میرا خیال ہے کہ دونوں ایک ہیں ۳۲ خادم، باشندہ کیتھل ص ۲۵ اور  
 خادم علی، خادم متوطن کیتھل ص ۲۵ میری رائے میں ایک ہیں۔  
 ۳۶ بعض اشعار تذکرہ مطبوعہ میں ایک ہی شاعر کے نام سے دو جگہ ملتے ہیں، اور کثرت  
 اشعار بختم یا خفیف اختلاف کے ساتھ دو شاعروں کی طرف منسوب ہیں، حواشی میں  
 اس کی نشاندہی نہیں کی گئی:

۱ "کھول کر بند قبا کو ننگ دل غارت کیا" آرزو اور حسن اللہ یہ اور شاعروں  
 کے نام سے بھی دوسری تذکروں میں مشہور ہے یہ فیصلہ کرنا کہ کس کا ہے آسان نہیں ہے "کون  
 چاہیگا... خانہ خراب کی سی طرح" آرزو اور حسن اللہ آرزو کو دیوان میں غزل موجود ہے  
 شعر انھیں کا ہے ۳۲ "نہ پورج بت کو برہمن تو اس صدا کو مان" آرزو و سودا، موخر الذکر کا  
 شعر ہے ۳۳ "میں جو پیڑ پیڑ پہ آؤں تو سبوں پی جاؤں" مکر بنام احسان، ذکا کے نام ص ۳۸  
 میں، مصرع ۲ یکساں، مصرع ۱ میں کچھ فرق ہے لام استعلیق۔ اس لام کے "حسن اللہ و  
 ملان میں وہ بھی شامل جو دراصل ایک ہیں لیکن سرور نے انھیں مختلف شاعروں کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔



پیام۔ دوسری تذکروں میں اوروں کو نام بھی، فیصلہ مشکل ہے۔ ”ہوا پر مانگ میں گم دل مرا  
میں ٹھونڈوں کدھر“ اصغر و سکندر یہ دوسری تذکروں میں اوروں سے بھی منسوب، فیصلہ  
مشکل ہے۔ ”چین اس دل کو نہ اک آن تری بن آیا“، جرات ص ۱۹۲، شائق ص ۳۹۲ کلیات  
جرات نسخہ، خدا بخش سے غیر حاضر غالباً شائق کا ہے اس بیوفا کے عشق میں کچھ ہم کو جس نہیں  
محمد علی حسرت ص ۲۱۶، تزیں ص ۲۳۳۔ تزیں کا ہے۔ ”خوبی اعجاز حسن یار آراشا کروں“

جعفر علی، حسرت لدلی، دیوان ولی میں ہے مگر قائم کا بیان جس کی کسی اور ذریعہ سے تصدیق نہیں  
ہوتی یہ ہر کہ شاہ گلشن کا ہے، انھوں نے ولی کو حوالہ کر دیا تھا ص ۱۰۔ تحمل آتش غم میں دل بیتاب  
کیا جاز“ کہم اللہ فاں درد و فغان۔ مقدم المذکر کا شعر ہے ص ۱۰۔ ”یہ زخم دل ہماری مرہم ملک نہ  
پہنچو“ راجہ دعا شق۔ دونوں ایک ہیں ص ۱۲۔ ”جانیں مشتاقوں کی لب پر آئیاں، شہید اد  
بیدار شعر بیدار کا ہے ص ۱۳۔ ”دنیا کی فکر دل کو اگر سو گئی رہی“ آصف الدولہ دوم، غالباً  
دوم کا ہے ص ۱۴۔ ”جدا بی تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتو ہیں“ مرزا علی قلی، علی و مرزا  
علی قلی، ندیم، دونوں دراصل ایک۔ ص ۱۵۔ ”سیاہی ہوئی گئی دل کی آرزو نہ گئی بہادر ص ۱۶۔  
نظام یہ شعر دراصل شہر ش کا ہے ص ۱۶۔ ”بہ صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا، وانا دہم رنگ  
شعر: انا کا ہے ص ۱۷۔ چل ساتھ کہ حسرت دل مرحوم سے نکلی، فدوی و عشق۔ فدوی کا شعر  
ہے۔ ص ۱۸۔ ”رفتہ رفتہ بت خوش قدم آفت ہوگا“ فغان و قاسم۔ فغان کا شعر ہے ص ۱۹۔  
”مشابہ کوئی ان آنکھوں سے کم ہے“ آفت جان و دل تریاں وہ بت خود فروش ہے۔  
ص ۲۵۶ و ص ۲۵۷ میں مکر بنام درد ص ۲۱۔ ”دل کی طلب ہے اور تنہا ہے جان کی“ جبار علی  
بہل ص ۱۳۸، رسا ص ۲۸۳۔ رسا کا اس شعر سے کچھ تعلق نہیں۔

ص ۲۲ سرشک و آہ ہے جوش جنوں سے وحشت ہے۔ عجب شکر ہے جاتا ہے قافلہ دل کا  
شاہ قدرت ص ۲۹۶، واقع ص ۸۰۳۔ ان دونوں کا نہیں، کسی اور شاہ کا ہے ص ۲۳۔ ”دل  
پر داغ ہے اور حسرت پا بوسی ہے“ ص ۲۹۳ و ص ۲۹۶ دونوں میں بنام قدرت ص  
۲۷۔ اس میں بہت سے شعرا غلط منسوب ہوئے ہیں یا ان کا اتساب مشتبہ ہے بعض



اشعارِ تفسیم ہو کر ہیں، یہ خبر نہیں کہ سردرِ نزدیک یہ کس کے طبعزاد ہیں۔ حواشی میں ان امور کی طرف یا تو بالکل توجہ نہیں یا ہر تو نا کافی۔ مثالیں:

۱۔ خواجہ آخر کی، شعر بنام عبداللہ، آزاد حاشیوں میں تذکروں کے حوالے سے

بہتر لیکن نہ یہ بتایا ہے کہ دیوان اثر میں ہے یا نہیں، اور نہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ کس کا ہے۔ ۲۔ دیار گھر

جاتا ہے یا رو کیا کروں، امید، لیکن صفت کا شعر (تذکرہ گردیزی) ۳۔ "میں اپنی

ہاتھ کی گل کی کہوں کیا اک کہانی" انشا، رنگیں کا شعر ہے، آخر میں اضافہ ہے، ضروری۔

۴۔ نہیں حاجت ہے زیور کی جس خوبی خدا دی ہے، احسن اللہ، مگر شعر آبرو کے نازک

بدن پر اپنی کرتی ہو تم جو غزہ احسن اللہ، غالباً شعر آبرو کے مصرع ۲ "کناری آبشار

اس شیخ کی منصور خانی ہے، احسن اللہ، تذکرہ ذکا میں بنام کاشی نامتھ۔ خدا جانی

کس کا ہے۔ ۵۔ کئی سو اشعار ص ۸۷ میں بنام میر غلام علی حیدر آبادی، حاشیہ

"شہر سی خانی نہیں، بعض۔ حافظ عبدالرحمن احسان کے نام (تذکروں میں)۔"

بعض اشعار میں کچھ ایسی اشارات ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شعر حافظ۔

احسان کو ہیں۔ نغز میں میر۔ احسان کا صرف مندرجہ ذیل شعر "آگ چل کر حواشی

میں صرف ۸ اشعار کے متعلق دوسرے تذکروں کے حوالے سے انتساب بہ حافظ احسان

لیکن ان کی باری میں بھی فیصلہ نہیں۔ احسان کا دیوان ہندوستان میں جا بجا ملتا

ہے اور لندن میں بھی ہے، سوان حافظ کے دو چار اشعار نہیں کئی سو اشعار کا تھا،

دیوان کی طرف رجوع لازم تھا، مگر مرتب اس سے قاصر رہے۔ کمال یہ کہ اشارات کیا

ہیں، یہ بتانی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اشعار ذیل میں جو اشارے ہیں وہ شاعر

کو دہلوی ہو کر پڑھے ہیں:

ہوں شہر ہند کا استاد یہ ہے نخر مجھ شہرہ میرا تو شہر ہا تا شہر ایران گیا

۱۔ ذم میں مصرع ایوں "انالچی بولز لاگو جو اس کے زخم کا بسمل" جس میں انالچی۔ لکھتا ہے اس کے ہاتھ کا زخمی۔



عالم میں ہر رسم عید تک یارب  
 شاہ عالم ہی رہو شاہ عالم  
 میرزا نبلی مقصود سپہر نبلی  
 تجھ کو سر سبز رکھو خالق غلام مدام  
 صبا تو کیجیو آہنگ خدمت معروف  
 ادب کی کہیو کہ اور عند لب خوش آہنگ  
 تو بیخ شورش زاناں تو اس گستاں میں  
 نہ کیجو ترک ترنم کا ایک شب آہنگ

کئی اشعار بڑھتی ہیں مذکور میں ہیں حافظ احسان کو ہیں ۵ شعر ۸۹ میں بنام  
 آشفتمہ جو اشی میں بدون فیصلہ انتساب بہ خواجہ امین۔ ایسا مواد موجود ہے جس سے قطعی  
 طور پر کہا جاسکتا ہے کہ میں ۱۶۱ میں ہے مگر ان میں سے ایک شعر ”مرتی ہیں ہم تو اس کرب آبدار پر“  
 کو متعلق بجز شبہہ ہے کہ امین کا ہی یا رضا عظیم آبادی کا ۹۔ صورت بجز حق زیدی پری  
 سی، حسرت، مگر شعر افسوس ۱۰۔ ”بنیوا ہوں۔۔ مالدار کی صورت، بنیوا۔ یہ پیام کی طرف  
 بھی منسوب، فیصلہ مشکل ۱۱۔ ”خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کری، محمد اسمعیل بنیاب، لیکن  
 شعر سنتو کھرا بنیاب کا ہے ۱۲۔ ”جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی“۔ تاباں، بجلی  
 کا شعر ہے ۱۳۔ ”کیا خاک ہے صفائی بھلا ہم میں یار میں“ ترساں ۱۴۔ یہ شعر اردووں  
 کی طرف بھی منسوب ہے، ترساں کا نہیں ۱۵۔ ”تری عتاب سے کس دن یہ رنگ رو نہاڑا“  
 (اس زمین کا ایک اور شعر) شمس الدین ثاقب۔ دونوں شعر میر گھاسی کہ ہیں (تذکرہ  
 میر حسن)۔ ہلا روشن ہے اس طرح دل ویران کا داغ ایک، جزات، کلیات جزات میں  
 نہیں ملتا، اس کی بحث عیارستان میں ہے ۱۶۔ ”ہوئی ہم بیت کر بندی برہمن سے ماہ کرتی  
 ہیں“ جزات، شعر ان کو استاد کا ہے ۱۷۔ ”اسایہ ترانہ پیسندم عشقت و ہزار بدگمانی“  
 جزات کا ایک قطعہ اردو کا آخر میں، چونکہ حاشیہ میں اس کو متعلق کچھ مرقوم نہیں، پڑھو  
 و!!! اسے جزات کا شعر سمجھ سکتا ہے، حالانکہ یہ والدہ افغانستانی کا ہے ۱۸۔ ”شکند  
 دستر کہ خم در گردن یاری نشد“ سکندر کی ایک نظم میں زیب النساء اس شعر کی تفسیر  
 حاشیہ اس باب میں سکتا ہے غلط فہمی کا باعث ہو سکتا ہے ۱۹۔ ”وہ صورتیں الہی کس



ملک بستیاں ہیں“ خواجہ مہنگا شیدا شعر فتح علی شیدا کا ہے ۲۱، نہیں مطلب  
 .. رنگ و بو کا، یکدل ۸۲۹، شہر بزرگ کا ہے ۲۲، خط مرا اس نگار نہ پڑھا ۸۲۹  
 مثل ۱۰۔ ۲۳، طور میں اس بت کو ہاتھوں ہاڑا، اتر ہو گیا ۸۲، حواد علی خاں (بادی)  
 پر شعر دیوان یقیں میں بھی ہے، تو اردو ہو سکتا ہے ۲۴، بعد بخشش کو مرزا لہڑی کچھ حال  
 نہیں، خواجہ وزیر ۸۱۱، لیکن وزیر علی خاں کا شعر ہے ۲۵، آپ کچھ غیروں کو چھپ  
 چھپ کر رقم کرتی ہیں، محبت ۶۶۶، غالباً تذکرہ شوق میں بنام محمد یار خاں امیر،  
 یہ ٹھیک ہے اور دیوان محبت میں نہیں، تو بلاشبہ امیر کا ہے ۲۶، کہاں ہے شیشہ  
 .. آبلہ دل کا، واقف ۸۱۵، (اس زمین کو دواؤں شعر) یہ اشعار واقف کو نہیں  
 کسی اور شاعر کے ہیں، ۲۷، بگور کا کبھی سدہ کبھی صریر کی زحمت ہے، ناسخ ۸۱۶  
 یہ شعر ثابت عظیم آبادی کا ہے ۲۸، عشق میں راحت ہو یا آزار ہونا ہو سو ہو، اس  
 زمین کا ایک اور شعر بنام وجہ میر حسن نے کھنچن (عورت) کو نام سے لکھا ہے، یہ مرج ۲۹  
 تا ایک نظر دیکھو، پھر ای مہرہ تاباں رہتا ہے سدا بہر بخشاں ہمہ تن چشم نظیر بناری  
 نظیر اکبر آبادی کا ہے (تذکرہ باطن) ۳۰، نیاز شاہ نیاز علی دہلوی کو نام سے، عشق میں  
 تیری کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو (اسی زمین کا ایک اور شعر) مجھ یاد آتا ہے کہ شاہ  
 نیاز احمد، نیاز کو دیوان میں ہے اشعار موجود ہیں ۳۱، اس کو حاضر یوں عرق  
 سے تھی سحر بھگی ہوئی، (اس زمین کا ایک اور شعر) محمد علی محب اور محمد علی  
 نیاز کو نام (رجوع بفصل ۲۵)، لیکن یہ دونوں تذکرہ میر حسن میں بنام ولی اللہ  
 محب - یہ مرج - ۳۲، میں تو بندہ .. دل سودائی کا، بنام میر باقر، مخلص اکبر  
 آبادی - یہ حزیں کا شعر ہے ۳۳، اپنی ہم بندگی پہ بھولا (بھولا جا ہے) کتر کھر  
 جو دیکھا تو داں خدائی ہے ۳۴، عبداللہ خاں مشتاق، لیکن تذکرہ میر حسن میں  
 اس مخلص کو ایک دوسری شاعر کو نام، یہ مرج ۳۴، ان تہوں کو ہم فقیروں



سے کھلا کیا کام ہے، "۵۵۲" تذکرہ قائم میں بنام مضمون، مضمون کا ہویا نہ ہو، میرا قطعاً نہیں ہے "جو کوئی کہ آفت نہانی مانگے" لطف ۵۵۲ سرور مصحفی سے قبل گلزار میں بنام اولیا منسوب، یہ مزحج۔ ۳۶ اس کو بھولا۔ صبح کا بھٹکا پھر آدھی شام کو ملائے میر فضل علی فدوی، مگر شعر محمد علی فدوی (دیوان ۲۵) ۳۴ یار سے ہر لطف و کا آہ یہ ہو وہ نہ ہو قلک مثل ۳۶ ۳۸ ہوڑ صحرائیں شریف لائے جس کا جی چاہی، عشق، جوشش کا مطلع ہے ۳۹ کہتر کو ادھر ادھر گئے ہم ہمسکری، عشق کا مطلع ہے ۳۷ دکل شیخ بن کر مجتہد عصر ساقیا دکھلا کر باغ سبز عذاب و ثواب کا، یہ جس قطع کی بیت ہے وہ قاضی محمد صادق خاں، اختر کے نام سے مشہور چلا آتا ہے، اور بیاضوں میں دوسرے شعرا کے نام سے بھی درج ہے، اس میں بنام شوق شاگرد مصحفی، سرور اس انتساب میں منفرد ہیں۔ میں اس غلط سمجھتا ہوں لے نزع میں ہم نے عجب طور سے دل شاد کیا، جرأت، مطلع ہوس کا ہے۔ ۳۲ تجھ بن اب تو غم سے فرمت ایک زرا ہیبت نہیں، حیران ۲۱۸ دراصل ملک افسوس۔ ۳۳ دیکھوں میں چھارے ہاں از بسکہ نور تیرا، مشبہات شاگرد بیدار ۳۶۹ بیدار کا شعر۔ ۲۸) میں بہت سی باقیں غلط یا غیر واضح ہیں، بہت سے شاعروں کے نام تک نہیں۔ ضمنی طور پر جن لوگوں کے نام آئے ہیں، یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کون ہیں، یا اور ایسے دوسرے امور خواہشی میں قابل توجہ تھے، لیکن یا تو مرتب نے انہیں مطلقاً شایستگی التفات متصور نہیں کیا، یا ان کی طرف توجہ کی تو وہ کافی نہیں بتائیں: ۱ آصف الدولہ کے نام سے قبل آصفیاء مہ اس طرح ہے کہ خطاب سمجھا جائے، حالانکہ یہ خطاب نہ کھاتا ہے اسے برن میں بدطولی حاصل تھا مہ اس میں بہت مبالغہ ہے ۳۷ وفات بعزیم سال مہ صبح ۵۱ (عماد السعدت) لے ایبر میرزا میڈھو امین اللہ



ص ۱۰ صبح، ح میں امیر الدولہ بکوالہ سخن شعرا ۵ عہد فردوس آرامگاہ ص  
بتانا تھا کہ عہد محمد شاہ ۱۱۹۱ھ تا ۱۱۹۱ھ مراد ہو گا، آخر سید محمد میر ص ۹ صبح، اس کا  
مصدق قول درود (علم الکتاب) ح میں "میر محمد بکوالہ مصحفی و علی ابراہیم خاں کے الم،  
صاحب میر فرزند درود ص ۱۰۔ یہ صبح جس کی تصدیق ح میں قول قاسم ص ۱۰ ح میں یادگار  
شعرا کی یہ عبارت بھی "ولد خواجہ محمد میر۔ درود کو قریبی رشتہ دار" اس میں فرزند  
پسرتھا یادگار شعرا کی عبارت غلط فہمی کا باعث ہو سکتی ہے، اس سے مترشح کہ خواجہ میر اور درود  
دو مختلف شخص تھے۔ ۵ دربارہ مثنوی انشا "اگر ابوالسختی اطعمہ زندہ میبود، بسیار  
پسند میکرد" ص ۱۲ انشا کی کوئی مثنوی اس شاعر کو رنگ میں نہیں ہے ح متعلق انسان  
ص ۵۵ اسدیار خاں عرف جگنو بکوالہ عشقی۔ یہ دوسری اسدیار خاں کا عرف ہے۔  
ص ۱۰ اکرم، سید اکبر علی خاں ص ۹ ح خواجہ اکرم (میر حسن) خواجہ محمد اکرم (گلزار)۔ ماخذ  
اولیٰ مخزن نکات جس میں مطابق تذکرہ میر حسن۔ ح میں یہ نظر انداز ہوا بلکہ صوبہ  
سرہند ص ۹۸ یہ صوبہ نہیں، ایک قصبہ ص ۱۲ ح بکوالہ مصحفی "حضرت انسان  
پانصدنی" ص ۹۸، صبح "حضرت ایشاں الخ" جو تذکرہ مصحفی کے متعدد خطی نسخوں  
میں ہے، اور نسخہ مطبوعہ کاشمیر میں بھی بطور بدل درج ہے ص ۱۳ ح بیدل از قبیلہ  
ارسلان (عشقی) ص ۱۲ یہ کاتب تذکرہ عشقی کی غلطی معلوم ہوتی ہے، محشی نے تندیظ سے گریز  
کیا ہے ص ۱۴ ح ۱۳ وفات بیدل ص ۳ صفر ۱۱۳۳ (عشقی) ص ۳ صفر ۱۱۳۳ (شقیق) ۱۱۳۳ھ  
کریم الدین محشی نے اپنا فیصلہ نہیں دیا، اور نہ اس کی طرف توجہ کی قول عشقی میں ص ۱۳  
غلط کاتب ہے، اس میں ساتھ ساتھ یہ بھی مرقوم ہے کہ موت عہد محمد شاہ میں ہوئی جس کا  
آغاز اس سن کو بعد ہے۔ صبح تاریخ ص ۳ صفر ۱۱۳۳ (سفینہ خوشگو) ص ۱۴ ح بولہ بیدل  
بخارا (قاسم) ص ۱۳۔ اس کی کوئی قابل قبول سند موجود نہیں ہے ص ۱۴ شرح تہذیبی بیدار  
ص ۱۲ ح میں محمد علی، میاں محمدی، شاہ محمدی، میر محمدی، محشی نے فیصلہ نہیں کیا کہ



صحیح کیا ہے۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ محمد علی نام اور میر محمدی عرف تھا، تصوف سے علاقہ کر باعت لوگ  
شاہ بھی کہتی ہوگی ۱۷۱۷ء ازاکیر آباد ۱۲۲۱ء یہ مدفن تھا، دراصل بدایوں کے کچھ (تکملۃ الشراقت اللہ شوق)  
۱۷۱۸ء بقا، محمد نقار اللہ ۱۲۲۷ء ح میں محمد بقا بھی۔ صحیح وہی جو س میں ۱۹ ص ۱۲۷ میں بہار کے ایران  
جانی کا ذکر اس کی کوئی قابل قبول سند موجود نہیں نہ فردوس منزل ۱۲۲۷ء بتانا تھا کہ شاہ عالم  
(۱۷۳۱ء تا ۱۷۹۹ء) مراد ہیں ۲۱ بیان، خواجہ حسن الدین خاں ۱۲۲۷ء صحیح یہی ح میں اور نام بھی  
۲۲ ح میں ثنوی بیان کر گئی نام، صحیح چیک نامہ جمع میں بھی ہے۔ یہ ثنوی غلطی سے کلیات مطبوعہ  
سودا میں شامل ۲۳ "از چند لطیف حیدرآباد رفتہ ۱۲۲۷ء۔ اس سے غلط نہیں ہو سکتی ہے۔ آغاز  
س سے قبل ہی مرچا کٹر۔ ۲۴ ح میں بحوالہ کریم الدین ۱۲۶۲ء میں حیدرآباد جانا ہوا۔ اس سے  
برسوں قبل گئی کٹر۔ ۲۵ سرپ سنگھ دیوانہ ۱۲۷۵ء ح یہ غلط، صحیح سرب سیکھ پوس ۲۶ میں ہے  
۲۶ "تابال در عہد فردوس آرامگاہ بود ۱۵۶۶ء۔ ان کی موت عہد شاہ میں ہوئی ۲۷ میر محمد  
حسین، عرف میاں حاجی، تجلی ص ۱۵۹، غلام حسن تجلی ص ۲۲۲، حاشیہ ص ۱۵۹، میر محمد حسن و میر حسن علی و میر  
عرف میر حاجی صحیح میر حسن علی عرف میر حاجی، ص ۵۲۷ میں میر محمد حسن ۲۸ میر محمد حسن، کلیم ص ۱۵۹ صحیح میر محمد حسین جوہس  
۵۲۷ میں ہے ۲۹ میر محمد علی جنت ص ۲۱۶ انھیں میر کوئی نہیں لکھتا، اور نہ اس کی کوئی وجہ ہے نہ میر  
حیدر علی حیران ضلع بہار۔ میں مقتول ۲۱۷، مقتول ہونا ٹیک، لیکن اس کا بہار سے کچھ تعلق نہیں۔  
۳۱ ضمناً سید کرمانی کا نام ۱۲۵۵ء بتانا تھا کہ کون ہیں ۳۲ سرب سیکھ دیوانہ باشندہ لکھنؤ  
۲۶ ص ۱۷۱ اصل لاہوری، مولد دہلی، قیام برسوں لکھنؤ میں رہا ۳۳ رنگیں ز "مجاہد رنگین میں جمع  
شرا و وقت پر اعتراض کی ۱۲۸ اس میں، بالذات ۳۳ ح سال وفات بحوالہ سخن شعرا۔ قدیمتر  
تذکروں سے سند پیش کرنی تھی۔ جو رنگیں ز بھی اپنی وفات سے قبل مادہ تاریخ نکالا تھا ۳۵ رضا  
میر محمد شہور بہ میر ثنوی، اول ۳۳ ح میر محمد علی شہور بہ میر ثنوی (قاسم)۔ صحیح میر محمد رضا عرف میر  
محمد کا لیکن ہے کہ وطن کسی دوسری جگہ گئی ہوں تو میر ثنوی کہی جاتی ہوں ۳۶ باشندہ لکھنؤ  
۳۷۔ وطن پٹنہ، لیکن ہے لکھنؤ میں کچھ دن رہی ہوں ۳۸ محمد میر، سوز ص ۳۳ صحیح، ح



بحوالہ گلزار سید میر ۳۸ میر محمد سوز ۳۵ یہ غلط ہے ۳۸ خورم (خرم) خاں صوبہ ہندوستان  
صوبہ داری کو زمانہ کی تعیین کرنی تھی ۳۵ سیاحی شاہ علی خاں ۳۵ صحیح تخلص شاہی ہے  
سراج اوزنگ آبادی محضر آبرو ۳۵ سراج آبرو عمر میں بہت کم تھی، انھیں سودا وغیرہ کا  
محضر کہنا ٹھیک ہو گا لنگہ نواب شرف الدین علی خاں، پیام ۳۵ یہ نواب نہ تھی لنگہ شرف، میر  
محمدی پسر سید جعفر خاں کہ صوبہ ہند آباد بود ۳۵ مرشد آباد بنگالہ کا دار الحکومت تھا، اور  
شرف نگر والد بھی وہاں کہ صوبہ دار نہ تھی ۳۵ شیدا، شاگرد سودا، مولد قصبہ مومنا ۳۵، بتانا تھا  
کہ مومنا آباد تھا، ایک موصوفیہ عظیمہ میں بھی ہو گیا صاحب، ظفر یا بنجال پسر عمر کی ماں  
زیب النساء ۳۹ یہ اس کی سوتیلی ماں تھی ۳۵ صالح، نظام الدین ۳۹۔ پورا نام نظام الدین  
احمد جس کی سنہ ولادت معلوم ہوتا ہے ۳۹ بلگرام ۳۹ ج میں ہے کہ مخ میں بالگرام، تصحیح کی ضرورت  
نہ تھی، بتادینا تھا کہ نام کی ایک شکل بالگرام بھی ہے ۳۵ صاحب قرآن کا سارا کلام بخش تھا دیوان  
اور ریاض الفضا میں ایسا کلام بھی جس کی کسی طرح بخش کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۳۸ شاہ  
گھنٹا عشق ۴۱ بتانا تھا کہ یہ عرف ہے، اصلی نام رکن الدین تھا ۴۱ ساکن عظیم آباد  
۴۱ دہلی میں پیدا ہوئے پھر عظیم آباد دکن سے صوبہ نوردھرا ۴۳۔ اس نام کا کوئی صوبہ  
کبھی نہ تھا ۴۵ شیخ علی قلی خاں، ندیم ۴۵ شیخ غلط ہے فدوی، مرزا، پتھر  
۴۵ یہ عرف اصلی نام محمد علی ۴۵ عہد احمد شاہ میں سواخ نگار ۴۵ یہ حد درجہ  
خلات قیاس ۴۲ فقیر اللہ، فقیر متوطن قصبہ برہانپور ۴۸ ہا پڑ چاہی، برہانپور کو  
قصبہ کہنا بھی درست نہیں ۴۵ قیس امجد علی بیگ عرف دارابیک ۴۸، صحیح احمد علی  
بیگ عرف دارابیک (صحفی) ۴۶ کتریں، امیر خاں ۴۸ صحیح پیر خاں ۴۷ ناجی،  
شاہ علی ۴۸ صحیح محمد شاہ ۴۸ کٹرہ مالکیور ۴۸ صحیح کڈا مانک پور ۴۹ کبیر، حکیم کبیر  
خاں علی ۴۸ صحیح حکیم کبیر علی ۴۹ قسمت پسر بارگاہ علی خاں ۴۸ صحیح بارگاہ علی خاں  
۴۱ گرامی، میر گھاسی ۴۸ یہ تخلص نہ تھا، تخلص ازراہ اظہار تصور فہم درغزل



نیا اردو (نکات الشعراء) ۶۲ گریاں، میرا مجدد علی ۵۳۶ صحیح میر علی امجد (میر حسن) ۶۳  
دربارہ موتیوں الدولہ اسحق خاں اصلش از خواجہ زادہ توریانی از اقرباء وزیر الممالک  
۶۴ قرالدین خاں ۵۳۸ ۶۴ لطف، شمس الدین ۵۴۸ صحیح لطیف (مصحیح) ۶۵  
"دور عہدہ ذوالفقار الدولہ.. از دست چند میاگان اکثر سکنہ شہر کشتہ شدند" ۵۵۲  
"اکثر" قابل اعتراض ۶۶ س میں قتل منظر کا غلط سنہ، ۵۵۲، ح میں ۱۹۲ اللہ جو غلط  
ہر کجا الہ کلزار اور ۱۹۵ اللہ جو صحیح ہر کجا الہ سخن شعرا عقد خیر باد غیرہ کی سند دینی تھی ۶۷  
میرزا حکیم فضل اللہ از اولاد بیدل ۶۴۳، بیدل از اولاد نہیں چھوڑی ۶۸ مخلص سندھ  
۶۷۹ صحیح انندام ۶۹ شاگرد بیدل ۶۷۶ یہ براہ نام، اصلی شاگرد آرزو۔ ۷۰  
معین، معین الدین خاں، شاگرد سودا ۶۸۰ خاں، غلط ۷۱ معین یا مشندہ الہ آباد  
۷۲ الہ آباد میں کچھ دن رہی تھی، وطن بدایوں ۷۲ عارف خاں پد، معروف ۶۸۲  
صحیح عارف جان ۷۳ قاسم خاں ۶۸۲ صحیح قاسم جان دہلی میں گلہ قاسم جان معروف  
ہر ۷۴ نالاں، شاگرد یکنگ ۷۶ غلط محض ۷۶ نجف، شاہ محمد علی ۷۸ صحیح  
محمد علی (تذکرہ ابن طوفاں)، ۷۷ شاہ علیم اللہ، بیاب ۷۸ صحیح شاہ محمد علی جو دوسری  
جگہ میں بھی ہے ۷۸ دسم نبیرہ خیال ۸۰ صحیح سپر ۷۹ ہرننگ برادر یکنگ ۸۱ مشہور  
تخلص بیزنگ ۸۰ دلاور علی خاں ۸۲ صحیح دلاور خاں ۸۱ یکنگ، مصطفیٰ خاں ۸۲  
صحیح غلام مصطفیٰ خاں ۸۲ تلیند منظر ۸۲ تلیند آرزو صحیح ۸۳ نواب رحیم علی خاں بوز  
۸۳ صحیح خواجہ قلی خاں ۸۴ ناظم برہانپور ۸۳ خود ناظم نہ تھی، ممکن ہے آصفیہ گزنا ب  
رہی ہوں ۸۵ ہفت ہزار ۸۳ یہ صحیح نہیں ۸۶ مسد (مرزا غالب) کہ متعدد اشعار جو  
س میں ہیں، غالب کو قدیم مطبوعہ دیوان اند نسخہ حمید یہ سر غیر حاضر ہیں، اردو عہد  
۸۳ عشق کو یہ بتانا تھا کہ ایسے اشعار کون کون ہیں، ۸۶ س میں بنام سودا  
لیکن کلیات مطبوعہ سودا میں نہیں:



” ز آتشی ہوں نہ بادی نہ نقش آبی ہوں ازل سے مٹی کا پتلا ہوں بو ترابی ہوں“  
 ص ۳۲۳ ۸۸ سیماں مجہول الاحوال ص ۲۵۸ بتانا تھا کہ یہ معشوق تاباں تھا ص ۸۹ فارغ  
 فارغ شاہ بریلوی ص ۲۸۶ صحیح فارغ شاہ ص ۹۰ زکات شاگرد ناسخ ص ۲۰۹ لیکن ص ۶۶ میں ذکا  
 بالذال، صحیح یہی جو ریاض الفصحا اور ناصر محسن کے تذکروں میں ہے ص ۹۱ نام مرزا محمد مخدوم  
 بخش بیگ ص ۱۳۰ ص ۶۶ میں مرزا محمد مخدوم بخش، مرزا محمد بخش جو ریاض الفصحا اور  
 ناصر محسن کے تذکروں میں ہے ص ۹۲ شاگرد ناسخ ص ۲۰۹ تینوں تذکروں میں شاگرد نواز بخش  
 لیکن ریاض الفصحا میں یہ اضافہ کہ ”دو ایام مہاجرت استاد خود چند ہی پیش... ناسخ ہم کلام  
 خود بردہ“ ص ۹۳ میں جو ہون کر اشعار ہیں، وہ سب یا ان میں سے بیشتر دیوان مطبوعہ کے  
 مختلف طور پر ہیں، ح اس باب میں ساکت ص ۹۴ ح جنرل اختر لونی ص ۱۳۸ بتانا تھا کہ یہ اوکٹر  
 لونی تھا جو فلان سنہ کے فلان سہ تک دہلی میں رہا ص ۹۵ نظام الدین علی خاں، ممنون ص ۲۵۵  
 مگر خود ممنون کے ترجمہ ص ۶۲ اور متعدد دوسرے مقامات میں بدون ”علی خاں“ کل دوسرے  
 تذکروں میں نظام الدین، اور یہی مرزا ص ۹۶ ذوق و ناسخ کے ایسے اشعار ہیں جو  
 ان کے دیوان مطبوعہ میں نہیں، ح میں اس کا ذکر نہیں ص ۹۷ نامی، نثار احمد اصل سر اہند  
 (سر ہند ہو گا) صوفی شرب مسکن بریلی ص ۷۷ میرا خیال ہے کہ یہ شاہ تیاڑ احمد تیاڑ ہیں جس  
 میں ان کے شعر ہیں جن میں سے دو کچھ یاد آتا ہے کہ دیوان تیاڑ مطبوعہ میں موجود ہیں: یہیں  
 اپنا جلوہ دکھاؤ کہ جو نقاب منہ سے ہٹا دیا “ وہ جو نقش... زمیں سے مٹا دیا “ ص ۹۸ ”رادر  
 بوم“ زکنا، قتل پنجاب ص ۵۲ اصلاً پنجابی، ولادت دہلی ص ۹۹ و در منہ کا ذکر دو جگہ: ص ۲۵۸  
 بدون اسم، ص ۲۷۰ نام میر محمد فقیر۔ دو جگہ ہونی کا ذکر میری رائے میں کاتب ہی کے ہند  
 نہیں۔ ح اسٹی دونوں جگہ ہیں، لیکن یہ کہیں نہیں کہ اصلی نام محمد فقیر صاحب تھا صاحب  
 جزو اسم محشی ذیہ البتہ بدون تردید گلزار کے حوالے سے لکھا ہے کہ نام فقیر صاحب، یہ  
 بلاشبہ کاتب کی غلطی ہے۔ — مری چشم میں کیوں نہ خوشاب اثری ص ۱۲۱، مزایا یاز



میں ذبح کیا خون ناب ناخن پر صکلا۔ خون ناب اسی طرح صفحات ۲۲۸، ۵۰۲، ۵۱۳، ۵۱۵، ۷۸۷ میں بھی اور خون نابہ صکلا وغیرہ میں۔ خون ناب بروزن در دیار ہے، خون موصوف اور ناب صفت۔ خون ناب خون و آب ہے، اور خون نابہ میں اضافہ ہاں مختلف بن پر، خون ناب بروزن رومال اور خون نابہ بروزن سردا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جس مصرع میں خون ناب آسکتا ہے، خون ناب آسکر۔ مگر اردو والی بکثرت خون ناب کی جگہ خون ناب لکھتی ہیں، یہ فاش غلطی ہے۔ اس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اسکندر کا ایک بند مدرس ۱۳۵ میں ہے جس میں قطعہ کہا گیا ہے: اور حاشیہ میں اس کے متعلق کچھ مرقوم نہیں۔ ہندسہ در میں "قطعہ" کے جو اصطلاحی معنی راجح تھے، ان کے بموجب اس قطعہ نہیں کہہ سکتے۔

(۲۹) اطلاق ادقاف گذاری وغیرہ۔ مقدمی میں ہے "تذکرہ سردر کا متن تیار کر ڈی میں ہم نے ایسے الفاظ کا قدیم المطاب قرار رکھا ہے، جسے تر و دار۔ یا کایت۔۔ لیکن "عام الفاظ کو موجودہ املا کے مطابق رکھا ہے، جسے جہاز کے بجائے جھاڑ، اس نے کی بجائے اس نے یا معروف اور جھول میں بھی فرق کیا ہے۔ نیز مرکب الفاظ کو موجودہ الفاظ کے مطابق علاحدہ علاحدہ رکھا ہے۔"

تلوار کو تر و دار اور کالیستہ کو کایت لکھنا اختلاف املا نہیں، یہ لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ جس زمانے میں وجود میں آیا ہے، تلوار زیادہ مروج تھا، چنانچہ انشا

سے شاید یہ دکھانی کہ لیر کہ بہترین قاعدہ یہ ہے کہ کسی قاعدے کی پابندی نہ کی جائے، جس طبعوں میں ایک جگہ تلوار بھی آیا ہے۔ ہندسہ در میں تر پنا کو تر پھنا اور ٹھہرنا کو ٹھہرنا بھی لکھا کرتے تھے، بلکہ ٹھہرنا تو شاید ہی کوئی لکھتا ہو، اس کی کیا وجہ ہے کہ تر و دار اور کایت پر اتنا التفات اور ان دونوں سے اس قدر اعتنائی برتی گئی؟

۲۱ اور، کی جگہ دو، ہونا چاہیے۔



ذریعہ لطافت میں تروار پر اعتراض کیا ہے۔  
 دانشگاہ دہلی کو چاہیے تھا کہ اشاعت مخطوطات کے انتظام کے ساتھ ساتھ  
 املا وغیرہ کو قواعد مقرر کرتی۔ بیرونی لوگ ممکن ہے کہ کلام انھیں نہ مانتی، لیکن مط (نسخہ  
 مطبوعہ) میں یہ شتر گہی تو نظر نہ آتی کہ ایک ہی لفظ یا ایک قبیل کے الفاظ مختلف  
 طور پر ملیں۔ غلط لکھی ہوئی الفاظ کا احاطہ بہت دشوار ہے، محض چند اغلاط بطور  
 نمونہ پیش کیے ہیں۔ التزاماً نہ صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ مط  
 میں دو طرح درج ہے۔ املا فارسی سے وچپی رکھنے والی فرہنگستان ایران کے رسالہ  
 میں جو بسید مقالہ اس موضوع پر چھپا تھا دیکھیں۔

مط میں رہ (ف) = ماقبل و مابعد کے درمیان فاصلہ (دے ۷۶، ۷۷) (ف)  
 وین ۸۴، نا پاری (ف)، دار ۳۶۱ غ، نار (ف) است ۳۶۱ بی (ف) زار ۴۰۸،  
 بی (ف) گانہ ۵۴۹ ملتی ہیں، یہ سب بہت بد نما ہیں۔ نہ (ف) رسیدہ ۳۴۷،  
 نہ (ف) شدہ ۸۳ کی جگہ ز رسیدہ، نشدہ چاہیے۔ بسر ۶۷۹، ہم ۷۴۱، بجا ۱۰۱ غ  
 (لیکن یہ ف جابھی ۶۴۴) ملتی ہیں، اور یہ ٹھیک ہے، گریہ (ف) رنگ ۲۲۲،  
 یہ (ف) طوراً، بہ (ف) تنگ ۷۱ وغیرہ کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ کھل کھلانا ۲۹۰  
 بھی ٹھیک نہیں۔

مرکبات مزجی کے مختلف اجزا اس طرح لکھنے چاہئیں کہ ایک لفظ دکھائی  
 دی، مط میں بی (ف) دل ۷۹، بی (ف) چارہ ۱۳۴، بی (ف) جا ۷۸، چا  
 (ف) چہ ۲۸۶، ہم (ف) سر ۴۱۶ وغیرہ نظر آتی ہیں۔  
 عربی میں اشیار ۲ قنار ۲۳۲ درست ہیں، لیکن فارسی و اردو  
 میں بدون ہمزہ لکھنے چاہئیں۔ اگر یہ یا اس قبیل کے دوسرے الفاظ مضاف و  
 موصوف ہوں تو ہمزہ می سے بدل جاتا ہے۔ می اور و پر حتم ہونے والا کوئی فارسی لفظ



کسی حال میں ہمزہ کو ساتھ نہیں چاہیے۔ اور یہی کیفیت ہای مخفی پر ختم ہونے والی ان الفاظ کی ہے جن کو بعد واو عطف آتا ہے۔ گانڈ ۳۴، سبزہ و گل ۲۴، ع کوچہ و بازار ۲۷، آباؤ اجداد ۱۹۰، ہاڑ ۸۴، غز ہاڑ طولانی ۹۷، ہاڑ ایک ۸۴، ابرو کی خمدار ۱۱۴، بوڑی زلف ۱۱۱، یہ سب غلط ہیں۔ قرآنش ۲۰۱، زیبائش (ہندی فارسی) ۴۴۴ میں ی بجای ہمزہ چاہیے۔ افعال مثل جائز ۳، دکھلائے ۵ وغیرہ کو بدون ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے، مط میں اس طرح بکثرت۔ یو ۲۹۵ میں ہمزہ نہیں، یا کی آخر کی قبل ایک اور سی درکار ہے۔ الجھاؤ ۸۰، بدون ہمزہ ٹھیک نہیں۔

جرارت = جرأت ۱۰۷، ۱۹۲، بزلہ = بزلہ ۲۶۶، تعذیر = تعذیر ۲۶۲، صحیح نہیں۔ سرگذشت، پذیرا وغیرہ ذال سے ہونے چاہئیں، مط میں ز سے، ممکن ہے کہیں ذ سے بھی ہوں۔ گزرنا درست ہے لیکن اسے گزرنا ۳۷ بھی لکھا ہے۔ طولی، الرحمن الہی، مصطفیٰ مرتضیٰ وغیرہ میں ی پر چھوٹا الف چاہیے، یہ بیشتر مخدوف ہے۔ سینا ہاڑ مخفی سے ہے، نقشہ، جبتہ اور پردہ الف سے۔ اردو میں آخر کوا الف یا ہاڑ مخفی خاص صورتوں میں ی سے بدل جاتی ہے، مط میں کبھی اس قاعدے پر عمل ہوا ہے کبھی نہیں۔ فصل ۲۸ کی بحث خوناب و خونابہ کا تعلق اس فصل سے ہے۔ اشعار میں اوقاف گذاری بہت کم ہوئی ہے، اس جھگڑے میں یا تو پڑنا نہ تھا، یا اس کا التزام کرنا تھا۔ اوقاف گذاری کا نمونہ ذیل میں ملاحظہ ہو، یہ صحیح طور پر ہوتی تو وصعداری میں فرق آجاتا۔

”رجب تخلص۔ مزار جب ثلی بیگ۔ مولدش دارالخلاۃ مسکنش فرخ آباد۔ زفا ۰۰۔ را۔ سخن بنظر افت گفته بود۔ و آن مفتن شمشیر ۰۰۔ بر چہرہ اش زد۔ چنانچہ ایوم نشانش باقی ست (کذا)“ ۲۹۱ ”درانشا۔“



مہارت دارد۔ چنانچہ کتاب... کہ تصنیف ادست، پیشکش نموده ۳۸۵، پیرد  
مرشد! واہ یہ بدعت خدا کر گھر ک پاس ۱۸، لیکن یہ بھی "ساتی تو ذرا ہاتھ تو  
لو تمام ہمارا" ۳۰۔

تراجم سے قبل جو تخلص بطور عنوان ہیں، وہ ایک الگ سطر میں نہیں،  
اس لیے انھوں نے زیادہ جگہ نہیں لی؛ لیکن متعدد مقامات میں صرف یہ اطلاع کہ  
اشعار مابعد قطعہ یا رباعی ہیں، دو دو تین تین سطروں میں دی گئی ہے۔ کتاب  
معتدل طور پر چھپوائی جاتی تو یقیناً ہر کہ ضخامت بقدر یک رنج کم ہو جاتی۔

## تصحیح و اضافہ

مخففات - س = تذکرہ سرور، مط = نسخہ مطبوعہ س، ح = حاشیہ

مط و = تذکرہ ذکا، ف = فاصلہ۔

صفحہ ۱۶۹ سطر ۱۰ ط = معلوم ہو کر۔ صفحہ ۱۷۵ سطر ۵ = ۲۳۶، ض

صفحہ ۱۸۷ سطر ۱۱۶ اثر ۸ = اثر ۸، منظر ۹، ناچی ۱۴، فدوی ۲۳، محب ۳۴،

یک رنگ ۱۰، روشن ۲۹۔ صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۸ سکر نظر = گری ہیں۔ صفحہ ۱۹۱

سطر ۱۰، اضافہ بعد امانی ہے:

جانا یہ غم عشق بہت مشکل ہے۔

جانا یہ غم عشق بہت مشکل ہے۔

صفحہ ۱۹۲ سطر ۱۸ واضح رہے کہ اشعار میر کی بحث اسی سطر میں ختم

ہو گئی ہے۔ صفحہ ۱۹۳ جگر = نظر، مط میں دو لوں مصرعوں کا قافیہ نظر، جگر

قیاسی تصحیح ہے۔ صفحہ ۲۰۵ سطر ۵۵۲ = ۵۵۲۔ نسوب بہ میر صفحہ ۲۰۶

سطر ۶ کی عبارت صفحہ ۲۰۹ سطر ۳ = ۵۳۸ = ۵۳۸ اسحق خاں نہ توریانی



تھو نہ قمر الدین خاں کے رشتہ دار۔ سطر ۵ = سنہ زمانہ ۱۱۹۲ھ بتایا ہے۔ صفحہ ۲۱۰  
 سطر ۱۰ افسوس پر بند نہیں، یہ چھوٹ گیا تھا، اس وقت تلاش سے مطابقت کا مطلوبہ  
 مقام نہ ملا، لیکن مجھ پر اچھی طرح یاد ہے کہ اس میں ایک جگہ نظام الدین علی خاں ہے صفحہ  
 صفحہ ۵۳ سطر دو صفحہ ۲۱۱ سطر ۶ تا ۶ بحث خوناب و خونابہ فصل ۲۹ کے متعلق ہے۔  
 نسخہ لندن کی نقل اس وقت سامنے نہیں۔ اس سے متعلق یادداشت  
 (= ی) پیش نظر ہے۔ اس کو کچھ الفاظ اچھی طرح پڑھ کر نہیں جاتی، ممکن ہے  
 نقل ہی میں اس طور پر ہوں، یا ی میں بی احتیاطی کی بدولت صحیح نقل نہ ہو  
 ہوں۔ بہر حال، اشعار ذیل جو ی میں ہیں، مطابقت میں نہیں۔ وقت تحریر شعرا  
 کو دو ادین کی طرف رجوع نہ کر سکا:

- ۱۔ از بہر محمد و علی وزیر حسین  
 بہر کاظم فی رضا بہر نقی از نقی
  - ۲۔ بعد قات عشق تھا جو درس کتب خانہ تھا  
 خنکدول کی اگر مشت خاک و زرخ میں
  - ۳۔ دو لابی کی ہر حق بطرت سنی بھی زیاد  
 سوم ملک معانی کیو تخی جو میں فی
  - ۴۔ میں نخل جنا ہوں یہ مرا سب ہی مرگ جاؤ  
 یہ دلا پڑو دکھا دی مانگ اس رشک سیحا کی
  - ۵۔ کشتہ چشم مفتن ایک عاشق ہی نہیں  
 لے الشاکر رباعی مستزاد ہے۔ حسین = وزیر حسین = از نقی =
  - از بہر نقی = ۲ مطلع ذوق ۳ شعر ذوق ۳ شعر سودا سنی = سینے یا سنی  
 ربط بین المصرین = ۵ شعر غالب علی خاں، سید مصرع ۲۶۲ = منسوب
- سندھ سجاد و باقر و جعفر کا ہوز بیت وزین ۲۷  
 بہر حسن و بہدی دیں یا مولیٰ دی مجھ کو عین  
 کاف کن کہ ما سبق کیا جانی کیا تھا کیا نہ تھا م ۲۷  
 پڑی تو وہ اقمی یک بار آگ داب تو دی ۲۷۸  
 پیمانہ کسی کو گلر کا ہار نہ ہوے ۳۲۵  
 انکشت کا دن قائمہ بیزنگ پہ کھینچا ۳۲۰  
 خون بست بدست اپنا حسینوں ہی میں بست جاؤ ۳۲۲  
 مجھ پر اکوٹ دی ہیر اکھل میں سنگ موسیٰ کی ۶۶  
 دیکھ کر زنگس کو بھی یرقاں کی بیماری ہوئی ۸۱۱



پہلے ہی، مجھ یاد آتا ہے کہ تذکرہ طوفان میں یہ شعر کسی اور شاعر کے نام سے ہے،  
اور مصحفی کو کسی دیوان میں بھی ہے، مصرع غالباً یوں ہے: وہ نخل خناہوں  
کہ جو سر بھی مرا کٹ جائے شعر منیر پب نصیر = شعر عبدالعلی، وقاف۔  
مطرح بعض اہم اغلاط یا چھوٹی ہوئی لفظوں کا جن کی جگہ اس میں نقطہ  
ہیں اضافہ کی مدد سے کیا جاتا ہے، نثر و نظم الگ الگ ہے:

تلیزارہ ۹۹ = ہاتزار، آتش۔۔ جدر علی خاں ۱۰۴ = (خاں)  
ی میں کتا ہوا، نصیر الدولہ۔۔ خان بہادر ۱۳۸ = نصیر الدولہ وفادار  
خان بہادر، دلپت سنگھ۔۔ ۲۱۴ = دلپت سنگھ بدرمی والہ متعلق  
ذوق۔۔۔ ۲۴۲ = رسا افتادہ، غرضکہ مفتتم وقت است۔ شیدا  
تخلص ص ۳۸۴ = شہداز لیکن مقطع میں بھی شیدا اور می میں اس کی جگہ  
شہدائ نہیں۔ ظہور = ظہور الدین ۵۳۷، ابن۔۔ علیخان ۵۳۸  
= ابن آقا علیخان،۔۔ خانہ ۵۳۸ = متصل خانہ، سنہ یک ہزار و  
یک صد ۶۸۲ = سنہ یک ہزار و دو صد (اس کی بحث اوپر آچکی ہے)  
واصل ۸۱۲۰۰ = واصل مان۔۔۔ جنگ۔۔۔ = مبار (مبازرہ) جنگ  
رای ندرام ۶۷۶ = رای اندرام۔ قسبہ۔۔ ۵۸۹ = بکیٹ

۱۔ پھرتی ہیں اور جو دین وہ کیفیت ۲۲ پھرتی ہیں نفیسی (یہ طب کی کتاب)۔  
باقی مصرعے میں مثل مطر گرہوں ہے "اور جو دین وہ کیفیت" ۲۔ یاد آتا ہے  
مجھ اس کی۔۔ = یاد آتا ہے مجھ اس کو سوا بیم نہیں "تاب سلیم نہیں قوت اعظیم  
نہیں۔ یاد کی جگہ یاد چاہیے۔۔۔ دم بدم جاتی ہر اب ۱۶۰ = چل تجلی  
آئی پیری و مبدم الخ ہم آہ۔۔۔ صبح بھر کا اندیشہ تھا ۱۷۲ = آہ پروانوں  
کو صبح الخ ۵ چشم میں آنسو۔۔۔ تیشہ تھا ۱۷۲ = چشم میں آنسو تھر



حسرت دل میں سر پریشہ تھا ۱ = ۵۴۳ = شوق دلہا ایگی گر  
 زلف معنی اپنا ۲ = یہ پڑھتا ہے پر اگر دائرہ انگور کی تسبیح (۹) = ۴۴۲ = یہ  
 پڑھتا ہے پھر اگر الخ ۳ = ۶۴۲ = نازا لآن کماکان ہیں دروالمکر۔

(اشتر و سوزن)



# گلشن بنجار

اس مقالے میں محققانہ ذیل سے کام لیا گیا ہے: ق۔ مخطوطہ گلشن بنجار، کتب خانہ مشرقیہ  
پٹنہ۔ م۔ گلشن بنجار مطبوعہ دہلی جس کا ایک نسخہ کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ میں ہے۔ ن۔ گلشن بنجار  
مطبوعہ مطبع نول کشور۔ ۱۹۱۰ء اس مقالے میں اگر اس کے خلاف مزاحمت کچھ لکھا ہوا نہیں تو اسی  
کے صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۱) نواب مصطفیٰ خان متخلص بہ شیفتہ وحسینی (۱۲۲۳-۱۲۸۶ھ) کی شہرت ان کے دیوان اردو اور  
”گلشن بنجار“ کی وجہ سے ہے، لیکن انھیں اپنے متعلق یہ غلط فہمی تھی کہ ان کے ذہن کی اصلی جولاں گاہ فلسفہ ہے،  
حالانکہ اس کا ثبوت موجود نہیں کہ انھیں معقولات سے مناسبت بھی تھی۔ یہ بات کہ وہ شاعری کو حقیر اور اپنے  
مرتبے سے گری ہوئی چیز سمجھتے تھے، دیباچے کی عبارت ذیل سے ثابت ہے:

”داد از خویشتن ناشناس بہا! شایستہ قدر من آن بود کہ طلسم تازہ درین کہنہ رواق بر  
بستے دلوح بیچ مدانی بر فرق افلاطون وارسطو شکستے۔ منکہ از فراط کبر و تاز بہ تراثر بونصر و ابو علی چشم  
انتفات تھے کشادم، بایں ترہات چگونہ سرو کارم افتاد؟۔“

من مرغ خوش ترانہ باغ فضیلتہ، طبع مرا بر مزمرہ شاعری چکار ص ۴

ان خیالات کا آدمی شاعروں کی تذکرہ نگاری پر کس طرح اتر آیا۔ اس کا جواب شیفتہ نے دیا ہے، کہ یہ ایک  
یار عزیز کی فرمائش کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں دونوں کی جو گفتگو ہوئی ہے، دیدنی ہے۔ شیفتہ ان الفاظ میں تذکرہ  
لکھنے سے گریز کرتے ہیں:

”طائر سردرہ نشین را بر چوب مغیل آشیان بند و شناور قلزم را افتادہ ورد حل پسند



سرت گردم، من و سوداے شعر، وانگاہ رنختہ! " ص ۵

دوست کا جواب یہ ہے :

" نہ اگر دانش ہائے پشینیت محیط دلم بولے، منسوب بجنونت می کردم۔ این حرف نہ اگر از ہدیائست از چہیت؟ بگر کہ ہادی این فن کیست . . . :

ملاں رتبہ شعر را سر سری بود شاعری بعد پیغمبری

و اما رنختہ را کہ محقر تر شمردی و این زبان را ادون گماں بردی ندانی کہ غرض از معانیست؟ پس معانی تازہ بہر لفظ طلاقت فزا کہ بستہ شود، ستودہ نیست . . . لاسیما درین زبان کہ گرامی نتیجہٴ سلوحت فصیح است و ہرزباں آور را باعث شوق و تفریح۔ " ص ۵

شیفۃ کہتے ہیں کہ یہ بات میری " دل نشیں " ہوئی اور میں نے دواوین وغیرہ سے انتخاب اشعار شروع کیا، مگر یہ سوا ل باقی رہ جاتا ہے کہ اگر دوست کے سمجھانے سے وہ یہ تسلیم کر چکے تھے کہ پیغمبر کے بعد شاعر ہی کا مرتبہ ہے، تو وہ عبارت جو صفحہ ۴ سے نقل ہوئی ہے، ان کے قلم سے کیوں نکلی، اور اپنے ترجمے میں (ص ۱۱۶) انھوں نے شاعری میں جو وقت صرف کیا اسے تضحیح اوقات کیوں کہا۔ ترجمے کی عبارت یہ ہے :

" فقیر از آوان صبا باین شغل منوط بودہ، اکثرے عمر گرامی را رایگان داد۔ چون ربط باین فن از دیگر اشغال عالیہ و فنون شریفہ بازے دارد، انکوں دیرگاہست کہ سرد کارم نیست مگر بہ تحریک محفلیاں گا ہے از واردات جدیدہ اتفاق می افتد و آنہم بعد سلاے نہ کہ ما ہے۔"

(۲) تذکرہ نگار کی حیثیت سے " اپنے مطلع نظر " کی توضیح شیفۃ نے یوں کی ہے کہ " مقصود اصلی و باعث کلی " اشعار دل آرا " کا یکجا کرنا ہے۔ " اسامی شعرا " کا " شمار " کرنا نہیں۔ اس لئے اگر کسی شاعر کا کوئی " سامعہ فریب " شعور نہ ملا تو خواہ وہ زندوں میں ہو یا مردوں میں، مشاہیر میں یا مجاہدوں میں اس کا نام اس تذکرے میں نہ ملے گا۔ شیفۃ کہتے ہیں کہ اگر " اکثر مدعیان کاذب " کے ذکر سے یہ تذکرہ خالی ہو تو اسے میری نادانیت پر محمول نہ کیا جائے، اور کوئی ایسا شاعر جس کے یہاں " نکین " و " شیریں " اشعار موجود ہیں اس میں نہ ملے، تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اشعار میری نظر سے نہیں گذرے ہیں۔ شیفۃ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ تذکرہ غیر جانبداری کے ساتھ لکھا گیا ہے: " از مہر و کین احباب و اعدا . . . اثر نیابی۔ " ص ۶



(۳) گلشن میں ۶، ۶ شعرا کا ذکر اور ان کے اشعار ہیں، منظر ہی جس کا صرف ترجمہ نسخہ کتب خانہ مشرقیہ  
پٹنہ کے حاشیے میں مرزا منظر کے ترجمے کے مقابل ملتا ہے، اس تعداد میں شامل نہیں، مگر لغوی، نعیم نعمت، نکہت و نوا ہیں۔  
(۴) انتخاب اشعار کے بارے میں شیفتہ کا قول ہے کہ ”غیر از اشعار غزل از دیگر اصناف اعراض رفت“ ص ۶  
لیکن، اس میں بعض، قطعات بھی (مثلاً ”صبح اٹھ جام سے گزرتی ہے“) موجود ہیں، جن کے متعلق ہرگز یقین کے ساتھ نہیں  
کہا جاسکتا کہ یہ کسی غزل کا جزو ہیں۔ تعداد اشعار ۳۲۰-۳۲۱ ہے، اور اس میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جو پٹنہ کے قلمی نسخے  
میں ہیں لیکن ان مطبوعہ نسخوں میں نہیں جو میری نظر سے گزرے ہیں۔

(۵) زمانہ تصنیف کے بارے میں شیفتہ کا بیان ہے کہ اس کا آغاز اوائل ۱۲۴۸ھ اور انجام اوائل

۱۲۵۰ھ میں ہوا۔ سال آغاز و انجام ”علی الترتیب بسلمہ منتخب یب“ اور الحمد للہ علی حصول المقاصد والشکر لہ۔  
سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میں کچھ اضافہ ۱۲۵۱ھ کے بعد ہوا ہے، چنانچہ ترجمہ سوات یار  
رنگین کی عبارت ذیل سے ظاہر ہے: ”بعد پیاپا آمدن این تذکرہ عمرش بسرا آمد“ وکان ذالک فی شھر  
جمادی الثانی سنہ ہزار و دو صد و پنجاہ و یک“ ص ۸۸۔ ناسخ سے متعلق عبارت ذیل بھی ص ۱۲۵۰ کے بعد کی  
ہے۔ ”بعد مدت از ترتیب و تبیین این رسالہ پدید آید کہ دیوانے دیگر... فراہم آمدہ وہم در شہر سید  
... مع ہذا کتاب شہرت گرفتہ... دخل و تصرف نا ملائم افتاد... یک دوسہ شعورق = صرف یک دو  
از غزلہائے جدید ہم کہ بعض احباب ز لکھنؤ اور مغان کردہ بودند نگارش یافتہ“ (ن = ص ۲۲۲)۔ یہ عبارت  
ق کے حاشیے میں ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ غالب کا قلم تاریخ اس پر مشعر ہے کہ تاریخ اتمام ۱۲۵۱ھ ہے۔ (ن ص ۲۵۹ ق ۲)۔

(۶) گلشن بے خار کی تصنیف میں جن تذکروں سے کام لیا گیا ہے وہ یہ ہیں :-

۱۔ تذکرہ اعظم الدولہ، سرور کے نظر سے گزرنے کا ذکر ترجمہ سرور ص ۹۷ میں اور اس کا حوالہ

ترجمہ مرزا حسن، حسن (ص ۶۰) اور ترجمہ دوسرت (ص ۷۳) وغیرہ میں ہے۔

۲۔ ”تذکرہ آزرودہ“ کی ایک عبارت ”ترجمہ سودا میں نقل کی ہے۔ شیفتہ لکھتے ہیں: ”آزرودہ در تذکرہ خود... تحت ترجمہ

میر تقی میر در شرح کلام لے حیث قال پستش اگرچہ اندک پست است“ اما بلندش بسیار بلند“ ص ۱۰۰۔ یہ عبارت عموماً غلط نقل کی جاتی ہے،  
خدا جلنے کس طرح لوگ ”اندک“ کو ”بہ غایت“ لکھ دیتے ہیں۔

۳۔ ترجمہ لطف ص ۱۶۷ میں مرقوم ہے کہ اس کا تذکرہ میں نے دیکھا ہے، مگر اس کا حوالہ کہیں نہیں

لے اشر نگر جو صرف ایک مطبوعہ نسخے کا ذکر کرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ ”گلشن میں تقریباً ۶۰ شاعروں کا ذکر ہے“ (فہرست ص ۱۸۹)۔ یہی بات فہرست کتب خانہ مشرقیہ  
ص ۱۵۹ میں ہے اور ظاہر فہرست اشر نگر سے ماخوذ، لیکن دتاسی (جلد ۳ ص ۱۲۳) اور جناب مرثی نے (دیباچہ دستور الفصاحت ص ۹۴) بہ حوالہ فہرست پٹنہ  
”تقریباً“ کو حذف کر کے صرف ”۶۰“ لکھ دیا ہے۔ یہ تو قطعاً غلط ہے، اشر نگر کو بھی ”تقریباً ۶۰“ کی جگہ ”تقریباً ۷۰“ لکھنا چاہیے تھا۔



۴ - ترف الدین احمد مسرور کے ترجمے میں اس کے تذکرے کا ذکر ہے ص ۱۷۹ اور اس کا حوالہ عالم شاہ

مخزوں کے ترجمے میں دیا ہے۔ (ص ۱۷۰)

شیفۃ نے مصحفی کے ترجمے میں ان کے تذکروں کا ذکر کیا ہے، اور عالم شاہ مخزوں کے ترجمے میں ان کے متعلق مصحفی کے ایک قول کی تردید بھی کی ہے، لیکن، قریب بہ یقین ہے کہ یہ تذکرے گلشن بے خاں کی تصنیف کے وقت پیش نظر نہ تھے اشپرنگر اور دتاسی نے لکھا ہے کہ شیفۃ نے خاص طور پر تذکرہ قاسم سے کام لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں خود شیفۃ نے ترجمہ قاسم میں (ص ۱۵) بہ مراحۃ لکھا ہے کہ: "قاسم کا تذکرہ میں نے نہیں دیکھا" قاسم کے تذکرے کے بارے میں گلشن میں صرف اسی قدر ہے: "نسبت تالیف تذکرہ بہ قاسم کہہ کر وہ اندہ مردان علی خاں بتلا کے ترجمہ ص ۱۶۹ میں ان کے تذکرے کا ذکر ہے، مگر یہ ملاحظت نہیں کہ نظر سے گزرا تھا یا نہیں، فارسی تذکروں میں نشر عشق کا ذکر ہے۔ (ترجمہ عاشقی ص ۱۳۲) مگر نام غلطی نے نشر عشق لکھا ہے۔ (۷) اشپرنگر نے لکھا ہے کہ اشاعت ثانی ۲۸۲ صفحوں پر ۱۲۵۲ مطابق ۱۸۲۷ء میں چھپی تھی (ص ۱۸۹) دتاسی کا بیان ہے کہ گلشن "مولوی محمد باقر کے مطبع میں جو دہلی میں ہے ۱۸۲۵ء میں طبع ہوا تھا اور اس کتاب کی متعدد اشاعتیں ہیں (صفحہ ۱۲۴) جناب عرشی دیباچہ دستور الفصاحت میں رقمطراز ہیں کہ "پہلی بار" مطبع لیتھوگرافک دہلی اخبار آفس میں مولوی محمد باقر والد... آزاد کے اہتمام سے ۱۲۵۲ (۱۸۲۷ء) میں چھپ کر شائع ہوا۔ دوبارہ دلی اردو اخبار پریس میں ۱۲۵۹ (۱۸۲۳ء) میں طبع ہوا" (ص ۹۲) کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ میں چھوٹی تقطیع کے ۱۰۱ صفحوں پر ایک نسخہ ہے۔ اس کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طبع دوم (ترتیب دوم) ہے۔ جسے دہلی اردو اخبار نے پرنٹ موتی لال کے اہتمام سے ۱۲۵۹ مطابق ۱۸۰۲ (۲ کے بعد کا ہندسہ بے موجود نہیں) میں چھاپا تھا۔ خاتمے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲ شوال ۱۲۵۲ مصنف کی تصحیح کا تاریخ ہے۔ اشپرنگر کے نزدیک جو اشاعت ۲ ہے۔ اس کو جناب عرشی نے اشاعت اول لکھا ہے۔ ظاہر مؤخر الذکر کا قول صحیح ہے۔ ذیل میں "م" اور "م" مطبوعہ نسخے اور ایک قلمی نسخے کے اختلافات کی طرف ناظرین کی توجہ منوط کرانی جاتی ہے۔

۱- م کی ابتدا میں شعرا کی فہرست ہے جو نو لکھنوی نسخے = ن میں نہیں، لیکن کتب خانہ مشرقیہ کے قلمی نسخے = ق میں ہے۔ اس میں شعرا کے ذیل کے نام ہیں، مگر ان کے تراجم اصل کتاب غائب ہیں: منظرہری، نعمی، نعیم، نکبت، نوان، ن بھی ان شعرا کے تراجم سے خالی ہے، لیکن، یہ ق میں موجود ہیں، اور اس سے ذیل میں نقل کے جلتے ہیں۔



منظرہری تخلص، سید محبوب علی از سکناے کونانہ و بٹنائے برکت اللہ خاں، برکت ابتداء استصلاح سخن از

کردہ، آخر صحبت مومن خانانہم دریافتہ۔ چند روز است کہ سرک کردہ (گذا)۔ از دست: (ق کی فہرست میں منظرہری



ہیں، لیکن ق میں ان کا ترجمہ حاشیے میں ہے، اور ان کا کلام مندرج نہیں۔

نعمی تخلص نعمت اللہ غلام محی الدین، عشق و مبتلا را پدر می شود۔ یہ نظم فارسی میلان خاطر داشت۔ گاہے

فکر ریختہ می کرد اور راست :

زخم کی صورت جراؤں ہوں میں پانی تیخ سے

تشنہ رہتا ہوں سدا سے اس دم شمشیر کا

دل کو اس زلف سیہ سے کب ہو آزادی نصیب

چھوٹا مشکل ہے دیوانے سے گھر زنجیر کا

نعمت تخلص، نعم اللہ خاں از جہاں بادیاں است مشورہ سخن بادشاہ حاتم می کرد۔ از زاد ہائے طبع اوست :

کو چہ یار سے دل ہم سے اٹھایا نہ گیا

مل گیا خاک میں اس طرح کہ پایا نہ گیا

آفت کی نشانی ہی ہے ہم تو زمیں پر

جو سنگ جفا چرخ سے ٹوٹا سو ہمیں پر

خیال کر کے تری موکمر کو روتا ہوں

وہ کیوں نہ روئے پڑے جسکے بال آنکھوں میں

نعمت تخلص، حکیم عبدالحق شخصے ست در نہایت شکستگی و انکسار و فقیست و درمند و غمگسار از بر بہمان سکندر آباد

است، ہر سہائے نام داشتہ، نظر بہ اصل فطرت از بدوسن تمیز از رسوم کفر کارہ و محبت اسلام جانشین دل داشتہ

چندے آرزوئے دل بر زبان آوردہ نتوانستہ، یاد صنم بر لب و ذکر خدا در ویش بود، عاقبت پردہ بر افکند و بے پردہ

طریقہ خدا پرستی از قدوہ علماء زمانہ مولانا عبدالعزیز طاب ثراہ جبل الجنۃ مشواہ آموخت۔ مانند ظاہر بہ دوستی باطن

نیز پرداخت و نعمت ہائے فراوان از مولانا را بودہ۔ با فقیر ہم در مقام اخلاص بودہ۔ سالے چند است کہ از پی

دارالمحن بدار العیش نقل فرمودہ۔ خدایش بیامزد از دوست :

پوچھ مت ایام ہجراں میں تھا کیا استبازیت

اپنا خون پیتا رہا اور تیرا غم کھاتا رہا

ظالم نہ پوچھ مجھ سے فری سرگذشت تو

اب کیا تجھی سے تیری ہی جو رو جھا کہوں

تڑپے ہے پڑا دیہ، دل غمگین بغل میں

اب آ کہیں لے باعث تسکین بغل میں

زلفوں کا اب تصور آٹھوں پہر ہے ہے

سودا کہیں نہ ہوئے یہ مجھ کو ڈر رہے ہے

ہر چند ضبط کر یہ ہم نے کیا ہے تو بھی

یہ استینا دو، دامن ہر وقت تری ہے ہے

(اشپرنگر نے نعمت نکہت و نوا کے لئے "گلشن" کا حوالہ دیا ہے)

نکہت تخلص، نیاز علی بیگ از ارشد تلامذہ شاہ نصیر و از مدحت طراز ان شاہست سکندر نامہ

بر (بری، زبان (بزبان) ریختہ ترجمہ کردہ است، نو بیستے داستانے بر من خواندہ بود۔ اور راست :



آج ایک پردہ نشیں کو ہے مرے گھر آنا  
دل نہ جاشب گرد زلف دیار کے

آئے تو لے ملک الموت تو کہہ کر آنا  
صبح ہو جائے گی مارے مار کے

نوا تخلص، ظہور اللہ خاں بدافونی زانوے ادب بخدمت بقار اللہ خاں، بقاۃ کردہ از پیش گاہ  
مرشد زادہ عالم، جہاندار شاہ خوش فکر خاں لقب یافتہ بہ لکھنؤ شافقہ و یا جرأت ہماجات واقع شدہ، و بعلت  
کبرے معنی از زبان مردم آزار ہا کشیدہ، مصلحت در ترک شہر دیدہ، نظر بکسب درسی زبان بہ ایران شافقہ  
برگشتہ باز بہ لکھنؤ آمدہ۔ امروز وفات اور ادوسہ سال رفقہ عمر طویل یافتہ۔ این ابیات از و بدست افتادہ:

تیر پہ تیر ناز کا دل پہ مرے گزار تھا  
اس اوج تک تو سیل سرشک اپنا جا پھرا  
سانس بھی سینے میں اب کھٹکے ہے میرے پھانس  
اس پائے حنائی پر رکھتا ہوں جو میں سر کو  
تھکا ہے منزلوں کا یا پیام یا اس لاتا ہے  
عاجت تیر و کہاں ہے سخت جانوں کیلئے  
ہے گرفتاری سے میری ایک عالم کو نجات  
اٹھانے کو کسی نے پھر نہ میری آستین پکڑی

رخنہ زخم ہر خدنگ دیدہ اشرار تھا  
جس میں کہ ابر جوں کف دریا بہا پھرا  
کیا ہی زوروں پر چڑھی ہے ناتوانی اندوں  
کس ناز سے وہ ہنس کر کہتا ہے کہ بس سر کو  
الہی خیر کیمجیو نامہ بر کچھ سست آتا ہے  
قتل کو میدی ذرا ابرو پہ بل درکار ہے  
شور نالہ سے مرے ہر شخص شب بیدار ہے  
بہ رنگ نقش پا اس در پہ جب میں زمین پکڑی

یہ ٹھوں شعر نوا کے نام سے ق میں درج ہیں مگر م میں غلام علی خاں، وحشت کی طرف دو جگہ منسوب ہیں۔ ص ۳۲۲  
وقت ۳ اور ن بھی وحشت ہی کے نام سے ہیں۔

۲ - صفحہ ۳۳۲ سے صفحہ ۲۵۰ تک "نظام" کے ترجمے کے بعد سے "وحدت" کے ترجمے سے قبل تک م کا نظام  
بگڑا ہوا ہے۔ نظام کے نام سے جو دو شعر دیئے ہیں یہ نظام (علاء الملک) کے نہیں بلکہ والد فیض آبادی کے ہیں اور  
صفحہ ۳۲۶ میں اس کے نام سے بھی درج ہیں:

عجب از لب کس کا دم عیسیٰ سے نہیں کم  
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے والد

وہ پنچہ، سیمیں بد بیضا سے نہیں کم  
مضمون کمر بار کا عنقا سے نہیں کم

ن میں یہ اشعار نظام (صفحہ ۲۳۲) و والد (صفحہ ۲۳۳) دونوں کے نام ہیں، نظام کی طرف شیفتہ نے یہ تین شعر  
منسوب کئے تھے، جو ق میں ہیں لیکن، م و ن سے غیر حاضر ہیں:



زلف کا کھولنا بہانہ تھا  
مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا  
چھپایا مانگ میں دل اب اسے میں ڈھونڈوں کد  
کہ آدھی رات ادھر ہے اور آدھی رات ادھر  
آیا نہ کبھی خواب میں بھی وصل میسر  
کیا جانے کس وقت مری آنکھ لگی تھی

م میں نظام کے بعد حالانکہ باب نوں ابھی ختم نہیں ہوا، وآلہ (مرحمت خاں)، واصف، واصل، وجیہ، وحشت، وحشت، وحشت، (غلام علی خاں)، کا ذکر آ گیا ہے، مگر مؤخر الذکر کے ترجمے کے اختتام کے بعد ترجمہ نوا کے یہ فقرے "امروز... افتادہ" آگئے ہیں اور ان کے بعد نوا کے شعریں جو اوپر نقل کئے جا چکے ہیں۔ وحشت مذکور کے بعد پھر حرف نوں کے شاعر نوازش، نیاز اور نیاز (میر محمد) ہیں اور نیاز ثانی کے بعد باب و او واقف سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد علی الترتیب وآلہ فیض آبادی وآلہ (مرحمت خاں، مکرر) اور غلام علی خاں وحشت (مکرر) ہیں، اس بار وحشت کے اصلی اشعار اور ان کے بعد نوا کے وہ اشعار جن کا ذکر آچکا ہے دیئے ہیں۔ وحشت کے بعد وحدت کا ذکر آتا ہے۔ ن میں کسی شاعر کا ذکر مکرر نہیں، اور نہ باب نوں میں باب و او کے شاعروں کا ذکر ہے۔ ن میں غلام علی خاں وحشت کے حال میں وہ فقرے بھی جن کا سروکار نوا سے ہے، نہیں ہیں۔

۳۔ شیفہ نے ذوق کے صرف ۴۱ شعرا انتخاب کئے تھے، م میں ان کے علاوہ ۱۶۱ شعرا اور ہیں جن کے بارے میں حاشیہ ص ۱۱۲ میں یہ عبارت ہے: "یہاں تک اشعار مذکورہ سابق میں سے نقل کئے ہیں اور باقی ہر قسم مطبع نے بہت کوشش سے ہم پہنچا کر لکھے ہیں۔" ن میں یہ زیادہ اشعار موجود ہیں، لیکن عبارت بالاعقاب ہے۔ ان ۱۶۱ اشعار میں سے پہلا یہ ہے:

لے غم مجھے تمام شب ہجر میں نہ کھا  
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

(۸) نول کشور نے پہلی بار اس کتاب کو ۱۸۷۲ء میں چھاپا۔ خاتے میں لکھا ہے کہ مصنف کے عہد میں پہلی بار طبع ہوا تھا، لیکن بہت کم باب ہو گیا تھا، ایک نسخہ "یکتا نسخہ پارینہ اش کہ از جاہ وقف کرم و گس و از فرط پریشانی شیرازہ اور اقس گتہ نفس بود" بڑی تلاش سے ملا، اور نول کشور کے نسخے کی بنیاد پر ٹھہری۔ عدم صراحت کے باوجود یقین ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ ہی تھا جو دستیاب ہوا تھا۔ نسخہ نول کشور کے و م میں جو اختلافات ہیں، ان کا ذکر ہو چکا ہے، اور یہ خوبی ممکن ہے کہ اس مطبع کے اہل کار ان کے ذمہ دار ہوں، دونوں میں مشترک اغلاط طباعت بہ کثرت ہیں۔ مطبع مذکور میں دوسری بار ۱۹۱۰ء میں طبع ہوا مگر اس کے بعد پھر چھپایا نہیں اس کے متعلق میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔



(۹) کم از کم ۳ قلمی نسخوں کا مجھے علم ہے۔ ق کے بارے میں مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ یہ ۱۲۵۵ء کا مکتوب ہے اور بحر دن صفحہ اس کا ذکر ۳ میں نہیں، گو اس کی فہرست میں یہ تخلص ہے۔ ظاہراً یہ سہو کا تلبہ ہے۔ ایک نسخہ دتاسی کے پاس تھا، اور ایک ایک نسخہ انڈیا آفس لندن اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانوں میں ہے۔

(۱۰) شیفتہ کا "مقصود کلی" جیسا کہ خود انھوں نے لکھا ہے، شعر کی اسم شاعری نہیں، "اشعار دل آرا" کی فراہمی ہے، لیکن بعض اوقات ان کی روش اس کے خلاف معلوم ہوتی ہے، مثلاً احسن معاصر آبرو کا صرف ایک شعر:

تازک بدن پر اپنے کرتے ہو جو غرہ موسیٰ کرتے تم کو فرعون سابتایا

دیا ہے اور اس کے متعلق یہ لکھا ہے: "مضمون ایسی بیت کہ مرقوم شد بعینہ دون الاثر در کلام... آبرو یافتہ شد، اما چون از صاحب ترجمہ شعر، آخر کہ لیاقتے داشته باشد، در نظر نہ بود، تا چارثبت گشتہ" ظاہر ہے کہ یہ شعر جو نہ "نکین" ہے نہ "شیریں" صرف اس لئے درج ہوا ہے کہ احسن بزم شیفتہ میں بار پائے سکیں۔

(۱۱) شیفتہ کا دعویٰ ہے کہ کسی شاعر کے یہاں اچھے اشعار ہیں، اور اس کا ذکر اس تذکرے میں نہیں، تو اس کی تہا وجہ یہ ہے کہ یہ اشعار مجھے نہیں ملے، لیکن اس کا کیا سبب تھا کہ آزر وہ جن کے وہ بڑے مباح ہیں اور جن سے ان کے ذاتی تعلقات ہیں (گلشن ص ۱۰۰ ص ۱۱) ابتدا میں اس قابل نہ سمجھے گئے تھے کہ تذکرے میں شامل کیے جائیں، اور غالب کی تحریک پر (کلیات نثر ص ۱۰۶) اس میں انھیں جگہ دی گئی؟ میرا خیال ہے کہ شعرا کے عدم شمول کی ہمیشہ وہ وجہ نہیں جو شیفتہ نے بیان کی ہے، بہر حال سبب کچھ بھی کیوں نہ ہو، سابقین و معاصرین میں انسان، اشتیاق، سیتارام، عمدہ، ٹیک چند بہار، نول رائے وقاب، بے تاب و فرقت الہ آبادی، سلیم و حضور عظیم آبادی، اشرف بگراتی، غفلت، بیمار، قاضی محمد صادق خان اختر، برشتہ، حکیم آغا جان، عیش، حیات ہوی، امیر پسر نظیر، امیر و غافل و شعور و ضمیر تلامذہ، مصحفی، رند، شاگرد آتش، برق دان کا نام طور کے ترجمے میں آیا ہے۔ در شک تلامذہ تاسخ، عرش پسر میر، نسیم شاگرد مومن وغیرہ کے تراجم و اشعار کا "گلشن بے خار" میں نہ پایا جاتا ایسی بات نہیں جو گلشن بے خار کا ناقد نظر انداز کر سکے۔

اشر نگر نے لکھا ہے کہ گلشن بے خار بیشتر دوسرے تذکروں سے زیادہ صحیح ہے (ص ۱۸۹) اور دتاسی اس پر اتنا اضافہ کرتا ہے کہ یہ تذکرہ قاسم سے بھی صحیح تر ہے (ص ۱۲۳) اس کے متعلق اظہار رائے سے قبل چند باتیں بہ طور تمہید لکھنی ضروری ہیں:

۱۔ شعرا سے متعلق جو عبارات نثر گلشن میں ہیں، اگر ایک شعر ایک سطر نثر کے برابر سمجھا جائے تو وہ منتخب



اشعار کے ایک ٹلٹ سے بھی کچھ کم ہیں اور یہ نثر اگر کل شعرا میں مساویانہ تقسیم کی جائے تو کبھی ایک شاعر کے حصے میں ڈھائی سطر میں بھی نہ پڑیں گی، مگر جیسا کہ چاہئے تھا، شیفتہ نے سب کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا، ایسے شعرا بھی ہیں جو نصف سطر سے زیادہ کے مستحق نہیں ٹھہرے اور ایسے بھی جن کے حصے میں ۲۸ سطر میں آئی ہیں۔

۲ "گلشن بختار" میں جہاں تک حالات کا تعلق ہے، سب کے ساتھ یکساں رویہ نہیں۔ ایسے شعرا بھی ہیں جن کے صرف تخلص پر قناعت کی گئی ہے، (مثلاً مسمول ص ۱۸۳) اور ایسے بھی جن کا نام، تخلص، وطن سب دیا گیا ہے؛ لیکن ایسا شاعر ایک بھی نہیں جس کا مفصل حال درج کیا گیا ہو۔ مومن استاد شیفتہ جن سے متعلق ۲۸ سطر ہیں۔ ان کے بارے میں جو معلومات اس تذکرے سے حاصل ہوتے ہیں، وہ پانچ چھ سطروں میں آسکتے تھے۔ حکیم محمد مومن خاں، مومن تخلص، جب تک کوئی محرک نہ ہو شعر نہیں کہتے، اکثر کلام شیفتہ کی خواہش پر موزوں ہوا اور اس کی تدوین و دیباچہ نگاری انھیں نے کی ہے۔ آجکل ریختے کی طرف کم توجہ ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہتے ہیں تو فارسی۔ مومن اس وقت تک "موالفت" دہلی کی وجہ سے یہاں سے باہر نہیں گئے اور شاہد ان شیریں کے وصال میں عمر اچھی طرح گزارتے ہیں۔ دیوان "اصناف سخن" سے ملو ہے اور ان کی متعدد مثنویاں ہیں۔ جب استاد کے متعلق اس سے زیادہ نہیں لکھا تو دوسروں کا کیا سوال ہے۔ ناسخ کے اشعار کا جو انھوں نے فراق لکھنؤ میں کہتے تھے ذکر کرتے ہوئے شیفتہ لکھتے ہیں: "خلاف عنوانست کہ بہ نقل و بیان حکایت، آمدہ قصہ متعلق نگشتہ الا ماشاء اللہ" اس سے ان کی روش کا صاف پتا چلتا ہے۔

۳ تراجم تذکرہ قاسم کے مقابلے میں عموماً بہت مختصر ہیں، اور سرور و ذکا کے تذکروں میں شعرا کی تعداد "گلشن بختار" سے بہت زیادہ ہے۔ تذکرہ قاسم میں بھی یہ قول اشپزنگر ۸۰۰ تراجم ہیں (میں اس بیان کی صحت کا ضامن نہیں)۔

شیفتہ کا مطلع نظر تحقیق نہیں اور نہ اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ ان میں اس کی صلاحیت قاسم، سرور وغیرہ سے زیادہ تھی۔ انھوں نے نسبتاً کم شعرا کو اپنے تذکرے میں جگہ دی ہے، اور حالات بہت مختصر سے لکھے ہیں، اس لئے اگر ان کے یہاں اغلاط کی تعداد کم ہو تو تعجب کی جگہ نہیں۔ جہاں تک سابقین کا تعلق ہے ان کے متعلق تحقیقات میں اس سے بہت کم مدد مل سکتی ہے؛ معاصرین اور علی الخصوص شعراے دہلی کے بارے میں البتہ کچھ ضروری باتیں اس میں موجود ہیں؛ مگر ان کے بارے میں بھی ظاہر ان کا یہ حال ہے کہ جو کچھ پہلے سے معلوم تھا، حوالہ قلم کر دیا ہے، بہت کم امور ہوں گے جن کے متعلق تذکرے کی تصنیف کے دوران میں انھوں نے



خاص طور پر تحقیقات کی ہو۔ ان کا یہ پروائی کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں نے آشوب کا نام جو سید تھے امداد علی بیگ لکھ دیا تھا، غالب نے مسودہ دیکھا تو انھیں اس کی طرف متوجہ کیا۔ (کلیات نثر ص ۱۰۶) اور انھوں نے اپنی غلطی کی تصحیح کی۔

(۱۳) ذیل میں گلشن بے خار کے اغلاط کا ذکر کیا جاتا ہے، مگر یہ واضح ہے کہ استقصا کی کوشش نہیں کی گئی۔  
 ۱ شیفۃ کا بیان ہے کہ انشاکی وفات کو بیس برس ہوئے، حال آن کہ مصحفی کا ایک قطعہ اس پر مشعر ہے کہ  
 ان کا سال وفات ۱۲۳۲ھ ہے (مصحفی وانشا از راقم اردو ادب جنوری اپریل ۱۹۵۱ ص ۲۲۸)۔  
 ۲ سال وفات میرامانی، امانی، ۱۱۷۷ھ، مگر گلزار ابراہیم (نسخہ کتب خانہ پٹنہ یونیورسٹی و کلکتہ) اور "گلشن ہند میں ۱۱۸۷ھ ہے۔

۳ کس کے یہ خار شکر کا دل میں کھٹک ہے ہیں جو چشم سے لہو کے قطرے ٹپک رہے ہیں  
 منسوب یہ مجہول الاسم امانی دہلوی، لیکن گلزار ابراہیم و گلشن ہند میں بہ نام میرامانی، امانی دہلوی،  
 ۴ اس شکار انداز سے لگ کر کوئی پھٹی ہے لکھ کیوں نہ ہوئے، قصا منہ وقت رم نچیر کا  
 بس میں آیا جو تہا سے لے چاہو سو کرو کیا ستم آدمی سہتا نہیں لا چاری ہے  
 تیرے گھر جانے سے بس میرا تو گھر جاتا ہے اے مری جان کے دشمن تو کدھر جاتا ہے  
 ہائے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنور جاتا ہے

بہ نام علی محمد خاں، امیر پدر فیض اللہ خاں، بانی ریاست رامپور، لیکن ان کا شاعر ہونا ثابت نہیں۔  
 شوق، حسن، مصحفی وغیرہ (مصحفی امیر کے نوکر بھی رہے تھے) کہتے ہیں کہ امیر تخلص علی محمد خاں، کے بیٹے محمد یار خاں کا تھا۔  
 اور یہ چاروں شعر مصحفی نے ان کے نام سے درج کیے ہیں۔

۵ بے تاب بھی کیا جواں تھا لے والے ہو خانہ خراب اس اجل کا  
 بہ نام بے تاب شاگرد حاتم، لیکن اس تخلص کا کوئی شاگرد حاتم کا نہیں۔ مصحفی قائم کی زبانی لکھتے ہیں کہ  
 یہ شعر میرے شاگرد بے تاب کا ہے اور یہ تذکرہ شوق میں بہ نام سنتو کہ راے بے تاب، شاگرد قائم مرقد ہے۔

۶ بے تاب سیوک رام کے حالات نہیں دیے، صرف ایک شعر ہے:

"مہبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا لے ہم نشیں راہیں" الخ

اس کے نام سے لکھا ہے؛ یہ دراصل سنتو کہ راے ہے۔ (معاصر حصہ ۲ ص ۲۶ تا ۲۸)



۷ سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی ہمارے جامد کہنے سے مے کی بونہ گئی

بہ نام راجہ بیٹی بہادر "ازرا جگان صوبہ بہار" پدر پر واندہ، مخلص یہ بہادر، لیکن علی محمد خان کی طرح ان کا شاعر ہونا بھی ثابت نہیں۔ یہ صوبہ بہار کے بھی نہ تھے، بیسواڑہ کے رہنے والے تھے۔ (عماد السعادت ص ۸۰) "سیاہی" قاسم نے عماد الملک، نظام تخلص کے نام سے لکھا ہے، مگر میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ انتساب صحیح ہے۔ عماد الملک کے شاعر ہونے میں البتہ کچھ شک نہیں۔

۸ تاباں کو ظاہر بہ تقلید لطف سودا کا شاگرد لکھا ہے۔ یہ بالکل ثابت نہیں۔ حشرت سے تلمذ مسلم ہے اور تذکروں میں انھیں حاتم کا شاگرد بھی بتایا گیا ہے۔ مجھے اس کے متعلق باوجود اس کے کہ خود تاباں کے اشعار اس کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں، شبہ ہے۔

۹ ترجمہ تجلی میں ان کا نام میر محمد حسین اور ترجمہ عاشق میں غلام حسن لکھا ہے۔ پہلا کسی طرح صحیح نہیں، اس لیے کہ یہ ان کے والد کلیم کا نام ہے۔

۱۰ اصالت خاں ثابت (گلزار برہم و تذکرہ عشقی) کا نام اجابت خاں لکھا ہے۔

۱۱ مرے ادب نے رکھا مجھ کو یاں تلک محروم کہ بعد قتل بھی دامن تلک لہو نہ اڑا

یہ نام شاہ شمس الدین، ثاقب شاگرد آبرو، لیکن ثاقب شاگرد آرزو کا نام شمس الدین تھا اور ان کے نام سے پہلے لفظ شاہ نہیں لکھا جاتا۔ (نکات الشعرا و مخزن نکات وغیرہ) یہ شعر بھی ثاقب کا نہیں، میر تقی عرف میر گھاسی کا ہے۔ (تذکرہ میر حسن)

۱۲ "جانی تخلص بیگم جان المشہر بہ بہو بیگم بنت نواب قمر الدین خاں... کہ نسبت زوجیت بالزواب آصف الدولہ... داشت" بہو بیگم آصف الدولہ کی ماں ہیں، اور ایک تاریخی شخصیت۔ آصف الدولہ کی بیابتابی بی کا نام شمس النساء تھا اور یہ قمر الدین خاں کی بیٹی ہیں، پوتی تھیں (عماد السعادت ص ۱۰۳) قاسم نے ان کا ترجمہ دلہن بیگم کے تحت دیا ہے اور لکھا ہے کہ مشہور بہ نواب بہو تھیں۔ شیفتہ نے جو دو شعر دیئے ہیں ان میں سے ایک "کیا پوچھتے ہو ہم دم اس جسم ناتواں کی المیز" تذکرہ قاسم (مخطوطہ پٹنہ) میں دلہن بیگم کے نام سے درج ہے اور دوسرا جس کا قافیہ "راس" اور ردیف "نہیں ہے" ہے قاسم نے گنا بیگم کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیفتہ نے دلہن بیگم کا الگ ذکر کیا ہے، مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ کون ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاعرہ دلہن بیگم ایک ہی ہیں۔ جاتی ان کا تخلص ہے یا نہیں، فی الحال میں اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ ان کا



نام بیگم جان میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

۱۳ محمد عابد، جوشش کے نام سے یہ دو شعر دیئے ہیں: "جو آئینہ بستم رسیدہ الخ" اور "تہا سے در پہ جو درباں نے آستیں پکڑی الخ" اور ان سے الگ محمد روشن، جوشش کا ترجمہ لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد عابد، دل اور محمد روشن، جوشش دو بھائی تھے، محمد عابد، جوشش کا وجود نہیں، پہلا شعر جوشش اور دوسرا دل کا ہے (مقدمہ دیوان جوشش مرتبہ راقم)

۱۴ "حزین از حالش این قدر معلومست کہ ... شخصے بودہ در آوان ... محمد شاہ" اور ان کے نام سے جو ایک شعر دیا ہے اس کا قافیہ "حسن" اور ردیف "نہیں" ہے۔ یہ محمد باقر، حزین ہیں جن کی وفات بعد محمد شاہ کے بعد ہوئی ہے۔ (تذکرہ شورش نسو، آکس فرڈی)۔ شعر انھیں نام سے تذکرہ حسن میں ہے۔

۱۵ بہ رنگ آبلے والے یہ کیا زندگانی ہے کہ جس کے پاؤں پڑتا ہوں اسی کو سر گرانی ہے ذوقی رام، حسرت کی طرف منسوب کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے: "بنام جعفر علی حسرت ہم نگاشتہ اند" یہ شعر تذکرہ حسن، گلزار ابراہیم، گلشن ہند وغیرہ میں صرف مؤخر الذکر کے نام سے ہے اور ان کے دیوان کے نسخہ رامپور میں بھی ہے۔

۱۶ خواجہ حسن کے بابے میں لکھا ہے: "بایک از نسوان السوق بخش نامہ علاقہ خاطرے پیدا کردہ نامش بطریق التزام در مقاطع غزلیات می آرد" دیوان کے نسخہ کلکتہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی کہ مقطوعوں میں التزاماً بخشش کا نام آتا ہے۔ بخشش و حسن کے تعلقات کی نسبت جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے صورتحال کا ظاہر نہیں ہوتی۔ حسن نے بخشش سے نکاح کر لیا تھا، اور ان دونوں کی محبت کی کہانی جرات نے ایک مثنوی میں نظم کی ہے، جو کلیات جرات کے کئی نسخوں میں میری نظر سے گذری ہے، (از آں جملہ نسخہ پٹنہ)

۱۷ دربارہ خاکسار: "در ریوان جوانی با امار دسرے داشت، ... دہر کہ مد نظر اوے بود تعلقات دینوی گذاشت" اس کرامت کا ذکر کسی ہم عصر نے نہیں کیا، میر وقائم نے ان کے باب میں جو کچھ تحریر کیا ہے۔ وہ ان کے بر خود غلا اور احمق ہونے پر مشعر ہے۔

۱۸ دیوانہ کا نام سرب سنگھ لکھا ہے (تراجم دیوانہ و حیران و پروانہ)، لیکن یہ سرب سنگھ ہے جیسا کہ مصحفی کے اس مصرع سے ثابت ہے: ۱۸

"دہی ہوں میں جسے دیوانہ سرب سنگھ نام" (دیوان قصائد)



یہی نام ان تذکروں میں ہے جن کے مصنف ان سے ذاتی واقفیت رکھتے ہیں (سفینہ عشرت، نقش معانی، مخزن الغرائب، سفینہ ہندی، انیس الاحبا نسخہ ہائے پٹنہ)

۱۹ غلام علی راسخ کا سال وفات ۱۲۴۰ء بتایا ہے، لیکن یہ ۱۲۳۸ء ہے۔ جیسا کہ دیوان یاس شاگرد راسخ سے ثابت ہے۔ نسخہ نے بھی یہی نسخہ لکھا ہے۔

۲۰ راجہ بہادر خلف شتاب رائے کا تخلص راجہ لکھا ہے، ان کے دو اوین فارسی میں جو جناب سید حسن عسکری استاذ تاریخ پٹنہ کالج کی مہربانی سے میرے مطالعہ میں آئے ہیں، یہ تخلص کہیں نہیں آیا۔ عبرتی نے معراج الخیال (نسخہ کلکتہ) میں عاشق تخلص لکھا ہے اور غالباً تذکرہ شورش میں بھی یہی ہے۔ واضح رہے کہ راجہ بہادر کا نام کلیان سنگھ ہے مگر یہ گلشن بے خار میں نہیں۔

۲۱ رفاقت شاگرد جبرأت نام مرزا مکین لکھا ہے، یہ مرزا مکین ہے (تذکرہ ہندی مصحفی)

۲۲ میر محمد رضا، رضا عظیم آبادی شاگرد ضیا اور میر محمدی، رضا لکھنوی، شاگرد ضیا کا ترجمہ الگ الگ دیا ہے۔ یہ دونوں ایک ہیں، میر محمدی میر محمد رضا کا عرف تھا، لکھنؤ کا کوئی شاعر جس کا تخلص رضا ہوشیا کا شاگرد نہ تھا۔ لکھنوی کہنے کی وجہ مقدمہ دیوان رضا نشہ راقم میں ملے گی۔

۲۳ ایک دن پہلے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو

یا الہی شبِ فرقت نہ دکھانا ہم کو

لے جاؤ گے تم اس کی گلی سے جہاں مجھے

آرام جو یہاں ہے نہ ہو گا وہاں مجھے

یہ نام میر جنوں (قلمی نسخہ جنوں اور یہی صحیح) زار، لیکن یہ دونوں شعر میر منظر علی زار کے ہیں۔ (تذکرہ حسن)

۲۴ جان و دل سب قبول ہے جانا

پر گلی میں تری مجھے آنا

یہ نام عبدالسبحان، سبحان شاگرد آبرو، لیکن نکات الشعرا میں بہ نام محمد سجاد، سجاد شاگرد آبرو

عبدالسبحان، سبحان محمد سجاد، سجاد کی تصحیف ہے اس نام اور تخلص کا کوئی شاعر آبرو کا شاگرد نہ تھا۔ یہ بھی واضح ہے کہ کسی نے اس شعر کے علاوہ کوئی شعر سبحان کے نام سے نہیں لکھا۔

۲۵ دربارہ سراج الدین علی، سراج: "آوردہ اندکہ رونے... سراج پروانہ شمع روئے

از... ہنود گشت... آخر تاثیر عشق... درد دل مرشد پدر آں ماہوش انداخت کہ برائے وصلت آں ہر دو۔

پدرش را بدایت ساخت، وے... در دم شمع را بہ پروانہ داد یعنی دخترش را بہ سراج... سراج پروانہ وار گرد آں

چراغ محفل حسن گردیدہ جان بہ جان آفرین سپرد۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ اس غزل کے سوا جو شہرت تمام رکھتی ہے



اور جس کا ایک شعر قافیہ "ہری" بر دلیف "رہی" نقل ہوتا ہے، اس کا کچھ کلام مسموع نہیں۔ نام جیسا کہ چغتائے  
شعرا وغیرہ میں ہے، سراج الدین ہے، سراج علی نہیں۔ ان کا کمال دیوان اور انتخاب دیوان الگ الگ چھپ چکا ہے  
اور غزل مذکور دونوں میں موجود ہے۔ سراج کے عشق کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ اس طرح نہیں اور نہ اس کا نتیجہ  
سراج کی موت ہوا ہے۔ اصل حکایت خود سراج نے بوستان خیال کے نام سے بہ طور مثنوی نظم کی ہے، جو غالباً  
دیوان مطبوعہ میں شامل ہے۔ انتخاب دیوان میں اس کے منتخب شعرا ہیں مگر انتخاب اس طرح کیا ہے کہ قصہ معلوم ہو جاتا ہے۔

۲۵ سراج اور نگ آبادی مجہول الاسم کا ترجمہ الگ دیا ہے۔ یہ وہی سراج ہی جن کا (۲۳) میں ذکر  
ہے۔ شیفہ نے انہیں معاصر آبرو لکھا ہے، سراج نے آبرو کا زمانہ ضرور پایا ہے مگر وہ ان کے ہم عصر نہیں۔ آبرو کا  
سال وفات ۱۱۴۶ھ ہے اور ایک شعر کے مطابق جو انتخاب دیوان میں درج ہے۔ سراج ۱۱۵۲ھ میں ۲۴ برس کے تھے۔

۲۶ سرور شاگرد نواز شمس کا ذکر بہ صیغہ ماضی کیا ہے، لیکن ان کا سال وفات ۱۱۸۵ھ ہے۔

۲۷ دربارہ سودا: "بسن شباب بہ لکھنؤ رفت؛ سودا کا سال ولادت ۱۱۱۸ھ کے لگ بھگ ہے یہ غالباً  
حملہ درانی کے بعد فرخ آباد گئے ہیں، وہاں ۱۱۸۳ھ تک ان کے قیام کا ثبوت موجود ہے (گل رعنا نسو، پیٹن)  
وہاں سے وہ فیض آباد پہنچے ہیں اور لکھنؤ میں قیام ۱۱۸۸ھ کے بعد کیا ہے۔ فیض آباد و لکھنؤ ایک قرار دیے  
جائیں، جب بھی اودھ پہنچنے کے وقت ان کی عمر ۶۰ سے کئی برس زیادہ تھی۔ اسے "سن شباب، کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔

۲۸ شورش عظیم آبادی کا سال وفات ۱۱۹۰ھ لکھا ہے، مگر یہ ۱۱۹۵ھ ہے جیسا کہ گلزار

ابراہیم و گلشن ہند میں ہے۔

۲۹ جمع کر کے درد سائے تو نے پیدا دل کیا

کہہ تو اے دست قضا پھر اس کیا حال کیا

نہ کہ فردم بوسے سے ہمیں قائل کرتے ہیں

جو مانگے سوا سے دیتے ہیں جس کو قتل کرتے ہیں

تربت ضیا کی دیکھی کل رات دور سے جو

آئے نظر مجھے واں شمع و چراغ کتنے

جا کر جو آج دن کو دیکھا کیا نفص

اک دل جلے ہے اس میں حسرت دعا کتنے

بہ نام صبا تخلص شخصے از تلامذہ میر ضیا یہ کل اشعار حسن نے جو ضیا کے شاگرد ہیں، اپنے استاد کے نام

سے لکھے ہیں اور ہرگز کسی دوسرے کے نہیں۔ صبا تخلص کا کوئی شاگرد بھی ضیا کا ہوا یہ ثابت نہیں۔

۳۰ میر ضیا، الدین، ضیا اور ضیا، الدین حیا کا ترجمہ الگ الگ دیا ہے اور شعر ذیل مؤخر الذکر

کی طرف منسوب کیا ہے:



جوں چنار اس جانہ پھولیں ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم جب مراد اپنی کو پہنچیں ہیں تو جل جاتے ہیں ہم

یہ شعر حسن نے میر ضیاء الدین کے نام سے لکھا ہے۔ دونوں ضیا ایک ہی ہیں۔

۳۲ عبدالواسع حالش نہقتہ ماند اور راست :

بجز رفاقت تہنائی اسرار نہ رہا سوائے بے بسی اب کوئی آشنا نہ رہا

میر وقائم دونوں نے یہ شعر عبدالولی، عزلت کے نام سے لکھا ہے۔ مگر حسن نے غلطی سے عبدالولی کو عبدالواسع

لکھ دیا ہے، اور اس طرح ایک خیالی شاعر کا تذکرہ میں شمول ہو گیا۔ شیفۃ نے عبدالولی، عزلت کا الگ ذکر کیا ہے۔

۳۳ کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم تھے تیری طرف جدھر گئے ہم

یہ نام عسکری، لیکن میر حسن نے عشق کے نام سے لکھا ہے۔

۳۴ مرزا علی، لطف، شاگرد سودا ص ۱۲۵ (ترجمہ عشرت)، لیکن دوسری جگہ ص ۱۶۸ (ترجمہ لطف، میر کے

تلامذہ میں شامل کیا ہے اور تلمذ سودا کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔

۳۵ مرزا علی قلی، دہلوی علی تخلص کے نام سے شعر ذیل لکھا ہے :

جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں بجائے موبدن سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں ص ۱۳۰

لیکن شیفۃ نے اسے مرزا علی ندیم تخلص، مرثیہ گوئے مشہور ساکن دہلی "شریک دورہ" میر و مرزا کی طرف بھی منسوب

کیا ہے۔ یہ دونوں ایک ہیں، یہ خوبی ممکن ہے کہ ندیم نے احیانا لفظ علی کو بھی بہ طور تخلص استعمال کیا ہو۔ اگر یہ دونوں

واقعی دو ہیں۔ یا پہلے شاعر کا وجود نہیں تو شعر قطعاً ندیم کا ہے، جو فغاں کے استاد تھے اور جنھیں قائم نے دور میر و

مرزا نہیں۔ بلکہ دور آبرو و ذمہ میں شامل کیا ہے۔ مطبوعہ مخزن نکات میں "مراد علی قلی ندیم" چھپا ہے۔ "مراد"

مرزا کی تصحیف ہے اور حسن نے اس کی جگہ "مرزا" ہی لکھا ہے۔ "مرزا علی" جو شیفۃ نے لکھا ہے غلط ہے اور

شعر مذکور قائم و حسن دونوں کے یہاں ندیم کے نام سے ہے۔

۳۶ عیشی کو اردو میں مصحفی کا شاگرد لکھا ہے، یہ صحیح ہوتا تو مصحفی ممکن نہ تھا کہ اس کا ذکر نہ کرتے،

وہ ان کے بارے میں یہ لکھ کر کہ انشا و قیل سے استفادہ کیا تھا، یہ ضافہ کرتے ہیں کہ اب اپنے وقت کے خود استاد

ہیں، کسی کی شاگردی کے مقرر نہیں (ریاض الفصحا) مگر دیوان عیشی (نسخہ کلکتہ) میں ایک قصیدہ انشاری

مدح میں ہے جس میں ان سے تلمذ کا اعتراف کیا ہے۔

۳۷ مجہول الاحوال فارغ، مکند سنگہ فارغ اور فارغ شاہ فارغ بریلوی کا ذکر الگ الگ کیا



شیفۃ نے پہلے فارغ کا جو شعر دیا ہے وہ تذکرہ حسن میں مجہول الاسم فارغ کے نام سے ہے جو ہندو بیچہ، وکالت پیشہ، شاگرد حاتم و مرید شاہ فخر الدین حال مقام دہلی تھا۔ مریدی سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ باقاعدہ تبدیل مذہب کی ہو۔ آخری فقرہ اس پر مشعر ہے کہ اصلاً دہلوی نہ تھا۔ یہ اور کند سنگھ فارغ بے شبہ ایک ہیں۔ انھیں قاسم نے شاگرد حاتم، ”مطیع الاسلام“ اور حال مقیم بریلی لکھا ہے۔ ”گلشن بے خار“ میں فارغ ۲ کا شعر قاسم کے یہاں بھی ہے۔ فارغ شاہ، فارغ بریلوی بھی ان سے الگ نہیں۔ مگر اس وقت میں اس سے مفصل بحث کرنی نہیں چاہتا۔

۳۸ فدوی نام محمد حسن؛ قائم، حسن، مصحفی اور قاسم محسن۔

۳۹ فدوی مشہور بہ مرزا، جو؛ وقائع نگار احمد شاہ حسن وغیرہ نے بچھو لکھا ہے۔ عہد احمد شاہ میں وقائع نگار ہونا دور از قیاس ہے اور نہ حسن، شورش، ابوالحسن، امیر اللہ، اور عشقی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ قرین قیاس یہ بات ہے جو قاسم نے لکھی ہے:

”نیا گانش بخدمت سواج نگاری عز امتیاز داشتند“

۴۰ فناں کے ترجمے میں ان کا نام اشرف خاں، اور گماں و ماہر کے ترجموں میں اشرف علی خاں

لکھا ہے۔ دوسری بات صحیح ہے۔ (نکات لشراء، مخزن نکات، گل رعنا، تذکرہ شورش وغیرہ)۔

۴۱ سال وفات فناں ۱۱۹۶ھ؛ لیکن ”گلزار ابراہیم“ و ”گلشن ہند“ میں ۱۱۸۶ھ۔ عشقی نے ”سرور

دلہارفت“ مادہ تاریخ دیا ہے۔ یہ مفتوں (علی بخش، شاگرد تائید) کا نکالا ہوا ہے (اس کے متعلق کچھ باتیں معلم نمبر ۲ میں ملیں گی)۔

۴۲ دربارہ فقیر: ”در۔ ۱۱۷۰ھ بعد کسب سعادت زیارت حرمین... ہنگام بازگشت زورق

حیاتش طوفانی شد۔ یہ سالہ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ ۱۱۸۳ھ میں واپس آ رہے تھے کہ ان کی کشتی ڈوب گئی۔ (گل رعنا نسخہ پٹنہ)۔

۴۳ وفات قائم ۱۲۱۰ھ۔ اس سنہ کی اکیلی سند لطف کا بیان ہے اور اس نے اس کے ساتھ لفظ

شاید لکھا ہے، جس کے معنی یہ کہ خود اسے اس پر یقین نہیں، شیفۃ نے اسے حذف کر دیا۔ یہ محققین کی روش نہیں۔ سنہ صحیح بھی نہیں، مصحفی کے تذکرہ ہندی میں جو سنہ ۹۰ھ میں مکمل ہوا ہے قائم کی وفات کا ذکر ہے۔

۴۴ غنی بیگ قبول مشہور فارسی گوکار دو شعر دیا ہے۔ یہ باہویں صدی کے عشرہ چہارم میں مرنے میں



اور اس کی کوئی قابل قبول سند نہیں کہ انھوں نے اردو میں شعر کہے تھے۔

۴۵ شاہ قدرت اللہ قدرت وفات ۱۲۰۵ھ۔ اس سنہ کی واحد سند لطف کا قول ہے اس موقع پر

بھی شیفہ نے لفظ شاید حذف کر دیا ہے۔

۴۶ ”قمر، مرزا قمر الدین عرف مرزا حاجی پسر بزرگ مرزا تقی ہوس۔“ ان کا ترجمہ ریاض الفصحا میں ہے

اور ان کے جسدہ جسدہ حالات تاریخ اودھ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہ مرزا فخر الدین احمد عرف مرزا جعفر کے بیٹے ہیں۔

۴۷ مترکاں سے گرنے دل ابرو کرے ہے ٹکڑے یہ بات میں نے کہہ کر جیب اس سے داد چاہی

کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہوئے خالی تلوار گرنے کھینچے تو کیا کرے سپاہی

ایک مجہول الاحوال شاعر کامل بیگ، کامل کے نام، لیکن یہ قطعہ بندرا بن، راقم کا ہے (نکات الشعرا و مخزن نکات)

۴۸ ”گریاں تخلص میر محمد علی از لکھنؤ“ (ایک شعرافیہ سلامت کا ردیف)۔ حسن نے گریاں کا نام میر علی امجد

اور ان کا وطن دہلی لکھا ہے۔ شعر مذکور بھی ان کے یہاں ہے۔

۴۹ ”ترجمہ کلیم“ میں ان کا نام محمد حسین لکھا ہے، اور یہ صحیح ہے (نکات الشعرا، مخزن نکات)، لیکن تجلی

کے ترجمے میں ان کا نام محمد حسن اور خود تجلی کا نام محمد حسین لکھا ہے۔ ص ۴۰

۵۰ کلیم کے بارے میں لکھا ہے: ”ترجمہ فصوص الحکم... در ریختہ کردہ“ اس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے

فائم نے لکھا ہے کہ ”ترجمہ شروع کیا تھا، مگر بسبب بعض عوارض دست از آلباز داشت“

۵۱ فخر الدین خاں، ماہر خلف اشرف علی خاں، فغان، شاگرد سودا و ساکن لکھنؤ۔ یہ سید ہیں اور حسن نے

ان کا نام میر فخر الدین تحت تخلص فخر لکھا ہے، ان کے والد کا نام اشرف علی خاں ضرور تھا، لیکن یہ فغان نہیں

جو قبیلہ زنکنہ سے تھے (گلزار ابراہیم قلمی) یہ وہ بزرگ ہیں، جنھوں نے تذکرہ لکھا تھا اور جن کی وجہ سے سودا و کلیں

میں نزاع ہوئی تھی (ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ سودا و کلیں معاصر حصہ ۱)۔

۵۲ میں تو بندہ ہوں تری جو روح جفا کا لیکن سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودا کی

بنام میر باقر، تخلص، لیکن شعر میر باقر حزیں کا ہے۔ (مخزن نکات)

۵۳ مستند، یار علی خاں ”از اہالی عظیم آباد، لیکن یہ دہلوی تھے (تذکرہ میر حسن)

۵۴ اپنی ہم بندگی پہ بھولے تھے پر جو دیکھا وہاں خدائی ہے

بنام مشتاق علی خاں، مشتاق، لیکن شعر میر حسن، مشتاق مقیم فیض آباد کا ہے۔ (تذکرہ میر حسن)



۵۵ ہمارے کام یہ ہر چند آسان نہیں ہے۔ مجھے قسم ہے جو تو اس طرف کو آن پہرے  
 بنام محمد و اہل، مشتاق، لیکن جمع علی، حسرت کا شعر ہے اور گلشن ہند میں اس زمین کے ایک اور شعر کے ساتھ موجود ہے۔  
 جہاں تک مجھے یاد ہے حسرت عوبانی نے جو انتخاب اس شاعر کے دیوان کا شائع کیا ہے اس میں بھی یہ شعر ملتا ہے۔  
 ۵۶ شیفٹ نے مصحفی کے ۶ دوادین اردو کا ذکر کیا ہے، لیکن ۸ دیوان تھے، مجموعہ قصائد اردو مزید  
 برآں۔ آٹھوں دیوان پٹنہ میں ہیں، اسیر شاگرد مصحفی کا مقطع اس کے دیوان ایا ۲ میں ہے:

ہندی میں آٹھ دیوان لکھے اسیر اس نے کیا روضہ مثنیٰ ہے خوب مصحفی کا  
 ۵۷ مضمون کا وطن جاجمؤ "از متعلقات اکبر آباد" لکھا ہے، جاجمؤ متعلقات اکبر آباد سے ہرگز نہیں  
 مضمون کا وطن بھی جاجمؤ نہیں، جاجو ہے جس کے بارے میں میر حسن نے لکھا ہے: "قصہ ایست متصل اکبر آباد۔"  
 یہ وہی تاریخی مقام ہے جہاں معظم و اعظم میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی تھی۔

۵۸۔ سال وفات مظہر ۱۱۹۲ھ، یہ ظاہر تقلید سرور ہے۔ (فہرست اشپزنگر ص ۲۵۶) مگر تعجب کی بات  
 یہ ہے کہ منت کا مادہ تاریخ "عاش حمیداً مات شہیداً" بھی دیا ہے جس سے ۱۱۹۵ نکلتا ہے۔ یہ یقین ہے کہ شیفٹ نے  
 یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ اس کے اعداد کیا ہیں۔ صحیح ۱۱۹۵ ہے (عقد شریا مصحفی وغیرہ)

۵۹۔ منت عمر ۴۹ سال وفات ۱۲۰۸ھ۔ سال وفات صحیح، عمر غلط، علی ابراہیم خاں نے خلاصۃ الکلام  
 (نسخہ پٹنہ) میں خود منت کے قول کے مطابق سال ولادت ۱۱۵۶ھ لکھا ہے۔  
 ۶۰ خدا بخش، موج اکبر آبادی لکھنؤ میں وفات، لیکن باطن اکبر آبادی اپنے تذکرے میں اس کی تردید  
 کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وفات وطن میں ہوئی۔

۶۱۔ میر خواہر زادہ "آرزو۔ یہ صحیح نہیں، آرزو میر کی سوتیلی ماں کے بھائی تھے۔ (ذکر میر)۔  
 ۶۲۔ میر... از اہل اکبر آباد... دبدو حال بہ شاہجہاں آباد آمد و تمتع نیافتہ تا کام برگشتہ در لکھنؤ  
 گذرانید۔ یہ بڑی غلط فہمی پیدا کرنے والی جہالت ہے۔ میر "بدو حال" میں فروردہلی گئے (سال ولادت ۱۱۳۵ھ  
 دیاچہ کلیات مرتبہ آسی)، لیکن ان کا قیام دہلی میں یا اہل دہلی کے ساتھ کہیں قریب ہی ۱۱۹۶ھ تک رہا ہے۔  
 اس سال وہ لکھنؤ گئے ہیں (میر تقی میر از راقم معیار ص ۶۳) اور ۱۲۲۵ھ ان کا سال وفات ہے۔ نو سالہ عمر میں  
 زندگی کے زیادہ سے زیادہ ۲۰ سال لکھنؤ میں بسر ہوئے ہیں۔

۶۳۔ عرض غصے میں کبھی اہل وفا کی نہ سنے ہٹ پر آجائے وہ کافر تو خدا کی نہ سنے



یہ نام ناجی۔ یہ شعر مطبوعہ مخزن نکات میں نہیں ہے؛ لیکن اس کے قلمی نسخہ لندن میں منعم برادر قائم کے نام سے درج ہے، جن کا ذکر ناجی کے ترجمے میں ضمناً آ گیا ہے۔

۶۴ نئے نئے کشتوں کیا فلک سر پر ٹھایا ہے کہ مست ابرسیہ ہو کر چین میں جھوم آیا ہے  
مجھے تھادھیاز لہو کا جو وہ خورشید رو آیا خدا نے تم کی راتوں میں خوشی کا دن دکھایا،

یہ نام ہاشمی دہلوی مجہول الاحوال، لیکن تذکرہ حسن میں یہ نام میرا آتھی پدر میرا مانی (آتھی کو تذکرہ میں عاصمی بھی لکھا ہے)۔

۶۵ ”یکرنگ... مصطفیٰ خاں“ یہ ٹھیک ہے کہ میر و قائم نے یہی نام لکھا ہے، لیکن یہ لوگ یکرنگ کے ہم عصر نہیں۔ صحیح نام غلام مصطفیٰ ہے جو ماتم نے اپنے دیباچے میں تحریر کیا ہے۔ اور میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو ”تنبیہ الغافلین“ آرزو میں بھی یہی ہے۔ (لفظ خاں پر میرا اعتراض نہیں)۔

۶۶ یکرنگ کو شاگرد منظر لکھا ہے، لیکن قائم کا قول ہے کہ آرزو سے تلمذ رکھتے تھے۔ خود آرزو نے ”تنبیہ الغافلین“ میں انھیں اپنا شاگرد بتایا ہے۔ (قول فیصل صہبائی جس میں تقریباً پوری ”تنبیہ الغافلین“ نقل کی گئی ہے)۔

۶۷ ”دربارہ یکرنگ“؛ ”گویند در صفت یک رنگی ہچو من یگانہ و از ریو و رنگ بیگانہ بود۔ آری ایں اسم مبارک (یعنی مصطفیٰ) را... ہمیں تاثیر است... و یہ ہمیں تقریباً ایں تخلص اختیار کردہ بود“ یہ بات کسی نے نہیں لکھی، خود شیفتہ کی اوج ہے۔

(زائے ادب، اپریل ۱۹۵۲ء)

۱۲۳ لہ دتاسی جو غلط فہموں کا بادشاہ ہے لکھا ہے کہ شیفتہ نے اپنے تذکرے میں اپنا ذکر بڑے انکسار سے کیا ہے۔ ص ۱۲۳ یہ بھی دیکھ لیجئے کہ اپنے ترجمے میں کیا لکھا ہے؛ ”راقم آتم از کوزہ نہانہ نمی خواست کہ بزمہ موز و ناں بشمار آید ما با امید کرم از باب کرم کہ عیب را ہنر پندارند... لختے از گفتار خوشش کہ ناخوبتر جوں کردار است سامع خراشی میکند... در مراتب سخن اگر چہ اداسے خاص با من است، اما طبع باہر روش چنان مناسب افتادہ کہ بہر شیوہ سخن میگویم کہ چناناظر خاص منت و این سخن را اگر مجموعہ نظم و نثر من بین مسلم میداری۔“



## خلاصہ تذکرہ الاکابر

(۱) حاجی احمد علی، قیامت: آداب شرع و طریقت و قولائے اہل بیت، عصمت و طہارت، ہر تہیہ داشتند کہ بجز مضامین حقائق و معارف۔ حرفی خلاف طریق شرع۔ بستہ نمی شود و آنچه در قصائد و... نجس و بیعت بند گوہر لغت... بیعت و از منقبت... گفته... علاوہ آن در غزلیہا نیز بخلاف طریق دیگر شعرا کہ در جناب پیغمبران سلف... عہدہ ریاضت ادب از دست میگذارند مرعیست کہ کلمہ ازین قبیل بر زبان خامہ نتر او د۔ در اثنا سفر زیارت چون قریب بغداد رسیدند، سکنہ آنجا از غایت تعصب کفاحض بظاہر حال و صورت اعمال نمی کردند، بلکہ سعی در استفسار عقیدہ و اقرار خلافت خلفائے ثلاثہ از حدی بردند، با خود اندیشیدند گاہی در مدت العمر اقرار بعقاید فاسدہ از زبان سرزده و لب بجز رد از ولایہ خلفائے جور و انشدہ، پس چارہ جویم کہ نجات ازین بلا حاصل آید، چرا کہ اگر عنان تقیہ از دست گذارم بہ نافرمانی اہل بیت... گنہگارم و اصلاح کار بدون اقرار صورت نمی پذیرد و در مبادرت ہم بدین امر خاطر آرام نمی گیرد۔ اگر تمارض کنم گویا دروغ گفته ام۔ پس آنجناب سر روز پیش از آنکہ بغداد رسید ترک آب و دانہ کردند، از آنجا کہ ضعف پیرانہ سالی و از تصادم سفر پریشان حالی از سابق لاحق حال بود بسبب فقدان غذا طاقت گفتگو و مجال تگ و پو بالمرہ طاق شد۔ چون اتفاق بغداد افتاد، آن ملعونان بعبادت معبود در باب تحقیق مذہب با اہل قافلہ مبالغہ از حد بردند چون متوجہ ایشان گشتند دیدند کہ بر بستر ناتوان افتاد اند اصلاً از مذہب مواخذہ نکردند... آنجناب... اصلاً سخن نگفتند و... اشارہ فرمودند کہ از سہ روز بے آب و دانہ ام... و چند تومان... باہنہ عطا کردند... بہر حال تا دو از دہ سال کج و زیارات روضات ائمہ... عمر گرامی راضی... فرمودند و ہفت باز کج مشرف شدند و بعد مراجعت... بنائے مجلس عزاء... بیستم ہر راہ در امام بارگاہ متصل چوک و در عشرہ محرم بمحلہ دیوان نہادند و نیز مجلس نہم تکیہ شاہ باقر بیست و یکم در امام بارگاہ حاجی عبداللطیف کہ ہمسفر زیارت بودند مقرر کردہ آنجناب است در ان زمان مجلس تعزیت را رواج بشہر عظیم آباد بنود" وفات مجموعہ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۹۲ھ مدفن امام بارگاہ متصل چوک۔ بیت آخر قطعہ تاتخ دویتی:



ہاتھی از روئے دانش ز درقم حاجی الحرمین قدوہ رابستان

میرزین الدین، عشق کے قتلے (۱۰ ابیات، ۷ کے ابیات اول و آخریہ ہیں)

چہ گویم از کمال حاجی احمد کہ اور اہل دل بود می سرآمد

مضاعف حبیب کب بختن داشت بیزم ساقی کو شردہ را آمد

دیوان قیامت کی نقل "اصل نسخہ" سے پیش کی گئی ہے۔ اس میں کئی اشعار نامکمل ہیں۔ ایک (یہ شمار میں نہیں آیا)

کے تو صرف آخر کے دو لفظ موجود ہیں۔ دیوان کے کل اشعار کی تعداد (نہسے کے ۱۲ بندوں کے ۶۰ مصرعوں کو ۳۰

شعر قرار دیتے ہوئے) ۱۵۱۶ ہے۔

ابتدا قصیدہ نعتیہ سے ہوتی ہے (۲۵ ابیات) جس کی بیت اول یہ ہے۔

خوش انظارہ گل طلعتان بے پروا خوشا بحال پریشان بلبل شیدا

پینتیس پینتیس شعر کے دو قصیدے اور ہیں، جو حضرت علی کی مدح میں ہیں، ۶۰ مصرعوں کا نمبر (مصرع "اے

بفرقت تاج اسم رب علی یا علی") اور ۱۰۹۰ اشعار کے ہفت بند (ترکیب بند) کا بھی یہی حال ہے، مصرع ابتدا:

"السلام اے روح احمد خاص رب العالمین" فصائد وغیرہ کے ابیات کی مجموعی تعداد ۲۲۵ ہے، مکمل و نامکمل

غزلیں اور فریادیات کے اشعار ۱۲۹۱ ہیں۔ پہلی غزل کا پہلا شعر یہ ہے:

اے نام تو افسر سخننا از شکر تو پر شکن دہنبا

مختلف اصناف سخن کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں:

نثار خاک سیاہ زمیں بہند مدہ بکر بلا برسان این تن ضعیف مرا

سلطان تخت و تاج ولایت میرس مولائے شیعیان و امام ستودہ کار

در بند پر جفائے سید خاک بیصفا بگر سفید گشت مرادیدہ ز انتظار

نیاز ذرہ ز خورشید نیست پوشیدہ بدرگہ توجہ حاجت ز حال دل ارقام

وقت فرس مندت بر عرش فرشتاں تو میشارند اطلس بزم فلک را مند رس

بارگاہت را بکھتر میتوان تشبیہ داد صور اسرافیل ہست از کاروانت یک جرس

الہی در طریق حمد قائم دار پائیم را درخشاکن بنور معرفت خورشید را ہم را

چوں تواند بود با ایں جہل در دین خرد کرد خوش بہلول دانان مذہب دیوانہ ہا



رسیدہ است بگردوں علی پرستی ما  
برائے دل خوشی شبر و قہر لثما  
گرد را شبر و بشیر مید اینم ما  
مگر او خشک سازد چشم نم را  
کنم پر پشت دیوان دیب بیت انتخابش  
لقب کردند حیدر نامہ دیوان قیامت را  
بروی زشتی اعمال بندہ خندانست  
نمایندہ راہ عیسیٰ علیست  
ہیچکس جز ختم حیدر بندہ بیدانیت  
این عشق دیرگاہ مریار آمد است  
چشم جہاں ز سرمہ نور تو روشن است  
قیامت ہر کہ در ایمان مسلم شد مسلمانست  
در چار رکن دین وصی مصطفیٰ یکسیت  
کہ در نگاه تغافل بلا جفا کاریست  
مباد آنکہ ز کس روزگار برگردد  
حب اثنا عشر نبیا شد  
کہ در بہار و خزانست این گلستاں سبز  
کہ تنہا عالم بالا گرفت است

جہاں پرست ز گل بانگ شاہ مستی ما  
بہو منان دید این مژدہ حق کہ بخشیدم  
برہ چشم امید ہر دو عالم یک قلم  
دو عالم شد خراب از سیل اشکم  
کم از ناصر علی نبود قیامت شاعر حیدر  
زورگاہ خدا در حشر نظم و نثر مداحان  
دہان چرخ ز انجم کہ پر زدند انست  
رہا نیدہ موسیٰ از شر فرعون  
منکر شاہ نجف در مذہب من منکر است  
از سر گرفت شور قیامت دل حزن  
نور چراغ دیدہ جمال تو روشن است  
عدوئے خاندان مصطفیٰ الحق بود اکفر  
شکل کشاست کفو محمد خدا یکسیت  
بچشم پوشی او جملہ طرز عیار بست  
خدا نکرده ز من چشم یار برگردد  
تا قیامت شقیست ہر کہ درو  
بچشم دید تا شاہ گہبست عرصہ ہند  
تعالی اللہ ز قد اللہ اکبر  
(۲) خادم حسین خاں، خادم پسرکراں قیامت:

” صاحب خلق و مروت عاجز نواز و الاہمیت بودند و اوقات گرامی خود را صرف دلدارتی در ماندگان... می فرمودند و ہموارہ بطاعت و عبادت خالق و رضا جوئی مخلوق بسری بردند۔“ شعر کبھی کبھی کہتے، حکیم سلامت علی خاں نے جلاب دیا۔ موت آگئی۔ (از سنی تدبیر... سلامت علی خاں کہ سہیل جلاب دادہ بودند) قطعہ مشعر بر ۱۲۰۱ مصرع آخر ”گز سر جہاں گذشت خادم شاہ کر بلا“ تذکرہ شیخ محمد وجیہ عشق میں دو شعرے :



رات دل فرقت میں اس کی اس قدر ناز تھا  
بے پری جب تھی مجھے تب فکر آزادی نہ تھی  
آسماں نالے سے اس کے آسیلے باد تھا  
خوب تھا آرام جب بیرحم وہ صیاد تھا  
یہ غزل فارسی ردی کے بے میں نکلی، خادم سے "منسوب" ہے۔

چوں نہاں قامت در باغ یک شمشاد نیست  
سینہ شد از داغ لبریز و دم در شیونست  
سرو ہم اور ابرصد جان بندہ است آزاد نیست  
موسم گل بلبل پر سوز بے فریاد نیست  
در قفس افتادہ ام دور از عزیزان چمن  
ہم چوں آن مینا کہ میریزند درد او بجام  
آنکہ مینالم من از بیرحمی صیاد نیست  
خندہ بر لب دارم اما خاطر مانشاد نیست  
گر سہمہ اعجاز دار و لیک خادم در سخن  
ہر کہ شاگرد متین، مانشاد استاد نیست

(۳) ہدایت حسین خاں، مومن، پسر خرد قیامت:

"سلسلہ تلمذ با عارف خفی و جلی حضرت شاہ کمال علی ساکن اساس دہورہ (کذا) کہ علم و کمال شان  
کاشمسی فی وسط السماء روشن... است داشتند و جمیع... معاصرین ان جناب را صاحب علم و مستعد میسر وند بالجلہ  
حسن ظاہری... نیز داشتند و عمر عزیز را ہموارہ بعیش و طرب بسر میفرمودند" وفات بتاریخ ۴ ذی الحجہ ۱۲۰۶ھ بیت  
آخر قطعہ تاریخ۔

حوری برہنہ سر شدہ از اسقال او  
کلام بہت تھا جو صالح ہو گیا، بڑی تلاش سے یہ غزل ملی۔  
تاریخ گفت ہائے ہدایت حسین خاں  
ای بر رخ زیبایت دل گشتہ تماشائی  
بر طرہ مشکینت عالم شدہ سودائی  
قربان جمال تو صدیوسف کفائی  
بر لعل شکر خایت شیریں شدہ شیدائی  
ہر رنگ درخت طور از عشق تو در وجد است  
ہر ذرہ ازیں وادی گویا شدہ مورائی  
عالم ہمہ یک عکس است از جلوہ زیبایت  
بیمار نگاہ تست با فر مسیحائی  
از شمشوہ جنت آتش کدہ شد عالم  
در کعبہ تویی مسلم در دیر تو ترسائی  
در پردہ کہ می بینم غیب تو نمی یابم  
در کعبہ تویی مومن در دیر تو ترسائی  
قطعہ ذیل ان سے منسوب ہے:  
پالکی پر چھرا تو کیا مومن  
جسعی خانہ بدوش زیا ہے



## (۴) محمد علی خاں عم مصنف:

”منبع احسان وجود محض خیر و حسنات... بود“ .. ۱۲۲۹ھ کی ۲۷ ذیقعدہ کو قصد حج و زیارات عتبات  
الکہ کے ارانے سے روانہ ہوئے اور ۱۲۳۰ھ کی ۱۵ جمادی الاخریٰ کو بعارضہ تپ شہر بحرین کے قریب جہاز میں فوت  
ہوئے۔ اس کی خبر آئی تو سید یوسف علی خاں مرحوم نے جو ان کے احباب میں سے تھے قرآن میں فال دیکھی یہ  
آیت نکلی: ”ادخل الجنة لا خوف علیہم ولا هم یحزنون“ زمانہ طالب علمی کے دو شعر:

ایسا حسین یار و مرا گلزار ہے  
دیکھے سے جس کے ایک جہاں بیقرار ہے  
جس گھڑی یار گھر کو جاتا ہے  
صدمہ کیا کیا یہ دل اٹھاتا ہے

## (۵) محمد حسن رشکی پدر مصنف:

”اوقات... آنجناب بنماز پنجگانہ و تلاوت قرآن و غوررسی متعلقات... منظم بود، اما در زمان  
تحصیل علم کتابہائے درسیہ فارسی و اکثر دیوانہا بمطالعہ در آورده... و در آخراز... عشقی... کہ اشعار متین  
ایشان از غایت صفا ہمسک نظم ثریا گشتہ و عبارت سلیس و رنگیں در لطافت و روانی آبروے ریختہ، مشورہ  
سخن داشتند چنانچہ شیخ موصوف نیز در تذکرہ خود ایماے فیضان تعلیم خویش می نماید۔“ پلٹنے میں بیمار پڑے  
علاقت نے طول کھینچا تو شیخ پورہ گئے اور وہاں پہنچنے کے ۴ دن بعد فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ۲۴ ربیع الاول  
۱۲۳۷ھ، مدفن امامبارہ حسین آباد، قریب شیخ پورہ۔

جسے ہائے پیارے تری یاد ہو  
وہ کب یاد گلشن سے دلشاد ہو  
یوں غیروں کو دیوے تو داد سخن  
اور ہم پر سدا ہائے بیداد ہو  
غضب ہے رہیں غیر نزدیک یوں  
اے دور ہو ہم کو ارشاد ہو  
اگر ایک دن آوے وہ میرے گھر  
تو ویران گھر میرا آباد ہو  
ہے رشکی جو ناشاد عاشق ترا  
بھلا کیونکے تجھ بن وہ دلشاد ہو  
کیا کہیے تری نگاہ کیا ہے  
آفت ہے غضب ہے بد بلا ہے  
ہے دل سے قریب یار میرا  
نظروں سے اگرچہ وہ جدا ہے  
ناحق جو خفا ہوئے ہو ہم سے  
تو خیر ہمارا بھی خدا ہے  
نت ہم سے رکھے ہے بے ادائی  
اس یار کی یہ بھی اک داد ہے



رشکی جو ترا ہے عاشق زار  
 صبا اتنا پیغام کہہ یار سے  
 نہ بلب سے مطلب نہ گل سے غرض  
 ہمیں زلف و رخ چاہیے یار کا  
 کہا تھا کہ آئیں گے آئے نہیں  
 ترے غم سے رشکی ہوا جا بلب  
 آہ کیسی امید داری ہے  
 غیر جوں صبح ہر نفس خنداں  
 یاد میں تیری اے مرے دلدار  
 ایک تیرنگاہ سے رشکی  
 مر گیا میں درد و غم سے پر نہ آیا یار ہائے  
 سب سے ملے جلتے ہو تم اور ہم سے رہتے ہو چلا  
 سب کو عزت ہو جہاں میں ہائے کیسا ہے تم  
 غیر کی چھاتی سے لگ جاتے ہو میرے سامنے  
 مر گیا وہ شخص جس سے تم کو ملنا عار تھا  
 ایک دن ان سے یوں کہنا میں نے  
 وہ ہیں منہ پھیر کر لگا کہتے  
 بیٹھو مجلس میں غیر کی تم ہائے  
 باغ میں آج یار ہیں سب کے  
 مری جان غروں سے تو آشنائی  
 مرے حال پر ہو کبھو مہربانی  
 کب وہ سنتا ہے کسی کی بات کو  
 اک نگہ سے جو تری دل کا مرے کام ہوا  
 جی جان سے تجھ پہ نت فدا ہے  
 نہ محروم رکھ مجھ کو دیدار سے  
 ہمیں ہے فقط کام دلدار سے  
 نہ مصحف سے خوش ہوں نہ زنا سے  
 میاں کیوں پھرے اپنے اقرار سے  
 یہ کہہ دینا اس میرے مخوار سے  
 کہ مرے دل کو بقراری ہے  
 ہم کو دن رات اشکباری ہے  
 ہر گھڑی، ہر دم آہ وزاری ہے  
 زخم اس دل میں سخت کاری ہے  
 کس قدر بیرحم ہے یار و مراد دلدار ہائے  
 غیر کو گل جانتے ہو اور ہم کو خار ہائے  
 تیرا عاشق ہو ذلیل و بیوقار و خوار ہائے  
 بولنا بھی ہم سے رکھتے ہو پیارے عار ہائے  
 کون تھا وہ تیرا رشکی عاشق سرشار ہائے  
 آج کی رات میرے یاں رہیے  
 جائیے اور کسی سے یہ کہیے  
 اور نہ ہو ہم سے ہکنا رافسوس  
 ہم کو بے تیرے گل بنے خار افسوس  
 اور ہم سے سدا ہائے یوں کج ادائی  
 مرے مہربان ایسی کیلے وفائی  
 کیا کوئی جانے ہے اس کی گھات کو  
 عاشقوں میں تیرے میرا بھی بڑا نام ہوا



صورت کو دیکھتے ہی ترس جائے مر گیا  
 الہی یہ قسمت میں کیا ہو گیا  
 دل میرا آج پینے سے جس کے کباب ہے  
 اس قدر ظلم اس زور جو روحنا  
 جب سے پہلو میں میرا یار نہیں  
 مرے اوپر سدا ظلم وجنا ہے  
 مجھے خواہش نہیں گلزار کی اب  
 غروں سے راہ و رسم و فاولے آشنا  
 دل مرا اب یار بننا شاد ہے  
 جان و دل کو بقراری ہے کمال  
 جس گھڑی میرا یار آتا ہے  
 جان تیرا خیال ہے اس وقت  
 اس ناز و اداس کے تیری صدقے  
 کیوں تجھ کو جان مہفت ہماری ضرور ہے  
 کس پریر و کے لیے روتا ہوں میں

کوئی نہ کر سکے تھا سو میں کار کر گیا  
 مرا یار ناحق خفا ہو گیا  
 ساتی تو سچ بتا کہ یہ کیسی شراب ہے  
 ہے کسی مذہب میں بھی ظالم روا  
 آہ دل کو مرے قرار نہیں  
 خدا کے واسطے ظالم یہ کیا ہے  
 ہوئی ہے یار کے دیدار کی اب  
 ہم پر سدا یہ ظلم و ستم بائے آشنا  
 یا الہی کیا کروں فریاد ہے  
 جان تجھ بن زندگانی ہے محال  
 دل کو میرے قرار آتا ہے  
 دل کو وحشت کمال ہے اس وقت  
 اس ظلم و جفا کے تیری صدقے  
 ظالم یہ سچ بتا کہ مرا کیا قصور ہے  
 یا الہی مہفت جی کھوتا ہوں میں

(۶) تور الحسن خاں معروف بنو ابیحان پسر محمد علی خاں:

”طبع امیرانہ و عشرت دوست میداشتند... و از انجا کہ نواب علی عظیم خاں... کہ از امرائے  
 ذی مرتبت... عظیم آباد بودند، و با وجود بودن برادر دیگر و خواہر آں مرحوم را وارث معاش و اطلاق خود  
 گردانندہ بودند کہ... شریکی دران نبود، ہمہ سباب عیش امیرانہ ہیما... بود، چنانچہ بتقریب سیر و تفریح در وقت  
 ... غازی الدین حیدر... مع برادر خرد خود یعنی... جعفر حسن خاں... ہفت فرمائے... لکھنؤ گشتہ  
 ہم بزم امرائے آنجا... بودند تا دو سال دران شہر... اوقات... راضف... ساختہ مراجعت نمودند  
 ... از حدات سن راقم را شرف مجالست... آن مخفور کتر بود مگر... خیلے جواد... و غر با پرور میدیدم  
 واز... شجاعت... بہرہ کامل حاصل... بود... استعداد معقول داشتند و... نستعلیق و نسخ پاکیزہ مینوشتند



وفات ۱۵ رمضان ۱۲۴۷ء مدفن مقبرہ علی عظیم خان عقب مکان گلزار باغ۔ اشعار باوجود تلاش بسیار نہ ملے  
مصنف نے صرف ایک پر "اکتفا" کیا ہے :

جد ہم سے ہوتا ہے وہ یار جانی  
کے کئی بھلا کس طرح زندگانی

(۷) جعفر حسن خاں فیض :

"فن از فنون... و علی از علوم... نیست کہ حاصل وجود با کمال آجناب نشد... تقدس دورع  
باطنیت... بمناسبت شرع آیمختہ... و باوجود کمال باطن حسن تقریر و خلق دلپذیر بمرتبہ ایست کہ ہر صغیر و  
کبیر... فرخور خود تملذذ... می گردد و خطوط پاکیزہ... ارقام می فرماید خصوصاً... نستعلیق و شفیعا و رقاع  
خیلی مطبوع طرح دادہ آند کہ تا آن زمان احدی از استادان سلف خطی بآن خوبی ایجاد نساخہ اند و عبارت متنی  
و اشعار بلغ پرورہ و فصاحتی ریختہ گوین حال از خاصہ... آجناب جلوہ ظہور می یابد... مضمونی خلاف طریق لیکن  
در شان مسلمان سلف بستہ نشود و باین ہمہ اعتنائی و توجہی خاص باین جانب نیست چنانچہ میفرمایند۔

شعر کہتا ہی کچھ نہیں ہے فخر  
آدمی کا کمال ہے کچھ اور

بالفعل عربی بصفت شجر می... زینت بخش گلستان زبان ریختہ گردیدہ است و تا این زمان  
از احدی بنظور نیامدہ و خود آترا... بخط شفیعا خیلی پاکیزہ و مطبوع... مرقوم ساخته... چنانچہ در آخر  
غزل و ابیات بخط آجناب تسوید خواہد یافت۔ و در تمثال کشی و علم موسیقی و ریاضی نیز مہارت رسا داشتند  
چنانچہ شبیہ دست خاص بنظر اقم در آمدہ... در فن سواری اسب و تعمیر مکان و شناوری و پختن طعام  
و حل تمام دارند، اما بعضی را از فرط پاس شرع و لحاظ دورع و برخی را از قلت فرصت با کتساب عمال غیر بشمول دیگر ہر دو  
ایام جوانی بیکلم ترک فرمودہ، الحال اوقات... خود را بمطالو کتب فقہ و احادیث و تفسیر و تہذیب و روح تزکیہ  
نفس بر ریاضت حقہ میروانند، چنانچہ محض از برائے تحصیل علوم دینیہ بکمال سعی بے سرو سامان امارت درسہ بکینزار  
و دوسد و پنجاہ و شش ہجری بار دیگر روانہ لکھنؤ شدہ در... خدمت... مجتہد العصر... جناب سید حسین...  
رسیدہ مستفید تحصیل علوم گشتند و بعد چندے مراجعت نمودند۔ الحاصل از عرصہ چند سال در محلہ سنگی والان  
در عین شارع راہ... عقب امام باڑہ... حاجی صاحب... بغایت حسن سلیقہ و ولتخانہ عالی ساخته۔  
استقامت دارند۔ تاریخ مکان "قہر اقبال مشید شد ازین" (۱۲۵۰) و در امام باڑہ مذکور بسیر خود و تعریہ دار  
میروانند و بامولف بمرتبہ شفقت و عنایت مرعی دارند کہ دے بار اقم تسکین نمی پذیرند۔ چنانچہ مولف نیز روزی



سعادت اندوز ملازمت گشتہ... جو علم و دانش تحصیل می گردد و الحال باصلاح حروف شفیقا و نستعلیق و بمطالعہ کتاب حق الیقین و مسالک لبیبہ فی القواعد النحویہ سے پرواز د... -

دل کروں خالی تو یہ میناے اخضر ٹوٹ جائے  
 بخت برگشتہ وہ ہوں گر آرزو ہو مرگ کی  
 یاں کی ہر تعمیر کو دیکھو خرابی ساتھ ہے  
 رشتہ تسبیح اپنا ہو گیا تار نفس  
 لطف ہو گر دست ساقی سے صراحی گریزے  
 تاب کس کو ہے کہ یہ بیتابیاں دیکھے مری  
 کیسی پابندی ہیں زنداں کی اور زنجیر کی  
 باغ میں دیکھے ترے گیسواگر صد چاک ہو  
 قبر شق ہو زندہ ہو نکلیں جو تو تربت پہ آئے  
 ہم پر پروانہ پر مکتوب کیا بانڈھینگے فیض  
 تم کھل کے تو کچھ بات مری جاں نہیں کہتے  
 دجلہ کہیں یا ہم کہیں یا اس کو سمند  
 گہ چاک ہے گہ پارہ گہے تار پریشاں  
 کب سنگ میں ہے رنگ ترے لب کے برابر  
 رہ کر دہن آبلہ میں مثل زباں حیف  
 کالے ہیں راتوں کو دکھاتی ہے تری زلف  
 شکوہ بھی اسیری کا اگر ہے تو دلوں میں  
 داغوں سے ہوا ہے یہ تماشا گر عالم  
 ظاہر ہے کہ ہیں فیض محبت میں گرفتار  
 سیل پر چشموں کے اپنے کیونکہ حیراں ہوں نہیں  
 میا ہی دیوان فقط تیری ادا کا ہوں نہیں

آہ میں اپنی اشروہ ہے کہ پتھر ٹوٹ جائے  
 ہاتھ میں قاتل کے وقت ذبح خنجر ٹوٹ جائے  
 کچھ بنے بھی گر حجاب آسا تو بن کر ٹوٹ جائے  
 ذکر ہو موقوف تیرا گریہ دم بھر ٹوٹ جائے  
 لغزش مستانہ ہو ایسی کہ ساغر ٹوٹ جائے  
 دل ہمارا قصہ جانکاہ سن کر ٹوٹ جائے  
 وہ جنوں کا زور ہے سد سکندر ٹوٹ جائے  
 آرزوے شانہ میں شاخ صنوبر ٹوٹ جائے  
 لوح مرقد کا ہماری سنگ مرمر ٹوٹ جائے  
 بام تک جس کے کیو تر کا بھی شہر ٹوٹ جائے  
 چپ رہتے ہو شرما کے مگر ہاں نہیں کہتے  
 اس چشم کو ہم دیدہ گریاں نہیں کہتے  
 عاشق کے گریباں کو گریباں نہیں کہتے  
 ہونٹوں کو ترے لعل بدخشاں نہیں کہتے  
 کچھ صدمہ پاخار سیا باں نہیں کہتے  
 اس خوف سے ہم خواب پریشاں نہیں کہتے  
 صیاد سے کچھ مرغ گلستاں نہیں کہتے  
 یہ دل ہے اسے سرد چراغاں نہیں کہتے  
 لیکن وہ کسی سے غم پنہاں نہیں کہتے  
 کچھ سمندر یہ نہیں دجلہ نہیں جھوں نہیں  
 کون سا دل ہے کہ اس انداز کا گفتوں نہیں



کیا ہی طوفاں زاہیں یہ آنکھیں کہ تجالت سے ملے  
 پس گئے لیکن نہیں اب تک تجھے ہرگز قرار  
 دل میں آتا ہے قدم پر اس کے لوٹوں وقت نہ  
 نشہ زلف اس کا دیکھیں کیا ہمیں لہریں دکھائے  
 دل ہوا خون پہلے پھر خون ہو کے پانی ہو گیا  
 چشم کے غرنے تلک پہنچاؤں تم کو طفل اشک  
 نوش لب سے اس کے ہونگے کامیاب زندگی  
 یار کے قامت سے ہم کب سرو کو تشبیہ دیں  
 مانگتے بوسہ تھے جب ہم منہ لگاتا وہ نہ تھا  
 طفل ناداں ہے اسے بہلا کے اپنا کام لوں  
 صفحہ عالم پہ ہیں کیا کیا بنے نقش و نگار  
 نرگس ساقی کو جو ہے دلبری مد نظر  
 ہر شجر کے برگ کی جنبش سے شیوں ہے عیاں  
 کیا جدائی آگئی قاتل سے ہم سے درمیاں  
 شاد کس کا دل نہیں تیرے خیال و وصل میں  
 آگے کب ہم کو سفر سے آپ خط بھیجا کیے  
 ہوں جا بجا سانس کھینچے ہوئے دنیا میں فیض  
 ہوتے ہو خفا تم تو پکارا نہ کریں گے  
 نالہ جو کریں باغ میں ہو ویں بھی خاموش  
 اب تیرنگہ سے ترے ڈرتے نہیں ہرگز  
 نالوں سے یہ کہدے کوئی اس گرم روی سے  
 صدقے کے لیے مرغ دل اس پاس تو لجاؤں  
 انساں سے تو کیا دخل ہے ہم سے کرو اقرار

ابر کہتا ہے کہ ان کے سامنے برسوں نہیں  
 کیا سکوں اس آسیا میں تیری اے گردو لہنہیں  
 پر ادب کا پاس تو یہ ہے کہ بس ترپوں نہیں  
 نہ ہر ہے کالے کا کچھ یہ نشہ انیوں نہیں  
 اس لیے ہے اشک اپنی چشم کا گلگون نہیں  
 پر یہ کہدو آگے جانے کیلئے چلوں نہیں  
 نوشدارو سے تو برسوں بھی اچھا ہوں نہیں  
 گو سہی ہے سرو لیکن قامت موزوں نہیں  
 اب غرض پر اپنی دے بوسہ تو ہرگز لوں نہیں  
 مرغ دل دکھلاؤں لیکر ہاتھ میں پر دو لہنہیں  
 کون سا ہے نقش جس میں رنگے ناگوں نہیں  
 چشم میں نرگس کی دل لینے کا وہ انسو نہیں  
 دشت میں موقوف اب تک تم جنوں نہیں  
 تیغ تک کہتی ہے گردن پر کبھی ٹھہروں نہیں  
 کس کی خاطر غم سے تیرے ہجر کے محزون نہیں  
 بھولے گرا بدم کے بھی تو کچھ یہ نیا مضمون نہیں  
 زندگی بھر چاہیے مجھ کو کہ دم ماروں نہیں  
 آنکھوں سے بھی اب بلکہ اشارہ نہ کریں گے  
 کیا مرغ چمن پاس ہم را نہ کریں گے  
 سوراخ جگر میں یہ دوبارہ نہ کریں گے  
 اب سینے سے نہ ہمارا گزارہ نہ کریں گے  
 گو ہم کو یقین ہے وہ گوارہ نہ کریں گے  
 نرگس سے کبھی آنکھ بھی مارا نہ کریں گے



اس گیسوؤں والے کے نہ لہجائیں گے ہم پاس  
 درویش تلافی کے لیے تیرے نہیں گئے  
 جب تک کہ ہم آغوش میں لیتے نہیں تجھ کو  
 تڑپیں گے قفس میں کہ یہ ٹوٹے قفس تن  
 تدبیر مرصن بھی ہے مرض سے نہیں کچھ کم  
 اشکِ خونیں دل کا گرداغ کہن ہو جائے گا  
 گر یہی ہے جو شش گرہ کوئی دن میں دیکھو  
 چشمِ صنعت میں سے یہ گلزار عالم دیکھ پھر  
 کوچہ و بازار میں ہے ذکر اپنے عشق کا  
 یہ روش تیرے ستم کی دیکھ کر اب چرخ کی  
 زلف کی اس کی درازی کا بیان دشوار ہے  
 آسماں پر اشک کو لے جائے گی تحریک آہ  
 بکھل گئے گر گیسوے مشکیں کہیں دلدار کے  
 دامنِ مشرکان کی جنبش اور بھرکاتی ہے آگ  
 موبہ برابر اب نہیں عالم میں قدرِ شرفیض  
 آمد یار کی گلشن میں خبر پائی ہے  
 جون سے عضو کو دیکھو وہ ہے حیرت کا مقام  
 خود نمائی پہ تری نحو ہے عالم پیارے  
 سادگی نے تری ہم کو تو کیا ہے ہم بخود  
 زیب تن کرتے سدا جامہ عریانی ہم  
 رات احسان جو گل کے ہونے بلبل پہ نسیم  
 ایک سے ہیں نہیں مضمونِ رخ و کاکل کے تیرے  
 ہم گرفتار بھی ہو کر نہیں سمجھے افسوس

رسوا تجھے لے عنبر سارا نہ کریں گے  
 کہا آپ فقروں سے مدارا نہ کریں گے  
 اس خواہش بجا سے کتارہ نہ کریں گے  
 صیاد کو گھبرا کے پکارا نہ کریں گے  
 ہم فیض کسی درد کا چارہ نہ کریں گے  
 ہونگے گل قطرے ہر اک دامن چمن ہو جائے گا  
 مردک کا چشم کے دریا وطن ہو جائے گا  
 مثل گل آنکھوں میں ہر خار چمن ہو جائے گا  
 شہر میں مشہور اب دیوا پن ہو جائے گا  
 بکروی چھٹ جائے گی سیدھا چلن ہو جائے گا  
 موبو گر ہم کہیں طول سخن ہو جائے گا  
 بس ہوا اٹھتے ہی دریا موجزن ہو جائے گا  
 دامن باد صبا دشت ختن ہو جائے گا  
 آتشیں رخسار تیرا شعلہ زن ہو جائے گا  
 کوئی دن میں اور یہ متروک فن ہو جائے گا  
 کاش آجائے تو گل کی بڑی رسوائی ہے  
 پوچھتے قد کو ہو یہ حسن تو بالائی ہے  
 آئینہ بھی اسی عالم کا تماشا ہے  
 اس قدر کس لیے تو نحو خود آرائی ہے  
 کیا کریں اپنے گلے تو پڑی مرزائی ہے  
 صبح کچھ ہم نے بھی اڑتی سی خبر پائی ہے  
 کوئی ہشیار ہے اس میں کوئی سودائی ہے  
 کون سی بات کا صیاد تمسائی ہے



آگے بس فیض فقط بادیہ پیمانی ہے  
 اور یار کسی طرح سے مائل نہیں افسوس  
 ترپا کوئی اس طرح سے بس نہیں افسوس  
 سرکا بھی زرا پر وہ محفل نہیں افسوس  
 راتوں کو صدا آتی ہے ساحل نہیں افسوس  
 اس پر بھی ہمارا ہوا قائل نہیں افسوس  
 دل دینے کو لیکن کوئی بدل نہیں افسوس  
 صحبت نہیں بجمع نہیں محفل نہیں افسوس  
 ہمیں بھی اس کے کوچے سے نہ جانا تھا نہ جانا تھا  
 فقط منظور بلبل کو یہ فسانہ سنا تھا  
 تجھے نخل تمنا بس یہی اک بار لانا تھا  
 ہوا معلوم یہ ہم کو کہیں دور اس کو جانا تھا  
 جو دیکھا غور کر کے نت نیایاں کارخانہ تھا  
 نری آنکھوں نے رور و رسات تہ میں اس کو چھٹا تھا  
 وہاں اڑتے تھے مشقت پر پرانا اشیانہ تھا  
 کھلا در تھا پڑا سلسنان اس دم قید تھا  
 بگاڑا اضطراب دل نے یہ دشمن پرانا تھا  
 نہ آنا تھا نہ آنا تھا نہ آنا تھا نہ آنا تھا  
 اور کہیے تو یہ لطف کہ شرم نہیں جاتے  
 آنے پہ ترے شوخ ہیں کیا کیا نہیں جاتے  
 بھولے سے کبھی آپ میں ہم نہیں جاتے  
 تدبیر مرض کی کوئی بستلا نہیں جاتے  
 تھوڑا ہے کہ ہم رات کو کچھ کھا نہیں جاتے

یاں تلک ہے یہ زمیں لطف سخن سے معمور  
 قابو میں تو ہم دیکھتے اب دل نہیں افسوس  
 تب دیکھتے خنجر کی روانی ترے قاتل  
 گونا گویا سے لگی قیس کی تھی آنکھ  
 دریائے محبت میں شناور جو ہیں ان کی  
 دیکھی تو وفا تو نے دم باز پسینک  
 خواباں سے جہاں آج بھی معمور ہے سارا  
 ہم فیض غزل کہہ کے پڑھیں سائے کس کے  
 اسے منظور در سے ہر طرح میرا اٹھانا تھا  
 بیان عشق اپنا باغباں سے ہم نہ کرتے تھے  
 شراک بار آنے کا ترے جز داغ کیا پایا  
 دم رخصت کہا تھا جاں سے دم لو نہیں مانا  
 بہت گو عمر ہو پر تجربہ حاصل نہیں ہوتا  
 یہ ہے کس طرح یہ طکرے جگر کے لشک میں باقی  
 چمنی صرف خزاں ہونے نہ پایا تھا کہ بلبل کو  
 نہیں معلوم زندانی ہوئے یا قید سے چھوٹے  
 رقیبوں کو کسی ڈھب سے تو ہم نے شب کو ٹالا تھا  
 مرے ہم آرزو میں فیض اس گل کی گراں کو  
 وعدہ تو بہت کرتے ہیں پر آپ نہیں جاتے  
 صبر و خرد و ہوش و تواں تاب و تحمل  
 بے ہوشی نے ہم کو وہ مزایا دلایا  
 کہتے تو ہو ہم درد کو سمجھے ترے لیکن  
 بھوکے ترے دیدار کے دن کاٹے ہیں بے



برسوں ہی تو نظروں سے ہٹتے ہوئے  
 بے داغ تریاں سے نہ جانا تھا لیکن  
 دو دن نہ اٹھیں جو رتوں کے کبھی ہم سے  
 پھر رہا نظروں میں میری جو ساریات کا ہے  
 آتشیں آہ تے شب کی تو دیا پھونک جہاں  
 روز و شب ایک سا عالم ہے جدائی میں تیری  
 چٹکیوں کے یہ تری داغ نہ مٹ جائیں کہیں  
 دن کو پہلو میں رہو رات کو ہونے کا کنار  
 ہنسیوں کوئی نہیں روز و شب اپنا کوئی  
 دن کو بھی اب نہیں گلشن میں طے گا آرام  
 جس کا مذکور تھا لے فیض وہ جانا ہے ابھی  
 رہا برسوں ہی ناقہ راہ پیادشت غربت کا  
 ہمارے جیتے جی اندوہ و غم ہیں شاد شاد اتنے  
 جنوں نے تو ہمیں گلشن چہ ازنداں ہی دکھلایا  
 کہیں تیخ آزمائی پر مزاج اس کجا آجائے  
 خرد تاب و توان سب ٹل گئے لے آرزو اس دا  
 بہت سے لطف صحبت سادگی کچھ اس کی کھوئی ہے  
 تاشائی درود یوار ہے گلشن میں اس رو کا  
 ابھی تو ابتداء عشق ہے بس فیض گھبرائے  
 دن ہوا ہجر کا جس طرح بس دیکھ چکے  
 تیرے تیزان آہوں کا گذر دیکھ چکے  
 تیرے یلنے میں روزن جو کیا خوب کیا  
 بات میں تیری تو مطلق نہیں پاتے ہیں ثبات

خاطر سے اگر کہیے تو اصل نہیں جاتے  
 دستور سفر کا ہے کہ تنہا نہیں جاتے  
 شاہباش تمہیں فیض کہ گھر نہیں جاتے  
 دن پہ بھی جوش تصور سے گماں رات کا ہے  
 تیرگی ہے جو سحر کی یہ دھواں رات کا ہے  
 دل کا آرام کہاں اور کہاں رات کا ہے  
 ایک ہے دن کا نشان ایک نشانات کا ہے  
 وہ تو ہے دن کا مکان اور یہ مکان رات کا ہے  
 دن کا ناصح ہے سدا پیر مغاں رات کا ہے  
 بلبلوں کا وہی انداز فغاں رات کا ہے  
 نوجوان سرور واں غنچہ دہاں رات کا ہے  
 نشان پایا نہ کچھ لیلیٰ نے پر مجھوں کی تربت کا  
 موئے پر چاک ہو جاگا گریبا یاں و حشر کا  
 یہاں دیکھیے ہوتا ہے کیا سامان رخصت کا  
 تاشا ایک دم میں ہم بھی دکھلائیں جرات کا  
 نکل جا تو بھی میری جا یہی ہے وقت فرصت کا  
 نہ وہ مشتاق لذت کا نہ یاں یاں ہے سبقت کا  
 بدھر دیکھوں بسان آئینہ عالم ہے حیرت کا  
 سدا کہتے تھے ہم مشفق کہ ہے یہ کام محنت کا  
 رات بھی ایسی ہی ہوگی تو سحر دیکھ چکے  
 دل تو کیا چیز ہے پتھر میں اثر دیکھ چکے  
 دل تمہیں دیکھ چکا تم بھی جگر دیکھ چکے  
 تیری باتوں کو بھی بس اب بات نہ کر دیکھ چکے



تجھ کو اٹھ اٹھ کے ہم نے رشک تو دیکھ چکے  
 رات صحبت میں ہم انداز نظر دیکھ چکے  
 تیری لہروں کے کھلے بال مگر دیکھ چکے  
 سیل میں آنک کے یوں دیدہ تر دیکھ چکے  
 شاخ نرگس کو ترا دست نگر دیکھ چکے  
 سایہ گل میں ہم اڑتے ہوئے پر دیکھ چکے  
 قطرہ اشک میں تاثیر شر دیکھ چکے  
 دشت میں ناقہ لیلیٰ کا گذر دیکھ چکے  
 تو ان آنکھوں سے تم اس بت کی کر دیکھ چکے  
 لاتے ہیں کھنچ فصل خزاں کو بہار میں  
 نکلی ہے لوک سرمہ دنیالہ دار میں  
 اپنا تو جی لگا اسی بار یک کار میں  
 ہم بیٹھ کے یہ بات کہیں گے ہزار میں  
 ہے سرکشی بہت ابھی اپنے غبار میں  
 پھولوں کی بو بھری ہے نسیم بہار میں  
 فوج ستم نظر نہیں آتی غبار میں  
 قطرہ ہمارے اشک کا ہے کس قطار میں  
 ڈھونڈتے بھی ہیں تو کچھ مثل شر پاتے نہیں  
 اس قدر بھی ہم قبض میں بال و پر پاتے نہیں  
 جائیں کس کے گھر کسی کے دل میں گھر پاتے نہیں  
 پاؤں تک پہنچے ہیں اس بت کے گھر پاتے نہیں  
 مہر و مہر کا سوں میں بھر کے سیم و زر پاتے نہیں  
 اشک کے دانے بھی مرغ نامہ بر پاتے نہیں

دن پہ موقوف نہیں شوق میں راتوں کو سدا  
 بیٹھنا پاس ہمارا سے منظور نہ تھا  
 دامدار اب نہیں دریا میں لگاتے ہیں دام  
 منکس ہوتے ہیں جس طرح سے دریا میں سخا  
 اس تمنا میں کہ ہاتھ آئے نزاکت شاید  
 بعد مرنے کی بھی بلبل سے محبت نہ گئی  
 استیں جل گئی دامن سے دھواں ٹھہرا  
 ساتھ اک سوختہ جاں تھا وہی جنوں ہو گا  
 جب رگ جاں نہیں آتی ہے نظر فیض نہیں  
 پیری کو صرف کرتے ہیں عشق لنگار میں  
 مشرکان ہی ایک بس تھی تملش کوئی اک اور  
 ہر لحظہ فکر و صف کمر درمیاں ہے یاں  
 پاتے نہیں گلوں میں تو اس کی سی ایک بات  
 ٹھوگر لگی تو اوج پہ جاتی ہے اپنی خاک  
 خوشبود داغ مرغ چمن ہے شمیم سے  
 ہے گرد رہ جو خط پہ تو دل کچھ اماں میں ہے  
 ہے فوج فوج اشک رواں عاشقوں کی فیض  
 خاک پر گرم آنسوؤں کا ہم اشر پاتے نہیں  
 طاقت پرواز جانے دو تڑپ کے مر تو جائیں  
 دل میں اب یہ ہے کہ اپنے گھر میں چکے بیٹھے  
 کیا نزاکت ہے مگر کی بال سر کے شوق میں  
 گردش گردوں گردان کے جو دکھ سہتے نہیں  
 حاصل کر یہ بھی اپنا مل گیا سب خاک میں



پھر نہ تم پاتے جو تم کو اک پہ پاتے نہیں  
 رات ہے تاریک اب زنداں کا درختے نہیں  
 آپ کو ہم آپ میں اب بیشتر پاتے نہیں  
 جلوہ گلوں کا دیدہ بلبیل میں خار تھا  
 گوسا منے تھا یار پہ دریا کے پار تھا  
 لے ترک صید بند وہ کیسا شکار تھا  
 جھونکا نسیم صبح کا کیا خوشگوار تھا  
 ہم سے صبا کے دل میں بھی کیسا غبار تھا  
 جو سلسلہ سخن کا تھا وہ پیچھا رہتا  
 اب یاد بھی نہیں ہے کہ ذوق بہار تھا  
 سلجھاؤ کے ہم لاکھ خیالوں میں ہے رات  
 صحرا کی طرف جا کے غزالوں میں ہے رات  
 اک ہم بھی کھرے دیکھنے والوں میں ہے رات  
 بیہوش ہم ان دو ہی پیالوں میں ہے رات  
 وے پھول جو اس شوخ کے بالوں میں ہے رات  
 بوسے کا نشاں یار کے گالوں میں ہے رات  
 طالع تھے کہ خورشید مثالوں میں ہے رات  
 کھینچی عجب طرح کی خجالت بہار نے  
 کی سرکشی بہت مرے مشت غبار نے  
 او ترک صید بند تجھے کس شکار نے  
 قمری چلی ہے طوق گلے سے اتار نے  
 زلفوں سے خاک تربت مجنوں بہار نے  
 کچھ بھی مساعدت نہ کی جیب و کنار نے

زندگی باقی تھی جو تم آگے ورنہ ہمیں  
 دن تلک تسکین تھی کچھ زنداں کے در کو دیکھ کر  
 گر طیں کے فیض تو پوچھیں گے ان سے کیا سبب  
 گلشن میں گل جو مائل نظر ارہ پار تھا  
 دوری سے فرط گریہ سے عین وصال میں  
 مر کر ہوا جو دامن زریں کا یہ تیرے زریں  
 بلبیل کی آنکھ لگ گئی گلشن میں پائے گل  
 دامن تلک بھی تیرے نہ پہنچی ہماری خاک  
 سودائے زلف یار میں جب تک تھی گفتگو  
 دل بستگی خزاں سے جو اپنی ہوئی ہے فیض  
 بال اس کے الجھ کان کے بالوں میں ہے رات  
 آنکھوں کی پھر تک نے تری وحشی جو کیا دل  
 عالم ہی کھڑا دیکھ رہا تھا ترا عالم  
 کچھ کم نہیں ہے کیف تری چشم میں مے سے  
 کیا زلف کی خوشبو ہے کہ بس بس گے سارے  
 ایسی بھی نزاکت نہیں دیکھی کہ سحر تک  
 ہم بزم رہے فیض حسینوں میں سحر تک  
 جلوہ دیا چمن کو جو گل حسن یار نے  
 خاطر فلک کی ہم سے مکر نہ ہوتی آج  
 پھر پھر کے صید گاہ میں دیکھا نہ پیار سے  
 آزاد عشق ہوئے سرو سے قد اس کا دیکھ  
 یہ کیا عجب ہے عشق میں لیبلی لگی دمام  
 سب خاک میں طے در غلطان اشک آہ



پایا فروغ کچھ نہ چراغ مزار سے  
پوشیدہ غم کیا تو اسی پردہ دار نے  
اپنے اس ایک ایک گریباں کے تار نے  
کیا کیا دکھائیں گردش لیل و نہار نے  
اس تن کے فیض پیر بن مستعار نے  
ہوں نرگس بیمار کا بیمار محبت  
چبھتا ہے رگ جاں میں سد لختار محبت  
آزاد تعلق میں گرفتار محبت  
انکار محبت ہے اب اقرار محبت  
کس جوش سے پھولا ہے یہ گلزار محبت  
دل لے کے کہاں جائیں گے ہم زار محبت

اس دل زار نے ہمیں مارا

ابروے یار نے ہمیں مارا

شب کی تکرار نے ہمیں مارا

شوق دیدار نے ہمیں مارا

کس دل آزار نے ہمیں مارا

دوری یار نے ہمیں مارا

مرگ غمخوار نے ہمیں مارا

ابر کہسار نے ہمیں مارا

انہیں دوچار نے ہمیں مارا

اور قامت رعنا سے صنوبر نہیں ملتا

ہم ملتے ہیں گراس کو تو خنجر نہیں ملتا

بلبل کا تو گلشن میں کہیں پر نہیں ملتا

یہ داغ عشق کی رہی مرقد پہ روشنی  
اس آنکھ سے تھی چشم کے ضبط اشک کی  
سوار آب آب رگ ابر کو کیا  
اس رو و زلف یار کے قصے نے ہم کو آہ  
کم اعتبار اہل بقا میں بہت کیا  
اس چشم سے ہے دل کو سرو کار محبت  
یہ درد نہاں اب نہیں جاتا نظر آتا  
آزاد محبت ہیں گرفتار تعلق  
ہے ضبط میں تاثیر سخن باعث اظہار  
ہر چاک پہ سینے کے خیاباں کا ہے عالم  
کوچ سے ترے اٹھ کے بتا تو ہی سترگر

غم کے آزار نے ہمیں مارا

زخم شمشیر کا بہا نہ تھا

روز کے تو غرور و ناز نے اور

کیا عجب خاک سے اُگے نرگس

زور سے نکلا تیر کا نیکیاں

شب کسی گوشے سے صدا ہے بلند

صبر مرحوم تک تھے زندہ بس

یاد دلو ا کے مے پرستی آج

بیدلی بی کسی و تنہائی

اس کے ریح زیبا سے گل تر نہیں ملتا

آزردہ ولی یار کی کس درجہ بتاؤں

آباد قفس کر دیے صیاد نے سایے



خورشید کی گرمی کا بھلا کون سا مذکور  
خنجر تراگردن پہ جو چل جائے تو اچھا  
اس اشک کا گرنا تو زمیں پر نہیں کچھ خوب  
پر وائے کو ہے شوق کہ آغوش میں لوں شمع  
ہو جائے گی پھر گرم ہو اسوز جگر سے  
نہ وہ جیون کا عالم ہے نہ وہ انداز تورا  
عجب کیا مدعا حاصل ہو چرخ کینہ پرور کا

اشختے ہیں یہاں .....  
دنیا سے میشتاق اجل جائے تو اچھا  
دامن ہی میں یہ طفل چل جائے تو اچھا  
اور شمع ہے سرگرم کہ جل جائے تو اچھا  
دم تن سے نکل آج ہی کل جائے تو اچھا  
ز بس آشفقت ہے چہرہ بھی اس خورشید انور کا  
مزاج اب ہے جفائے تازہ پر کچھ اس شکر کا

نیا انداز ہے دیکھو کمر میں آج خنجر کا

مناسب جو نہیں ہرگز زباں پر ہم وہ لاتے ہیں  
خفا ہوتا ہے وہ جس بات سے وہ ہی سنا ہے  
دل نازک کو اس کے لطف کی خاطر دکھاتے ہیں  
بڑھاتے اس لئے تکرار میں اس سے کہ پاتے ہیں

جواب تلخ میں اس کے مزاق تکرار کا

محبت میں تری ہم کو عجب تھا قتل کا اپنے  
یہ کجے اب سبب سو ادب تھا قتل کا اپنے  
گماں دلبر تری جانب سے کب تھا قتل کا اپنے  
تری کا گل کا چھوٹا ہے سبب تھا قتل کا اپنے

خریداری میں ان زلفوں کی بس سودا ہوا سر کا

یہ آتش عشق کی وہ ہے کجے ہرگز نہ جیوں میں  
خیال آتا ہے ہر ساعت یہ ابھی طبع محزون میں  
جلا کر خاک کر ڈالے پڑے گر کوہ و ہاہوں میں  
بھری ہے آگ دل کی اپنے سب نلمے کے مضمون میں

عجب کیا ہے جلا دیوے کہیں یہ پر کبوتر کا

سماجت میں گزرتی ہے ہمیں تو ہر زماں تری  
طبیعت کچھ نہیں معلوم کیوں ہے بدگماں تری  
وے خاطر کبھی پاتے نہیں ہیں ہر بات تری  
عبث ہم پر جو ہر دم تیرے تیغ زباں تری

اسی سے جانتے ہیں ہم کہ تیرا دل ہے پتھر کا

فقط اک سادہ رعلی تیری دشمن اپنی جا کی تھی  
کبھی ابر و تری صورت بلائے ناگہاں کی تھی  
خلش طرز نگہ کی دل میں سب نوک مناں کی تھی  
صف آرائی یہ مشرکان کی تو نوبت لاما کی تھی

نمود خط پہ تیری سامنا ہے اب تو لشکر کا



فزون ہوتا جو یہ خلط بچا تھا فیض سے اسکو  
یہ رکتا بے سبب کا گب سدا تھا فیض سے اسکو  
بکلف کچھ نہیں اب تو رہا تھا فیض سے اسکو  
یہاں تک بے حجابی کا مزہ تھا فیض سے اسکو  
جو پردہ بھی ہوا شب کو کبھی تو مہر کی چادر کا

دل ہاتھ میں رکھا نہیں اک آن کسی کا  
پورا نہ کیا آپ نے ارمان کسی کا  
تھا مانہ کبھی پیار سے دامن کسی کا  
دل خوش نہ کیا تم نے مری جان کسی کا  
کھینچا نہ کبھی ہنس کے گریبان کسی کا

ہم چاہنے والے کی بھی کچھ بات سنا کر  
عشاق کو تم محو کر دو گھر میں بلا کر  
اس رنگ سے پھرتے نہیں بازار میں جا کر  
یوں پان چیا گلیوں میں ناحق نہ پھرا کر  
خوں مفت میں ہو جائے گا نادان کسی کا

بکھرائی جو زلف اس نے تو بو پستی ختن میں  
عشاق کے دل پھنس گئے ہر ایک تنگن میں  
ترپے ہے فقط روح نہ انسا کے تن میں  
برہم ہیں جو اس اس لیے سنبل کے چمن میں

جوڑا کبھی دیکھا تھا پریشان کسی کا

ہم نے تیرا سا کبھی یار نہ دیکھا نہ سنا  
اس طرح کا کوئی عیار نہ دیکھا نہ سنا  
ہے نشے میں بھی وہی آن وہی اس کا غور  
مست ایسا کوئی ہیشیار نہ دیکھا نہ سنا  
کیا صفائے رخ محبوب ہے سجا اللہ  
اس طرح کا گل بیخار نہ دیکھا نہ سنا  
چیز موبہوم کا کیا کوئی نشاں تلوے  
ہم نے اب تک وہی یار نہ دیکھا نہ سنا  
صبر اب تیری جفا پر نہیں انسان کا کام  
جانے عشق کو ایسا تو نہ پھرتے اس راہ  
خضرہ شوق ہے بے پوچھے ہی جاہیں چلے  
مرگ ہو جس میں شقاورد ہو بس اس کی دوا  
آہ وزاری کا بھی اک وقت ہے بس قہقہہ  
اس دل میں دل آرا کا جلوہ نظر آتا ہے  
ہر رنگ کی نظروں میں صحرائی کی کیفیت  
ہم نے تیرا سا دل آزار نہ دیکھا نہ سنا  
مانند محیط اب یہ قطرہ نظر آتا ہے  
ہر موج میں اب ہم کو دیر نظر آتا ہے



اس بزم میں خوبی دل میں نظر آتا ہے  
 آنے میں قیامت کو عرصہ نظر آتا ہے  
 پلکوں پہ جگر کا اب ٹکڑا نظر آتا ہے  
 فتنہ کوئی اب تازہ بر پا نظر آتا ہے  
 آنکھوں میں گلابی سا ڈور نظر آتا ہے  
 مقیش کا چہرے پر سہرا نظر آتا ہے  
 چوٹی میں کوئی دل بھی اٹکا نظر آتا ہے  
 اب دیکھیے مرنے پر کیا کیا نظر آتا ہے  
 شمع کو آغوش میں لے کیا کسی کا کام ہے  
 دل میں اپنے خوب جو ڈھونڈا خدا کا نام ہے  
 مختصر یہ ہے نگہ وہ موت کا پیغام ہے  
 حسن نے کیا حال پھیلا یا یہ اک اک نام ہے  
 اک لفاک عین ہے اک میم ہے اک لام ہے  
 دیکھنا لازم نہ تھا قاتل کا یہ الزام ہے  
 کیا جنوں کی بات ہے کیسا خیال خام ہے  
 ایک سو بچہ وطن غربت کی اک سو شام ہے  
 حسن کا آغاز وایا عشق کا انجام ہے  
 کان کی مچھلی تر پتی ہے یہ کیسا دام ہے  
 کچھ نظر کرتی نہیں ان دو صفائیں کام ہے  
 جام میں ہے عکس ردا و رومی عکس جام ہے  
 دونوں عالم یہ عرصہ یکساں کا کام ہے  
 اک نگہ میں گرا اس مہ نے نظر بند کیا  
 کون سے دل کو بھلا عشق نے خرسند کیا

یاں نغمہ نواز اور رقص تن بسمل ہے  
 دیدار کے وعدے کا ہودل کو یقین لیکن  
 تھے اشک حنائی تو مدت سے بہے جاتے  
 ہے چال میں اب تری کچھ اور ہی (۹)  
 مکی تو اسے ہمت دے سکتے نہیں لیکن  
 کچھ بادے افشاں کے ہیں زلف میں جو انکے  
 تعویذ طلائی تو ہے سر پہ ادھر لڑکا  
 دنیا کے کرشمے تو ہیں فیض بہت دیکھے  
 چپکے جل جانے سے پرولنے کا اتنا نام ہے  
 ہجر میں ہم کھو کے بیٹھے سبنا ہوش و صبر  
 تیر کہتا ہے کوئی کوئی بلا جو کوئی  
 زلف تیری آنکھ کے ڈورے ترے تارنگا  
 قد کی آنکھوں کی دہن کی زلف کی تشبیہ کیا  
 چشم بسمل کو ہاری دیکھ کر وہ ڈر گیا  
 آئینہ اس کا اٹھا کر دیکھتے ہیں عکس رو  
 روے تاباں اک طرف کیسے مشکیں ایک سمت  
 اس کی طفلی کی ادا نے زندگی سے کھو دیا  
 مرغ دل انساں کا گرز لہوں کا قیدی ہو تو ہو  
 کیا صفا سا غریب ہے اور کیا ہے روئے یار میں  
 آئینہ خورشید میں آئینے میں خورشید ہے  
 تنگ ہے میدان بیان سیر دل کا اپنی فیض  
 طور میں دل کو بچانے کا تو ہر چند کیا  
 جان کو کس کی محبت دیا ہے آرام



تو نے لب اپنے جو آلودہ دشنام کیے  
گو ہر اشک پر رونے کا سلیقہ ہے کمال  
اس زمانے میں سخن کا نہ ٹھکانا تھا کہیں  
دیر تک رات کو شیون کی صدا آیا کی  
قادر اندازی ہے کتنی تری کیا زور کہاں  
پاس کیا چیز تھی جو رخ پہ ترے کرتے تار  
فیض اب اس کو ندامت ہے نکلیا شی کی  
○ لطف گلشن نہیں جب ہم سے گرفتار ہو کو  
تاب آتی نہیں نالوں کی مرے یاروں کو  
نکبت گل کو لیے دوش پہ پھرتی ہے صبا  
غازہ چہرے پہ اگر اس کے ملاو کیا لطف  
تو نے مشتاق سخن سے کبھی کچھ بات نہ کی  
اب سمجھو نہ اسے اشک ہیں چشموں سے رواں  
کس ادا کو کہیں کس ناز کو کس جھیل کو  
روے گل زرد کیا زخم نے سینے کے مرے  
دیکھا زنداں میں جو اکہنہ ایروں کا حال  
جان بھی بیچ کے ہاتھ آئیں تو اریزاں سمجھیں  
فیض اب بیٹھ کے پچتانے سے کیا ہے حاصل  
ہے سینہ پر داغ ہمہ را چمن اپنا  
رفتار تری کبک نے چاہا کہ اٹھائے  
آجائے ذوق تک جو تری زلف تو ہے خوب  
مشرکان نے تری مار لیا چشم زدن میں  
لکھتا ہوں سدا وصف حنائے کف جانان

قند کو زہر کیا زہر کو ہے قند کیا  
کیا خدا نے مری مشرکان کو ہنر مند کیا  
ہمت طبع نے میری اسے فرزند کیا  
اے فلک تو نے کسے خاک کا پیوند کیا  
کون سا تیر تھا جس کو نہ جگر بند کیا  
خال چہرہ پہ دل سوختہ اسپند کیا  
تیرے زخموں نے عبت اس پر ٹکر خند کیا  
توڑ کے پھینک دو گل پھونکدو گلزارو کو  
○ وحشتیں ہو گئیں غم دیکھ کے غمخواروں کو  
رشک اتا ہے ہمیں دیکھ سب کہا روں کو  
لال بوسوں سے کریں یار کے رخسارو کو  
منہ لگایا نہیں بوسے کے طلبگاروں کو  
غم فریاد تو بھولا نہیں کہہ ساروں کو  
بے طرح دلبری آتی ہے طرحداروں کو  
سرخرو آبلہ پائی نے کیا خاروں کو  
زندگی موت ہوئی تازہ گرفتاروں کو  
ہے یہ سودا ترے لینے کا خریداروں کو  
دل نہ دینا تھا کبھی ایسے دل آزاروں کو  
○ اور رشک گل تازہ ہے زخم کہن اپنا  
ایسا ہوا خود رفتہ کہ بھولا چلن اپنا  
دل چاہ سے نکلے گا نہیں بے رس اپنا  
ہر چند بہادر تھا دل صف شکن اپنا  
رنگیں نہ ہو کس طرح بھلا پھر سخن اپنا



دکھلا دو کمر اپنی ہمیں اور دہن اپنا  
دلدار جو اپنا ہے وہی دلشکن اپنا  
غنجے نے کیا دیکھ کے تہ پیرہن اپنا  
بازو سے جو شب کھول دیا نورتن اپنا  
ہے رعد کے مانند دل نعرہ زن اپنا  
مشک اور تری زلف رسا اور ہی کچھ ہے  
ہاتھوں کا ترے رنگ حنا اور ہی کچھ ہے  
اس ساز شکستہ کی صدا اور ہی کچھ ہے  
باغ اور ہے صحرا کی فضا اور ہی کچھ ہے  
پر کوچہ جانان کی ہوا اور ہی کچھ ہے  
اس قید کا سامان رہا اور ہی کچھ ہے  
غم کھانے کا ہجران میں مزا اور ہی کچھ ہے  
انداز نیا ہم کو دکھالے گئی جی کو  
آتے ہی سحر باد صبا لے گئی جی کو  
اب کھینچ تری زلف رسالے گئی جی کو  
پرے ہی سے بس اس کی صدالے گئی جی کو  
ٹھوکر تری او شوخ اڑالے گئی جی کو  
آنکھوں سے پری آنکھ طالے گئی جی کو  
پھر ان دنوں صحرا کی فضا لے گئی جی کو  
کافر یہ تری تنگ قبالے گئی جی کو  
ہندی بھری کس کا کف پالے گئی جی کو

کچھ اصل بھی ہے یا ہے سرا پایہ قات  
جو یار ہے اپنا ہے دل آزار  
گل چاک گریباں ہے تری تنگ قبا پر  
کچھ لطف ہم آغوشی کا پایا نخل اس نے  
ساون کے سے بادل ہیں ترے دیدہ تر فیض  
مہ اور ترے رخ کی صنیا اور ہی کچھ ہے  
نے گل میں نہ مرجاں میں یہ سرخی نہ شفق میں  
ٹوٹے ہوئے دل کے بھی صنونا لہجاں سوز  
واشد دل دیوانہ کو گلگشت سے کیا ہو  
گلشن کی نسیم سحری راحت جاں ہے  
جیتا ہوا زندان محبت سے چھٹا کون  
ہے وصل کا کس دل کو نہیں ذوق مگر فیض  
رات ایک پری سامنے آئے گئی جی کو  
کیا رات ترے کوچہ کیسو میں بسی تھی  
اک عمر گرفتار رہا چاہ ذقن میں  
بے دیکھے ہی باتوں میں ہوا میں ہم تن گوش  
وہ خاک میں یکساں ترے کوچے میں پڑا تھا  
دزدیدہ نگہ کر کے چرایا نہیں دل کو  
دل شہر میں لگتا نہیں کیا جانے ہوا کیا  
ہے چاک مرے بر میں گریبان تحمل  
اب ہاتھ کسی رنگ سے آتا ہی نہیں ہے  
(۸) عابد حسین خاں، عابد خلف محمد علی خاں:

زمانیکہ از سن ... وہ سال گذشتہ باشد ہمراہ والد ... خود ... گام سنج طریق سفر حج و زیارت



بودند... بعد رحلت عمومی مغفور ہمراہ والدہ... خود تادرا آن اماکن مشرفہ خود را رسانیدہ... و بعد دو سال... مراجعت کردہ بتحصیل علم پرداختند، و بتوجہ... والد مرحوم مولف... کتابہائے درسیہ فارسی و عربی تا شرح طلا و غیرہ بمطالعہ در آوردند و در آخر نثر خود را بطریق استفادہ بنظر... یگانہ وقت در نظم و انشا مزاج احمد مرحوم مشہر بہ جہان پناہ و تخلص بنمشا... میگذرانیدند۔ الحال نثر پاکیزہ... ارقام میفرمایند و... گاہ گاہ فکر اشعار ریختہ نیز نمایند و با وصف قلمت مشق... اشعار آبخناب کیفیت و مذاق خاص دارد... نستعلیق نہایت... نکلیں... از دست آبخناب زینت تحریر می پذیرد و علاوہ از طبع رسائے آبخناب اکثر ہنر و فنون بیشتر حسن انجام می گیرد۔ اما درینو لا از عرصہ چند سال مرغ دل را بفرط شوق جنگ خروس معرکہ آرائے ہنگامہ پالی دارند و ہم باز عزم زیارت روضہ پیشوایان دین نقش نگین خاطر... است، لیکن درین روز ہا تفکر معیشت اکثر اوقات منتشر خاطر بودہ در خانہ نشستہ با کتاب اعمال خیر... مصروف اند و اختصاص و بی ظاہر و غایب بحال بندہ یکساں دارند :-

میرے دل کو گویا جو کر کے اداس	پھرنہ آیا وہ شوخ میرے پاس
آس جینے کی اب نہیں مجھ کو	زندگی سے تو ہو چکی بس پاس
دل میں جا ہم نے خالی کر دی ہے	گھر تمہارا ہے آؤ بے وسواس
وائے قسمت کہ اس کے گلشن سے	کبھی لانی صبا نہ گل کی پاس
دل لگاتے ہی مر گیا عابد	عشق کرنا نہ آیا اس کو پاس
آہ کیسی یہ رات آتی ہے	سنگ غم ہے و میری چھاتی ہے
کس طرح ضبط گریہ ہونا صحیح	اس کی فرقت بہت رلاتی ہے
دل تو پہلے ہی دے چکے دیکھیں	آگے تقدیر کیا دکھاتی ہے
گو بھلاتا ہوں اس کو جی سے ولے	شکل نظروں میں پھر ہی جاتی ہے
اب جو آتے نہیں ہو سمجھے ہم	صحبت غیر تم کو بھاتی ہے
دیکھئے یہ بہار تازہ جنون	کوئی زنجیر اور پھاتی ہے
جان دینے سوا مجھے عابد	کچھ نہیں بات اب بن آتی ہے
مرچکے ہم اگر جفا ہے یہ	آزما دل کو با وفا ہے یہ



مرغ بسمل کہ دل مرا ہے یہ  
 اپنی الفت کی بس سزا ہے یہ  
 خون عاشق کرے روا ہے یہ  
 عاشقوں کا تو مرتبہ ہے یہ  
 رکھوں سدا پنا مدعا ہے یہ  
 عارضہ سخت لا دوا ہے یہ  
 جان سو جان سے فدا ہے یہ  
 تجھ سے کس بات میں جدا ہے یہ  
 اپنی تقدیر سے گلہ ہے یہ  
 تیرے در کا تو اک گدا ہے یہ  
 کف افسوس مل رہا ہے یہ

○ کہ جوں شب کو بھلا لگتا ہے روشن ہونا اختر کا  
 لگا اک تیرے ظالم کر یہ محتاج ہو پر کا  
 صتم دل کو بنایا کیا کسی نے تیرے پتھر کا  
 پریمی کے گھر تو رہتا ہے اکھاڑا روز اندر کا  
 پلا دوا اس کو اے یار و زرا تعویذ تم سر کا  
 یا بھلا دل سے میرے اس کی یاد  
 تیرا برو کماں کا ہے بیداد  
 دل سے ہے آہ لب پہ ہے فریاد  
 دام میں زلف کے کیا صیاد  
 شاد ہو گا نہ یہ دل ناشاد  
 سمجھیں گے ہم جو اپنے ہم سے بھلا کیا  
 ناحق کو میں سدا کف حسرت ملا کیا

عرق خوں میں جو لوٹتا ہے یہ  
 کج ادائیگی سے کرتے ہو  
 کسی مذہب میں کوئی کہ تو سہی  
 نقش پا مال بعد قتل کیا  
 گرجیوں مر کے پھر بھی تیغ تلے  
 مرض عشق کیا مسیح سے جلے  
 اپنے عاشق پہ کچھ تو رحم کرو  
 دل دیا جاں بھی لے لے عاشق کی  
 تم سے شکوہ نہیں ہے آنے کا  
 بوسہ و لب گواہ حسن ملے  
 ہاتھ آیا نہ وہ جو عابد کے  
 چمکنا خوشنالیوں ہے تری زلفوں میں گوہر کا  
 یہ مرغ روح اڑنے کا ارادہ تن سے رکھے ہے  
 کروں زاری تیرے آگے نہ تو منھے سے کبھی بولے  
 مجھے اس خانہ احزاں میں ہر شب آہ و نالہ ہے  
 اگر چاہو مرض سے عشق کے عابد شفا پاوے  
 یارب اس غم سے کر مجھے آزاد  
 دل تو بچتا نظر نہیں آتا  
 کیا کہوں حال بے قراری میں  
 کیوں نہ ہو واہ دل کو تو نے امیر  
 رکھ نہ امید وصل اے عابد  
 ہر لحظہ داغ سیلے کا میرے جیا کیا  
 آیا کبھی نہ ہاتھ وہ اپنے ہزار حیف



رکھا بتولے بازیوں میں تو نے جھکولے  
 جو کچ ادائیاں کہ سدا تم نے مجھ سے کیں  
 مرنے پہ بھی نہ رحم کیا تو نے لے صنم  
 اس شمع رو کو میرے بس اتنا حجاب ہے  
 بلبل ..... یہ باغ میں  
 چھڑکا کیا تک وہ سدا دل کے داغ پر  
 کیونکر کے آئے خواب میں بھی وہ صنم نظر  
 مکھڑا وہ صاف نور سا اس ماہر و کا دیکھ  
 و در فلک سے کم نہیں اس شوخ کی نگاہ  
 ہرگز نصیب وصل ہوا اور نہ ہونے گا  
 گھائل کیا جگر تری مشرگاں کے خار نے  
 آنے کو جو کہا تھا نہ آئے وہ رات بھی  
 سیر چین سے سیر ہوا، اب تو جی مرا  
 ہم کو تو وقت نزع بھی اس گل کی یاد ہے  
 عابد مریض عشق تو مرتا ہے غم میں ہائے  
 کر نصایح سے درگزر واعظ  
 خیر ہے اب کبھی وہ چھوٹے پیا  
 توڑنا دل کسی کا کب ہے روا  
 واعظ اپنے یہ بھول جائے گر  
 پند کرتا ہے کس کو لے ناداں  
 دل کو رکھتا اگر جو اپنے ضبط  
 عشق کر کے بچا ہے کون عابد  
 کرتا ہوں میں ہر دم آہ و زاری تجھ بن

غیروں سے روز جا کے تو کافر نکال کیا  
 وہ ظلم کب کسی نے کسی پر جلا کیا  
 عابد کے یاں گلے پہ تو خنجر چلا کیا  
 تصویر کو بھی شیشے کا رخ پر نقاب ہے  
 نرگس بھی دیکھ کر اسے چشم پر آب ہے  
 سمجھا جگر کو میرے جو اس نے کباب ہے  
 مدت سے خواب آنکھوں میں میری تو خواب ہے  
 ہر داغ رشک سے جگر ماہتاب ہے  
 گردش سے جس کی چشم کا ظالم خراب ہے  
 عابد کو اس کے غم میں عبت اضطراب ہے  
 جوں شک خوں بہاے مری چشم زار نے  
 ایفا کیا نہ وعدہ کبھی ہم سے یار نے  
 دکھلائی کیا بہار دل داغدار نے  
 لیکن مجھے بھلایا مرے گلو دار نے  
 پوچھا کبھی نہ حال پر اس غمگسار نے  
 کچھ کرے گا نہ یہ اثر واعظ  
 کر چکا ہے وہ دل میں گھر واعظ  
 کچھ خدا سے ڈرا بھی کرو واعظ  
 اس کو دیکھے جو اک نظر واعظ  
 جاں سے عابد گیا ہے مرو اعظ  
 ہوشوں کو نہ دیکھ ہوتا ضبط  
 جان دینی ہی ہے حاصل ربط  
 آنکھوں سے مری ہو ہے جاری تجھ بن



دیکھیں کب تک یہ آہ خواری تجھ بن  
ملک عدم کی پھر تو جاتے کی راہ نکلی  
مرے دل کی اس کو خبر بھی نہیں



اب بھی تو پیاسے آگے عابد سے دل  
تجھ بن جو شب کو جانا سینے سے آہ نکلی  
اری آہ تجھ میں اشریبی نہیں

(۹) سعادت علی خاں، مکین پسر نور الحسن خاں:

از انجا کہ والد... ایساں غیر از... ایساں چشم و چراغ امید نداشتند و اسباب امارت...  
ہیابود... از بد و طفولیت با کمال ناز و نعم پرورش یافتہ عمر عزیز را بہ لہو و لعب و عیش و طرب بسر نمود۔ الحال  
نیز بہمان شغل سیر و تماشا مصروف اند و طبع آزاد از قیود فکر... شان باشیائے غریبہ و اوضاع عجیبہ بسیار  
مائل است چنانچہ اکثر البسہ گوناگون با اوضاع بوقلموں زیب چاند خود می سازند... و با جسم منحنی و قامتے نحیف  
بہرہ از شجاعت... حاصل ذات ایساں است و طبع رفقا پرور ایساں بعیب پوشی... بسیار مصروف است  
و با کثر اہل ہزار باب غنا و دیگر ہروران بازی و تماشا نیکو سلوک دارند و باراقم... رعایت ادب از دست  
نمی گذارند... از انجا کہ کثرت لہو و لعب؛ ہارج اکتساب علوم است باوصف... غایت بے توجہی بعض فطانت  
... فی الجملہ استعداد تحریر مدعا بہم رسانیدہ... با شعر و سخن رغبتے نیست مگر حسب استعداد علی راقم  
غزل اہذا منظوم ساخته فرستادند از انجملہ این دو شعر مرقوم می گردد۔

گر نشہ ہے ہی نگہ میں تیری  
نام تکین ہوا تو کیا ہمدم  
مے کے پینے کی احتیاج نہیں  
رات دن بیقرار رہتا ہوں

... بتاریخ ہشتم... صفر روز شنبہ ۱۲۵۵ ہجری... یک پاس روز ماندہ کہ عین شدت  
گر ما بود... شخصے خبر داد کہ نواب سعادت علی خاں... بدریارفتہ بودند ناگاہ بقعرے افتادہ تہ نشیں  
در طہ ہلاک شدند از آن جا کہ طبع او شان خیلے چالاک و بیقید... افتادہ بود... تو ہم چنان شد کہ شاید از  
بزرگان خود لالی پیش آوردہ... این خبر شہر کردہ اند... مطلقن نشستہ بودم کہ مکررا میں خبر بسج پوست  
... مقارن این حال چشم خود دیدم کہ جناب جنف حسن خاں... علم آن مرحوم با فرزند... خود از ہیو راہ سراسیمہ  
... پیادہ میروند... فی الحال سراسپ سوار شدہ طرف دربار و ان شدم از درخانہ تا گھاٹ ہریگانہ و بیگانہ  
... را انگشت تاسف بندناں و خار حسرت بداماں یافتم... چون قریب رسیدم رفقا و ملازم آن عزیز  
را خاک بر سر کنان... دیدم و عندا استفسار چگونگی این ماجرا بندر وہ بیان آوردند کہ در نیولا از عرصہ چند روز



شخصے از سکنائے بنارس را امیدوار بر قافت ساخته ہر روز باخذ علم شتائی پرداختند۔ امروز بعد زوال آفتاب کہ دو سہ ساعت از دوپہر گذشتہ باشد... بادوسہ از ملازمان و بآن وارد تازہ... بے سواری اسب پیل پیادہ گامزن... شدند از اثنای راہ بایامی آن غول بیابان ناہمی سبوح از بہر استعانت شتائز کلائی خواہنگار شدند... ہر زبان زن کلال جاری گشت کہ... تعجیل بغسل چیست و این از برائے کیست... اعتنا نکردہ سبوح را گرفتہ و گھاٹ محاذی کوٹھی خادم حسین خاں مرحوم کہ متصل آن قعر عمیقے بود... باستعانت سبوح و شتاورسی آن مرد... قائم بر آب شدند... ناگاہ ہنگام جل پای آن مرحوم بجانب آن قعر عمیق کشید و آن سبوح نیز از دست رہا گردید۔ رہا شدن سبوح... ہمان بود و افتادن در آن قعر ہماں۔ دریں حال چند آنکہ استعانت بآن شتاور بچہ پوفانی کردند... بخوف جان خود را برکنارہ کشید... افسوس کہ از سن... آن مرحوم بیش از بہت و دو سال نگذشتہ بود۔

### (۱۰) ہمدی علی خاں:

"ہر چند... چنانکہ باید عہد شباب نہ رسیدہ طبع سلیم با کتساب داب پسندیدہ... مدوح خاص و عام گردیدہ چہرہ زیبا با کمال صباحت و ضیا مابین عالی ہمتان متبسم و خندان و طبع لطیف بمزاج و طبیعت مائل... از فیضان تربیت... والد ماجد خود اکثر از کتب فارسی درسی و چند رسالہ ہائے دینیہ بمطالعہ در آورده... و عبارت فارسی سلیس مدعا خیز بخوبی مینگارند الحال بخواند کتب درسیہ عربی مثل ہدایت النحو و کافیہ وغیرہ از سید فضل علی... سلمہ... کہ بار اقم بسیار محبت دارند، بہم تن مصروف بودہ... و گاہ گاہ بمشوق خط شفیعا از اخوی مکرم... ی پروازند و بعد فراغ درسی و تدریس پیرانیدن کاغذ باد و سواری اسب تفریح خاطر خود می سازند... دریں فنون ہم دخل معقول دارند۔ اما از کثرت شغل مطالعہ کتب عربی ہنوز بگفتن، شعر... میلی ندارند مگر بتاکید تمام راقم غزل ہذا منتلوم ساختند...

فغاں کے ساتھ لب تک دمدم آنے سے کیا حاصل  
 بہو اس جان نکلین سے کہ گھبرانے سے کیا حاصل  
 غم اس کا کھائیے لے دل کہ جس میں نکل ہی ہو  
 کسی بے رحم کی الفت میں غم کھانے سے کیا حاصل



کدورت یار کے دل کی گئی کب اشک صافی سے  
 اب اس خوتاب دل کے متصل آنے سے کیا حاصل  
 خزاں میں کیا مزہ ہے زمزمیہ پرواز ہونے کا  
 کہو پبلبل سے بس اب گل کے افسانے سے کیا حاصل  
 نگاہ مسرت ساقی سے ہے بزم سے کی کیفیت  
 نہیں تو ساغر و میتا و مینا نے سے کیا حاصل  
 نکل جانا ہی اس جان حزیں کا جلد بہتر ہے  
 بس اب لے نا توانی لب پہ ٹھہرانے سے کیا حاصل  
 نصیحت ہم سے دیوانے بھلا کب گوش کرتے ہیں  
 کوئی ناصح کو سمجھاوے کہ سمجانے سے کیا حاصل  
 مزا کچھ جان دینے کا دل عاشق سمجھتا ہے  
 کوئی پروانے سے پوچھے کہ جل جانے سے کیا حاصل  
 سنانا جس کو تھا منظور درد دل نہ آیا وہ  
 پھر اب ہمدستی غزل اس بزم میں لانے سے کیا حاصل



## طبقات شعرا ہند

طبقات شعرا ہند (طبقات) کے سرورق میں یہ عبارت مرقوم ہے "تاریخ شعرا اردو کا مشرف فیلین۔ اور کریم الدین نے گارنڈ ٹی (کنڈا) کی تاریخ سے ۱۸۴۸ء ص ۱۸۱ میں ترجمہ کیا گیا اور ۱۹۴۲ء شاعروں (کنڈا) اردو گو کے اشعار اور حال بھی دوادینا مختلف سے منتخب کر کے اس میں مندرج کیا گیا۔ (کنڈا)۔"

اشپرنگر نے اپنی فہرست ص ۱۹۱ میں لکھا ہے کہ طبقات دتاسی کی تاریخ ادبیات ہندی و ہندستانی کا ترجمہ ہے لیکن کچھ باتیں گھٹا اور کچھ بڑھادی گئی ہیں۔ اشپرنگر نے محلاً یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس سے کتاب کی خوبی میں شاید ہی اضافہ ہوا ہو اس نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ اس سے متعلق ہول کے عالمانہ ملاحظیات بنارس میگزین میں شائع ہوئے ہیں۔

دتاسی اپنی تاریخ کی اشاعت ثانی کے دیباچے میں رقم طراز ہے کہ "طبقات شعرا کے بارے میں اعلان ہوا ہے کہ میری کتاب کی اشاعت اول کا ترجمہ ہے، لیکن یہ ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ کریم الدین نے میری کتاب سے جو کچھ لیا ہے وہ انھیں فیلین صاحب سے حاصل ہوا ہے جو فی الحال بہار میں تعینات عامہ کے انسپکٹر ہیں (جلد ص ۱۸۱)۔"

دیباچہ طبقات میں حمد و نعت کے بعد یہ الفاظ ملتے ہیں: "بندہ کریم الدین عرض کرتا ہے" (ص ۱۸۱) اور سرورق سے قطع نظر کتاب میں فیلین کا نام کسی جگہ نہیں آیا۔ کتاب میں "ہم" کے عوض ہر جگہ "میں" ہے اور ضمیر واحد متکلم کا مرجع ہمیشہ کریم الدین ہے۔ فیلین کسی نہ کسی حد تک شریک مشورہ ضرور ہوگا، لیکن اس کے علاوہ اگر اس کا طبقات سے سروکار ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ اس نے دتاسی کی تاریخ کا ترجمہ کریم الدین کے حوالے کیا ہے۔ کریم الدین نے طبقات ص ۱۸۱ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ڈاکٹر اشپرنگر (اشپرنگر) کے حکم کے موجب تالیف ہوئی ہے۔ لیکن غالباً وہ شریک مشورہ نہ تھا۔

کتاب میں مرقوم ہے کہ ۱۸۴۷ء میں تمام ہوئی، لیکن سرورق کی عبارت کچھ اور کہتی ہے۔ ظاہراً وجہ اختلاف یہ ہے کہ سرورق میں سال انطباع کو سال ترجمہ کہا گیا ہے۔

۱۔ معاصرہ ۲ میں غلط نام درج ہے، ۲۔ عبارت دیباچہ دستور فصاحت سے لی گئی ہے۔ ۳۔ فیلین نے کس مدح ترجمہ کیا تھا، اس کے

متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ بد قسمتی سے دتاسی کی تاریخ اشاعت اول بھی پیش نظر نہیں۔



سرورق میں شواکی جو تعداد بتائی گئی ہے، وہ صحیح ہے یا نہیں، میں اس باب میں کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے اس میں فہرست کے صلا سے قبل کے اوراق اور آخر میں صفحہ ۴۸ کے بعد کے اوراق غائب ہیں۔ اشپزنگر نے قرداد صفحات ۵۰-۴ لکھی ہے، اور یہ صراحت نہیں کہ فہرست کے صفحات اس میں شامل ہیں یا نہیں، مگر یہ معلوم ہے کہ ۵۰-۴ سے یہ خارج ہیں۔

کریم الدین پانی پتی عین عید کے دن ۱۲۳۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور تحصیل صرف و نحو عربی کے بعد دہلی آ گیا تھا۔ یہاں طرز قدیم کی مزید تعلیم حاصل کر کے اٹھارہ برس کی عمر میں دہلی کالج میں داخل ہوا۔ اس کی بدولت وہ نہ صرف مغربی علوم سے کسی حد تک آشنا ہوا، اسے بعض تعلیم یافتہ اہل مغرب (بوترو، اشپزنگر، فلین) سے میل جول کا بھی موقع ملا، طبقات شاعرے اردو کا پہلا تذکرہ ہے جو کسی ایسے شخص کے قلم سے نکلا ہے جسے کسی نہ کسی حد تک مغربی اسلوب تذکرہ نگاری سے آگاہی تھی۔

کریم الدین (= کریم) نے دیباچے میں لکھا ہے کہ تذکرہ فن تاریخ کی "شاخ" ہے، لیکن کسی نے اس کا لحاظ نہیں رکھا۔ ہر ایک شخص کو اپنے خیال کی پیشگی منظور ہوتی ہے۔۔۔ وہ مفید۔۔۔ ہو یا مضر ہو۔ بعضے استاد جن کو فکر رتبہ۔۔۔ نے خراب کیا۔ وہ حال۔۔۔ واقعی کے لکھنے کے درپے نہیں ہوتے، ان کے خیال میں جو سمایا تھوڑا سا حال خیالی لکھ کر شعرا اس کے لکھ دیے جس کا حال لکھنا منظور تھا گریہ وہ پسند خاطر موزن کے نہ ہو۔ اگر کسی پر بہت مہربانی۔۔۔ ہوئی تو اس کے شعر بہت لکھ دیے۔۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شہیرا شعرا اور اپنی ناموری مقصود تھی۔ علاوہ ازیں انتخاب اشعار میں بھی بہت بے پردائی کی ہے، تحفہ تریہ۔۔۔ کہ جس کے اشعار بہت اچھے ہوتے تھے اور وہ مسلم الثبوت استاد تھا اس کے شعرا اس طرح پر انتخاب کیے ہیں کہ برا ہونا انکار اس شاعر کا ثابت ہو جاوے۔۔۔ جب بندہ ایک تذکرہ شاعرے عرب کا۔۔۔ لکھ کر چھپوا چکا۔۔۔ ارادہ ہوا کہ ایک تذکرہ شاعرے ہند کا بھی تاریخوار جسے (کذا) ہر ایک شاعر کے سن (کذا) زندگی کا حال معلوم ہو جاوے۔۔۔ موم اور حالات صادقہ اس کے (کذا) جہاں سے پاؤں حج کر کے چھپواؤں۔۔۔ لیکن پہلے مجھ سے چونکہ دکانالیسی (کذا) نے۔۔۔ فرخ میں ایک تذکرہ ان تذکروں مفصلہ ذیل سے بہت اچھی طرح پر تالیف کر لیا تھا، اس لیے اور دو تذکروں سے جو اس کے دستیاب نہیں ہوئے اور اس کے تذکرے سے مدد لے کر یہ تذکرہ میں نے (کذا) فراہم کیا۔۔۔ فہرست ان تذکروں کی۔۔۔ جس (کذا) سے دی تالیسی نے اپنے تذکرے کی تالیف کی، نکات الشعرا۔۔۔ تذکرہ شاعرے اردو تصنیف مصحفی، تذکرہ علی حسینی۔۔۔ گلزار ابراہیم۔۔۔ گلشن ہند۔۔۔ دیوان جہاں۔۔۔ گلدرستہ نشاط۔۔۔ مائس (کذا) کہتا ہے کہ۔۔۔ یہ سب تذکرے میرے پسند نہیں۔۔۔ اکثر جائے (کذا) ان میں نام شعرا کا اور کچھ انتخاب اشعار کا لکھا ہے، جس کا (کذا) حال بہت۔۔۔ ہے ان کی پیدائش کی تاریخ نہیں۔۔۔ اور تاریخ وفات کسی کی لکھی ہے اور نہ ان کی ان کے بہت کم لکھے ہیں بلکہ ان کی تصنیفات کا ذکر بھی بہت کم ہے اور یہ بھی بہت کم لکھا ہے کہ اس شاعر کا دیوان بھی ہے یا نہیں۔



میں نے سوا اس تذکرے کے۔ تذکرہ حکیم قدرت اللہ خاں (قاسم) اور گلشن بیخار سے بھی مدد لی ہے۔“

کریم خود کس طور پر تذکرہ لکھنا چاہتا ہے اس کی نسبت اس کا بیان یہ ہے: ”چونکہ زمانہ قدیم میں یعنی قبل رواج پانے۔۔ اردو کے زبان ہندی ہندستان میں رائج تھی۔۔ ضرور ہوا کہ جو شاعر۔۔ ہندی کا اول گنڈا اور زمانہ بھی اس کا شعرا نے اردو سے پیشتر تھا اس کا حال اول بیان کیا جائے۔ ہر چند کہ میں تاریخ نویسی شعرا (۹) مصنفین میں حتی الوسع کوشش کروں گا۔ اللہ اس کا سن و سال دریافت نہ ہوگا، لہذا اس کو آخر قسیم تذکرہ میں بطور نکلہ مندرج کروں گا۔ اسی لحاظ سے ترتیب حروف کا خیال نہ کر کے جس شاعر کا بیان جس جگہ مناسب جانا مندرج کر دیا۔۔۔ ترتیب اس کی اس طور پر ہے کہ قسیم اول میں مقتدین کا حال۔۔ ہے اور قسیم ثانی میں ۴ طبقے ہیں، طبقہ اول میں ان شاعروں کا بیان ہے، جنہوں نے (گنڈا) اردو شعر کہنا شروع کیا اور اس زبان کی بنیاد ڈالی۔ دوسرے طبقے میں ان شعرا کا حال جنکو بانی اردو اور مصلح اردو کہنا چاہیے۔ اور واقع میں انہوں نے (گنڈا) اس زبان کو مصلح دے کر جاری کیا اور اس کی ترمیم۔۔ میں مصروف ہوئے۔ طبقہ تیسرے میں ان شاعروں کا بیان۔۔ ہے جو کہ طبقہ ثانیہ کے شعرا کے شاگرد گزرے ہیں اور انہوں نے (گنڈا) اس۔۔ کی تراش و خراش میں بہت کوشش کر کے نئے محاورات کو استعمال میں لا کر۔۔ اردو کو رونق بخشی۔ چوتھے طبقے میں اپنے ہمعصروں کا حال لکھوں گا جن سے میں نے ملاقات کی ہے، یا آنکہ میرے زمانے میں وہ موجود ہیں گرچہ میں ان سے نہ ملا ہوں یا گزر گئے ہوں سب کچھ حال حتی الوسع تاریخوار لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

کریم نے اپنے دیباچے میں یہ بتا دیا ہے کہ تذکرہ شعرا کیسا ہونا چاہیے۔ اس کے نظریے اور عمل میں کس قدر مطابقت ہے اس کا اندازہ مباحث ذیل سے ہو سکے گا۔

② کتاب کا نام طبقات شعرا ہند ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف شاعروں کا ذکر ہو گا اور وہ بھی ہندستان کے ہر وقت کی تشریحی عبارت اس پر مشتمل ہے کہ صرف اردو کہنے والوں کو بزم کریم میں جگہ ملی ہے۔ دیباچے سے پتا چلتا ہے کہ قسیم اول میں صرف قدیم ہندی گو ہیں، جو زمانہ اردو کے شاعروں سے مقدم ہیں۔ طبقات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے اس میں اصحاب ذیل کے تراجم بھی مندرج ہیں: (۱) جلال بلخی داستان گو جو نہ کبھی ہندستان آیا اور نہ جس نے کبھی کسی ہندستانی زبان کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا (۲) فتح اللہ شیرازی۔ یہ ہندستان آیا تھا، لیکن اس کا بھی وہی حال ہے جو جلال مذکور کا ہے۔ (۳) ابوالفضل۔ یہ فارسی کا شاعر تھا اور اس زبان میں اس کی نظم بھی ہے، لیکن اردو ہندی سے اس کا تعلق نہیں۔ مصنف نے نمونہ کلام میں فارسی ہی کے اشعار دیئے ہیں (۴) سعید قریشی جو ہند شاہجہانی کا فارسی گو شاعر ہے۔ اس کے بھی صرف فارسی اشعار درج طبقات ہیں۔ اس نے کسی ہندستانی زبان میں کچھ کہا ہو تو اس کی سند موجود نہیں (۵) فتح علی خان حسینی۔ انہوں نے ریختہ گویوں کا تذکرہ لکھا ہے اور فارسی کے شاعر تھے، لیکن کسی ہندستانی زبان میں نہ ان کی نظم و شعر موجود ہے اور نہ کسی نے



اس کا ذکر کیا ہے (۶) ناثران از دو شمل ابودھیاء پرتادا، ہر دیوسنگھ، ملوک العللی، احمد علی، اشرف علی، رام کیشن، سبحان بخش، موتی لال، کمال الدین حیدر، راجہ رام موہن رائے حسن علی خاں، دھرم نرائن وغیرہ۔ ممکن ہے کہ ان اصحاب نے اردو میں احیانا شعر کہے ہوں، لیکن شاعر کی حیثیت سے لوگ انھیں نہیں جانتے اور کریم نے بھی ان کا ذکر اس طرح نہیں کیا۔

جلال بلخی وغیرہ کا شمول غالباً بہ تقلید و تاسی ہے، لیکن ابودھیاء پرتادا وغیرہ کی شرکت کا ذمہ دار مصنف کا یہ خیال ہے کہ نثر نگاروں کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں۔ اس صورت میں کتاب کا نام اور سرورق کی تشریحی عبارت مختلف ہونی تھی اور دیباچے میں اس کا ذکر ضروری تھا کہ نثر نگار بھی شامل تذکرہ کیے جائیں گے۔

(۳) تذکرے میں جن اصحاب کے تراجم ہیں انھیں کن اصول کی بنا پر اور کس طرح مختلف اقسام و طبقات میں تقسیم کرنا چاہیے اس کا بہت دھندلا سا تصور مصنف کے ذہن میں ہے، بعض اوقات تو یہ کھلتا ہی نہیں کہ دو طبقات میں ماہہ الامتیاز کیا رکھا گیا ہے۔ اس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ قسم اول میں صرف وہی ہندی کہنے والے شامل ہیں جو زمانہ تاریخہ گویوں سے مقدم ہیں، مگر یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کے نزدیک ہندی وار دو میں کیا فرق ہے۔ قسم اول میں خسرو، کبیر، جاسسی، سودی، ابوالفضل، سعید قریشی، ولی، فقیر اللہ آزاد اور احمد گجراتی وغیرہ موجود ہیں، لیکن اصحاب ذیل نے جو زمانے کے لحاظ سے ولی کے مواصر یا اس سے مقدم ہیں قسم دوم کے مختلف طبقات میں جگہ پائی ہے۔ طبقہ اول: تعلق قطب شاہ، قطب شاہ صاحب مشنوی مصنف ۱۰۱۸ھ، شوری جو الاپوری، اشرف درخمن و رحیم وغالب (صحیح طالب) اور بیدل۔ طبقہ دوم: ابراہیم عادل شاہ، ابن نشا ملی، طبقہ سوم: جلال بلخی، نصرتی اور صاحب بکٹ کہانی۔

(۷) مصنف سے قبل بھی بعض تذکرہ نگاروں نے طبقات قائم کیے ہیں لیکن کسی نے آبرو، ناجی، احسن اللہ، یکرنگ اشتیاق اور مضمون کو مختلف طبقات میں شامل نہیں کیا۔ یہ سب ایک زمانے کے ہیں اور ایک طرز میں کہتے ہیں، مصنف نے آبرو، ناجی اور احسن اللہ کو تو طبقہ اول میں شریک کیا ہے، یکرنگ اور ان کے بعد جن شعرا کے نام ہیں، طبقہ دوم میں داخل ہیں۔ حسن کے تذکرے میں سودا، میر، درد، فغاں، کلیم، تباہاں، قائم، یقین، قدرت، سجاد، بیدار، بیان، ہدایت، دیوانہ، سوسن میں مسوب ہوئے ہیں، کریم کے طبقہ اول میں پہلے ۱۶ شاعروں کو جو جگہ ملی ہے، باقی دوسرے یا تیسرے طبقات میں ہیں بظن یہ کہ اہل، امانی، فرحت، اسد، محمد عابد، ولی، غازی الدین خاں جو حسن کے یہاں متاخرین میں شامل ہیں، طبقہ اول میں موجود ہیں۔ مصنف الدولہ، فریاد شاگرد سوز، امین الدولہ، الہام، جہاندار شاہ، جہاں گیر لکھنوی، شکیبا، تجلی، فقیر اللہ فقیر، ہرگز

۱۔ رام موہن رائے کا شمول بہ تقلید و تاسی، ۲۔ نام و زمانہ منقول از طبقات، صحت کا یہاں ذمہ دار نہیں، ۳۔ از متقدمین بقول مصنف، ۴۔ پچھاروں بقول مصنف مواصولی۔



کسی طرح اس کے مستحق نہ تھے کہ طبقہ اول میں جگہ پائیں۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مصنف نے بکھاری لال (بدون تخلص) کو طبقہ اول میں شامل کیا ہے، لیکن بکھاری لال، عزیز تکلمے میں موجود ہیں یہ دونوں ایک ہیں۔ ماہ لقا حیدر آبادی کا طبقہ اول میں شامل قابل اعتراض تو ہے ہی مصنف نے نہ معلوم کس طرح (چندا کے تحت) طبقہ سوم میں بھی اسے شریک کیا ہے۔

(۳) طبقہ ۲ میں فضائل علی خاں، پاکباز، فائز دور و مند بھی ہیں اور یہ طبقہ اول کے شعرا ہیں۔ لطف یہ کہ پاکباز طبقہ ۲ میں بھی داخل ہیں اور باوجود اس کے کہ ہدایت، دیوانہ، حسرت اور مصحفی کے شاگرد یا شاگرد کے شاگرد اس طبقے میں موجود ہیں، خود یہ لوگ طبقہ سوم میں شرکت کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔

(۴) طبقہ ۲ میں کون کون شعرا ہیں، اس کا ایک حد تک علم ہو چکا ہے، شعرا کے ذیل بھی اس میں شامل ہیں: شاہ نصیر، غلام علی احسان (۱۲۲۰ھ میں زندہ)، حفیظ (وفات ۱۲۵۰ھ)، اسلام (وفات تخمیناً ۱۲۲۴ھ) رضی (وفات ۱۲۵۰ھ) مہدی علی زکی، حزیں و فراسو (زندہ)۔ اس طبقے میں صرف ایسے شعرا نہیں جو پہلے یا دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ایسے شعرا بھی اس میں موجود ہیں جنہیں طبقہ ۲ میں جگہ ملنی تھی۔

(۵) طبقہ ۲ کے کچھ شعرا یہ ہیں: احسان (عمر ۸۰)، نجم الدین سلام (ان کا ذکر نکات الشعرا وغیرہ میں ہے اور یہ طبقہ اول سے سروکار رکھتے ہیں)، قدرت اللہ شوق (سال وفات ۱۲۲۳ھ طبقات میں اس کا ذکر نہیں)، صاحبقران (۷۰ سال کی عمر میں دوران تصنیف، ریاض الفصحا میں وفات، ریاض کا سال انتہا ۱۲۳۶ھ مصنف نے وفات کا ذکر نہیں کیا)، عیسیٰ (متوفی ۱۲۴۰ھ سال وفات طبقات میں نہیں)، میر محمدی مائل (ان کا ذکر مخزن نکات میں ہے)، معروف (متوفی ۱۲۴۴ھ صحیح ۱۲۴۲ھ) ان میں سے کچھ صریحاً اس وجہ سے شامل ہیں کہ کریم کو ان کے زمانے کا صحیح علم نہیں اور اس صورت میں انہیں تکلمے میں جگہ ملنی تھی، لیکن احسان و معروف کا شامل اس پر مشورہ ہے کہ کریم کے نزدیک ہمدیری کے لیے ہمدیری یا قریب العمر ہونا ضروری نہیں۔ اس صورت میں یہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے نصیر، غلام علی احسان، زکی، فراسو وغیرہ کو جن کا ذکر ۲ میں آیا ہے، اس طبقے میں کیوں شامل نہیں کیا۔

(۶) تکلمہ مکمل پیش نظر نہیں اس کا جو ٹکڑا سامنے ہے اس میں ایسے شعرا بھی موجود ہیں جن کا زمانہ خود کریم کو معلوم ہے، مثلاً خواص (کہا) و محمد صلاح، آگاہ

کریم کو ترتیب میں صرف حروف تہجی کا خیال رکھنا تھا، قاعدے بنا کر شعرا کو اقسام و طبقات میں تقسیم کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس میں اسے سخت ناکامیابی ہوئی ہے۔

(۷) کریم کی کتاب مختلف الانواع اغلاط سے مملو ہے، از انجملہ:

(۱) ولی کا نام شمس ولی اللہ ص ۲۸ صحیح نہیں (۲) ٹیکیند بہار نے اشعار ظرافت آمیز بہت لکھے ص ۵۶ بہار کے



بہت تھوڑے اشعار موجود ہیں نہ ان میں ظرائف پائی جاتی ہے اور نہ وہ اس کے لیے مشہور ہے (۳) شام غلام قطب الدین آبادی کا تخلص مصیبت ص ۶۸ نہیں مصیبت ہے (تذکرہ مسرت افزا = مسرت) (۴) فتح علی خاں صاحب تذکرہ کا مولدہ گریز ص ۶۵ نہ تھا یہ ان کا آبائی وطن تھا (۵) حسین علی خاں کا خطاب قطب الملک ص ۶۸ نہ تھا، یہ ان کے برادر بزرگ کا خطاب تھا۔ (۶) یہ حکایت کہ حسین علی خاں نے بیدل کو ۳ لاکھ روپے دیے اور بیدل نے قبول کر کے انھیں کے پاس رہنے دیے ص ۶۹ بے اصل ہے۔ (۷) آبرو کے نام نجم الدین کے بعد خاں کا اضافہ ص ۷۰ صحیح نہیں (۸) آرزو قاضی القضاات تھے ص ۷۰ یہ غلط محض ہے، عہدہ قضا سے ان کا مطلقاً سروکار نہ تھا (۹) آرزو عہد شاہ عالم ثانی میں موجود تھے ص ۷۰ ظاہراً بحوالہ نکات الشعراء لیکن نہ یہ میر نے لکھا ہے اور نہ صحیح ہے۔ آرزو ۱۱۶۹ھ میں فوت ہوئے تھے اور کریم کو اس کا علم ہے ص ۷۰۔ عہد بادشاہ مذکور کا آغاز ۱۱۷۲ھ سے ہوتا ہے۔ اس کا امکان ہی نہیں کہ انھوں نے اس کا زمانہ پایا ہو (۱۰) یہ غلط محض ہے کہ آرزو نے شعراے ہند کا تذکرہ لکھا ہے ص ۷۰ مجمع النفائس فارسی گویوں کا عام تذکرہ ہے، اس کی قید نہیں کہ ان کا وطن کہاں ہے (۱۱) مرزا میڈھو کا تخلص امین ص ۷۰ نہیں امیر تھا (ریاض الفضا)۔ (۱۲) بیتاب الہ آبادی کا نام محمد عالم ص ۷۰ نہیں محمد علیم تھا (حواشی تذکرہ ابن طوفاں) (۱۳) بیتاب مذکور کے جلد بزرگ کا نام قاضی مفتی ص ۷۰ نہ تھا (۱۴) شعریل جو بیتاب الہ آبادی کے نام سے ص ۷۰ میں مندرج ہے، ص ۷۰ میں بیتاب، شاگرد حاتم کی طرف منسوب ہے۔ یہ دراصل سنو کھراے، بیتاب شاگرد حاتم کی ملک ہے جس کا ترجمہ کریم نے ص ۲۲۷ میں دیا ہے (تفصیل مواہر حصہ ۲):

بیتاب بھی کیا جواں تھا لے والے ہو حنا خراب اس اجل کا

(۱۵) یہ غلط محض ہے کہ محمد علیم، بیتاب کو قائم سے تلمذ تھا ص ۷۰ (۱۶) درد شیخ بہار الدین نقشبند کے "لوا سوں" میں تھے ص ۷۰ میخانہ درد سے معلوم ہوتا ہے کہ درد کا پوری سلسلہ نسب ان تک پہنچا تھا۔ کریم نے بالارادہ اردو کے رواج کے خلاف لوا سہ پوٹے کے معنی میں استعمال کیا ہو تو اوہ بات ہے، ورنہ ان کا بیان صحیح نہیں۔ صاحب میخانہ درد درد کی اولاد سے ہیں (۱۷) سال وفات درد ۱۲۰۹ھ میں نہیں ۱۱۹۹ھ ہے (۱۸) کلیم کو ص ۷۰ میں "شیخ" ص ۱۳۹ میں "میر" لکھا ہے۔ قول معتبر میر (۱۹) کلیم نے نصوص الحکم کا ترجمہ اردو میں کیا ص ۷۰ قائم کا بیان ہے کہ شروع کیا تھا، مگر انجام نہ پاسکا (۲۰) خاکسا، شعراے متقدمین سے شمار کیا گیا ہے، یعنی سودا اور میر حسن سے پیشتر تھا ص ۷۰ اگر واقعی یہ متقدمین میں تھے، تو ان کا ذکر قسم اول میں کرنا تھا اس سے قطع نظر یہ سودا کے معاصر ہیں، عموم کچھ کم ہی ہوں تو عجب نہیں۔ بہر حال ان کا سودا پر تقدم زمانی کسی طرح ثابت نہیں (۲۱) میر کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ خاکسا مرثاعے میں بلائے جاتے تھے تو جان چرتے تھے ص ۷۰ میر نے ہرگز یہ بات نہیں لکھی (۲۲) گلشن بہار میں .. ہے کہ خاکسا لوندے باز .. تھا ص ۷۰ شیفہ کی عبارت یہ ہے:



”گویند کہ در بیان جوانی یا انا دوسرے .. داشت و ہر کہ مد نظر او میبود، تعلقات وینوی میگذاشت، العہدۃ علی الروات“  
 ”بہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا“ (۲۳۱) فدوی لاہور، حریف سودا کو ایک جگہ شاگرد صابر ص ۹۰ اور دوسری جگہ شاگرد  
 آبرو لکھا ہے۔ فدوی مذکور کو آبرو سے کچھ سروکار نہ تھا۔ (۲۲۷) فغان کا صحیح سال وفات ۱۱۸۶ھ ہے (تذکرہ عشقی) مصنف  
 نے ۱۱۹۶ھ بتایا ہے ص ۹۱ (۲۵۱) ایرج خاں کو فغان کا بھائی لکھا ہے ص ۹۱، چچا تھے (گلزار)۔ (۲۶۱) غریب کلام میر نے  
 محمد من ص ۹۲ نہیں محمد امان لکھا ہے (۲۶۴) ایران کے مشہور شاعر، حزیں کے اشعار ریختہ کا ذکر کیا ہے ص ۹۲، کسی اور نے بھی  
 یہ لکھا ہوگا، لیکن غلط محض ہے (۲۷۸) امیر خاں انجام کو بقار اللہ خاں کا بیٹا لکھا ہے ص ۹۲ بقار اللہ خاں انجام کے بھتیجے تھے  
 غلطی کی وجہ یہ ان کے بیٹے کا نام بھی امیر خاں تھا (ریاض المنشآت)، (۲۹۱) جعفر علی خاں، ذکی بیچ ہزاری امیر ص ۱۰۱، سہ ہزاری  
 تھے (حسن و گلزار) (۳۰۱) ذکی مذکور کو ”امیر ان شاہ عالم“ میں لکھا ہے ص ۱۰۱ ان کا زمانہ اقبال قتل انجام ۱۱۵۹ھ پر ختم ہو گیا،  
 عہد شاہ عالم کے آغاز سے قبل ہی مرکھپ گئے ہوں گے۔ عہد مذکور میں اگر زندہ تھے بھی تو محض گمنامی کی حالت میں تھے۔  
 (۳۱۱) کریم نے جعفر علی خاں مذکور اور جعفر علی خاں (میر جعفر) ناظم بنگالہ کو ایک سمجھ کر دونوں کے حالات مخلوط کر دیئے ہیں۔ (۳۲۱)  
 محمد علی حشمت جس لڑائی میں مقتول ہوئے ہیں اس کا زمانہ ۱۱۸۸ھ لکھا ہے ص ۱۰۱ صحیح ۱۱۶۱ھ ہے جیسا کہ تاباں کے قطعہ  
 تاریخ (دیوان) اور دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے (۳۲۳) علی محمد خاں (پدر فیض اللہ بانی ریاست رام پور) کا نام کہیں صحیح  
 اور کہیں محمد علی خاں لکھا ہے ص ۱۰۱ و ص ۱۰۲ (۳۲۴) مظہر کے مقتول ہونے کا زمانہ ۱۱۹۴ھ لکھا ہے ص ۱۰۲، حالانکہ ص ۱۰۱ میں جو  
 مادہ تاریخ دیا ہے اس سے ۱۱۹۵ھ نکلتا ہے اور یہی صحیح ہے (۳۲۵) سودا ”سن شباب“ میں لکھنؤ کے مصنف سودا قیاس چاہتا  
 ہے کہ ۱۱۱۷ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہوں، حسن جس نے ان کا ترجمہ ان کے ورور فیض آباد کے کچھ ہی بعد لکھا ہے، ۷۰ برس  
 کی عمر بتائی ہے۔ سودا اوسط عشرہ نہم میں فیض آباد گئے ہیں ان کا لکھنؤ جانا اس کے بھی چند سال بعد ہوا ہے۔ اسے شباب  
 کسی طرح نہیں کہہ سکتے (۳۲۶) سودا نے شاہ عالم کی ہجو میں ایک بہت بڑا قصیدہ کہا ہے ص ۱۱۱، یہ بالکل غلط ہے۔  
 (۳۲۷) احسن اللہ ایہام گو کی نسبت لکھا ہے کہ ۱۱۵۸ھ میں وہ ”بیشک موجود تھا“ ص ۱۱۱ یہ محتاج ثبوت ہے۔ (۳۲۸) ”نازک بدن  
 پر اپنے کرتے ہو تم جو غزوة رخ“ احسن اللہ کے نام مندرج ہے ص ۱۱۱، یہ دراصل آبرو کا ہے (تذکرہ شفیق) (۳۲۹) صالح بلگرامی کے  
 نام نظام الدین احمد سے سال ولادت ۱۱۰۸ھ نکلتا ہے ص ۱۱۱ نام تاریخی ضرور ہے، لیکن اس سے ۱۱۳۹ھ مستخرج ہوتا ہے (سروازی)  
 (۳۳۰) غالب دکنی محاوروں ص ۱۱۱ ”غالب“ طالب کا معصوف ہے، صحیح مخزن نکات میں ہے (۳۳۱) طالب مذکور کے شو کا متن  
 ظاہر گلشن بخار سے لیا ہے، یہ غلط ہے صحیح مخزن نکات میں ہے (۳۳۲) میر آندو کے بھانجے ص ۱۱۱ ان تھے، ان کی بہن کے  
 سوتیلے بیٹے تھے (۳۳۳) سال وفات میر ۱۷۹۳ء ص ۱۱۱، صحیح ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء (۳۳۴) عبدالرسول، نثار کا ترجمہ



دو جگہ دیا ہے ص ۱۲۱ و ۱۲۲ (۲۵) نیم کانام مرزا علی لکھاپے ص ۱۲۱، لیکن صحیح علی قلی خاں جو ص ۹ میں مرقوم ہے (۲۶) نظام تخلص کے تحت عماد الملک کا ترجمہ دو جگہ درج ہے ص ۱۲۱ و ص ۱۲۳ (طبقہ ۱ و ۳) دوسری جگہ عالمگیر کا ماصرا اور نظام کے علاوہ آصف تخلص بتایا ہے اور اس طرح دونوں پورے کو مخلوط کر دیا ہے (۲۷) عماد الملک کی طرف دو شعر (ردیف سے نہیں کم) منسوب کیے ہیں ص ۱۲۲، یہ دراصل فیض آباد کے ایک ہندو شاعر کے ہیں (گلشن بیخار قلمی (۲۸) حاتم کا سال وفات ۱۷۹۱ء ص ۱۳۳، صحیح ۱۱۹۷ء (عقد ثریا وغیرہ)۔ (۲۹) سراج کو عظیم آبادی لکھنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ بعض کے نزدیک اورنگ آبادی ہیں ص ۱۲۵ حقیقت یہ ہے کہ پرانے تذکروں میں صرف ایک سراج مذکور ہے اور وہ اورنگ آبادی تھا۔ عظیم آبادی اس تخلص کا کوئی گننا محض شاعر بارہویں تیسویں صدی میں گزرا ہو تو گزرا ہو، کوئی ایسا سراج یہاں نہ تھا جس کا نام تذکروں میں ملتا ہو۔

(۵۱) میر مہدی شرف پسر سید جعفر خاں صوبہ دار مرشد آباد ص ۱۳۵ صحیح نام میر محمدی (حسن) ہے اور ان کا کچھ تعلق صوبہ دار مذکور سے نہ تھا (۱۱۵) بیدل کا سال وفات ۱۱۳۷ھ ص ۶۹، صحیح ۱۱۳۳ھ (سفینہ خوشگو وغیرہ) (۵۲) زندکانا شاہ علی ص ۱۳۷، نہیں (۱۱۶) عمزہ علی تھا (گلزار ابراہیم وغیرہ) (۵۳) انتظار کا نام علی تقی خاں ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸، نہیں، علی نقی خاں تھا (گلزار وغیرہ) (۵۴) تجلی کا نام ۱۳۹ میں میر محمد حسن اور ص ۳۷ میں غلام حسن لکھا ہے، صحیح حسن علی ہے (مقدمہ کلیات بر میر نوشتہ آسی ص ۱)۔

(۵۵) سال جلوس شاہ عالم ۱۷۷۲ء ص ۱۱۷، صحیح ۱۱۷۳ء (۵۶) انسان تخلص امیر اسد اللہ یار خاں ص ۱۳۷، امیر و اللہ زائد (۵۷) انسان مذکور کا عرف پیر (میر) جگنو اور ان کے والد کا نام لطف علی خاں لکھا ہے ص ۱۳۷ ان امور کا دوسرے اسد یار خاں ہیں جنہوں نے عہد احمد شاہ (آغاز ۱۱۶۱ھ) میں میر کو نوکری دلوائی تھی (ذکر میر ص ۱) ان کے باپ کا نام سیر انصار میں موجود ہے میر جگنو ان کا عرف (قطع نظر از گلزار) میں نے کہیں دیکھا ہے، مگر اس وقت اس کا حوالہ دینے سے قاصر ہوں۔ انسان کی وفات ۱۱۵۸ھ میں ہو چکی تھی (مواہر حصہ ۸) اور پیر لطف علی خاں ۱۱۸۹ میں مرے ہیں (سیر انصار) (۵۸) سراج مذکور کی ایک بہت مشہور غزل کا ایک شعر: چلی۔ ہری ہری۔ سراج الدین علی سراج کے نام لکھا ہے اور اس کے متعلق یہ بتایا ہے کہ وہ ایک ہندو عورت پر عاشق تھا ص ۱۳۷۔ یہ سراج وجود خارجی نہیں رکھتا اورنگ آبادی سراج کسی ہندو عورت پر عاشق نہیں ہوا۔

(۵۹) پرواد تخلص علی شاہ مراد آبادی۔ شاگرد قائم ص ۱۵۰ پرواد علی شاہ برق مراد آبادی ص ۳۰۲ دونوں ایک ہیں، تذکرہ مصحفی میں ہے: پرواد علی شاہ مراد آبادی کہ پرواد تخلص میکرو۔ پرواد علی شاہ ص ۱۵۰ لقب ہے، علی شاہ ان کا نام کسی نے نہیں لکھا یہی حال برق تخلص کا ہے (۶۰) اختر تخلص میر اکبر علی ولد عبدالرشید تھے پی سدنی کا جو کے نواب قمر الدین خاں کا ایک بیٹا تھا ص ۱۵۲ صحیح ہے: میر اکبر علی اختر۔ ولد میر عبدالرشید بن حضرت ایشاں پانصدنی کہ ایشاں پیر زاد ہائے (کذا) نواب قمر الدین خاں عاشق نے علی سے پہلی لکھا ہے، مگر اس نے اورنگ آبادی کا ذکر نہیں کیا۔ سیریا سیر انصار مصنفہ باقی علی خاں پانی پتی۔



بودند تذکرہ مصحفی (۶۱) میر محمد نسیم خاں (تذکرہ مصحفی ص ۲۵) کا نام ۱۵۲ھ میں دو جگہ محمد قائم خاں، (۶۲) ظاہر احوال گلزار افغان کا نام میر جنوں لکھا ہے ص ۱۵۳، لیکن گلزار و تذکرہ حسن میں میر جیون، (۶۳) منت کے ترجمے میں ان کا نام فخر الدین لکھا ہے ص ۱۷۸، جو صحیح نہیں، فخر الدین ص ۲۸۵ میں ہے، (۶۴) شاہ ولی اللہ پیر شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ، اشتیاق کو مخلوط کر دیا ہے ص ۱۵۴، مقدم الذکر ریختہ گو نہ تھے، (۶۵) میر فیض علی، فیض پیر میر کا ذکر ص ۱۵۴ میں ہے، لیکن انھیں کو ص ۱۵۹ میں میر فائز علی فائز لکھا ہے، (۶۶) میر شمس الدین، فقیر کو جو غالباً قدرت کے مامو تھے، قدرت کا بیٹا لکھا ہے ص ۱۶۳، (۶۷) قدرت کا سال وفات ۱۲۰۵ھ ص ۱۶۳ لیکن اسی ماخذ، گلشن ہند میں شاید ۱۲۰۵ھ لکھا ہے، شاید کو حذف کرنا صحیح نہیں (۶۸) تاباں کی نسبت دتاسی کا قول نقل کیا ہے کہ ۱۷۹۴ء میں "لکھنؤ میں موجود تھا، لیکن بوڑھا ہو گیا تھا" لطف یہ کہ اس سے کچھ ہی آگے "عین عنفوان جوانی" میں مرزا لکھ چکا ہے۔ دتاسی نے دھوکا کھایا، لطف نے سلیمان معشوق تاباں کے بارے میں جو تحریر کیا تھا، اس نے خود تاباں پر منطبق کر دیا (۶۹) منت نے ۲۹ برس کی عمر پائی ص ۱۷۹، صحیح سال ولادت ۱۱۵۶ھ ہے (مواہرۃ ص ۲) اور یہ ۱۲۰۸ھ میں فوت ہوئے ہیں، اس سے صحیح عمر معلوم ہو سکتی ہے (۷۰) "میر محسن" برادر زادہ میر اور محسن میر کے بھتیجے کا ترجمہ الگ الگ لکھا ہے ص ۱۷۵ و ۱۱۵، (۷۱) "چمکتے دانت دیکھے یار کے رسی لگانے میں انج" ص ۱۶۹ بنام جعفر علی خاں جعفر معاصر شاہ عالم۔ یہ جعفر علی خاں، زکی کا شعر ہے (نکات ص ۱۷۱) (۷۲) درو مند کا نام محمد فقیر ص ۱۷۱، صحیح فقیر صاحب (سر و آزاد) (۷۳) سال وفات درو مند ۱۷۷۶ء ص ۱۷۱، یہ غلط محض ہے اس سے برسوں قبل مرچکے تھے، (۷۴) "در باب داخل ہونے ... شاہ عالم کے محل سر کو اور مرضی کرتے .. امیر خاں .. کے" ص ۱۷۲ خاں مذکور کا سال وفات ۱۱۵۹ھ ہے اور یہ کریم کو بھی معلوم ہے ص ۱۹۹ اس صورت میں شاہ عالم کو (سال آغاز جلوس ۱۷۷۳ء) اس کو "مرضی" کرنے کے کیا معنی؟ "محمد شاہ" کی جگہ شاہ عالم لکھ دیا ہے (۷۵) فخر الدین، فخر شاگرد سولے نے تذکرہ شعر الکاظم ص ۱۷۲، فخر کے تذکرے کا حال کسی اور کو معلوم نہیں ان کے والد نے البتہ فارسی کو یوں تذکرہ تصنیف کیا تھا (۷۶) فقیر کا سال وفات ۱۱۷۳ء ص ۱۷۳، (۷۷) مرزا محمد علی قدوسی ص ۱۱۵۲ میں شاہ گنڈے کے گلے کا کٹھا وہاں بارہا ص ۱۷۳ کریم نے یہ بات مرشد آباد کے متعلق لکھی ہے لیکن گلزار ص ۱۱۹۲ میں شاہ گنڈے صاحب کی حد میں عظیم آباد میں رہتے ہیں۔ اگر کریم کا قول دتاسی سے ماخوذ ہے تو یہ قریب بہ یقین ہے کہ اسکے پیش نظر گلزار کی عبارت تھی جسے کچھ کچھ کر دیا ہے۔ قدوسی ص ۱۱۵۲ میں ہی میں لکھے اور بہت کم سن۔ ان کا مشرق کی طرف جانا بہت بعد ہوا ہے، (۷۸) بہادر تخلص راجہ بیٹی بہادر کا جو .. راجگان .. بہار سے ہے باپ .. پروانہ کا" ص ۱۷۴ راجہ مذکور کو راجگان بہار میں شمار کرنا غلط محض ہے، وہ شاعر بھی نہ تھا، اس لیے تخلص خارج از بحث ہے، (۷۹) شہزاد جوجا مذکور کی طرف منسوب کیا ہے ص ۱۷۴، تذکرہ شورش میں شورش کے نام سے مندرج ہے مگر بعض دوسرے شعرا کے نام سے بھی تذکروں میں ملتا ہے۔ یہ متیقن ہے کہ بیٹی بہادر کا نہیں :



سیاہی ہوگی دل کی آرزو نہ گئی ہمارے جامہ کہنہ سے مے کی لونہ گئی

(۸۰) "ابراہیم نواب علی ابراہیم خاں" ص ۱۸۲، ان کا تخلص حال و خلیل تھا (عشقی و شورشی) (۸۱) شہزادہ میں بنام خادم فرخ آبادی لیکن ص ۲۷۰ بنام خادم دیگر:

مجھ کو کہتے ہو کہ چہل باہر ہو آپ کے کہنے سے کب باہر ہوا

(۸۲) "عبد حضرت فردوس آرام گاہ محمد شاہ عالم بادشاہ" ص ۱۸۸ محمد شاہ کالقب بعد وفات فردوس آرام گاہ قرار پایا تھا مگر انھیں "محمد شاہ عالم" کوئی نہیں کہتا۔ اگر مصنف کی مراد شاہ عالم پیر اکبر ثانی ہے، تو اس کا لقب فردوس آرام گاہ نہ تھا (۸۳) عزت اودھ کے ایک قبضے میں رہتے تھے ص ۱۹۰ اصلاً اودھ کے تھے، مگر خود کبھی وہاں رہنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ مولد سورت (۸۴) ماہر۔ فخر الدین خاں بیٹا اشرف علی خاں پٹھان ص ۱۹۱ یہ اور فخر الدین، فخر ایک ہیں ان کے والد کا نام صحیح لکھا ہے، مگر وہ سید تھے (۸۵) شہزادہ بنام نظیر نارسا ص ۱۹۳، باطن نے لکھا ہے کہ نظیر اکبر آبادی کا ہے اور یہی صحیح ہے۔

تا ایک نظر دیکھے تجھے لہر تاباں رہتا ہے سدا مہر درخشاں ہم تن چشم

(۸۶) "شیفتہ نے اس (یعنی) کے دو دیوان دیکھے ہیں" ص ۱۹۴ نہ یہ شیفتہ نے لکھا ہے، نہ یقین کے دو دیوان ہیں۔

(۸۷) ص ۱۹۴ مصطفیٰ خاں، یکرنگ۔ صحیح نام غلام مصطفیٰ خاں (۸۸) انشا ۱۲۰۰ھ میں لکھنؤ میں تھے ص ۲۰۲ یہ محتاج ثبوت ہے

(۸۹) منتظر شاگرد مصحفی کا ترجمہ دو جگہ ہے ص ۲۰۹ و ص ۲۱۰ (۹۰) حیف شاگرد افسوس کا ترجمہ دو جگہ ہے ص ۲۲۲ و ص ۲۷۱، (۹۱)

"قادر محمد قادر" مواہر محمد شاہ ص ۲۰۲ قدر تخلص شخصے است و راستہ از قید مذہب نکات ص ۱۴۷ "محمد قادر" قادر کا ذکر کہیں

نہیں (۹۲) لاغب کو لطف اللہ خاں صادق کا بھتیجا لکھا ہے ص ۲۲۲ دراصل بیٹے کے بیٹے تھے (مست و غیرہ)، (۹۳)

شورش کا نام میر غلام حسن اور عرف میر بہنا ص ۲۵۰ صحیح میر غلام حسین اور میر بھینا (مست و غیرہ)، (۹۴) ہدایت قلی خاں،

حسرت کا سال وفات ۱۵۱۵ھ گشن ہند میں جو اصل مأخذ ہے ۱۲۱۰ھ، (۹۵) میر حامد (نصیری) کو میر حمید لکھا ہے ص ۲۵۴

(۹۶) ہدایت افغان تھے انھیں شیخ کہا ہے ص ۲۵۷ (۹۷) اشعار ذیل میں سے پہلا نسخ کے ایک شاگرد کا ہے (تذکرہ عشقی) اور

دوسرا تنہا شاگرد مصحفی کا ہے (انتخاب دیوان) کریم نے نسخ کے نام درج کیے ہیں ص ۲۷۳

دشمنی در پردہ کی اے ولے تم نے کیا کیا آپ تو پردے میں بیٹھے اور ہمیں رسوا کیا

اب اور لگا ہونے ایجا گلستاں میں راتوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

(۹۸) نسخ کا سال وفات ۱۷۲۰ھ ص ۲۷۲، صحیح ۱۷۲۸ھ (دیوان یاس)۔ (۹۹) راجہ تخلص راجہ بہادر پیر شتاب رائے

لے دیا گئے تھے تو وطن آباؤ کی بھی ممکن ہے نیارت کی ہو۔ تذکرہ عشقی اور انتخاب دیوان تنہا یہ شکر کسی قدر اختلاف کے ساتھ ہیں۔



۲۷۲ راجہ بہادر کلیان سنگھ کا خطاب تھا، ان کا تخلص عاشق تھا، راجہ قاسم نے لکھا ہے مگر اس کا اعتبار نہیں۔ (۱۰۰) میر محمد علی رضا ص ۲۷۵ اور میر محمدی رضا ص ۲۷۶ ایک ہیں، محمد علی کی جگہ محمد رضا صحیح، میر محمدی عرف ہے، (۱۰۱) اشعار ذیل منظر علی، زار کے ہیں (حسن) کریم نے میر جیون راج کے نام لکھے ہیں :

ایک دن آگے ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو  
یا الہی شب فرقت نہ دکھانا ہم کو  
لے جاؤ گے تم اس کی گلی سے جہاں مجھے  
آرام جو یہاں ہے نہ ہوگا وہاں مجھے

(۱۰۲) خیال کا نام ص ۲۶۹ میں غلام حسین خاں اور ص ۲۷۰ میں جہاں اس کا ترجمہ دوبارہ لکھا ہے غلام حسن خاں بتایا ہے۔ اور صحیح یہی ہے۔ سیر انصار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسدیار خاں کے پوتے تھے (۱۰۳) "افضل کمال شاہ محمد اصل (افضل) متوطن الہ آباد کا، صاحب دیوان ریختہ" و مصنف بکت کہانی ص ۲۶۹ بکت کہانی ولے افضل کے نام کا جز لفظ کمال نہیں اور نہ اس نے اردو کا دیوان چھوڑا ہے۔ الہ آباد سے بھی اس کا کچھ تعلق ثابت نہیں۔ (۱۰۴) محمد جان بیگ کا تخلص باقی نہیں ص ۲۷۴ سامی ہے (تذکرہ سرور وغیرہ) (۱۰۵) اکبر علی خاں اکبر کا سال وفات ۱۲۲۸ھ ص ۲۷۹ نہیں، صحیح ۱۲۱۸ھ ہے (دیوان کمال نسخہ رام پور) (۱۰۶) دیوانہ نام سرب سنگھ ص ۲۸۱ اور سرب سنگھ ص ۱۳۷ لکھا ہے، صحیح سرب سنگھ (سفینہ ہندی وغیرہ) (۱۰۷) عبدالوہاب بیگل نے عہد سراج الدولہ میں علی ابراہیم خاں سے اصلاح لی ص ۲۸۱، غلط محض ہے، (۱۰۸) شمس الدین ثاقب شاگرد ابرو اور شہاب الدین، ثاقب کا ذکر الگ الگ کیلئے ص ۲۹۱ و ص ۲۹۲۔ مقدم الذکر وجود خارجی نہیں رکھتا، مؤخر الذکر کو آبرو سے تلمذ تھا (نکات) (۱۰۹) ثاقب مقدم الذکر کے طرف جو دو شعر منسوب کیے ہیں (ردیف) وہ بروایت حسن میر محمد تقی عرف گھاسی کے ہیں۔ (۱۱۰) نور خاں قصہ خواں ص ۲۹۳ یہ نور خاں، آگاہ ص ۲۷۵ سے مختلف نہیں۔ (۱۱۱) میر محمد علی ترمذی کے تذکرہ شعرا کا علی ابراہیم خاں نے کیا ہے ص ۲۹۳۔ یہ غلط محض ہے (۱۱۲) منشی منوال مصنف ایک کتاب بلاغت کا جو مشتمل اقسام سخن پر ہے۔ بڑے بڑے شاعروں، اردو گوئیوں اور فارسی گوئیوں کا ایک تذکرہ اور انتخاب دو این لکھا ہے۔ اس کو گلدستہ نشاط کہتے ہیں۔ یہ تذکرہ بہت اچھا ہے، ص ۳۰۱ یہ مجموعہ اشعار ہے، نہ اسے فن بلاغت سے سروکار ہے نہ یہ تذکرہ ہے (۱۱۳) جعفر علی، مروت ص ۳۰۱ صحیح صفیر علی، مروت (تذکرہ مصحفی) (۱۱۴) مروت مذکور نواب فیض امیر خاں کی خدمت میں: تھا ص ۳۰۲ فیض اللہ خاں چاہیے۔ (۱۱۵) نعیم بیگ، جواں کا ترجمہ دو جگہ ہے۔ ص ۳۱۵ و ص ۳۲۲ (۱۱۶) حکیم کبیر سمولی شیخ عنصری ص ۳۱۵ یہ حکیم کبیر سنبھلی شیخ انصاری کی خرابی ہے (۱۱۷) مصحفی نے نواب محمد امیر خاں امیر کے گھر میں اس کو دیکھا تھا ص ۳۱۵ اس سے کبیر مذکور مراد ہے۔ محمد امیر خاں غلط، محمد یار خاں

۱۔ آرزو کے بھی شاگرد تھے۔



ہونا چاہیے، (۱۱۸) کافر "کافرینکا" کے نام سے مشہور تھا ص ۳۱۵ "یکا" "ہیں" "پکا" صحیح (لغات الشرا) ۱۱۹۱، محبوب سودا کا بیٹا ص ۲۱۷ میں مجذوب کا ذکر ہے، اور یہی صحیح ہے (حسن وغیرہ) محبوب مصحف مجذوب ہے، اس میں اختلاف ہے کہ بیٹا ہے یا قبیلہ (۱۲۰) "جگنو" میاں جگنو یہ شاعر افغان خاں بستی کا مامو (کذا) زادہ تھا ص ۲۲۱ صحیح میاں جگن خاں زادہ شیرانگن خاں باسلی (۱۲۱) شیخ محمد روشن، جوشش ص ۳۲۳، محمد عابد جوشش "پسر جسونت رائے ناگرت ص ۳۲۲، صحیح محمد روشن محمد عابد جوشش کے بھائی متخلص بہ دل کا نام تھا (۱۲۲) محمد عابد جوشش کے نام سے جو دو شعر لکھے ہیں، ان میں سے ایک جوشش اور دوسرا دل کا ہے (مقدمہ دیوان جوشش)، (۱۲۳) اظہر میر شمس الدین فقیر کے مرید تھے ص ۳۲۹ مرید نہیں، شاگرد تھے (گلزار وغیرہ) (۱۲۴) شریذیل جو عشق ہے (گلزار وغیرہ) بنام مرزا عسکری:

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم  
تھے تیری طرف جدھر گئے ہم ص ۳۴۱

(۱۲۵) مرزا حاجی، قمر پور ص ۳۴۴ یہ غلط محض ہے۔ قمر مرزا جعفر کے بیٹے تھے (حواشی تذکرہ ابن طوفان)۔

(۱۲۶) مستند کا نام یار علی خاں عظیم ص ۳۵۵ اضافہ "عظیم" غلط محض۔ "یار" اور "یاد" دونوں تذکروں میں ملتا ہے۔ (۱۲۷) سال وفات مصحفی ۱۲۲۰ھ ص ۳۵۵ غلط محض، صحیح ۱۲۲۰ھ (۱۲۸) مصحفی کے ۶ دو اوین اردو تھے ص ۳۵۵، صحیح ۸، اور آٹھوں پلینے میں موجود ہیں۔ (۱۲۹) عیشی شاگرد مصحفی ص ۳۵۵ مصحفی نے انھیں اپنا شاگرد نہیں لکھا، یہ خود تلذذ الشک کے مقرر تھے۔ (کلیات نسخہ کلکتہ) (۱۳۰) دیوانہ کا سال وفات ۱۲۱۴ھ ص ۲۸۱ صحیح ۱۲۰۳ (مواصر حصہ ۸) (۱۳۱) سید فضائل علی خاں کا نام سید فضل علی خاں لکھا ہے ص ۲۱۰، (۱۳۲) ٹھٹھ سندھ کا مشہور مقام ہے اسے ٹھاٹ لکھا ہے ص ۲۱۱ (۱۳۳) سید مذکور کا تخلص بیقید بتایا ہے ص ۲۱۰ قدیم ترین تذکرہ جس میں ان کا ذکر ہے، تذکرہ حسن ہے اور اس میں ان کا ترجمہ حرفت میں ہے۔ ان کے نام کے بعد حسن نے "بیقید تخلص ضرور لکھا ہے، مگر یقین ہے کہ جس کی اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا تخلص نہ تھا (۱۳۴) خلق (پسر میر حسن صاحب سحر البیان) کی عمر ۱۷۹۶ء میں نوے برس کی بتائی ہے ص ۲۱۰، اس وقت خلق کے دادا ضاحک بھی زندہ ہوتے تو ۹۰ برس کے نہ ہوتے۔ لطف یہ کہ بیٹے کی عمر ۱۷۹۶ء میں نوے لکھا ہے اور باپ (متوفی ۱۲۰۱ھ ص ۲۱۰) کی عمر ۵۰ سے زیادہ قرار دینے میں اسے قباح نظر نہیں آتی (۳۵) مثنوی سحر البیان کو مثنوی بدر منیر (یہ مثنوی نہیں میر وین کا نام ہے) سے علیحدہ سمجھا ہے ص ۲۱۰ (۳۶) محزوں کو محمد برکت کا مرید لکھا ہے ص ۲۱۰، مرید نہیں شاگرد تھے۔ (سرت وغیرہ) (۱۳۷) وطن اصلی "اٹلب" ہے کہ وہی ہو ص ۲۱۰، محزوں مذکور کا وطن اصلی اورنگ آباد تھا (سرت)، (۱۳۸) تمسین کے متعلق لکھا ہے کہ پہلے ہی تخلص تھا بلکہ مرصع رقم "اختیار کیا ص ۲۱۸، تمسین خوش نویس بھی تھے، مرصع رقم تخلص نہیں، خوش نویس کی حیثیت سے لقب ہے (۱۳۹) آشفٹکانا اضافی بیگ ص ۲۳۲، بیگ کہیں اور نظر سے



نہیں گزرا (۱۳۰) الم مرشد آباد میں ایک لونڈی دولت رام کو چاہتے تھے ص ۲۳۳، الم کے تعلقات راجہ در لب رام (گلزار) پسر راجہ جاگنی رام سے تھے، اسی کو دولت رام لکھ دیا ہے اور نہ معلوم کس طرح لونڈی بنا دیا ہے (۱۲۱) حسرت (ہیبت قلی خاں) نے طوطی نامہ لکھا ص ۲۵۲ یہ جعفر علی خاں حسرت کا ہے۔ (فہرست اشپنگر، ۱۲۲) جنوں تخلص شاہ غلام میر تقی الہ آبادی ص ۳۲۶ صحیح غلام تفضی (گلزار وغیرہ) (۱۲۳) آصف الدولہ وفات ۱۷۵۷ غلط محض وفات ۱۲۱۲ھ (۱۲۲) بیدل بخارا میں پیدا ہوئے، غلط محض (۱۲۵) قمر الدین خاں بیٹی آصف الدولہ کی زوجہ تھی ص ۹۶ یہ غلط محض ہے (۱۲۶) سبحان تخلص، عبد سبحان، شاگرد آبرو ص ۲۷۵ اس نام و تخلص کا کوئی شاگرد آبرو کا نہ تھا، سبحان سجاد کا اور عبد سبحان محمد سجاد کا مصنف ہے۔ سجاد کا الگ ترجمہ ص ۳۲۹ میں ہے (۱۲۷) پدیر لطف ۱۱۵۲ھ میں نادر شاہ کے ہمراہ ہند آیا ص ۲۱۷ نادر اس سے کئی سال قبل آیا تھا (۱۲۸) تذکرہ سرور کا نام تذکرہ الشعرا ہے ص ۲۳۸، اس کا نام عمدہ منتخبہ (فہرست اشپنگر ص ۱۸۵) (۱۲۹) سودا نے میر حسن کی ہجو کہی ہے ص ۲۱۴ اس کا ثبوت موجود نہیں۔ (۱۵۰) حزیں، محمد باقر کا ذکر دو جگہ ہے ص ۱۷۵ اور ص ۱۸۸۔

⑤ سابقین کو حالاً کی خبریں اگر غلطیاں ہوئیں اور تذکرہ نگاری کا حق ادا نہ ہو سکا تو کریم کی طرف سے غدر کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اصلی ذمہ دار قدیم تذکرہ نگار ہیں جن پر اس نے بھروسہ کیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہ عذر قابل عمت ہے یا نہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے معاصرین کے حالات کس طرح حوالہ قلم کیے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ جن شعرا کا حال اپنے معاصرین میں سے میں نے لکھا ہے، یقیناً اس طرح کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا، ص ۹ ذیل میں چند معاصرین کے تراجم کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

(۱) خواجہ حیدر علی آتش نے اپنا دیوان خود صحیح کر فا کے اور مقابلہ خود کر کے "۱۸۲۵ء میں چھپوایا۔ مشاہیر لکھنؤ سے تھے، اس طرف کے لوگ آتش و ناسخ کو برابر سمجھتے ہیں۔ وفات ۱۸۲۷ء ص ۲۵۳۔

(۲) احسان، حافظ عبد الرحمن خاں، امیران دہلی میں منسوب ہیں۔ ۱۷۴۷ء میں عمر اسی کے قریب۔ بہت سے مرشد زادے اور شرفا زادے ان کے شاگرد ہیں۔ الفاظ کی تحقیق مد نظر رہا کرتی ہے۔ برسوں اینڈ بخش بہادر کے مختار رہے صنایع کا شوق ہے۔ "دیوان ان کا بتمامہ فارسی۔ اور ریختہ دیکھنے میں آیا۔"

(۳) نواب مصطفیٰ خاں، شیفتہ، نام پدیر تلخ مومن، تالیف تذکرہ و انطباع بہ مطبع محمد باقر، ۱۸۲۷ء میں دہلی میں ان کے یہاں مشاعرہ ہوا کرتا تھا "چند ایام سے" دہلی میں نہ ہونے کی وجہ سے موقوف دیوان بھی "سنہ ۱۸۲۷ء" کے تیار ہوئے۔

۱۔ اس بحث میں یا کہیں اور استقصائے کامل کا مد نظر نہیں۔ کسی شاعر کا دو جگہ ترجمہ ہونا اس بنا پر ہے کہ مصنف کو دھوکا ہے وہ ایک

کو دو سمجھتا ہے۔ ۲۔ غلط نامہ شامل کتاب غالباً نہ تھا۔



(۳) اسد اللہ خاں، غالب، "خاندان فہیم اور رؤسائے قدیم سے ہے" پہلے آگرہ میں مقیم اب دہلی میں " ۱۲۵۰ھ کے قبل سے رہتے ہیں۔ مہارت کتب فارسی، اکثر آدمی، دہلی کے ان کے شاگرد و ضخیم دیوان فارسی باہتمام نذر الدین مطبع صادق الاخبار میں ۱۲۶۳ھ = ۱۸۴۷ء میں چھپ کر تیار ہوا ہے۔ مختصر اردو دیوان مطبع سید لاخبار میں ۱۸۴۳ء میں چھپا تھا۔ سنا ہے کہ یہ بھی "بہت بڑا" تھا، انتخاب کر کے دو تین جز کا بنالیا۔ اردو میں صرف غزلیں ہیں۔ اور قسم کے اشعار دیکھنے میں نہیں آئے، ۲۷ء میں ایک حادثہ ان پر جانب سرکار سے بڑا پڑا جس کے سبب سے ان کو بہت رنج لاحق ہوا۔ اس سال ۷۰ کے قریب عمر ہوگی۔

(۵) الہی بخش خاں معروف برادر خود فخر الدولہ، ترک دنیا، دو دیوان و وفات ۱۲۲۲ھ۔

(۶) ممنون، سید نظام الدین پیر مت اصل سونی پت مولد و منشا دہلی، شاگرد پیر بہت عرصے تک بادشاہی شہزادوں میں رہے۔ فخر الشہر لقب پایا، ایک مدت اجیم میں سکونت پذیر رہے پھر دہلی واپس آئے۔ دیوان میں نے دیکھا ہے، بہت بڑا ہے۔ وفات کو ۷۰ برس کے قریب گزرے۔

(۷) عارف نواب زین العابدین خاں، خواہر زادہ، غالب نے "ابتدا میں نصیر سے شکر کنا سیکھا، اس کے ہی طور پر ایک دیوان بھی لکھا تھا، مگر بعد آنے... اسد اللہ خاں... کے اکبر آباد سے غیر سے اصلاح یعنی چھوڑ کر ان کی خدمت میں رہنا شروع کیا" غالب نے فارسی کتابیں پڑھائیں اور کلام پر اصلاح دی۔ بہت دنوں کے بعد ایک دیوان مسکئی بہ مطلع مہر سعادت اٹھول نے فراہم کیا "یہ دراصل کلیات" اصناف سخن پر جاوی، بسبب حدت ذہن اور تیزی فکر سخن.. سوکھ کر مثل کٹنے کے ہو گیا ہے۔ دارمھی بھر کر نہیں نکلی، تھوڑی (کذا) پر کچھ بال ہیں "خلیق بدیہ گو ضرب المثلوں کے نظم کرنے کا شوق، مادہ تاریخ اچھا نکالتے ہیں، غزل ساٹھ یا اسی اشعار کی کہتے ہیں۔ ضیاء الدین سے کمال ارتباط۔ ۱۲۶۳ھ میں عمر ۳۰ کے قریب ہے۔ میرے یہاں جو شاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے میر مشاعرہ تھے۔ ان کا مولد و منشا دہلی، مکان "لال کوئے" کے پاس ایک پرانے مدرسے میں ہے جو "بنام مدرسہ مشہور ہے" فارسی شہر بھی بہت اچھا کہتے ہیں۔ مدت سے لاقات نہیں ہوئی، (مدرسے کے حال میں یہ کہ عارف ان کے بیٹے ہیں)۔

(۸) مومن، حکیم محمد مومن خاں، غیر معمولی ذہین، عربی تعلیم شرح لائیک فارسی خوب جانتے ہیں، کچھ طب میں بھی مہارت شاگرد نصیر گزراپنے استاد نصیر وغیرہ تمام اقبال پر سبقت لے گئے، شاگرد بہت ہیں دیوان ضخیم فراہم کردہ شیفٹہ میں نے ۱۸۴۶ء میں چھپوایا تھا۔ عمر قریب ۷۰۔ یہ اس زمانے میں ناسخ و آتش، نصیر و ذوق کے ساتھ اساتذہ کاملین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ رمل اور نجوم خوب آتا ہے۔ عروض اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایک دیوان اور ۶ مثنویاں ان کی تصنیف سے ہیں۔



ہنایت خلیق اور حلیم ظریف آدمی ہیں، ابتدا میں سارا وقت شوگر کوئی لہو و لعب اور عیاشی میں صرف ہوتا تھا، اب تو بکر کے شوگر کنبھی چھوڑ دیا ہے۔ اکثر شاہ کو شہر کی سیر کرتے ہیں اب پابند نماز و روزہ کے بھی بہ نسبت سابق.. بہت ہیں، مجھ پر کمال عنایت۔

(۹) آرزو، مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی، بعید دوراں، حسان ہندستان.. فاضل اجل، علوم و فنون

میں سیکڑوں شاگرد عمر ۱۸۴۷ء میں پچاس کے قریب ہے۔

(۱۰) شیخ امام بخش لکھنوی بڑا مشہور شاعر.. ہے اس کی استادی اور بلند فکری میں.. شک نہیں، تلامذہ بکثرت

ناسخ کا ڈیل ڈول بھاری اور تیز ذہن رنگ کالا تھا کہتے ہیں کہ بہت موٹا آدمی تھا.. تین دوادیں مطبوعہ ۱۸۴۶ء وفات ۱۸۴۲ء،

(۱۱) شیخ محمد ابراہیم، ذوق دہلوی مخاطب بخاقانی ہند، مضامین برجستہ کی (کذا) اس کو اس قدر حاصل ہے کہ کسی

شاعر کو آج تک نہیں ہوتی اس کو شہنشاہ شعرا کہیں تو بجا ہے، غزلیں پچاس ساٹھ اشعار کی ہوتی ہیں اور بھرتی کے اشعار

سے خالی اکثر شاعروں میں، شعرائے زمانہ، اس کی آتش زبانی کے سلسلے شرمندہ.. ۳ برس سے ملازم عظمیٰ اپنا شعر کسی کو

نہیں دیتے.. ۱۷۴۷ء میں عمر قریب ۵۰، بادشاہ اور بہت شاہزادے اور دوسرے لوگ ان کے شاگرد ہیں.. مذہب شیوہ

”سننے میں آیا ہے۔“

(۱۲) بہادر شاہ ظفر شاگرد ذوق، خطاط نستعلیق و نسخ، تخت نشینی کو تیرہ چودہ سال ہوئے، عمر ۴۴ء میں

”شاید“ ستر کے قریب.. تمام ہندستان میں اکثر قوال اور رنڈیاں ان کی غزلیں اور گیت اور ٹھہوں گاتی ہیں.. قادر الکلام، دیوان ضخیم

مستقل بر جملہ اقسام شعر مطبوعہ.. شرح گلستاں بھی مدت ہوئی چھپی تھی.. ”شعرا ایسا کہتے ہیں ہمارے زمانے میں ان کے برابر کوئی

نہیں کہ سکتا“ شاگرد ذوق۔

(۱۳) مرزا جعفر علی، فصیح لکھنوی شاگرد ناسخ (۱۴) میر حسین فگار نواسہ میر فقیر اللہ فقیر، از سادات دہلی، شاگرد

غالب (۱۵) مجبور، حق رسا شاگرد نصیر (۱۶) محمود، محمود خاں برادرزادہ سرور (۱۷) قطب الدین مشیر دہلوی شاگرد نصیر،

(۱۸) اکبر، اکبر خاں برادر کلاں، مولف گلشن پنجاب کا (۱۹) ”طور ایک شخص لکھنوی شاگرد.. برق کا تھا بالفعل میر ناسخ کے

شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے باقی حال معہ (کذا) نام پردہ، اشفا میں رہا“ (۱۹) شاد، محمد میر باز (فہرست میر باز خاں) خلف

طرہ باز خاں قوم افغان غوری، اصل قندھار.. بزرگ ان کے ۸۰ برس سے مقیم میرٹھ.. ۷ برس کی عمر سے بارہ برس تک وطن میں

فارسی پڑھی، پھر ۱۸ برس کی عمر تک انگریزی سرکاری اسکول میں تحصیل کی.. ۱۸۴۷ء میں عمر ۲۴ سال، مولد و منشا میرٹھ..

۱۸ برس کی عمر میں تلاش نوکری میں بریلی گیا اور روپور میں جو بریلی سے ۳۰ کوس اتر ہے، ”ڈاک منشی“ ہوا، چند روز کے بعد اشفا

میرٹھ میں، پلٹن دوم گورہ کلاک میں (کذا) منشی ہوا اور اس کے ہمراہ امبالہ گیا.. پلٹن مذکور کو سندھ جانے کا حکم ہوا تو مستغنی



ہو کر امبالہ کے دفتر صدر ڈاک خانہ میں ملازم ہوا "چند روز" تک محکمہ بخش خزانہ فوج میں بھی نوکر رہا۔ تین سال سے کوہ لٹڈہور (کنڈا) میں ہی بخش سوداگر کے پاس بتقریب روزگار موجود ہے۔ "دو چار ملاقات سے بندے کو ثابت ہوا کہ یہ شخص بہت مدبر اور ذہین اور نظر لیتا ہے۔"

(۶) الف) مصنف کا کل معاصرین کے ساتھ ایک سلسلہ کو نہیں کسی کا حال تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، کسی کا بہت مجمل۔ (ب) خاندانی حالات بیشتر کے قلم انداز کیے ہیں، بہتوں کے باپ تک کا نام نہیں لکھا، (ج) اپنا اور اپنے دو چار غیر معزوف شناساؤں کا سال ولادت دیا ہے، لیکن مشاہیرین سے کسی ایک کو اس کا مستحق نہیں تصور کیا۔ (د) عمر بتائی ہے تو کمتر تحقیق کے بعد بیشتر تخمیناً اور تخمین میں غلطیاں بھی کی ہیں: غالب ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے ہیں عمر ۶۰ کے قریب نہیں تھی ذوق آزرده کی عمر ۵۰ کے قریب لکھی ہے، لیکن یہ دونوں غالب ۸ برس بڑے تھے۔ مومن کی عمر قریب ۴۰ بتائی ہے، لیکن یہ صرف تین چار برس غالب سے چھوٹے تھے (۵) سال وفات میں غلطی کی ہے، معزوف کا صحیح سال انتقال ۱۲۴۲ھ ہے۔ مومن کا سال وفات نہیں لکھا یہ کہنے پر قناعت کی ہے کہ ۲۰ برس قبل فوت ہوئے (د) مشہور معاصرین سے متعلق فاش غلطیاں کی ہیں: کریم کے بیان سے مترشح ہے کہ غالب ۱۲۵۰ھ سے کچھ ہی قبل دہلی آئے، حالانکہ یہ کم و بیش ۲۰ برس پہلے کی بات ہے۔ عارف کی جو عمر دی ہے، صحیح ہے تو وہ ۱۲۳۳ھ میں متولد ہوئے تھے اور غالب اس سے پہلے ہی دہلی آچکے تھے، لیکن مصنف کہتا ہے کہ عارف اس سے قبل ہی صاحب دیوان تھے۔ عارف کو غالب کا خواہر زادہ لکھا ہے جو غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، وہ امراؤ بیگم کے بھانجے تھے۔ اکبر کو شیفتہ کا برادر بزرگ لکھا ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ناسخ کو ایک جگہ شیخ اور دوسری جگہ میر لکھا ہے (ن) تلمذ کا ذکر کبھی کیا ہے کبھی نہیں، یہی حال صاحب دیوان ہونے یا نہ ہونے کا ہے (ح) معاصرین میں بہتوں کو یک قلم انداز کر دیا ہے نسیم دہلوی، نسیم لکھنوی، سید محمد خان، رند برق، عرش، عیش، دہلوی، اسیر لکھنوی، امیر اکبر آبادی وغیرہ بزم کریم میں بار نہ پاسکے۔

(۷) تنقید کی طرف کریم کی توجہ کم ہے۔ جو لائیں ظاہر کی ہیں ان سے احساس ذمہ داری ظاہر نہیں ہوتا۔ ظفر کے متعلق لکھا ہے کہ معاصرین میں کوئی شاعر ان کے برابر کا نہیں، لیکن ساتھ ساتھ ذوق کو شہنشاہ شاعر کے لقب کا مستحق قرار دیا ہے اور مومن کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمام اقوال سے بازی لے گئے ہیں۔

(۸) داسی کی کتاب کے ترجمے نے کریم کو یہ تو بتا دیا تھا کہ اہل مغرب تذکروں میں کون سی باتیں ڈھونڈتے ہیں، لیکن داسی اسے یہ نہ سکھا سکا کہ صحیح حالات کس طرح دریافت کیے جاسکتے ہیں؛ او خوشن گم است کرار ہبری کند ساقین کے حالات کو صحیح طور پر پیش کرنا کریم کے بس کی بات نہ تھی، لیکن وہ تساہل سے کام نہ لیتا تو معاصرین کے حالات بالتفصیل قلم بند کر سکتا تھا۔ طبقات میں کچھ کام کی باتیں ضرور ہیں، لیکن بہ حیثیت مجموعی یہ ایک ناکامیاب کتاب ہے۔



# گلشن ہمیشہ بہار

۱۔ گلشن ہمیشہ بہار (گل) پہلی بار ۱۲۷۰ھ میں کول کے مطبع فتح الاخبار میں چھپا اور دوسری بار انجمن ترقی اردو پاکستان نے اسے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ یہ نسخہ ڈاکٹر اسلم قرظی نے مرتب کیا ہے اور اس کے ساتھ ان کا مقدمہ اور حواشی ہیں۔ فہرست شعرا شامل کتاب ہے لیکن اسٹائپ کے کاشمول غیر ضروری تصور ہوئے۔ اشاعت اول کیا ہے، اس کا جو ایک نسخہ رام پور میں ہے، میری نظر سے گزرا ہے لیکن اس وقت میری دسترس سے باہر ہے۔

۲۔ مولف نے دیباچہ گل میں اپنا نام عبدالعلیم نصر اللہ خاں لکھا ہے، جس کے بعد یہ الفاظ ہیں: "ایم احمدی خورشیدی" ص ۲۵۔ ایم جس طرح آیا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے یہ مولف کا تخلص ہے۔ لیکن یہ محض بطور قافیہ عبدالعلیم ہے اور مولف کا تخلص قمر ہے جیسا کہ ص ۲۶۱ سے معلوم ہوتا ہے۔ مولف نے جو اپنا ترجمہ درج مذکورہ کیا ہے (ص ۲۶۱) اس کا خلاصہ یہ ہے: میں وہ سال تھا کہ والد نے وفات پائی، میں خورجہ سے اپنے ماموں فتح خان کے پاس اعظم گڑھ چلا گیا۔ بیس برس کی عمر تک تعلیم سے بے پروا رہا، اس کے بعد حصول علم کا شوق ہوا تو فارسی "سراج الملک والیدین" سے سیکھی اور ان علوم کے لیے جو زبان عربی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں، ماموں نے مجھے احمد علی چریا کوٹ کے سپرد کیا وہ بنا رس جانے لگے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے اور میں بیس برس سے زیادہ وہاں رہا۔ "منطق و حکمت و طب و فقہ و اصول و تفسیر و ہدیت و ہندسہ و جبر و ثقیل و حساب و ادب و فصاحت و بلاغت" سے "فی الجملہ" آگاہی ہوئی۔ اس کے بعد ماموں کے پاس جو سرکاری ملازم تھے پہنچا، اور خود بھی سرکاری ملازم ہوا۔ بتدریج ڈپٹی کلکٹر ہوا۔ اور فی الحال اسی عہدے پر بختور میں ہوں۔ سماعت شعر کا شوق ماموں کی صحبت میں پیدا ہوا۔

۳۔ گل یا مقدمہ مرتب سے یہ واضح رہا کہ "احمدی" سے کیا مراد ہے۔ گل میں اس طرح مقدمہ مرتب میں مندرجہ گل سے ظاہر ہے کہ بنام نہیں، مقدمہ مرتب میں ان کے استاد اور ایک نام چراغ علی بتایا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے مولف کو کتب درسیہ قواعد فارسی، عروض، قوافی اور عربی صرف و نحو کی تعلیم دی۔ گل میں اس کی جگہ کتب فارسی صرف و نحو ہے مقدمہ میں ان سے تعلیم کا آغاز بعد ۱۸ سالہ قوم اور گل میں جو بیس سال ہے، اس کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ قریب یقین ہے کہ "سراج الملک والیدین" ہی بزرگوار ہیں۔



مولف نے اپنا اردو نثری کلام دیا ہے لیکن صراحتاً یہ نہیں بتایا کہ شاعری میں کس کے شاگرد تھے۔  
مرتب نے مولف کے جو حالات مقدمے میں حوالہ قلم کیے ہیں۔ وہ بقول مرتب گل، تاریخ دکن مصنفہ مولف حیات النذیر  
مصنفہ افتخار عالم اور بیاض جانفزا۔ (حالات مولف از فرید احمد قادری غازی پوری مرید مولف سے ماخوذ ہیں۔ مقدمے  
سے ان کے متعلق جو نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

مولف کے والد حکیم عمر خاں خوشگلی (کذا) تھے۔ زمانہ اقامت بمجنور میں نذیر احمد اور ان کے برادر خور و علی احمد  
مولف کے حلفت و درس میں آگئے تھے۔ یہ گورگانوہ گئے تو یہ دونوں بھی ہمراہ تھے۔ مولف وہیں تھے کہ  
ہنگامہ ۵ ظہور میں آیا۔ پاس کے بعد کچھ دن خانہ نشین رہے، پھر ترتیب جوتی پر شادریں آگرہ اور ریاست کپورتھلہ کے  
ملازم رہے۔ ریاست سے مستعفی ہو کر حیدرآباد گئے اور وہاں بتدیج صدر تعلقہ دارہوے۔ ۱۲۹۲ھ میں حج کے لیے گئے اور دس گیارہ  
سال کی نوکری کے بعد طیفہ یاب ہو کر خورجہ واپس ہوئے۔ موت بعمر ۴۲، سال ۱۲۹۹ھ (ص ۴۳۳)

مرتب نے مقدمے میں مولف کی کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ خاصی طویل ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: بشرح  
رباعیات یوسفی، جامع فتح خانی (حالات فتح خان خال مولف) ص ۲۵۵ مرتب کا بیان ہے کہ مولف نے تذکرۃ الہند مصنف حکیم  
رضاعلی خاں حیدرآبادی کو ۱۲۹۰ھ میں اپنے حواشی اور خاتمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ ص ۲۶۔

۳۔ دیباچہ گل میں ہے: "بعمری سال بتقریب سیاحت وارد قصبہ بمجنور.. شدہ بود کہ بطلو این سنگ بن آدم  
تذکرہ گلشن پنجار کا از گل تراشی بیفتہ است، در آمد.. و مر یک گلشن را بنظر تحقیق دید.. گلی کم یافت کہ بیخار بود و روشی ندید  
کہ صاف از خاشاک بود پس از عرق ریزی آن مساعی خیز رحم آمد، کم بصفیہ اش بستہ و بگلبنہای بے خارش وہ نونہالان  
ہندی و فارسی دیگر گلستان جدا آراستہ کہ خار را در آن دخلی نیست و خزاں را بر آن تصرف نہ لند از بہ گلشن ہمیشہ بہار نام یافت یہ ص ۲۵۵  
مولف نے اپنے ترجمے میں لکھا ہے کہ: "اگر خواستہ الہی جل شانہ است بعد چندی پانچمہ این بایزادی اسمائے  
دیگر شتر کہ بایشان اتفاق ملائی افتاد بر نگار، یا تذکرہ دیگر بایں دآں تجدیداً بتقریب آرد" ص ۲۶۴

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ تالیف تذکرہ کا محرک گلشن بے خار (گلشن) کا مطالعہ مولف کا ارادہ تھا کہ  
کتاب کے مکمل ہو جانے کے بعد اس میں اور شعرا کا من سے ملاقات ہوئی ہو، ذکر کریں، یا ایک بالکل نیا تذکرہ لکھیں، لیکن تذکرے  
کی صرف ایک وایت موجود ہے اور کوئی دوسرا تذکرہ ان کے قلم سے نہ نکلا۔

دیباچہ گل کے بموجب سی سالگی میں (یعنی، ۱۲۵ھ کے آس پاس مطالعہ گلشن کا اتفاق ہوا۔ مرتب کا بیان ہے کہ

ملہ دیکھ یہ دونوں کتابیں نے دیکھی ہیں مگر اس وقت پیش نظر نہیں ہے مصنف مشہور سے تالیف کذا۔ خیر۔ خلیل؟، پا۔ یا؟ طاقی سے تالیف؟



اس کی رود سے .. ۱۲۵۷ھ کی تصنیف ٹھہرتا ہے .. اس کی تائید بعض قرائن سے بھی ہوتی ہے .. ممنون متوفی ۱۲۶۰ھ ..  
 آتش متوفی ۱۲۶۲ھ اور فتح خاں اسد .. متوفی ۱۲۶۲ھ کے ترجموں سے ان کے بقید حیات ہونے کا اندازہ ہو سکتا ہے .. لیکن  
 ایک جگہ ان (مراد از فتح خاں اسد) کے نام کے ساتھ رحمت اللہ علیہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں .. یہ اضافہ غالباً تذکرے کی اشاعت  
 کے وقت ہوا ہے .. نگار پاکستان تذکرہ نمبر میں .. یہ جملے ملتے ہیں .. بعض قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۲۶۰ھ ..  
 میں ہی مکمل ہوا اور اسی سال شائع کر دیا گیا .. مصنف نے شیخ محمد ابراہیم (مراد از ذوق) متوفی ۱۲۷۱ھ کو بقید حیات ،  
 اور مومن متوفی ۱۲۶۸ھ کو متوفی ظاہر کیا ہے ، یہ بیان صحیح نہیں کیونکہ مومن کے ترجمے سے .. یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس ترجمے  
 کی تحریر کے وقت مومن بقید حیات تھے "ص ۳۰ +

اس سلسلے میں امور ذیل توجہ طلب ہیں :-

(۱) مرتب نے مولف کی عمر ۷۲ سال بتائی ہے لیکن اس سے مراد سال ہفتاد و دوم ہو سکتا ہے .. مزید یہ کہ مقدمے  
 سے سال وفات معلوم ہوتا ہے ، ماہ و تاریخ وفات نہیں ، اور جب تک یہ باتیں ٹھیک ٹھیک ہمارے علم میں نہ ہوں یہ کہنا دست  
 ہو گا کہ ۱۲۲۷ھ کے لگ بھگ ولادت ہوئی .. سال پیدائش کی جس طرح قطع طور پر تعیین نہیں ہو سکتی مولف کے اس قول کی بنا پر  
 کسی سالگی میں مطالعہ گلشن کا اتفاق ہوا .. قطع طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ مولف کی مراد ۱۲۵۷ھ سے ہے .. یہاں بھی  
 اس پاس کا اضافہ ضروری ۔

(۲) مولف نے ہرگز یہ نہیں لکھا کہ مطالعہ گلشن کے معا بعد میں نے اپنا تذکرہ لکھنا شروع کر دیا ، اس کا امکان الیتہ ہے ۔

(۳) یہ مطلقاً لازم نہیں کہ تذکرہ جس سال شروع ہوا ہو اسی سال ختم بھی ہوا ہو ۔

(۴) ترجمہ مومن کے متعلق مرتب نے جو کچھ کہا ہے ، اس سے بچے اتفاق ہے ۔

(۵) ذیل میں ممنون و افسوس (متوفی ۱۲۲۳ھ) و آبرو (متوفی ۱۱۳۶ھ) کے تراجم پیش کیے جاتے ہیں ان کے مقابلے سے

واضح ہو گا کہ مولف افعال کے استعمال میں زیادہ محتاط نہیں ، اگر ترجمہ ممنون اس پر مشعر ہے کہ یہ صاحب ترجمہ کے دوران حیات  
 میں سپرد قلم ہوا تھا ، تو یہی تراجم افسوس و آبرو کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے ۔

"ازدودمان سیادتت نظام الدین نام مہین پور قمر الدین منت ، اصلش از قبضہ سونی پت کسب فنون

علمیہ و علوم عرفیہ از خدمت والد بزرگوار خود اختیار (کذا) کردہ ، مدتی بکھنوبسری بردہ ، و زمانی بزمرہ شولے پائے تحت  
 حضور مژدہ (کذا) طرز گفتارش دلچسپ و دلنشین اشعارش نہایت عذب شیرین " ص ۲۹۲ " میر شیر علی فرزند میر علی

سدا کسب فنون از خدمت والد بزرگوار خود کردہ "گلشن" - یہ امر قابل توجہ ہے کہ مؤلف نے اس کی جگہ کیا کلمہ ہے ۔



منظر خاں داروغہ تو پختا .. عالی جاہ از نار تولست۔ در مجلس سخن پسند است و در حلقہ شرار ارجمند کہ از .. حیراں تہذیب (کذا) پرداختہ، و آخر الامر قصد کلکتہ ساختہ، بسکک ملازمان انگریزی منسلک بودہ انجام خدمت ترجمہ فارسی بزبان ہندی نمودہ ص ۶۷۔ ”آر ویہ تراوش از گوالیار است، از اولاد محمد غوث .. نسبت تلمذ با آرزو دارد۔ طبع مقامات مائل بسخن (کذا) در ہر ابواب قابل ص ۵۔

(۶) مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ فتح خاں سد کے نام کے بعد سبک ”رحمت علیہ“ مرقوم ہے۔ میں نے گل کوئی بار از ابتدا تا انتہا دیکھا ہے اور میں ان کے بیان کی تصدیق سے قاصر ہوں۔

(۷) ”رنج میر محمد نصیر .. شاید قریب است کہ جہاں گزران (کذا) را گزاشت (کذا) ص ۱۶۲۔“ شاید کا تعلق قریب کے لفظ سے ہے۔ موت سے نہیں۔ رنج کی تاریخ وفات غرہ شوال ۱۱۶۱ھ ہے (گلستان سخن)۔ ظاہر ہے کہ موت کے کچھ بعد ہی مولف کو اس کی اطلاع ملی ہوگی۔ اس سے قطع نظر کہ آغاز کب ہوا۔ مولف تاریخ مذکور کے کچھ حد تک اس کی تالیف میں مصروف تھا۔

(۸) مطبع کی طرف سے جو عبارت گل ص ۲۴۳ میں ہے وہ اس پر مشتمل ہے کہ کتاب کا چھاپا ۱۲۷۰ھ کی ۲۲ رجب کو تمام ہوا ظاہر ہے کہ یہ کام کئی ماہ میں انجام پایا ہوگا۔

(۹) مولف نے ترجمہ رنج کی تحریر کے بعد کتاب میں اور کیا کیا اضافہ کیا اور اس میں کب تک اضافہ ہوا، اس کے متعلق اس کے ہوا کہ جو کچھ ہوا، کتاب کے انطباع سے قبل ہوا، اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

(۱۰) مولف کو چاہیے تھا کہ کتاب کو حوالہ مطبع کرتے وقت اسے نظر سے دیکھتے کہ کہیں کوئی ایسی بات تو نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کے زمانہ تحریر کے متعلق اختلاف کی گنجائش ہو، مگر وہ، دوسرے تذکرہ نگاروں کی طرح اس کی طرف سے بے پروا ہے۔

۲۔ از روئے فہرست گل میں ۴۱۹ شعرا کے تراجم ہیں اور یہ صحیح ہے لیکن مقدمے میں اس کی جگہ چار سو بیس ہے۔ گلشن واحد تذکرہ ہے جو مولف کا ماخذ ہے اس میں ۶۷۶ شعرا (مرتب ۶۴۳ ص ۲۸) ہیں جن میں ۳۵ گل میں بھی ہیں گلشن کے ایک شاعر الفت خاں ماجز خور جوئی کا نام ایک جگہ ضمنا آیا ہے اس کا مستقل ترجمہ گل میں نہیں۔ (رجوع بفصل ۵) مولف گل میں شمول و عدم شمول شعرا کے متعلق کسی قاعدے کا پابند نہیں معلوم ہوتا۔ اس نے احسن اللہ احسن، اشتیاق، ماہی یاد آئی، ماہر، نابغی، ندیم خواجہ وزیر وغیرہ کو جو گلشن میں ہیں نظر انداز کیا ہے اور اس تذکرے کے بہت سے وہ شعرا جو مقابلتہ بہت کم

سے مولف عموماً ہندی، اردو، سبک استعمال کرتا ہے۔ اردو گل میں بہت کم آیا ہے۔ یہ تعداد خطی نسخ اور نو مطبوعہ دہلی کی ہے۔ نوٹوری نسخے میں ۶۷۱ شعرا ہیں۔ گل کے بعد چھپا تھا۔ ان میں سے ایک بخش اکبر آبادی ہے۔ گلشن کا نام مولف گل کو یاد تھا اور جس کا پیشہ بزرگی تھا۔ ۱۰۔ گلشن میں حسن بخش تخلص بہ نثار اکبر آبادی ہے۔ بخش بزاز ایک ہیما۔ تذکرہ سرور میں بخش مذکور کے جو شاعر ہیں ان میں ایک گلشن میں بزاز کے نام سے ہے گل میں مختلف اشعار ہیں اور مولف بخش کو گلشن کے بزاز سے مختلف سمجھتا ہے۔



اہمیت رکھتے ہیں گل میں موجود ہیں مثلاً منگل سین الفت، ائی جستہ، رجب علی شاداں منئے شرا میں بڑی تعداد گننا یا محض کی ہے اور رند و مہاوتیم تلامذہ آتش، رشک شاگرد آتش، عرش پسر میر نسیم دلجوی اور صہبائی ناقابل شمول سمجھے گئے ہیں۔ نئے شرا میں ایک بڑی تعداد ان اصحاب کی ہے جن سے مولف ذاتی طور پر واقف تھا۔ کچھ شعرا ایسے بھی ہیں جن کا حال عمت سے معلوم ہوا۔ کوئی شاعر نہیں جس کا ترجمہ کس کتاب کی مدد سے لکھا گیا ہو۔

۵۔ مولف منطق و حکمت، ہیئت و ہندسہ اور آداب فصاحت و بلاغت سے بقول خودی الجملہ آشنا تھا لیکن اس کا باوجود اسے اس کا مطلقاً احساس نہیں کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ رکھ دینے یا ایک فقرے کو مختلف طور سے لکھنے میں مطلب کس قدر بدل جاتا ہے، اور اس نے گلشن کے مطالب کو محض تغیر الفاظ سے بکثرت متفاوت کر دیا ہے اور غالباً اسے اس کا ادراک بھی نہ تھا۔ بعض جگہ تو وہ صریحاً شیفتہ کی عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکا ہے۔ مشاہیر کے متعلق اگر کوئی نئی بات لکھی ہے، یا کوئی بات شیفتہ سے مختلف طور پر کہی ہے، تو اتفاقاً کوئی صحیح بات اسکے قلم سے نکلی ہو تو نکلی ہو، وہ عموماً غلط لکھا ہے، بعض غیر مشہور شعرا کے متعلق شیفتہ کے اقوال کی اس نے تغلیط کی ہے اور اس معاملے میں وہ عموماً راہ راست پر ہے مگر اس کی تغلیط کا طریقہ کچھ اچھا نہیں، ان میں سے بعض کے حالات میں اس نے اہم اضافہ کیا ہے۔ مشہور شعرا ہوں یا غیر مشہور، ان سے متعلق بعض اوقات ضروری باتیں جو گلشن میں ہیں، گل میں قلم انداز ہوئی ہیں۔ مشاہیر کے اشعار نئے بھی ہیں اور پرانے بھی۔ بعض غیر مشہور شعرا کے بہت سے ایسے اشعار گل میں ہیں جو دوسری جگہ نہیں ملتے۔ انتساب اشعار میں مولف سے فاحش غلطیاں ہوئی ہیں، مرتب نے اپنے حواشی (م ح) میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ گل میں کہاں کہاں گلشن سے تجاوز ہوا ہے مگر ان سے بہت سی باتیں نظر انداز ہو گئی ہیں۔ ظاہراً انھوں نے یہ التزام کرنا چاہا تھا کہ یہ بتادیں کہ گل کے کون سے اشعار گلشن سے ماخوذ ہیں مگر یہ التزام قائم نہ رہ سکا۔ شیفتہ یا مولف کے غلط طے انھوں نے بہت کم بحث کی ہے۔ ذیل کا بیان بھی جو اختلاف گل و گلشن سے متعلق ہے، ممکن نہیں؛ اگر کسی بات کے بارے میں مرتب نے کچھ لکھا ہے تو اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

۱۔ اثر برادر کوچک میر درد "شہیدہ ام کہ در جو ارگو الیا رخوش می گزرائید" ص ۶۲۔ یہ گلشن میں ہے اور نہ کسی دوسرے تذکرے میں، قریب یقین ہے کہ غلط محض ہے۔ مرتب نے گل و گلشن کے اس اختلاف کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

۲۔ احسان حافظ عبدالرحمن گل و گلشن دونوں کے مطابق "سخن طرزاں" عہد شاہ عالم سے ہیں ص ۶۲۔ گل عہد بہار شاہ کی تالیف ہے اور گلشن اوخر عہد اکبر ثانی میں لکھا گیا تھا۔ احسان نے شاہ عالم کے علاوہ ان دونوں بادشاہوں کا زمانہ بھی اچھی طرح پایا تھا، ایسے انھیں عہد شاہ عالم کا شاعر کہنا ٹھیک نہیں۔ یہ کہنا مدنظر ہوتا کہ وہ اس عہد میں باری شاعر تھے، اور بعد کو نہ رہے تھے، تو اور بات بھی، مولف نے نئی بات یہ لکھی ہے کہ "مشہور باستاوا علی حضرت" است۔ اس سے



نیوں بادشاہوں میں سے کس کی طرف اشارہ ہے، واضح نہیں۔ مرتب نے اسے صاف ذکر نہیں کیا ہے۔ گل میں ان کے کچھ نئے اشعار بھی ہیں۔

۲۔ ارمان فرزند حضرت ۱۵ کمال نے جس کا قول اس معاملے میں نظر انداز نہیں ہو سکتا، جہاں تک مجھے یاد ہے، برادر بہمت حضرت لکھا ہے۔

۳۔ میرا مانی اسد کی ایک غزل گل میں ہے جو گلشن میں نہیں

۵۔ اسلام کا جو شعر گل ص ۶۶ میں ہے وہ گلشن میں ہے، لیکن مرتب نے یہ نہیں بتایا۔

۶۔ اشرف از کلامش بیتی خوش آمد، ص ۶۶ مگر یہ ماخوذ از گلشن اور اس میں صرف یہی بیت لوریا شاید ہی نظر سے گزرے ہوں۔

۷۔ کیا ہوا اگر چشم نم سے خون ٹپک کرے گیگا  
بادہ گلگوں کا ساغر تھا چھلک کر رہ گیا

تذکرہ شیفتہ میں بنام الفت خاں خورجوئی متخلص بہ عاجز: مولف لکھتا ہے: افاغہ خوجہ میں کون اس نام و تخلص

کا نہیں۔ یہ مطلع جو شہرت میں حکم آفتاب لکھتا ہے، میرے ماموں کے ص ۴۸۔ ماموں سے مراد ارخان مشہور بہ فتح خاں متخلص اسد میں جو وقت

تحریر زندہ تھے، مرتب نے تحریر کیا ہے: یہ مطلع نہ... عاجز کا ہے، نہ... اسد کا.. بلکہ شاہ نصیر کا ہے، انتخاب یوان شاہ نصیر میں

.. حسرت موہانی نے نصیر کا یہ مطلع اور تین شعر درج کیے ہیں: تذکرہ شیفتہ کے علاوہ یہ مطلع تذکرہ سرور میں بھی ہے اور تعین

ہے کہ شیفتہ نے اس سے لیا تھا، اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ الفت خاں خورجوئی وجود خارجی رکھتا تھا یا نہیں ہو لفظ

خورجوئی ہے، اور خورجوہ چھوٹی سی جگہ ہے۔ اس لیے مولف اپنے زمانے کے کل خورجوئی شعر سے واقف ہوگا، لیکن اس کا امکان

باقی رہ جاتا ہے کہ یہ اصلاً خورجوئی ہو اور کسی دوسری جگہ ہوتا ہو۔ وطن اسلی کی بنا پر خورجوئی کہا گیا۔ اس صورت میں مولف کا

اے جاننا لازم نہیں۔ بہر حال مطلع اور اس کے ساتھ کا ایک شعر باض الغصائے مصحفی میں شاہ نصیر کے نام سے مندرج ہے۔

۸۔ یا تنگ نہ کرنا صبح ناداں مجھے اتنا  
یا چل کے دکھانے دہن ایسا کر ایسی

ص ۵۴، نام آزرده، م ح ص ۹۲ بنام تاب، مرتب نے یہ نہیں لکھا کہ گلشن میں تاب کا نام سے ہے یہی درست۔

۹۔ ایہام شاہ بہلول لکھنوی ص ۶۹ م گلشن میں بہلول، مگر مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ کون یہ ہے بہلول تخلص ہے، بہلول غلط محض

۱۰۔ صورت تجھے حق نے دی پری سی  
پر آدمیت نہ دی ذری سی

بنام فسوس ص ۶۸۔ جعفر علی حسرت کا مطلع اور اس کے دیوان میں اس زمین کی غزل مع مطلع ہذا موجود ہے۔

یہ مطلع شیفتہ سے بھی ہوئی ہے۔

۱۱۔ امیر تخلص بتقلید شیفتہ علی محمد خاں کا لکھا ہے ص ۷۰، لیکن یہ شاعر ہی نہ تھے، تخلص ان کے بیٹے محمد یار خاں کا ہے،



اور جو اشعار گلشن و گل میں ہیں انہیں کے ہیں۔

۱۲ انتظار ”دریں دیار مشہور نیست، شاید کہ ہمصغیر فغان باشد“ ص ۴۳۔ حاشیہ مرتب (= ح م): ”یہ بیان بہت مبہم ہے شاید“ .. نے اسے پایہ اعتبار سے بھی گرا دیا۔ شیفتہ نے بصرحت لکھا ہے کہ ”ناش معلوم گشتہ، از معاصرین فغان و آبروست، اس کے بعد شاید کی گنجائش نہیں تھی“ شیفتہ کو جس شاعر کا نام تک نامعلوم ہو اس کے زمانے کی تعیین خاص طور پر اس صورت میں کہ آبرو متوفی ۱۱۴۶ھ اور فغان ممتول نصف آخر عشرہ چہارم ماہ ۱۲۔ دونوں کا معاصر بتانے ہوں اگر شبہ کی نظر سے دیکھی جائے تو اس پر تعجب بے جا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا نام علی نقی خاں تھا اور یہ میر و سودا و فغان وغیرہ کا معاصر ہے۔ آبرو کا زمانہ اس نے پایا ہوگا، مگر بہت کم، قابل اعتراض لفظ، ہمصغیر کا استعمال ہے۔

۱۳ انشا ”مولد بزرگانہ کشمیر فرزندش از مرشد آباد است۔ از بار یافتگان خدمت وزیر الممالک .. سعادت علی خاں بہادر بودہ .. آوازہ عدیم المثالی شش جہت عالم انداخت، جای در ہند نما نہ کہ انجا خلفہ یگانگی اور نرسیدہ .. بتلفظ انجب زباں بحضور وزیر دوران جاں بمالک جہاں سپردہ“ ص ۴۵۔ ح م: ”آزاد نے بھی انشا اور سعادت علی کے بگاڑ کا سبب انجب ہی قرار دیا ہے ... ڈاکٹر آمنہ خاتون نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آزاد نے ایک لطیفہ پیدا کر لیا ہے .. آزاد شکنی کا جذبہ مسلم مگر خوشگل کا بیان آزاد کے حق میں ہے اور یہ نتیجہ نکالاجا سکتا ہے کہ آزاد نے محض لطیفہ گوئی سے کام نہیں لیا، کشمیر کا ”مولد بزرگانہ“ ہونائی بات ہے، آزاد کا قول ہے .. بعض کہتے ہیں کہ خطہ کشمیر کے سادات .. سے ہیں وہاں کسی زمانے میں سمرقند سے آئے تھے“ تعجب ہے کہ مرتب نے اس کی طرف توجہ نہیں کی حالانکہ یہ آب حیات میں ہے اور اس بنا پر ان کے التفات کی خاص طور پر سزاوار۔ و شش جہت میں شہرت کے ذکر کے بعد ہند کی شہرت کا ذکر لا حاصل ہے۔ بتلفظ انجب زبان .. سپردہ“ اس عبارت کے ابتدائی الفاظ کا مطلب سمجھنا میرے بس کی بات نہیں۔ مولف یہ کہتا ہے کہ تلفظ کے ساتھ ہی وزیر کے سامنے قوت ہو گئے، آزاد اس کی بدولت محض بگاڑ کا ذکر کرتے ہیں، آزاد کے بیان کی تصدیق گل سے نہیں ہوتی۔ اس سے قطع نظر، عجب نہیں! اگر گل آزاد کی نظر سے گذرا ہو۔

۱۴ عشق معروف بہ میرزا گھسیٹا بیگ (دہلی ص ۲۸۰ میں) از سخن پردازان عظیم آباد است .. مریدانشانی زمانتار کذا، زائد از ستارگان فلک اند، وہر یکے از خصائل بشری گذشتہ“ (کذا) ص ۲۲۹۔ صحیح مرزا گھسیٹا جو ص ۲۴۲ اور گلشن میں ہے عظیم آبادی گلشن میں ہے، مگر یہ جوانی میں دہلی سے پٹنہ پہنچے تھے، ”مریدانش .. گذشتہ“ مبالغے کی انتہا ہے۔

۱۵ ”عشق تخلص میر عزت اللہ خان حکیم فرزند مسرخ قدست اللہ خاں قاسم دہلوی است“ ص ۲۳۱۔ باپ بیٹے دونوں حکیم تھے، عیب سلو بہ اختیار کیا ہے۔



۱۶۔ فیض پٹنڈت کرپاکرشن "در فارسی یگانہ و بیخندہ ہندی مستثنای زماز" ص ۲۲۷۔ یہ گلشن میں نہیں اور قطعاً ناقابل قبول ہے۔

۱۷۔ نگار سید حسین "مردیست طرح دار کبمال باطن صاحب انوار" ص ۲۳۶۔ یہ گلشن میں نہیں، خدا جلنے کیا کہنا چاہتے ہیں طرح دار، فارسی میں متعمل نہیں۔

۱۸۔ کوثر مہدی علی خاں از دو دمان موتمن الذلا اسحاق خاں ص ۲۶۹۔ ابن قطب الدین خاں بن آقا علی کوچک برادر موتمن الدولہ اسحاق خاں گلشن مولف کو "از دو دمان موتمن الدولہ.. نہ لکھنا تھا۔"

۱۹۔ بحر نام و نشانات معلوم ص ۸۲۔ تین شریعیے ہیں اور تینوں گلشن میں ہیں لیکن مرتب نے صرف ایک کے متعلق بتایا ہے کہ اس سے ماخوذ ہے۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ یہ اشعار امداد علی بھٹاگر ذاسخ کے تو نہیں۔

۲۰۔ ذیل ترجمہ برکت جرنیل لونی اختر ص ۸۲۔ اوکٹر لونی کو دہلی والے اختر لونی کہا کرتے تھے اور بہن نام گلشن میں ہے، لونی اختر، نہ جانے کس کی غلطی ہے۔

۲۱۔ نقاب "آبرویافتہ از حضرت شاہ مبارک است، شعر شحق رقیبانش حکم شہاب ثاقب می داشت" ص ۱۰۰۔ کہنا یہ تھا کہ نقاب شاہ مبارک متخلص بہ آبرو کے شاعر تھے۔ شعر شحق می داشت؛ کس اور نے نہیں لکھا۔ شوق فضول گوئی اس کا ذمہ دار ہے۔ نقاب کی طرح جو شعر منسوب ہے وہ گلشن سے ماخوذ ہے، مگر دراصل ایک دوسرے شاعر کا ہے۔

۲۲۔ حسن صاحب بد رمنیر "اس کس بسر سودا زده کہ بنام پدش ہجور کیک گفتہ" ص ۱۱۲۔ مطلب؟

۲۳۔ شیفت نے لکھا تھا کہ سودا "در مثنوی فکر معقول نہ داشت" اس کا جواب مولف کی طرف سے یہ ہے: "مرزا در مثنوی مرتبہ داشت کہ از آن زماں تا ایں زماں بل تا بہ قیامت مثلش در انشائے مثنوی عدیم الوجود است و خواہد بود اگرچہ توجہ اش کذا، بان کم باشد" ص ۱۰۰۔ مرتب نے لکھا ہے کہ "معض مبالوت ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ مبالغے کی انتہا ہے۔ خود مولف کو بھی اس کا یقین نہ ہوگا کہ قیامت تک ایسا مثنوی گو پیدا نہ ہوگا۔ اس عبارت کا ذمہ دار بھی شوق فضول گوئی ہے۔

۲۴۔ طاہر، مرزا محمد علی بیگ شاعر مدعی "در نظم و نثر ہندی و فارسی ثانی نوذداشتی" ص ۲۱۲۔ مولف کے لیے لاثانی معض تعریف کا لفظ ہے، نہ جانے کتنوں کو بے نظیر لکھا ہے۔

۲۵۔ ظاہر میر محمد دہلوی دخل کلی بشر و سخن دارد و دریں فن بے مثل" ص ۲۱۸۔ معض معمول شاعر ہیں۔

۲۶۔ "تاہاں.. نار موزوں کر دانش از سودا است" ص ۹۱۔ گلشن: نار کہ موزوں کی کر دجوش سودا می رسانند و

بہ نسبت شاعر دیش بہن بہن رفوشتن می بالید" مولف کی عبارت بے معنی ہے، اس سے قطع نظر تلمذ مودا بے اصل ہے۔



۲۷ جرات مولد لکھنؤ ۱۰۱ مرتب نے اس کی تالیف کی ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ مولد کون سی جگہ تھی، حالانکہ ان کا دہلوی مولد ہوتا مسکم ہے۔ انھوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ بات گلشن میں نہیں مولف؛ ”در سرکار شمس الدولہ خلف وزیر باریاب بود از خوان احسانیش زلمیر بود“ م ح شمس الدولہ کا تو سل توجہ طلب ہے۔ جرات ابتدا میں.. محبت کے متوسل تھے، پھر سلیمان شکوہ کے ”یہ بات بھی گلشن میں نہیں، اور مرتب کو اس کی نشاندہی کرنی تھی۔ اس وقت میں اس بحث کے لیے آمادہ نہیں کہ جرات کے مرئی کون کون تھے۔ جہاں تک شمس الدولہ کا تعلق ہے، اگر میرا حافظہ دھوکہ نہیں دیتا؛ تو ان سے تعلق کا ثبوت کلیات جرات میں ہے۔ شیفتہ نے جرات کی تنقیص کی تھی اور اس کا تو ناشی بخش جواب مولف نے دیا ہے، لیکن شیفتہ نے یہ بھی لکھا تھا: ”ہر آنچه از دیوانش بطریقہ اہل فن بود، انتخاب و دریں اوراق ثبت افتاد“ مولف نے اس دعوے کی تردید نہیں کی، حالانکہ ان کا بڑے سے بڑا حمایتی بھی نہیں کہ سکتا کہ جرات کے ضخیم کلیات میں ان ۴۲ اشعار کے سوا جو گلشن میں ہیں، کوئی شریسا نہیں جو اہل فن کے طریقے پر ہو۔ مولف نے یہ البتہ کیا ہے کہ جرات کے جو ۳۳ اشعار دیئے ہیں وہ سب کے سب نئے ہیں۔

۲۸ جرات شاگرد دیوانہ ”باشفتہ مزاج (کزا) منسوب و بخون مغلوب بودہ در ایام شورش جنون در ضلع بہار تکب گشت و خون گردید بحرب ضرب رگ زندگانی خود برید“ ص ۱۲۲ م ح عبارت گلشن بدین اظہار رائے: ”گویند غرور شاعری دماغش را مختل کردہ بود و نظر بہ تخلص استاد جادو در ضلع بہار کشتہ شد و قاتل راہ ہمراہ برد“ مولف بالکل غلط مطلب سمجھے ہیں۔ حیراں والی اودھ کے نوکر تھے اور فرانس منصب کی انجام دہی میں جھگڑا ہوا جس میں مقتول ہوئے ضلع بہار کا معاہدہ نہیں۔

۲۹ حسن، سید غلام حسن ”ایں کس سیر سو از دہ کہ بنام پدرش، ہجور کیک گفت“، ص ۱۱۲۔ مطلب؟

۳۰ حسرت سید جعفر علی بن سید ابوالخیر لکھنوی ص ۱۱۱ باب بیٹے زید تھے، نہ مولف کے علاوہ کسی نے یہ لکھا ہے۔

۳۱ دردمند کریم اللہ قاسم زمانہ شاہ عالم میں ترفیع، زندگی بسر کرتے تھے ص ۱۲۵، در دستاورد عہد شاہ عالم گلشن میں بھی، صحیح در عہد شاہ عالم سے قبل ہی مقتول ہو چکے تھے۔

۳۲ ذاکر، مرزا احمد بیگ شاگرد رسم بیگ جہان آبادی۔ یہ گلشن میں ہے مولف کا قول ہے کہ مرزا احمد بیگ شہور بہ خلیفہ احمد بیگ خواجہ میرزا رسم بیگ شمع دین لکھنوی کے بیٹے ہیں ص ۱۳۲۔ م ح: خوشگن خور جوئی تھے۔ یہ اطلاع فارغ شاہ خور جوئی سے ملی ہوگی کہ خواجہ شمع دین کے بیٹے تھے (فارغ شاہ موخر الذکر کے مرید) جہاں آباد سے مراد شاہ جہاں آباد، یہ ٹھیک نہیں، مگر اس غلطی کا ارتکاب اوروں نے بھی کیا ہے شیفتہ کا آخذ یعنی ہے کہ تذکرہ سرور ہو جس میں مرقوم ہے: ذاکر.. امیرزا احمد بیگ شاگرد رسم بیگ ’نوجوانیست باشندہ دارالخلافہ، غزل طرخی کرد۔ مشاعرہ خواندہ بود ازان مقول بیادمانہ“ ص ۲۴۱۔ وہی مقطع جو سرور کے یہاں ہے گل و گلشن میں بھی ہے اور اس کے علاوہ ذاکر کا کوئی اور شعر ان تینوں میں



نہیں۔ اگر ترجم غلط کتابت نہیں تو گلشن میں بھی یہی ہونا چاہئے۔ مولف کو یہ بتانا تھا کہ دہلی سے احمد بیگ بن رستم بیگ کا تعلق رہا تھا یا نہیں جس طرح تعلیظ کی ہے وہ تشفی بخش نہیں۔

۳۳ رضامیر محمد رضا عظیم آبادی ص ۱۵۶۔ اور رضامیر مہدی (صحیح میر محمدی گلشن) لکھنوی ص ۱۵۔ دراصل ایک ہیں۔ شیفتہ نے بھی دونوں کا ذکر الگ الگ کیا ہے۔ میر محمدی عرف، یہ عظیم آبادی تھے، لکھنوی میں اقامت رہی تھی۔

۳۴ رضامیر زارعی خاں لکھنوی، منجم، قرابت مند والی لکھنوی، صاحب ثنوی لیلیٰ و مجنوں بزبان ریختہ ص ۱۵۸۔ ہوس قرابت مند اور صاحب ثنوی تھے مگر وہ منجم نہ تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس نام و تخلص کا کوئی لکھنوی شاعر نہ تھا، شعر ذیل منسوب بڑھی بھی کسی اور شاعر کا ہے۔ (رجوع بہ آوارہ گرد اشعار):

دل کی طلب ہے اور تمنا ہے جان کی  
یہ ہم پہ مہربانی ہے اس مہربان کی

۳۵ نشاط "عوام الناس شاگرد انشا... دانتوش ص ۳۱۸ م ج: خود را شاگرد انشا... می کرد گلشن اختلا واضح ہے۔

۳۶ نسخ ۱۲۵۴ھ میں الہ آباد پہنچا تو خبر وفات ملی۔ شاید تابوتش بسزمین لکھنؤ آسود، ص ۳۱۲۔ اس سے یہ نتیجہ

نکل سکتا ہے کہ موت الہ آباد میں ہوئی اور تابوت لکھنؤ گیا: نسخ لکھنوی میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

۳۷ موزوں "بسخنوری یگانہ از ملاذہ... فقراست اشعار اور اسناد برتا و پیراست ص ۳۰۱۔ برالسنہ الخ، محض بطور

قافیہ و نہ ہرگز موزوں کے اشعار زبان زد نہیں۔

۳۸ مملکو "صفحہ خاطر مولف از نقوش حاش خالیست... دیوانی دار دص ۲۹۲ م ج: صفحہ خاطر مولف از نقوش

احوال خالیست... دیوان کا ذکر گلشن میں نہیں، دو شعر جو گل میں ہیں دونوں گلشن سے ماخوذ ہیں، اگرچہ مرتب نے صرف ایک کے متعلق یہ اطلاع دی ہے۔

۳۹ ملول، شاہ شرف الدین درویش ص ۲۹۱۔ میرا خیال ہے کہ یا اور الہام جن کا ذکر اوپر آیا ہے ایک ہیں۔ شرف الدین

کا الہام و طول دونوں تخلص تھا۔

۴۰ مصنون از قصبہ جاجو محال اکبر آباد... فکرش بر ایہامست کہ شیوہ شعراے عالی مقامست ص ۲۸۴ م ج مرتب

نے ٹھیک لکھا ہے کہ جاجو نہیں جاجو ہے۔ مگر انھیں یہ بتانا تھا کہ گلشن میں بھی جاجو ہے، مزید یہ کہ انھیں اس کی نشاندہی کرنی

تھی کہ فکرش الخ کے مقابل کی عبارت گلشن میں کیا ہے۔ شیفتہ: "فکرش مقصود بر ایہامست کہ شیوہ اہل زمانش بودہ"۔

مولف نے اس کا غلط مطلب لیا ہے۔

۴۱ یقین کے تین شعر ص ۳۴۱۔ اور تینوں گل سے ماخوذ، لیکن لکھتے ہیں کہ "از دیوان اورج"۔



۴۲ ہوش غلام مرتضیٰ شغزیل گلشن میں بھی ان کے نام سے ہے مگر غالباً ان کا نہیں ص ۲۲۸ قابل ذکر یہ امر ہے کہ مرتضیٰ اول میں شیفتہ کے یہاں بخاطر نہیں (نہ) خاطر ہے۔ اور یہی ٹھیک ہے:

زاہد کا دل بخاطر میخوار توڑیئے سو بار تو بیکجے سو بار تو ٹیئے

۴۳ ہدایت "ہدایت خاں عم فراق ص ۲۲۴۔ گلشن میں یہی مگر صحیح ہدایت اللہ خاں۔

۴۴ ہادی "بطریق تجردی پیود" ص ۳۳۴ م ح گلشن "آخر الامن زوی و در ۱۲۱۵ ہجور آر مید، مولف کا بیان غلط نہیں پیدا کر سکتا ہے گوشت نشین اور تجربہ دایک بات نہیں۔

۴۵ والہ "رحمت خاں م ح مرعیت خاں" گلشن صحیح یہی (تذکرہ سرور)

۴۶ نوا "موجد قانون اس فن است.. چند بار برابران شتافنہ از دالی آن ولایت صلہ.. یافتہ چہ جای کہ کلامش معنی نداشتہ باشد صود تہمت محض برنگاشتہ کبرش عین معنی بود تصدیق دعوائش از نوایش پیدا۔ باید شنید و شاید مہنید" ص ۳۲۶ م ح "شیفتہ نے نوا کا تذکرہ نہیں کیا ہے اس لیے یہ اعتراض شیفتہ سے متعلق نہیں" نوا کا ترجمہ اور ان کے اشعار گلشن مطبوعہ دہلی اور اس کے نسخ خطی میں ہیں۔ نو لکھنوی نسخے سے ترجمہ تو غائب ہے، اشعار غلطی سے وحشت کی طرف منسوب ہو گئے ہیں چنانچہ ۵ اشعار میں سے دو مولف نے گلشن ہی سے لیے ہیں (تیرا الخ اس اوج الخ) رہا اعتراض تو اس وقت میں نہیں کر سکتا کہ گلشن میں ہے یا نہیں۔ گلشن کے ترجمہ نوا کے لیے میرے مقالے متعلق گلشن شائع کردہ نوا کے ادب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۴۷ تجلی سید محمد حسین ابن میر محمد حسن کلیم ص ۹۳، ص ۲۲۲ میں غلام حسین تجلی اور ص ۲۶۸ جو کلیم کا نام میر محمد حسین۔

۴۸ غلام مرتضیٰ جنوں شاگرد ممنوں ص ۱۰۶۔ غلط محض، گلشن میں بھی تلمذ ممنوں کا ذکر نہیں جنوں ان سے

عمر میں بہت زیادہ تھے۔

۴۹ خاکسار "از انتخاب دیوان اوست" ص ۲۲۵، مگر شعر جو گل میں ہیں ماخوذ از گلشن خاکسار کے دیوان کا

باستثنائے مولف کسی نے ذکر نہیں کیا۔

۵۰ عمدۃ الشعرا ممنوں ص ۱۳۸۔ فخر الشعرا خطاب تھا۔

۵۱ گنگا پرشاد رند کو شیفتہ نے شاگرد جرات لکھا تھا۔ مولف نے اس کی تردید کی ہے اور شاگرد شائق بتایا ہے۔

مرتب نے اسے مقبول کیا ہے۔

۵۲ غلام علی راسخ کا سال ولادت، گو غلط ہے گلشن میں ہے، گل میں ذکر موت ہے لیکن سنہ نہیں۔ دو لون



شعر جو گل میں ہیں ماخوذ از گلشن اور دونوں دوروں کے ہیں (آوارہ گرد اشعار)

۵۲ میر کے تین شعر جو ان کے کلیات میں ہیں بنام میر موز ص ۱۸۳، مصرع اول شعرا "جنائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں"

۵۳ شاکر علی شاہ ص ۱۹۰ گلشن: شاہ شاکر علی۔

۵۵ شائق میر محمد ص ۱۹۱ گلشن پیر محمد، یہی صحیح۔

۵۶ صاحبقران کے دو اشعار کی شان نزول جو گلشن میں نہیں ص ۲۰۸۔

۵۷ ص ۲۱۳ و ص ۲۱۴ میں دو ضیاء ہیں میر ضیاء الدین (کلیات میر حسن کے دیباچے میں ضیاء الدین حسین) اور ضیاء الدین بتقلید گلشن دونوں ایک ہیں۔

۵۸ طرب جھولال ص ۲۵۱۔ یہ قطعاً غلط، گلشن میں جھنولال۔ یہ نام بھی صحیح ہے یا نہیں اس وقت میں نہیں کہہ سکتا۔

۵۹ فارغ، فارغ شاہ کا بیٹہ نژاد، اصلاً حسن پور ضلع مراد آباد کے ساکن، بریلی لکھنے والے زغلط کی ہے (م ح مراد از شیفتہ) عنقوان جوانی میں "شیخ دین مرزا رستم بیگ" سے ملے اور تارک سوم شرک ہو کر ان کے مرید ہوئے۔ بریلی میں چلے گئے اور ان کی موت کے بعد ۱۲ برس ان کی قبر پر بحالت جذب معتکف رہے "زان بعد نش عبد الرحمن رحمۃ اللہ کبراد رخا زاد فارغ از وہم دگمان بودہ... بفہمائش تام بطن خود یعنی درخور زہ آورده بتدیکہ نکاح کنایند" اسکے بعد سے وہیں مقیم ہے۔ مولف نگینہ میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۵۶ھ "پنجاہ و سش" (مریخاشش) میں فارغ کے بیٹے نے اطلاع دی کہ ۸۔ محرم کو ان کی وفات ہوئی۔ مولف نے فارغ سے اجازت طریقت "حاصل کی تھی اور ان کا دیوان مع دو مثنوی ان کے پاس تھا۔ بہت سے نئے شعر گل میں ہیں لیکن مولف نے یہ نہیں بتایا کہ ممکن نہیں جو حرف قضا ہو جس میں سے دو رابع، جو گلشن میں ہے، دیوان میں ہے یا نہیں، واضح ہے کہ گلشن میں ۴ فارغ ہیں جن میں سے دو فارغ شاہ اور میر احمد خاں گل میں بھی ہیں باقی دو کے متعلق گلشن میں ہے: (۱) "از احوال شاطیاء دست بہم تدا مطلع از وثبت افناد" قطرہ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا الخ" (۲) کند سنگماز ساکن بریلی و شاگرد حاتم است:

دو سے دیکھ مجھے چین مجھیں ہوتا ہے تاکہ کچھ کہ نہ سکوں بل بے رکھائی میری

اس کا امکان ہے کہ فارغ شاہ اور یہ دونوں یا ان میں سے ایک، ایک ہوں، مولف اس گتھی کو سلجھا سکتا تھا مگر اس نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔

۶۰ محشر نے مہلت کو قفل کر دیا تھا اور ڈیسے دہلی چلا گیا۔ لکھنؤ واپس آیا تو ایک دن موقع پا کر مہلت کے وارثوں



نے انتقام لے مار ڈالا (تذکرہ ہندی معنی) "از آنجا فرمودہ بہ بریلی (م ح گلشن دہلی) قرار گزید۔ نوبتی باز بہ لکھنؤ رفتہ وار شان مقتول۔ از امیر بگر دستغیت شدند، چنانچہ باستغاثہ ورثہ او در مجمع عام و خاص بقصاص رسید" ص ۲۶۹۔ گلشن کی عبارت حسن پرینی ہو سکتا ہے اور جو مرتب نے نقل نہیں کی، یہ ہے: بہ لکھنؤ رفت، چون سال بریں گذشت ورثہ مقتول قابل مسطورہ بقصاص کشند، مولف کی عبارت یہی عالم ہے، تو نہ معلوم مقتول کا فیصلہ کس طرح لکھے ہوئے۔

۴۔ اس تذکرے میں جو نئے شعرا ہیں، ان میں سے خود مولف کا ذکر فصل ۱ میں آچکا ہے، باقی یہ ہیں۔

۱۔ اسد فتح خاں تحصیلدار ص ۳۶۶ م ح موت اعظم گڑھ، ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ یکشنبہ۔

حیرت میں کیوں کھڑے ہو ل دیکھ ہمدم مدت سستی یہی کچھ دستو ہے ہمارا

۲۔ امجد، نواب امجد علی خاں از اولاد نواب عبدالاحد خاں مولد دہلی، کلاہ و خرقہ شاہ آبادانی دہلوی سے پایا، باجارت لکھنؤ گئے اور سرکار شاہ اودھ میں میر تیزک ہوئے۔ عرصہ (ہندی فارسی میں اس طرح مستقل نہیں) شد کہ بر شعر۔

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم جسم بگزارم سر اسر جاں شوم

جان بہ جان آفرین سپردہ" ص ۵۱۔ ایک دوسرے امجد کا شعر ذیل جو تذکرہ میر حسن میں ہے، مولف نے اس شعر کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

"سنتا تھا جسے کعبہ و بتخانہ میں آحشر" امجد میں اسے حضرت انسان میں دیکھا

۳۔ امیر، امیر خاں از افاغہ، بجنور، ملازم تاجربخیم آباد ص ۱۱۔

۴۔ اخلاص جلال الدین بجنوری "کسب سخن و علوم در سیہ بہ.. اخوند جہانگیر خاں رحمۃ اللہ علیہ کردہ ۱۰۹۰ اور تلامذہ مولانا باب اللہ سوکھر پوریت" و در شعر نسبت تلمذ بہ.. قائم.. دارد.. بالفعل بسر کار معنی محمد عبداللہ کیرت پوری بسر برد" ف، لیکن نمونہ صرف ہ کا ص،،، شاگرد قائم نظامہ اخوند کو کہا ہے۔

۵۔ اخلاص "کشن چندہ، اصلاً کشمیری، لکھنؤ مولد، تحصیل علوم از علمائے فرنگی محل، جوان مرگ ص ۷۸۔ جو در شعر

منسوب اخلاص ہیں ان میں سے ایک سو دا کلمہ ہے۔

کیوں کر ہو باغ جانا اس میرزا منش کا واں سر و میں نہیں ہے آداب کونش کا

۶۔ افصح، محمد سمیع الا آبادی برادر کلان شیخ محمد شفیع "وکیل سرکاری" چند است کہ ازین جہان.. در گذشت..

در ہندی اکثر ریختہ گشتی، ص ۷۹۔

۷۔ اشرف، شاہ محمد حسن پسر و سجادہ نشین شاہ محمد زمان قادر حلی چشتی الا آبادی، عاشقانہ کلام کے علاوہ شنوی و قصا



۲۹۳  
 نعتیہ سنا ہے کہ ماحریریاں، بطور مایقماں فارس میں لکھی ہے۔ ایک دن فیض منظوم نصائح میں ہے، نہ معلوم کس سے تلمذ ہے۔  
 ۸۱ ص

۸ احقر، ضامن از سادات کنکوڑہ ضلع بجنورہ، ۲ شعرازاں جملہ:

ہم نہ کچھ پیار کے دل خواہ بنے اور بگڑے  
 سیکڑوں زیر فلک شاہ بنے اور بگڑے ص ۸۱  
 ۹ آشنا اکرم بیگ پدر عبد القادر۔ عمی کذا ص ۸۱ ذکر بصیغہ ماضی۔

رباعی: پاؤں پر لوں میں ترے پاؤں کی وارٹی لیا  
 سرچڑھالوں میں ترے سر کی آماری ڈیلا

آشنا کیلئے پر لوں کے پرے سے ہمدم  
 پان لو کوئی کوئی پکاری ڈیلاں

ص ۸۲ ح م "یہ قطعہ ہے رباعی نہیں" دونوں شعرا ایک دوسرے کے نام بوطا ہیں، اسلئے قطعہ بھی نہیں۔

۱۰ برق، میرزا محمد رضا "از فیض صحبت... جرأت بہرہ در فن سخن حاصل کردہ" ص ۸۲ ح م "برق ناسخ کے

شاگرد تھے سخن شرا" جرأت کی موت ۱۲۲۲ھ کے وقت یہ کم عمر ہوں گے۔ کس اور نے انھیں شاگرد جرأت نہیں لکھا اور یہ غلط ہے۔

۱۱ بے ڈر، غوث محمد بجنوری ص ۸۶۔

۱۲ بہار برہمے، "نامش بحر بوستان خلق ارباب سخن مشہور (؟) فاما مولدش غیر ماثور" ص ۸۶۔

جنش بروے یار دیکھیے کبت تک رہے  
 تیغ دو دستی کا وار دیکھیے کبت تک رہے

۱۳ بے خودا کبر علی ص ۹۰۔

۱۴ باسط، باسط علی بگراں ص ۹۰۔

۱۵ توشیح نمیر بنی بخش، مولد و منشا، مبین از علاؤنگیز "سادات آنجا خود را از باربرہی شمارند" طب میں تلمیذ

قرالدین خاں شاگرد حکیم شریف خاں دلہوی پیشکار بجنورہ ص ۹۸۔

۱۶ تفتہ ہر گوپال، کاستہ بھناگر، مولد خطہ سکندریہ آباد محلہ قانون گویاں۔ شاگرد قاتل۔ کچھ دن عمال تحصیلداری

شاگرد وار ضلع مراد آباد میں تھے۔ سنا ہے کہ تخفیف میں آئے۔ نہ جانے آج کل کہاں ہیں۔ ف ہ نمونہ ص ۹۹۔

۱۷ حیرت محمد تغفل حسین بن محمد اسحق کہیں برادر منقہ عبدالشہرئیں کیرپور "شاگرد جلال الدین اخلاص ص ۱۲۳

۱۸ خادم، خادم علی از مجازیب بنارس ابن فائق علی گنوری۔ نسبت ارادت "حاجی عبدالرشید خاں نقشبندی ہے۔

کلام در نشر بجنورانہ... و در نظم... مجذوبانہ... خود را بقطب مشہور کند۔ (کذا) ص ۱۲۵

ذات تو زہر دو کون عالی  
 ز امکان وحدت ہر دو عالی

۱۹ حیدر، حیدر شاہ مولد دہلی کا بستہ، قبول اسلام۔ اعظم گڑھ میں ملاقات ص ۱۲۳



- ۲۰ خرم گلاب رائے مولد و منشادہلی، متصدی دفتر تحصیل نجیب آباد۔ ف ص ۱۳۱
- ۲۱ خورشید، خورشید علی افضل آبادی۔ مولد بنارس "درہم زبان دستگاہی بلند" ف، ہندی میں شاگرد خان
- ۲۲ خلیل، خلیل اللہ شاہ شاہجہاں پوری، شاگرد مولانا مبین "مولف جس زمانے میں ماموں کے ساتھ عظم گڑھ میں تھے، یہ تحصیل دار عظیم گڑھ سکندری تھے۔ موت کو کچھ دن (چندی)" گزرے ف، مگر نمونہ صرف ف۔
- ۲۳ ذرہ، میر ولایت علی، از سادات کول مقیم آگرہ، وہیں ان سے ملاقات ص ۱۳۶۔
- ۲۴ رفق، نجیب اللہ برادر توام مولف، شاگرد فتح خاں اسد ف، نمونہ صرف ف۔ حاضر جوابی میں لاثانی، مشاعرہ اعظم گڑھ میں کسی نے یہ مصرع کہا "کیا نیازنگ ہے کیا ڈھنگ ہے کیا چال نی" فی البدیہہ جواب دیا "جب سے پہنی ہے مرے پار نے خلخال نی" کیا ریح "ص ۱۶۴۔
- ۲۵ بکرشن، کیول نین، زرارہ دار بختوری ف ص ۱۸۹۔
- ۲۶ سلامت، شیخ سلامت علی بنارس، مشاعرہ مرزا پٹاں میں جو نواب نصر اللہ خاں بہادر کی سی سے ہوا تھا، ملاقات ہوئی ص ۱۸۹۔
- درد ہو دل میں تو دو لکھیے دل ہی نہ ہو پاس تو کیا کیجیے
- ۲۷ شید فتح جنگ خاں "از اولاد امیر کبیر شیخ کبیر مہروی" فی الحال کو تو ال نجیب آباد ص ۲۰۴
- ۲۸ شمس، ان سنگھ کھتری مراد آبادی چند است کہ درمختار بعد جمع و خرچ دکذا، نویسی فوجداری ممتاز لودہ" ص ۲۰۶۔
- ۲۹ شیدا، میر عابدین ساکن پیدی "حوالی" بمختار کچھری تحصیل بنور میں متصدی۔ شاگرد شیخ مہدی دکذا، زکی" ص ۲۰۷
- ۳۰ شفاعت، شفاعت خاں۔ افضل گڑھی "از دودمان نواب افضل خاں" شاگرد کرم خاں گرم۔ فی الحال "ملازم سرکار دولتدار صاحبان عالی شان" ص ۲۰۷۔
- ۳۱ صاحب، سعادت یار خاں بن حافظ رحمت خاں، نشوونما بریلی ص ۲۱۲
- ۳۲ ضامن، غلام ضامن از اولاد شاہ ابو المعالی وطن اینیٹہ۔ ایک جلد مثنوی "شمال نبوی میں ان کی تصنیف سے ف نمونہ ص ۲۱۲۔
- ۳۳ طالب، مہتاب رائے کشمیری، منشائکھنؤ۔ ۳۰ سال سے مشق سخن شاگرد نصیر صاحب یوان مگر نظر سے نہیں گذرایں ص ۲۱۵
- ۳۴ طپاں، مرزا محمد علی بیگ شاگرد معصی نظم و نثر ہندی فارسی میں لاثانی، اکثر اوقات بنارس میں گزارے۔ موت الا آباد ف، مولف سے ملاقات ص ۲۱۶
- ۳۵ عشق، نوال کایستہ امرہوی ہستفید از اند "پروانہ نویس کلکٹری" بمختار ص ۲۳۲۔



۳۶ عتیق، وجیہ الدین قاضی زادہ بجنور۔ شاگرد وزیر علی بجنوری ص ۲۳۳۔

۳۷ عاجز کاشی ناتھ اصلاً کشمیری، ساکن دہلی "دپیری دم عشق بازی می زند و دوستی دعوائی لیس کشتی کند۔ از عرصہ دانا چا کری سر ز نامدار سر فراز۔ درایانی کہ مشاعرہ می شد مع فرزندان نامی و عزیزان سانی خود کیلے خود را فقیر و دیگری عاجز بحکم آن کہ این خانہ تمام آفتابست بمشاعرہ آمدہ" ص ۲۳۳۔ عبارت نادرست۔

۳۸ عاشق، احمدیاریاں "ابراہیم زمان شبلی دواں" این نواب محمد امیر خاں والی ٹونک تارک دنیا شاہ اللہ نور سے ارادت، اپنا نام شاہ عبدالرحمن قادری رکھا ہے "در مذہب شافعی بہ محبت قادریہ کوئی سبقت بر پیشینا بردہ" ص ۲۳۴۔

۳۹ عنایت، سید عنایت علی از سادات مہین، طبابت پیشہ۔ مولف سے دھام پور میں ملاقات فہ ص ۲۳۵۔

۴۰ غفلت، احمد اخوند زادہ رامپوری شاگرد قدرت اللہ رام پوری فصاحت گوئی سبقت از پیشیناں ربودہ" ص ۲۳۸۔

۴۱ غمی، عبدالقادر رامپوری مغل صد الصد رمرا دآباد تھے ترک منصب کے سیاحی ہنسا ہے مقیم دہلی ہیں "اکثر

طبعش بہ ہندی مائل و نیز بیشتر بغاری قائل" نمونہ صرف ص ۲۳۹۔

۴۲ فدا، ٹیکارام کے بزرگ دہلی سے دار دیکھنو مقیم مظفر نگر فارس میں اپنے کو شاگرد پروا نہ کہتے ہیں۔ نمونہ صرف ص ۲۴۱۔

۴۳ فدا، مرزا محمد بیگ، قزلباش کے دادا نادر شاہ کے ساتھ وارد دہلی اور توپن گزیں۔ ان کی موت خلیل گنج از

مضافات کول" میں ہوئی۔ فدا کے والد مرزا محمد اسماعیل دہلی سے الا آباد گئے، فدانے وہیں "کسب فصاحت و بلاغت کیا۔ شاگرد قتیل ف ص ۲۵۲۔

۴۴ مظہر، شاہ مظہر اللہ بٹورہ صوفی طینت، یگانہ آفاق" ہ ف نمونہ صرف ص ۲۷۸

۴۵ مظہر شاکر پر شاہ کشمیری، نشوونما لکھنو، برادر خرد شاگرد گنگا پر شاہ اند۔ پہلے نوکر سرکار انگریزی فی الحال

ملازم فقیر محمد خاں (مراد از گویا) ص ۲۸۵۔

۴۶ منشی، میر نظام علی ساکن سری، "از مضافات مراد آباد" ملازم تحصیل نجیب آباد۔ ف ص ۲۹۶

حال دل خود با تو پیم گویم تو چوں شد مضطر شد و عاجز شد و لا الذا چار و زبوش

۴۷ مشتاق چتر بھوج۔ قوم دھومر کہ از اقوام تاجرانست، مولد ڈیک ۱۲۱۱ھ ضلع سے متوطن متصرف ص ۲۹۷۔

۴۸ موزوں، پنڈت امر پر شاہ، اصلاً لکھنوی، مولد فتح آباد از نواح آگرہ۔ برادر زادہ گنگا پر شاہ اند ص ۳۰۲

۴۹ ممتاز عبدالملک بن شاہ غلام مرتضیٰ، شاگرد خواہر زادہ مدبر الدین حسن شائق۔ رفیق نواب

سعادت یاریاں صاحب ص ۳۰۴۔



۵۰ مشاق و زندگی از سادات نگین ص ۲۰۷

۵۱ مہر آغا علی خاں بن آغا میر ص ۳۰۸

۵۲ منتظر، میر خواجہ بخش سید زادہ، سنبھل، محافظ دفتر بجنور ص ۳۰۹

۵۳ مظلوم، مظلوم شاہ، "زادہ گزین آباد" وہاں مقیم تھا تو سننے میں آیا تھا کہ مظلوم نے بہاؤ درویش

کو اردو میں نظم کیا تھا۔

۵۴ داد مرزا کلب حسین خاں بن کلب علی خاں گورکھ پوری نسبت بلند خود بمرزا کذا حید علی آتش منسوبی سازد ص ۳۲۸

۵۵ نور شاہ اللہ نور مولد بلا سپور مرید فتح شاہ قادری قلعہ دی جے پوری صاحب دیوان ہندی "مثنوی

سوز و گداز خوبک گفتا" ص ۳۳۰۔

۵۶ وفاء سید بیر علی سادات بار کذا متوطن چٹوڑہ از بنابر سید جمال علی خاں فرخ سیری "کول میں وکیل ص ۳۳۲

۵۷ وحشت، فقیہ الدین اباحید رآبادی، پسرولانا جمال الدین رامپوری "موت عنفوان جوانی ص ۲۳۵

۵۸ وائلی، شیخ حیدر علی "از مسکنش اطلاع ندارم جز اینکه از جوار ارم ثانی لکھنؤ باشد" مدح شاہ اودھ میں مثنوی کہی ہے

چند اشعار فارسی جن میں مدح محمد علی شاہ ظاہر اسی مثنوی کے اشعار ص ۳۳۶۔

۵۹ ہدایت، ہدایت علی "از دوسلے مراد آباد" پہلے وہاں ناظر فوجداری تھے ص ۲۴۰

۶۰ آزر، جولا پرتشاہ برادر خرد و شاگرد گنگا پرتشاہ اند، وقت تحریر ناظر نظامت فوجداری ضلع متفرق ہنوز عرف ص ۵۴۔

۶۱ انگر نرائن داس شاگرد آزر مولد کول "روپکار نویس عدالت متفرق ص ۵۶۔

۶۲ انگر ظفر علی بجنور "کسب سخن بہ سبب مجلس مشاعرہ داعی آثم از عزم خود مولانا وزیر علی میکند ان کا ترجمہ گل میں

نہیں) چہ عجب کہ با احسن زبان زدہ فالہی را گیر کذا" ص ۵۶ ف ۵۔

۶۳ خالص نصیر الدین بجنوری "اشعار او چون گل خود رو... رسد گو خلاف طرز نادان و محاورہ باشد بار و زبان

بستہ کبر دریں فن شومست در اہل سخن مذموم" ص ۱۲۹

۶۴ وفاء سید بیر علی ساکن چٹوڑہ از بنابر سید جمال علی خاں فرخ سیری "ہفتادہ سال در محال کول بچہ کالت عزیز ماندہ" ص ۲۳۲

(مطالعہ، پٹنہ - نومبر، دسمبر ۱۹۶۸ء)



# گلستان سخن

## باب اول

گلستان سخن... ۵ صفحوں (تقطیع ۹ x ۱۶، عموماً ۲۲ سطریں ہر صفحہ میں) کی کتاب ہے جو غالباً ۱۲۷۱ھ میں (سرورق میں نام کے ساتھ یہ سنہ و مراحتہ سنہ و انطباع کا کہیں ذکر نہیں) مطبع مرتضوی نے حافظ محمد غیاث الدین کے اہتمام سے چھاپ کر شائع کی (ص) سرورق میں مصنف کی حیثیت سے مرزا قادر بخش بہادر، صابر کا نام درج ہے لیکن اس کے معا بعد یہ قلم ہے اس کی عبارات "زیور اصلاح یکتار عمر و یگانہ دوراں، وحید عہد و فرید زباناں، مولوی امام بخش، صہبائی سے مزین ہوئے ہیں۔

یہ کتاب مصنف غیر کے ناموں کے لیے مخصوص ہے، ص ۱ سے کتاب شروع ہوتی ہے اور اس میں بسم اللہ الخ کے بعد ۱۲ شرایک ساتی نامے کے ہیں جو ص ۳ پر مزید ۲ اشعار کے بعد تمام ہوتا ہے، شعرا اور بعض اور اشعار

وے ساتی مجھے جام مے تاب      کہ دل سینے میں ہے جوں برق بے تاب  
 کہ اس مے کے لیے پیدا وہ انگور      کہ نیکے اس سے جوں مے خون انگور  
 اسطو ہونے زباں پر حمد کا ذکر      نہ ہوے دل کو خبر توحید کچھ فکر

حمد و نعت مدح بادشاہ و ولیعہد ص ۱ تا ۱۰ سطر ۱، چمن چمن حمد اور گلشن گلشن تناک کے لائق وہ بہار پیر ہے جس کی نسیم قدرت نے سمن رویوں کو رخسار گل سے شگفتہ کیا۔

احوال مصنف اور سبب تالیف کتاب کے عنوان سے ص ۱۱ تا ۱۲ جو کچھ قلم ہے اس کے کچھ ٹکڑے اور کچھ عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے۔

قادر بخش، صابر... ابن صاحب عالم و عالمیان... و مکرم بخت بہادر رفیع التقدیرہ و ضاعفہ دولتہ و اقبال  
 ... مرزا خورد (کذا) بہادر... ابن... مرزا یزد الدین بہادر... مہین برادر... عالمگیر ثانی... بد و شعور... ہنویہ  
 کمال کی جستجو میں تھا اور از بس کہ فیض الہی نے... گوہر... دریافت اور جوہر... ادراک عطا فرما کر صغریٰ سن میں ایشاہ و لائل  
 سے ممتاز کیا تھا... نقطے سے خط اور خط سے سطر کا مضمون سبب لینا دشوار نہ تھا... طبیعت کو مناسبت الہی سنی کہ اگر عبارت  
 میں الفاظ غیر متعارف... نہ ہوتے، وقت معنی کی فراغت پیش نہ جاتی... اوائل... میں ہر چند نہ شعر کی کیفیت سے آگاہ تھا



اور نہ عرض و قافیہ کی حقیقت سے مطلع، اکثر اثنائے گفتگو میں شاید سخن زیور موزونی سے آراستہ ہوتا... جب رفتہ رفتہ نہال استعداد نے نشوونما پائی اور رشتہ سواد خوانی نے رسائی، فہم خداداد نے خود رہبری کی کہ ایسا انتظام زیور کلام ہے اور اس قدر قیود کلام کے واسطے سایہ انتظام... جوں جوں کتب درسیں میں اصناف سخن نظر آتے (کذا) ایک پردہ اٹھا جاتا بطور خود شعر کہنے لگا، ابتداء میں "ہمزادوں کے سوا کوئی رازدار نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اغیار بھی اس سودا (کذا) سے مطلع ہوئے" میری کستی کی وجہ سے لوگ میرے اشعار کو خاطر میں لاتے، لیکن کبھی کبھی کسی نہ کسی طرح لوگوں کو پسندیدگی کا پتہ مل جاتا، میں بہت تن اس شغل میں مصروف ہو گیا، لیکن احباب نے کہا کہ فارسی متاخر غیر ہے۔ اس میں حصول کمال کو عمر طویل چاہیے "صاف و شمشہ" اردو کے سامنے فارسی بے فروغ ہے" اندرزگو کی تکرار دل میں جڑے گیر ہوئی ریختہ گویاں ماضی و حال کا کلام جمع کیا، "چند روز میں... کلام نے ایک آب و تاب بہم پہنچائی" لیکن اب تک کوئی استاد نہ تھا کہ نقائص سے آگاہ کرتا، رہبر کی تلاش ہوئی، خیال آیا کہ ایسے شاعر سے اصلاح یعنی چاہیے جس کی جامعیت میں کسی کو کلام نہ ہو "شعراے وقت پر نظر جو ڈالی تو کچھ ایسے طے جو دقائق فن" سے تو باخبر تھے، لیکن ان کے کلام میں مزہ نہ تھا اور کچھ ایسے نکلے کہ ان کا کلام تو موثر تھا لیکن انہیں فن سے واقفیت نہ تھی، آخر قائد توفیق راہبر ہوا اور "یگانہ جہاں خلاصہ نوع انساں حافظ عبدالرحمن خاں احسان... کی خدمت... میں راہ پیدا ہوئی، دل میں جوشک آیا انہوں نے اسے رفع کیا بنائے اعتماد مستحکم ہو گئے، اور مدت تک افادہ و استفادہ کا ہنگامہ گرم رہا، "خوردہ گیری" (کذا) کی کسی کو مجال نہ تھی اور رجحان و حسد" سے کوئی معترض ہوتا تو زبان جواب لال نہ تھی: "ہمنشیں میری برتری کے قائل ہوئے اور "بیشتر اوقات اصلاح تلامذہ میں مصروف ہونے لگی... اپنی تکلیف کو جناب ممدوح کے آرام کا سبب پہچانا" استاد کا لطف خاص ہونے لگا۔ "دقائق وغوا مض" بتائے اور "شراغ از منہ، اسی عقیدت کیش کی تربیت میں تقسیم کیے، گاہ زبان ہندی و فارسی کی تصحیح... زمانی اور گاہ صنائع... اور بدائع کی تفہیم میں متوجہ ہو جاتے، "عرض و قافیہ معانی و بیانی سے بعد استعداد آگاہ ہوا۔ مساعت و نگار" کا شکر کیونکر ادا ہو کہ ایک مدت تک استاد ایک طرح سے "میری ہی" اصلاح" و تربیت" میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی، میری نظر میں عالم سیاہ ہو گیا لیکن شعر گوئی کی عادت سی پڑ گئی تھی۔ دو برس بطور خود کہتا رہا، استاد کے وہ تلامذہ بھی جو میرے معتقد تھے مجھ سے اصلاح لیتے رہے اور اس خیال سے کہ جب تک نقد ہنر استادان و قیود رس... کی نظر سے نہ گزے (کذا) قابل اعتبار نہیں ہوتا... اپنے کلمہ تاریک میں بزم مشاعرہ آراستہ کی... اور علمائے محقق اور نحاریر مدقق کو اپنی راز خانی اور اپنے تلامذہ کی نغمہ پیرانی پر مطلع کیا، انصاف مندوں نے تحسین کی، لیکن "عیب پسند" بیشتر خاموش رہے، گو "حرف طعن و تشنیع ان کی زبان پر نہ آیا، خواہ اس سبب سے

۱۔ مرصعہ یہ نہیں کہ پہلے فارسی کہتے تھے



کہ یہ کلام... غایت کم رنگی ہے ذقائل خطاب اور نہ لائق عتاب اور اس وجہ سے ان کے ضمیرِ اعتساف پذیر میں بھی فی الجملہ راستی کو راہ ہوگئی تھی۔ شاگردانِ صفاقِ دل کا اعتقاد تو اس سے بڑھا، مگر مجھے جو گمان اپنے باب میں ہے استعدادی اور پیمپانی کا تھا کم نہ ہوا کہ رتبہ اس فن شریف کا عالی ہے پھر استاد کی تلاش ہوئی مگر استاد مرحوم کے فیضِ تربیت سے کسی کے نقدِ سرہ کو اپنے زرناسرہ سے کامل عیار تر نہ پایا، سنی پاشکتہ ہوگئی اور ہمتِ دلخستہ... ناگاہ... خلوتِ ضمیر سے ندا آئی کہ حضرت صہبائی کی خدمت میں جن سے احسانِ مرحوم کے زمانہ حیات میں گاہ گاہ فارسی کلام پر اصلاح لے چکا ہے، کیوں حاضر نہیں ہوتا کہ کمال کو یہیں سے سربلندی... دقائقِ علوم... کے عقیدے جس طرح اس... کے ناخنِ فکر سے کھلتے ہیں کس حلال مشکلات... سے صورت نما نہیں... فارسی میں تو بلبلِ نوایانِ اصفہان ہوا بھی لیاقتِ سخنِ فہم کی حاصل نہیں رہتے میں شستگی بیان اور پیاگیری زبان اور بلندیِ معنی اور متانتِ الفاظ ایسی مشاہدہ ہوئی کہ تلفِ اوقات سابق پرافتخار ہوا اور فارسی اور اردو دونوں کی اصلاح انہیں سے لینے لگا پہلے سخنِ بلندی سے آسمان پر تھا اب عرش سے برتر ہے۔

... سبحان اللہ کیا طرزِ اصلاح ہے، شعر معنی ایک لفظ کی تبدیل سے معنی غریب پیدا کرتا ہے، کس لفظ کو بدل دیا تو عقل دشوار پسند، قائل ہو جاتی ہے کہ "فی الواقع آہی... کی جلے (کذا) خالی تھی اور کبھی معنی میں تصرف کیا تو یہ معلوم ہوا کہ حشمت کلام کو اس منصبِ عالی کی تلاش میں مازنالی تھی۔ لفظ و معنی میں تغیر نہ ہو تو محض اندک تقدیم و تاخیر عبارت سے شعر میں کچھ اور لطف آجاتا ہے، واضح رہے کہ "اثنائے مشق میں" قدم کا کلام بطور بیاض جمع ہوتا رہتا تھا اور معاصرین کے اشعار کی علیحدہ بیانی تیار ہوتی تھی پہلے تو یہ خیال ہوا کہ ایک کتاب بطریقِ مشکول مرتب ہو، لیکن بعد کو یہ رائے ٹھہری کہ یہ محض نقل نویسی ہوگی معاصرین کا تذکرہ لکھنا چاہیے مگر یہ دیکھ کر اس کارِ دشوار کا سرانجام بغیر امدادِ استاد ممکن نہیں، مرض کی کہ کمر میں تلاذہ کی تحریر خلعتِ اصلاح سے مشرف ہو جایا کرے "تو کام بنے، بلکہ عرضِ نیاز شعرا کی زیور قبول سے آراستہ ہوئی... جب یہ لطف... دیکھا کمر ہمت کو چست کیا... اور ۱۳۷۰ھ میں کہ شعبان پہلی تھی کہ کتاب کی ابتدا ہوئی اور "جزو کے جز و فراہم ہو کر اس شاگرد نواز کی نگاہِ عاطفت سے کمالِ تدقیق نظر اور تعمق فکر کے ساتھ گزرتے رہے، اس کتاب میں "الترام" ہے کہ دہلی کے کل شعر کا ذکر ہو خواہ شاق ہو یا نوحش، مگر یہ دعویٰ انہیں کہ کوئی چھوٹے نہیں پایا، ان کے علاوہ باہر کے شعرا میں سے جو مشاہیر کمال ہنر ہیں مثلاً ناسخ و آتشِ ذبیحہ اور (۱) کے تلاذہ انہیں ضرور شریک کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی غیر معروف بیرونِ شاہ بھی کسی تقریب سے انجمنِ اطلاع میں راہِ قائم کریں تو جو اذقلم ان کی مہمانی میں مضائقہ نہ کرے، اس کا نام انار المعاصرین رکھا گیا تھا لیکن نظام الدین جوش نے تالیفِ نامِ گلستان میں ۱۳۷۱ھ تجویز کیا اور چونکہ یہ کتاب سالِ آئندہ سے پہلے ختم ہونے والی نہیں، یہ ہی نام مقرر کیا۔

۱۔ افسارِ قلم کا بے مزہ اجتماع نہ کیسی نامی ہے کہ اصفہانی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ فقرہ ہاتھ بیچ بردالت کرتا ہے۔



مقدمہ کتاب کا نام تبصرہ رکھا ہے (ص ۱ تا ۱۱۱) اور یہ ایک مقدمے اور تین مقاصد پر مشتمل ہے۔  
مقدمہ زبان کے معانی اور اس امر کی تحقیق میں کہ آغاز آفرینش میں زبان ایک تھی یا متعدد اور ایک تھی تو اول کون  
سی زبان موجود ہوئی اور پھر کس طرح سے مختلف زبانیں بہم پہنچیں (ص ۱ تا ۶۵) مقدمے کے مطالب منجملہ اکل بیان کیے  
جائیں تو بہت جگہ لیں گے اس لیے چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور جابجا سے کچھ اقتباسات پیش ہوتے ہیں۔

(۱) کتب قواعد فارسی کہ قدایے فارس نے تصنیف کیے (کذا) قطعاً مایافت ہیں ص ۲۲،

(۲) قیاس چاہتا ہے کہ جو ذال دیئے سے مشابہ ہے اغلب کہ حروف فارسی سے نہ ہو ص ۲۲،

(۳) عباد ابن سلیمان الضمیری کی رائے ہے کہ الفاظ اور مدلولات میں مناسبت طبعی ہے... نہ ہو تو تزییح بلا مزج

لازم آوے... کسی نے ایک شخص کو جو اس رائے کو مستحسن جانتا تھا پوچھا کہ ارغاغ کے کیا معنی ہے (کذا) اس نے جواب

دیا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسی چیز کو کہتے ہیں اس میں بہت خشکی ہو اور شاید پتھر (کذا) ہو اور... ارغاغ پتھر ہی کو

کہتے ہیں جیسے کہ جلال الدین سیوطی نے مزہر میں لکھا ہے، لیکن خان آرزو مثنوی میں لکھتا ہے کہ کتب معتبرہ فارسی میں یہ لفظ

... انہیں اور بعض حواشی سے نقل کیا کہ لغت تبریزی ہے... یہ بات درست ہوتی تو ہر کوئی ہر لغت کو سمجھ لیتا اور ایک

لفظ معانی متضادہ کے واسطے موزوں ہوتا، ص ۱۱،

(۴) کچھ ضرور نہیں کہ ہر زبان میں دوسری زبانوں کے کل الفاظ کے قائم مقام موجود ہوں حمام کیلئے کوئی بندی لفظ

نہیں کہ یہ اس (کذا) بلا میں نہ تھا۔ علی ہذا تو آرزو کا قول ہے کہ بھٹ کو تو رکھنا مجاز ہے، بھٹ بھاڑ ہے جس میں نخود

وغیرہ بریاں کرتے ہیں شیوع اسلام کے بعد تو رکار و لاج ہوا۔ مولف کی رائے میں طباطبائی کو بھٹا شاید ہی سمجھ سکتے ہیں ص ۲۲

(۵) ہنود کے اقوال در باب کیفیت آفرینش (ص ۲ تا ۲۲) سورج سڈنٹ حوالہ جو کئی لاکھ برس کی تاریخ ہے ص ۲۲

(۶) دساتیر کی بحث ص ۲۵ تا ۶، دساتیر میں ہمہ یاد کا زمانہ کم و بیش مہا سنگھ برس قبل ہوگا، اس کے ذکر کے بعد ص ۲۵

گلستان سخن لکھتا ہے کون سا عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ایسے خاندان موجود ہوئے ہوں کہ ان کا عہد دولت اس استعداد

کو پہنچا ہو، عمر برہما اس دیئے ذخار (کذا) کے ایک قطرے میں غرق... ہو جاتی ہے... اگر خیال کیا جائے کہ یہ سب امور

... مایخولیا کے نتائج سے ہیں، فرزندگان ایران... کی دانشوری... ابا کرتی ہے کہ ہرگز ایسے حکمت اندوز... لغو سخن ہر

ہنیں ہو سکتے... حکمائے فارس کے دانش نامے... نایاب ہیں لیکن چند رسائل مختصر کہ نامہ نگار کی نظر سے گزرے۔ ان

دانشمندان خبر دور کی عظمت شان... شاہ عدل... ہیں، در سال خوشتاب سے ایک حکایت جس میں فلسفیانہ

باحث ہیں نقل کرنے کے بعد... اس قصہ طویل... سے راقم کی غرض یہ ہے کہ اس گروہ حکمت پشورہ کا سرسری جائے اصل



کے حرف رکھنا محل تردد... ہے اور اگر یہ کہیں کہ فی الواقع نہ ہمہ آباء عرصہ امکان میں موجود ہوا اور نہ آبادی اور  
جی اخرام وغیرہ... آپ کا ذکر افسانہ محض... ہے کیا عجیب... کہ کسی مصلحت سے اس قدر حریف حکایت موضوع ہو گئی  
تو یہ تاویل نہ تسلی افزا ہے اور نہ تسکین بخش، ہمہ آباد... اسے لے کر جی اخرام وغیرہ تک ہر ایک سے... کتب مبسوط یادگار اور  
متداول... ہیں، اگر وہ لوگ موجود اور... وہ نسخے... فراہم نہ ہوتے، متاخرین کی کتابیں ان مسائل سے کیوں کر مالا  
مال ہوتیں اور اقوال بے شمار ان کے صحائف میں کہاں سے آتے (زر دشت افتار اور زندہ رود کا ذکر)... اب تک کوئی  
... دلیل معقول ہم نہ پہنچی کہ مسائل کی تسلی کی موجب اور مجیب کی تحقیق پر دال ہو، نہ انکار... پیش جاتا ہے... نہ اقرار...  
(۷) دساتیر کی زبان اور موجودہ فارسی کی مشابہت (بعض امور ہیں) کے ذکر کے بعد... مگر عمدہ قباحت یہ ہے کہ

یہ مرقوم ہے کہ دساتیر آسمانی زبان میں ہے زمین کی کسی زبان میں نہیں... ص ۶

(۸) ہندی و فارسی میں جتنا توافق ہے کم کسی زبان میں ہوگا "ہزار ہا" مثالوں میں سے چند... آوہ اڑا، ایفون داپو  
دھا پو باپو (یہ ہندی ہیں) اس کو رہ گورہ، باب باپ، مال تھال، چو چوچی، چلین چلنا، چندل چندن، خیش کھیس، شننا  
اشنان، طوطی، توتا، ننگوتہ ننگوتہ، ناف نا بھ ص ۶۲،

(۹) دہلی میں نیشکر کو گنا کہتے ہیں لیکن "مردم دو دست" اور دہاقین گاندھ ص ۶۳

مصنفوں اور کتابوں کے جو جوالے دیئے جا چکے ہیں ان کے علاوہ حوالے... خطبہ مرقع از ابوالفضل ص ۲۵، فخر الدین  
رازی ص ۲۶، چار عنصر سیدل ص ۳۲، نفائس الفنون ص ۳۲، نغم اللطائف ص ۵۲، حبیب السیر ص ۵۵، طبری ص ۵۵، مقصد اقصیٰ  
کمال الدین حسین خوارزمی ص ۵۵، منتخب اللغات ص ۶۲، دبستان مذاہب ص ۶۳، روضۃ الصفات ص ۶۲، تاریخ خمیس ص ۶۱،  
تفسیر نیری ص ۶۱، اخلاق جلالی ص ۱۳۶، حمزہ اصفہانی ص ۵۵، تہذیب الاسما واللغات نووی ص ۵۶، رسالۃ الجوان ترجمہ  
رسالہ ۱۳۱ خوان الصفات ص ۵۵، صراح ص ۵۵، کتاب المعارف ابوالفتح ناصر الحسین ص ۵۶، یہ کچھ ضروری نہیں کہ ان سب مولف  
نے بلا واسطہ استفادہ کیا ہو، مہذب ص ۶۵ تا ص ۶۲، زبان اردو کی تحقیق اور وجود استعمال الفاظ صحیح اور ترک کلمات  
غیر صحیح "ابتدا میں باشندگان دہلی کی زبان صرف ہندی تھی جس کو بھاکا کہتے ہیں" مسلمان آئے تو اپنے ساتھ اور زبانوں  
کے الفاظ لائے، باشندگان قدیم ان سے مختلط ہوئے رفتہ رفتہ زبان ہندی اپنی اہل پر نہ رہی اور اس کے مختلف سے  
مل کر لباس نو میں جلوہ گر ہوئی جو کہ یہ لوگ اردو کے معانی سلاطین کے متعلقین سے تھے، اہل ہند ان الفاظ مخلوط کو زبان  
اردو کہتے تھے۔ یعنی یہ الفاظ جو ہماری زبان میں مل گئے ہیں سلاطین کی اردو کی بولی کے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ زبان  
تازہ کہ مجموعہ الفاظ ہندی و لغات السنہ مختلف سے بہم پہنچی تھی زبان اردو کے اسم سے مستثنی ہو گئی پھر کثرت استعمال سے



اس کا نام خود اردو ہو گیا، جو آتش بقرہ و آتش ایجاد کردہ بجزا کا نام بغیر اشہر، ایسی زبان کا حال اوائل میں ایسے طعام سے مشابہ تھا کہ نادانان طریق اشیا مختلفہ سے تیار کریں جو کہ ہر چیز کے اندازے سے مطلع نہیں ہیں تو بے شک... اول وہ طعام بے مزہ... ہو گا لیکن جب اس کے پکانے کا بار بار اتفاق ہو اور ہر دفعہ اجزاء کی کمی بیشی عمل میں آئے تو قوت میزہ طعم سابق اور مزہ حال سے ایسا نتیجہ معتدل حاصل کرے کہ اس سے بہتر تصور نہ ہو اس طرح یہ زبان بھی روز بروز تراش و تراش پیدا کرتی گئی... سابقین کلام پیش نظر ہے چشم انصاف سے دیکھیں کہ سابق و لاحق میں کس قدر تفاوت جلوہ گر ہے، روزمرہ اہل سخن ولی کے زمانے میں کیا تھا اور سودا و میر کے عہد میں کیا ہو گیا لیکن ادراک کافی... نے... اس انداز پر پیش کی... تارفتہ رفتہ کو س فصاحت کا طنطنہ گوش ملائک تک پہنچا... اور فصائے بانغ اس ہر طرف بساط ہستی پر خراماں ہوئے... ان سخن سنجان معنی شناس کی بلند نامی نے آؤ ان عہد سابق کے آوانے کو پست کر دیا۔ لیکن رسم قدیم ہے کہ خواص و عام میں تفاوت مراتب ہوتا ہے اور دور و نزدیک میں فرق؛ اس لیے دہلی اور مقامات سے مختلف ہے، یہاں کے خاص خاص شعرا... نمک چشم ماندہ معانی و بیان... احسان نے خوان سخن کو ایسا آراستہ کیا کہ نہ سبز ان ہند کے حسن میں وہ طراحت اور نہ نجوایا خلج و نوشاد کے ادا انداز میں وہ حلاوت صاحب گفتار و لپ پذیر شاہ نصیر نے تشبیہ و استعارہ کو... مرتبہ اعجاز بخشا... فخر الشعرا... ممتون کی لطافت سخن اور صنغائے کلام کے وصف سے نقش سطرسلک گوہر ہو جاتا ہے... خاکانی ہند شیخ ابراہیم ذوق کی غزل طرازی سے حسن خوبیاں کی شان بلند اور... قصیدہ گوئی سے مدوح کا پایہ ارجمند یعنی نواز سخن طراز مرزا... غالب کا کلام ہے یا اعجاز میما اور اس سخن بیان معجزہ تبیان کا قلم ہے یا عصائے موسیٰ، یکہ تاز کشور فصاحت... موسیٰ نے سخن کو ایسی نزاکت دی کہ پر نیاں اس کے سامنے خار رہے اور معنی کو وہ فروغ بخش دے کہ آفتاب اس کے روبرو بے نور مضمیا ہے... نواب... شیفتہ ہی کی مرتبہ فرائی کا طفیل ہے کہ سخن کا سر آسمان سے ٹکراتا ہے اور پائے فکر عرش سے فرو نہیں آتا۔ کشور خدائے فضل و ہنر نواب... نیر نے... زمین سخن کو آسمان بنا دیا... ان... کے مدارج کمال پر نظر پڑتا ہے... عرش خیال سے وحی آتی ہے کہ ہر ابتدا کے واسطے نہایت ہے... کمال... ان کے طفیل سے نہایت کو پہنچ گیا... ہیہات... یہ حرف کس قدر پوچ و پاؤر ہوا ہے، مبداء فیاض پر نخل کی تہمت باندھتی کس کی تجویز ہے؟... ہنوز محیط گرم جوش میں ہے،... چشم خرد کو باز کر... کہ رافع رايات بلند خیالی، ابیا گلشن نگین مقال چین زار سخن طرازی طوطی شکرستان ہنر پر دازی فرزند ارجمند حضرت صہبائی... مولوی عبد الکریم موز... کا سخن سپہر بریں کے اوج پر جلوہ فرما ہے اور سطح عرش پر بساط آرا بلندی بھی اسی سخن طراز کے عدیل کی سلم فکر کی شکر سے سبکدوش... نہیں ہو سکتی فصاحت کو اس کی... مدد سے بلاغت پر ناز ہے۔ اور بلاغت کو اس کی... رہبری سے حد کمال ہے آگے قدم بڑھانے کا انداز ہے، باوجودیکہ اس نادان



فن کے سخن کا مرتبہ کس قدر بلند ہے، لیکن ہمت بلند ہنوز... اس منزلِ حالی کے وصول پر قانع نہ ہو کر ہر ساعت ارتعائے مدارج کی دائی ہے... جب ایسے کملا... اور فصحا... جلوہ گر ہوں تو... جہاں آباد کو عراق اور خراساں پر کس طرح نازت ہو حق یہ ہے کہ فصاحت اس خطِ لطافت بنیاد میں آسمان سے برستی... اور زمین سے اگتی ہے... اردو کا رواج... پایہ تخت شاہی سے... ہوا تھا اور یہیں کے باشندے اس زبان میں تصرف مالکانہ کا کام کرتے رہے، بیرونی ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اندیشہ اس تجسس میں تھا کہ... ایسا ہی کوئی گلشنِ آرا ہے کہ یہاں کے نخلبند "گلچینی ہنر میں اس کے محتاج ہوں اور گلدستہ بندی فصاحت میں اس کے پیرو قائدِ بخت رہے اور اس مزاجِ کل کا آستانہ میسر فارسی کو اس آستانے کا ملازم پایا اور اردو کو اس دیوانے کا چاکر... یعنی جامع علوم... بانی بنائے کمال... مولوی صدالدین خاں آندہ... کہ ہر کمال کا مزاج اس کی ذات... ہے اور ہر فضیلت کا منبع اس کی طبیعت" فصاحت کی بحث میں سود کے ایک قصیدے میں پھر کننت چنگنت، دینٹ اور کھسہکت کے اشتقاق بیدل کے حرام کاشتن خسرو کے ازگرہ اوچہ میرود ترزا کا ہوجانے کی جگہ سے ہوجائے ہاتھ پاؤں (کذا) پھولنے کی جگہ دست و پا پھولنا، حق پینے کی جگہ حق کھینچتے اور ستادِ بجانے کی جگہ ستار مارنے کا ذکر ہے۔ اور غیر فصیح اردو میں بعض الفاظ ہندی ایسے مستعمل ہیں کہ حالت انفرادی میں مکروہ اور ترکیب میں مقبول جیسے بھلا مانس اور بھلا چنگا، صرف مانس اور چنگا غیر فصیح، بعض فارسی لفظوں کی صرف جمع اچھی معلوم ہوتی ہے جیسے صدہا اور لکھا۔ صد آدمی اور لک آدمی برا معلوم ہوتا ہے، وجہ صرف یہ کہ ایک طرح مانوس ہے اور دوسری طرح مانوس، اہل زبان کو چاہیے کہ بنائے سخن ان پر رکھیں کہ عہد حال میں مستعمل ہوں، اگرچہ قدمائے اور طرح سے استعمال کیا ہو... مقلد... کو اہل زبان کے معاویے کی تلاش ضرور ہے... مقلد سے فقط اور ملک کا آدمی مراد نہیں ہے بلکہ جب اہل شاہجہاں آباد کی زبان اہل اور منشا قرار دی گئی ہے تو ہند کے اطراف کے لوگ اگرچہ اکبر آباد اور بنارس حتیٰ کہ کارپور اور بکھنو کے رہنے والے ہوں سب دائرہ تقلید... سے خارج نہیں ہو سکتے،

قدمائے دہلی کا تتبع بھی روا نہیں۔ اگر کوئی سودا کی سند پر خلیش کو مذکر استعمال کرے تو یہ درست نہ ہوگا غیر زبان کے کچھ الفاظ جن میں تصرف ہوا ہے اور کچھ کچھ عوام اور بعض خواص کی زبان پر جاری ہیں اباب امرانا، اطراء اجوائین جوانی رخ ستوا، رخ و تف، اردو اوہ، آرواہ، افراتفری، اظطاعتیظ، آئے پالے اور ٹالے پالے، آئے پالے انا (کذا) ام، بانہہ گیز بارگیر، بجاز (کذا) ناز پچا وہ زیادہ، پولیش، پوش، (دور شو) بھار کس، بار کس، بھین بھینی (متوسط الحال، مثلاً آواز بھینی بھینی یا رنگت بھینی بھینی) مین من، پھانا اور پھنی، فانا، تار تارا، تار طلا، ٹاٹ بالی، تار بانی، تشنہ، تشنخ، تانا شاید اس کی تار یا تان (مبادل تار) ہو اور شاید کہ لفظ جہاگانہ ہندی ہو "تپسی غالباً تپاس سے" (فارسی میں گرمی کی ہلاکت سے بے خود ہونا) اور جو کہ یہ



لوہا بھکا میں مستعمل ہے، غالب کے توافق لسانین کی قبیل سے ہو، تنوک شاید ہو یا اضافہ کرکے واخلاق باہر تو ہر طبعیہ  
 توبہ شنوا، توبہ انصوحا، تاشہ، طاس چچی، چیلپچی، (ترکی)، جازم، جاجم، جھجک، بک بک، جق جق لوق جھکندن عجب  
 نہیں جان کندن ہو جھاڑو، جاروب، یاجار و مخف جاروب خیر صلا، خیر صلاح، خشنت، خشنتک دم درود، دم درود  
 والی واپ، راج، راز، رجال، ندالہ، زری کونہ، زری کہتہ، زرنی، زرفین، زرغل، خیرغل، (عربی)، سرک، شرک (عربی)  
 سورقاختہ، اصول فاختہ، سنیل خار اور سنبل کھار، ہم القار، سر لیس، سریشم، شروا، شوربا، شول، شد، شتا، شطاح  
 صدقہ سلا، صدقہ وصلہ، صلاح و صلا، طعنہ سنہ، منہ مہنت ہے، معنی خواری، طعن تشنہ، طعن وینح، طعن طوز، طعن  
 طنز، غریش، عربش، قلاج، قلاش، قور، قرلوسی، کھو دروزن سود، خوید، کھیس، کیسہ، کلانچ، قلاج، کھوسہ، کوسہ،  
 مگم، مہم، مہمیز، میدازن، ماید، مکننا، مفتح، نبات، نبات، نوح غالباً نود ہے، ہونق بہنق، حقیقت میں ابن بہنق  
 ہام دستہ، ہاون دستہ، مقصد و سرحد شر اور موجود اشعار اور عرض قافیہ کے بعض فوائد کا ذکر ص ۹۴ تا ۹۹ عرض متعلق  
 از سکاکی، وافی از صہبائی، تذکرہ دولت شاہی تاریخ خمیس۔

کشاف عالم التنزیل، قاموس۔ عرض سیفی معیار جمال امراۃ النیال شمر قسطاس، محشری شمس قیس کے حوالے۔  
 مقصد تیسرا اقسام شعر اور ان کے بیاں میں ص ۹۴ تا ص ۱۱۳ مثالیں دو ایک کو چھوڑ کر کل اردو ترجیح بند کی مثال  
 میں عبد الکریم سوز کے ۸۸ اشعار (فارسی شعر جو دوسرے کا ہے مزید برآں) نئی کتاب جس کا حوالہ اس مقصد میں ہے مناظرہ  
 الانشار ہے، خاتمہ بہادر شاہ کے ۳۰ اور ان کے ولیعہد مر کے ۴ اشعار پر ہوتا ہے۔

اصل کتاب ص ۱۱۳ سے شروع اور ص ۱۹۹ پر ختم ہوتی ہے۔ قاعدے کے مطابق اس کی ابتدا آباد سے ہوتی تھی  
 لیکن یمنا آزدہ کا ترجمہ اس سے پہلے دیا گیا ہے۔ آزدہ:

ہم کو تو سادگی سے تری یہ گماں نہیں	لما ترا یہ غیر سے ہو بہر مصلحت
کچھ ہوئے تو یہی زندان قبح خوار ہوئے	کامل اس فرقہ زاد سے اٹھانہ کوئی
چوں آں دقیقہ کہ در خاطر ادا بند است	بگونہ گوزن زاکت قد توجلوہ نماست
صد شکایت بلب و رخصت اظہار بود	صحبتے بود عجب دوش میاں من و یار
اول بہ بلب لمان کہن آشیان رسد	درباغ جو رتازہ کہ اذبا خیاں رسد

۱۔ یعنی پہلا شاعر جس کے اشعار کا تعداد ہے آئندہ بھی اسی طور سے۔ ش = شاگرد، ہند رفوسین کے اندر ہے تو مراد یہ ہے کہ شاعر کا صرف فارسی کلام دیا ہے۔  
 اور حالات کے بعد علامت + تو اس کا مطلب یہ کفار کی اردو و نونوں کلام ہے۔



۱۲ آباد محمد یعقوب علی ۱۲ آتش، خواجہ حیدر علی... زبان پاکیزہ اور عبارت شستہ... باعتبار فن کے سست

باعتبار فکر کے چالاک " ۱۷

چھوڑتا میرے گریباں کو نہیں دست جنوں  
کیا یا اس کو کسی معشوق کا دامن سمجھا  
غزور عشق زیادہ غزور حسن سے ہے  
ادھر تو آنکھ پھری دم ادھر روانہ ہوا  
کوچے سے یار کے ز صباد و پھینک اسے  
مدت کے بعد آئی ہے خاک اپنی راہ پر  
آرزو و القار علی خاں ۱۳ آرزو مرزا علار الدین شصا بر ۱۴ آزاد مرزا اعظم شاہ ۱۵ آشفٹہ، گلاب سنگھ کھتری  
دہلوی کسی کا شاگرد نہ تھا، لیکن "سلامت طبع سے چاشنی طبع راست مزہ تھی اور وضع معاملہ بندی... دلچسپ طالب علمان  
درسہ غازی الدین خاں کے مشاعرے میں صابر نے آشفٹہ کو دیکھا تھا، تحریر ترجمہ سے تقریباً ۲۵ سال قبل خود کوشی کر لی ۱۷

پوچھتے کیا ہو کہ شب آشفٹہ کیوں کر مر گیا  
اس میں کیا باقی رہا تھا بندہ پرور مر گیا  
جان دی عاشق نے تیرے شب کو اک نالے کے ساتھ  
آدمی تھا آخرش صدر اٹھا کر مر گیا  
ہے جدائی میں زبں آشفٹہ جینے سے بتنگ  
سن ہی لو گے اک اک دن پھوڑ کر سر مر گیا  
ترا شکوہ کبھولب پر نہ آیا  
پتجہ کو رحم لے کا سرنہ آیا  
گود عاہی کے لیے ہو ہے خدا کا تو خیال  
کیا بنے گی گر کبھی وہ بدگماں ہو جائے گا۔  
دردد کہ جو جہاں پر پاتے ہیں  
وہ مری ایک جان پر آتے ہیں  
اک نہ آنے سے ترے لے ظالم  
شکوے سو سو زباں پر آتے ہیں

۱۳ آشفٹہ حکیم منور علی ۱۸ آشفٹہ امر ناتھ ۱۹ آشوب میرا داد علی (۱۶) آصف، میرزا محمد باقر شیرازی ۱۲ آغا،

آغا میرزا ۱۲ آل، نواب احمد یار خاں ۱۴ آگاہ، سید محمد رضا ۱۵ آہی، سید احمد خاں پہلے مصنف دہلی بالفعل صدر  
امین بجنور، ان کے بزرگ عہد اکبر میں ہرات سے وارد ہند اور مناصب جلیلہ پر سر فرما رہے، بعض کو انتظام صوبہ کشمیر اور  
بعض کو کارسیاسات صوبہ بیدر کا تفویض ہوا، دادا میرا دادی کو عالمگیر ثانی نے "منصب ہزاری ذات و پانسو سوار اور خطاب  
جو داد الدولہ جو داد علی خاں عطا کیا اور ان کے والد سید محمد تقی (کنڈا) خان بہادر پر بھی یہی منصب اور یہی خطاب مسلم  
بہا" والد کی وفات کے بعد خطاب نے خود ان کی طرف بازگشت کی۔ ان کے نانا دیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد  
خاں بہادر مصلح جنگ کا حکومت کی طرف سے پہلے سفارت ایران ملی اور اس کے بعد یہ آوا میں پولیسیکل ایجنٹ مقرر کیے گئے۔

وہاں سے واپس آئے تو اکبر ثانی نے انھیں اپنا وزیر بنایا، سید احمد خاں نے ایک رسالہ اہل حال حرکت زمین میں



... خوب لکھا ہے، ”زمانہ سابق میں“ آثار الضادید تصنیف کی تھی اب اسے دوبارہ لکھا ہے اور تحقیقات سابقہ پر ایسا کچھ زیادہ کر دیا کہ غالباً اب اس پر زیادتی تصور نہیں ہوگی کوئی کا اتفاق کبھی کبھی کسی تقریب سے ہوتا ہے، ۱۰

شاہد رعنائے دہر زینت دیگر گرفت  
دلبز زیبائے باغ چہرہ زیور گرفت  
تاک زبالیدگی میسکہ بنیاد کرد  
ساقی ما از نشاط جام بکف در گرفت  
ہم نہ پے شد ہاں جلد بر آراست باغ  
ہم پے سو دلے سے غنچہ بکف زر گرفت  
شب بہ فرو زندگی طعنہ یہ نور و زرد  
شام بہ تابندگی خردہ بخت اور گرفت  
آہی خستہ جگر گشت چہ مداح شاہ  
جانرہ را خامدش تاج ز عسبہ گرفت

۱۱ آہی، عبدالرحمن شہبائی ۱۲، ارشد عبدالرزاق شہبائی ۱۳ احسان، حافظ عبدالرحمان خان کے والد لفظ

غلام رسول فرخندہ بخت ابن شاہ عالم کے استاد و مختار تھے۔ شاہ عالم سے لے کر بہادر شاہ تک ادب استادی سے احسان کی توقیر کیا کرتے تھے وفات بارہ ست سٹھ مود (کذا) قطعہ کے مہرے آخر سے مستخرج... دل گیا بیٹھ آہ جب عالم سے، احسان لکھا گیا (۱۱) احمد احمد علی مدرس فارسی مدرسہ دہلی ۱۲ احمد احمد بیگ ۱۳ مرزا احمد شاہ ۱۴ احمد سید غلام نبی پد رسید آل نبی لاغر ۱۵ آخر، محمد صادق خاں ”عصر دہلی“ سے تحصیلدار ہے

کیا تاسف سے تر پختے (کذا) ہیں ایران چین کچھ جوڑتی سی سنی ہے کہ بہار آئی ہے

۱۶ آخر مرزا وحید الدین (۱۷) ارشاد، محمد ارشاد، فارسی ہر بلدیہ بخت (۱۸) اسرار، سپہر شکوہ نبیرہ سلیمان شکوہ خسر صابر ۱۹ اسیر، میر کرم علی ابن سیر کرم علی ۲۰ اسیر نہال نبی برادر خسر دلاغر ۲۱ اسیر گلزار علی (۲۲) اشکلی بگت نرائن ۲۳ اشکلی، مرزا غلام محی الدین ۲۴ نواب اشرف حسین خاں + (۲۵) افضل نغش فیض علی خاں ۲۶ اکرام حکیم اکرام اللہ خاں ۲۷ امانت میر امانت علی ۲۸ امانت آغا حسین امر لے کھنوسے (۲۹) امین دایم الدین ۳۰ امراد، امراد علی خاں ۳۱ امی، روشن بیگ ۳۲ امیر، امیر بیگ ۳۳ امیر، امیر علی ۳۴ انداز، مرزا غلام حسین ۳۵ انصاف، عبدالرحمن خاں ۳۶ ابن، میر بی علی پسر میر مستحسن، غزل گوئی میں قدرت مالا کلام ہے، لیکن مرثیہ میں اوقات گزرتی ہے اور اس میں فصاحت و بلاغت کی داو دی ہے، ”زیر تبت لفظ“ بہت خوب پڑھتے ہیں ۱۰

ہوا ہے اب رہے ساقی ہے مہے پراک تو ہی نہیں فوس ہے مہے

۳۷ اوج تخلص عبداللہ خاں ساکن سر دھند نوشت و خواند سے اس قد بہرہ رکھتا تھا کہ اپنے اشعار کو پڑھ لیتا اور اپنے لکھے کو پڑھ لیتا، ”فکر بلند اور طبیعت رسا... رفتہ رفتہ طبیعت کجی کی طرف مائل کیا بلکہ اپنے اعوجاج پر اسخ



ہو گئی اور یکتالی کا مضمون ذہن میں جم گیا۔ کھلائے فن کے پاس جا کر اپنے اشعار پڑھتے اور اپنی تعریف نہ سنتے تو دم اخیر تک شاک رہتے۔ شاہزادہ مرزا منگو محزون تخلص نے نوکر رکھا اور اس کے شاگرد ہوئے، مشاعرے میں شعر ایسے لہجے سے پڑھتا کہ اس کے ظل دماغ پر دلالت کرتا۔ بیشتر کا طاق سخن بطریق ظرافت... استاد کہتے اور وہ اس... کو واقعی جان کر علم مباحثات بلند کرتا، زمینہائے سنگ لائے اور مضامین بلند کی فکر میں ہمیشہ رہتا، لیکن بری طرح "پستی پر گزرتا، وفات ایک سال قبل سے

بھاتا ہے جو شوق عشق شیریں و شوں میں اوتا  
غیر جنس ایک جگہ رہ کے جو ہوتا ہم جنس  
سخن اپنا نہیں یہ اوج کچھ الہام غیبی ہے  
ہے آب شور گریہ آب زلال اپنا  
شعلہ آتش کا پرو بال سمندر ہوتا  
لکھی ہے کاتب قدرت نے موزونی مقدر میں

(۴۶) اوج جگر کشورش صہبائی ۴۴ ایجاد مرزا رحیم الدین ش صابر و صہبائی ۴۸ باقر میر باقر علی ۴۹ بحر،  
میرداد علی ۴۶ بدر میر بدر الدین ۴۷ بدر مرزا بلاتی ۴۸ برقا نجم الدین ۴۹ بسمل عبدالحکیم پسر حکیم بخش برادر حقیقی صہبائی ۵۰  
بسمل حافظ محمد حسین (۵۱) بسمل نواب امیر حسن خاں (۵۲) بسمل، رام کرشن مدرس بان انگریزی ۵۳ بشیر میر بشارت علی  
۵۴ بلند، صفد علی بیگ ش صابر

ترے ہر جانی پن نے الے بے مہر مجھ کو عالم سے شرمسار کیا

(۹۹) بلبل پنڈت گوری شنکر ۶ بنو ایک خوبصورت "زن خانگی" تھی جس کا جواب دہلی میں کم تھا اور آشفتمی نے  
اس کے عشق میں جان دی تھی اور اس کے اثر محبت سے اسے "فکر شعر دامن گیر ہوا" تھا، یہ آشفتمی کی طرف ملتفت تھی لیکن نہ جانے  
کیا غلط فہمی ہوئی کہ اس نے خود کشی کر لی، بنو کو اس کی خبر ملی تو اس نے رخسار کو طیالپانچے سے نیلی کیا اور باوا زبلند یہ  
شعر آشفتمی... کا پڑھا ہے

بچتا نہیں ہے جو کہ ہے بیمار عشق کا  
یاب نہ ہو کسی کو یہ آزار عشق کا

دیر تک فحش سے سکتے کے عالم میں رہی، ہوش آیا تو آشفتمی کی لاش کے دیکھنے کی خواہش کی، لیکن "بعض اوریہ"  
مانع گئے، اس سانچے کے بعد نہ کسی سے آشنا ہوئی اور نہ کسی کے سامنے نقاب کشا... غالب کا شعر کیا مناسب حال ہے

گمراہ قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ  
ہلے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

ٹپ (کندا) غم کا اثر کیا تھا چھ سات (کندا) مہینے کے بعد اس... کو... دق ہو گئی اور کچھ علاج سود مند نہ  
ہوا ایک وز شدت مر میں یہ شعر کہا ہے

میں تپ غم سے جلوں اور یہ کرین دق کا علاج  
ہو سمجھ ائی رقیبوں کی تو اس کا کیا علاج



کہتے ہیں کہ بعد چند روز کہ عالمِ فانی سے... رہی جانی، دردِ معارف سے اکثر اشعار... ایسے کہیں (کذا) ہیں کہ ان کے سننے سے درمندانِ محبت کو چوٹ لگتی ہے جو ہاتھ آئے مرقوم ہوئے۔

چھوڑ کر مجھ کو کہاں اے بت گمراہ چلا  
تو چلا کیا کر یہ دل بھی ترے ہمراہ چلا  
چھٹ گیا غم سے مرا کشتہ ابرو مر کر  
اک چھری میرے گلے پر بھی مری آہ چلا  
نہ تو موت آئی نے زیست کا یا راجھ کو  
ہے آشفۃ ترے مرنے نے مارا مجھ کو  
موت پر بس نہیں چلتا کہ کروں کیا ورنہ  
تو نہیں ہے تو نہیں نیست گوارا مجھ کو  
اب کسے چین کہ مہر عیش کہ ہر بستر خواب  
ہیں عمل بھی کم از بستر خارا مجھ کو  
کیا ہوئی ہائے فغاں کی تری شور انگیزی  
لے چلے تجھ کو تو تو نے نہ پکارا مجھ کو  
ہے غضب وہ تو مرے اور جیوں میں ہو  
موت آجائے تو ہو عمر دو بارہ مجھ کو  
لاش آشفۃ کو بے رحموں نے پھونکا آگ سے  
آتشِ غم بھی جو انا مرگ کی کچھ کم نہ بھی

۱۱ بیتاب، نواب عباس علی خاں ۱۲ بیتاب کاشن زائن ۱۳ بیتاب محمد جعفر علی ۱۴ بیخود، نظام الدین خاں ۱۵  
بیدل غلام حسین ۱۶ بیمار علی بخش، بوستاں خیال نظم کرتے تھے، خبر نہیں تمام ہوئی یا نہیں ۱۷ پارسا، منشی فیض  
پارسا، از اولاد مجد و الف ثانی: کثرت زہد و تقویٰ سے اسم بالعممی "حکام وقت" کے وقت سے دہلی میں جو مدرسہ قائم تھا اس میں مناسا  
کے معلم تھے اور اس کے ماہر کبھی کبھی شعر کہتے، مدرسہ غازی الدین خاں میں جو دروازہ اجیری کے باہر واقع ہے ان کی طرف  
سے ایک مدت تک مشاعرے ہوتے رہے جن میں سے نصیر مومن و ذوق، ان کے تلامذہ اور دوسرے موزوں طبعاں شہر شریک  
ہوا کرتے نصیر نے ایک بار سفر لکھنؤ سے واپس آکر دو غزلیں جو شعرائے لکھنؤ کی فرمائش سے کہیں تھیں بطریق تکرار کے مشاعرے  
میں پڑھیں ان غزلوں کا ایک ایک شعر یہ ہے۔

ہم پھر اک کر توڑتے سائے قفس کی تیلیاں  
پرنہ تھیں اے ہم صفیر اپنے بس کی تیلیاں  
برہمن اپنے بتوں کو بخدا سجدہ نہ کر  
آدم مردہ ہیں بے گور و کفن پتھر کے  
بڑی تعریف ہوئی جس سے بعض اصحاب کو حسد ہوا اور انھوں نے اپنے بعض "شاگردوں سے ان زمینوں میں

غزل لکھوائی، خیر الدین یاس کا ایک شعر خوب ہے۔

مرہم سنگ جراثیم نے بھرے اپنے گھاؤ  
کب کے مشتاق تھے زخموں کے دہن پتھر کے  
شاہ نصیر کونا گوار ہوا اور پہلی زمین میں قریب پچاس غزل کے کہ اپنے شاگردوں کے نام سے مشاعرہ آئندہ



میں پڑھوائیں... اس جلسے کے بعد شعر نے یہ التزام کیا کہ ہر مشاعرے میں اس زمین میں غزل طرح ہو، الحاصل کہی ہینوں  
 لک تیلیوں کی ردیف کی غزلوں کے سوا کچھ نہ کہا،... زمین سخن میں مدت تک تنکے چننے کے سوا کچھ کام نہ تھا اور کثرت خسرو  
 خاشاک سے کاغذ مسودہ نے کوڑے کا حکم پیدا کیا۔ غالب ہے کہ اس طرح تازہ کے طفیل سے کسی شاعر کے گھر جاروب میں بھی کوئی  
 تیل باقی نہ رہی ہوگی اور لوگ ۸ آٹھ نو شعر کے سوا مشاعرے میں نہ پڑھتے... نصیر... ہر بار دو غزل ساٹھ ستر بیت کا پڑھتا تھا  
 اور ہر شاگرد کی غزل انیس بیس بیت سے کم نہ ہوتی تھی طرز یہ... کہ وہ سب... اسی... ک طبع ادا ہوتیں... آخر ذوق نے  
 ایک قصیدہ اسی زمین میں... بہادر شاہ کی مدح میں لکھا، یہ ان کی دل عہدی کا زمانہ تھا، پڑھتے وقت بزم مشاعرہ ہم  
 ہوگی اور نصیر اور دو چار دوسرے سامعین کے سوا کوئی نہ رہا تھا، چند روز کے بعد وہ جلسہ ختم ہو گیا، پارسا کی  
 وفات کو چند سال گزرے ہیں۔

۶۸ پارسا غلام علی ۶۹ پذیر خلف گلزار علی، امیر ۶۰ پریشاں عبدالرحیم ۶۱ پریشاں منوالال ۶۲ پری، جہن ۶۳  
 پناہ محمد پناہ ۶۴ پورن، پورن سنگھ ۶۵ پیام، امین اللہ مصنف سالہ فرضیت جہاد عربی، اس کا اردو ترجمہ بھی انہوں  
 نے کیا تھا، ۶۶ پیام، حید بیگ ۶۷ پیر سہیلے جوان تخلص مہاراج سنگھ ۶۸ پیر، پیر اسقا ۶۹ پیک کریم اللہ ۷۰ تاب  
 میر حید ۷۱ تاب، مرزا الطاف ۷۲ تابش محمد جعفر، ۷۳ تاثیر حافظ محمد حسین ۷۴ تارک، میر بقار اللہ (۷۵) تاب،  
 شیخ محمد اکرم ۷۶ تپش یوسف علی ۷۷ تحیر، غلام مصطفیٰ ۷۸ تحسین محمد حسین خاں مالک مطبع مصطفائی شہر میں  
 بے شمار مطابع لیکن اس مطبع کو مطبوعات کی سمت اور درست خط مشہور آفاق، ۷۹ تحسین علی خاں مولیٰ خاں ۸۰ ندبیز  
 شیخ محب اللہ ۸۱ تسکین، میر حسین، کتب فارسی از صہبائی، اوائل ش نصیر بعد ازاں مومن، عالم شباب میں وفات مصرع  
 سالک... ارم میں مومن تسکین دعارف = ۱۲۶۷ ۸۲ تسلی، میر شجاعت علی شاگردان نصیر میں "جرات عشر" ۸۳  
 تسلیم حاتم خاں ۸۴ تشہ محمد علی ۸۵ تشہیر مغل بیگ (۸۶) تصدیق، نواب بہدی حسین خاں ۸۷ تصویر نبی بخش نوار نصیر  
 ۸۸ تصویر میاں بن، بنجیب زادہ لیکن پیشہ نیچہ بندی، امی محض"

بات بھی کچھ کی تو اس نے ذکر دشمن کا کیا  
 دلے قسمت وہ کھلا ہم سے تو کیوں کر کھلا  
 کہاں وہ جائیں کہ جو بال و پر نہیں رکھتے  
 رہا ہوئے یہ بھی ہم تو بے قفس کے ہی گرد

۸۹ عشق مسد محمد شاگرد رشید مولوی رشید الدین خاں مرحوم "طب میں مہارت تام، معالجات عجیب قدرت  
 اللہ خاں قاسم سے قرابت قریبہ" اور شاعری میں انھیں کے شاگرد مدرسہ کارمی میں عربی کے مدرس اول مشاہرہ...  
 دلے ۹۰ تفتہ ہر گوپال (۹۱) تمنا، عبدالرحمان ش صہبائی ۹۲ تمنا، مرزا مغل خاں ۹۳ تمنا، میرزا غیاث الدین ۹۴



۱۲۱ تمکین، میر سعادت علی عظیم آبادی وارد حال دہلی ۱۲۱ تیز، نواب احمد علی خاں ۱۲۱ تویر، خدا بخش خاں ۱۲۱ تنہا، آکا، قصاب ۱۲۸ توقیر، عبدالقادر ۱۲۹ توفیق، میر توفیق علی دہرہ و کبت کی تصنیف میں قدرت تمام، ۱۲۱ تہور، مرزا غلام فخر الدین برادر حقیقی صابر ۱۲۱ تیمور سعادت سلطان پسر تادز بخش موزوں ہیں صابر

اس سادہ مزاجی پہ بھی مرتے ہیں ہزاروں اللہ سے عالم ترے بے ساختہ پن کا

۱۲۲ ثابت، مرزا سفر الدین ۱۲۳ ثابت، شیخ ثابت علی ۱۲۴ ثابت، مہر علی ۱۲۵ ثروت، محمد بخش ۱۲۶ ثروت، میر محمد

مشاہد ۱۲۷ ثریا سید امیر علی ۱۲۸ ثمر، احمد سعید خلف سعد اللہ خاں ۱۲۹ ثنا، ثناء اللہ (۱۲۰) ثنائی، مرزا اشور بیگ خلف

مرزا محمد اکبر بیگ مہندس ابن مرزا جیوں (کذا) بیگ بدخانی عربی و فارسی میں بہرہ و افراد و ہیئت و نجوم میں دستگاہ

تمام، قصائد عربی بہت کہے ہیں ۱۳۱ نواب سعادت علی ۱۳۲ جان صاحب، میر یار علی ساکن لکھنؤ، انشا و رنگین کے مقابلے

میں ریختی کو خوب آب و تاب دی.. دیوان ریختی اس کا مشہور اور اکثر اشعار اس کے نوجوانوں کی زبان پر... ہیں ۱۳۲

جاں نثار میاں جی غلام فرید ۱۳۳ جذبہ، میر عزت اللہ ۱۳۴ جراح، غلام ناصر — ۱۳۵ جعفر، میر باقر علی ۱۳۶ جعفر، محمد

جعفر ۱۳۷ جعفر، شیخ جعفر علی ۱۳۸ جلیس، الاوردی خاں ۱۳۹ جمال، میر جمال الدین ۱۴۰ جمیل، جمیل الدین ۱۴۱ جنوں، شیخ غلام محی

الدین احمد ۱۴۲ جوش، شیخ نیاز احمد معروف اللہ دیا ۱۴۳ جوش، محمد نظام الدین خلف محمد وجیہ الدین اصل پنجاب

مولد و موطن کول نوشق مگر کلام کہنہ مشقوں کی طرح (۱۳۵) جوہر ش غالب ۱۳۶ جولالی، الف شاہ

ہم ہیں وہ صید و فاکیش کہ خوں روتے ہیں ٹوٹ جاتا ہے ترپنے سے اگر دام اپنا

مشوق پر بھی ہوتی ہے تاشیر آہ کی چٹکی کلی جو بلبل بے دل نے آہ کی

۱۳۷ چالا کہ قدرت اللہ ۱۳۸ چرکیں ساکن لکھنؤ ۱۳۹ چین، گل محمد ۱۴۰ حافظ، خدا طلب (نام؟) مولیٰ

مشرب.. خلف حافظ شرف.. نواب محمد سید خاں ابن شاہ نظام الدین معروف بہ شاہ جی کہ تو نگر (کذا) صورت و درویش

صورت تھے ہمیشہ اس کی صحبت کو معتمد.. جانا کیے ۱۴۱ حزمین، منیر بہادر علی پہلے عارف تھے تلمیذان کی وفات کے بعد

غالب اش غالب

جو کہ لکھتے جائیں گے اشکوں سے متناجگے گا

سامنے آئیں گے جب وہ تو سنبھل جائے گا

کہ بھرے خم سے مے شیشے میں اور شیشے سے ساہیں

اس سے تو داغ تن میں لگا ایک ماروے

ہے یہی روزنا تو خط کا ہے کو لکھا جائے گا

میرا احوال زبوں ان پر کھلے گا کیوں کر

سبومنے سے لگایوں گے اتنا صبر ہوا کس کو

اے سوز عشق روزنیا داغ تان کے



ہم سادہ لوح اور جہاں سیر سیراب  
جتنے فریب چاہے ہمیں روزگار دے  
بیخودی کھوکے لیے سر پہ ہزاروں جھگڑے  
تو بڑے سے ہوئے ہم تو پشیمان اٹے

۱۴۲۲ حضرت منوال ش صہبائی ۱۴۲۲ حضرت حافظ عبدالرحمن ۱۴۲۲ حسن، سید حسین برادر فگار ۱۴۲۵ حضرت  
مرزا غلام فخر الدین، شاگرد احسان، استاد سے اتنی محبت تھی کہ ان کو مرض الموت میں یہ دعا اور دلب تھی، کہ الہی میرا سینہ  
استاد کے داغ کا گنجینہ نہ کر، دعا قبول ہوئی اور استاد سے ایک دن پہلے راہی عدم ہوئے ۱۴۲۶ حفیظ، حافظ، اساتذہ  
مرثیہ خوانان، دہلی سے شمار آتا تھا، حال نزع میں یہ شعر

شاہ مرداں جو کوئی اس راہ سے آیا کرے  
فاتحہ اس قبر پر لٹھ پڑھ جایا کرے

۱۴۴۰ حقارت ہیمن ۱۴۴۸ حقیر میر امام الدین عرف میر کلو "رعانت الفاظ کی پابندی حد سے زیادہ لیکن اس پر  
بھی کلام سلیس ۱۴۴۹ حقیر تین بخش ۱۴۵۰ حکیم، حکیم نہال الدین ۱۴۵۱ حمید، حمید الدین خاں ۱۴۵۲ حمید، سید حسین علی ۱۴۵۳  
خوشم (منشی) دیپ چند ۱۴۵۴ حیا مرزا رحیم الدین، شطرنج بہت خوب کھلتے ہیں، دیوان انہیں ایام میں طبع ہوا ہے  
۱۴۵۵ حیات، محمد حیات خاں مریدوش معروف ۱۴۵۶ حیدر، حیدر شکوہ دو سال قبل اپنے بھائی شاہی کو ساتھ لکھنؤ سے  
دہلی آئے تھے اور مشاعرہ شاہی میں شریک ہوئے تھے، کلام تو سخن ہنوں کی نظر میں نہ جچا لیکن بادشاہ کو باغ سبز دکھا کر  
ان کے دل میں جگ پیدا کر لی، مدت ہوئی لکھنؤ چلے گئے ۱۴۵۷ حیران، سید ولایت علی ۱۴۵۸ حیرت، حافظ عبدالرحمن ش صہبائی  
۱۴۵۹ حیرت، مرزا رمضان ۱۴۶۰ خالق، خالق بخش لالا خاص، محمد حیدر خاں، ۱۴۶۱ خادم، خادم علی ۱۴۶۲ خانی، مرزا خانی  
(۱۴۶۳) خانی خاں جہاں ۱۴۶۵ ضرر، بالا پرشاد ۱۴۶۶ خرد، پٹت رام نرائن ۱۴۶۷ شرم محمد احمد ۱۴۶۸ خضر، خضر  
سلطان برادر حقیقی فتح الملک ش غالب ہے

ہو میں میرے ہوں رنگیں اگر دیکھوں تو دیکھوں  
انہوں کے ہاتھ پر رنگ خدا دیکھا تو کیا دیکھا

کہتے ہو وہ بھی ہوں پیش ہے جیسا تو ہے  
مجھ سے اک چہرہ ہوئی شکوہ عدو کا نہ ہوا

(۱۴۶۸) خلیفہ محب اللہ حجام ۱۴۶۹ خلیفہ رجبی حجام ضلع اور جگت، جو ۱۴۷۰ خلیل، سید ابراہیم علی ۱۴۷۱

خلش فردوس علی، ماموزادہ (کننا) عبدالحکیم بسمل، ش موز پسر صہبائی (۱۴۷۲) حمار پٹت امر ناتھ ۱۴۷۳ نموش، مرزا خدا

یار ۱۴۷۴ خواہش، میر اللہ داد ۱۴۷۵ غور شید غور شید مرشد مومن وغالب، ۱۴۷۶ دار امیران شاہ مرزا دارا بخت ۱۴۷۷ داغ،

نواب مرزا خوش و جاہت، پاکی سیر والف صورت، "شوخی فکر... معنی کی رنگینی اور عبارت کی متانت اور الفاظ کی شینگی

اور کلمات کی تنگداری (کننا) حد اوصاف سے خارج... ش ذوق صاب سے رابطہ ظاہری و اتحاد باطنی سے



لگ گئی چپ بچھے اے داغ حزیں کیوں سی  
تیزہ نختی نہ گئی اپنی تو جانا مسم نے  
مجھ کو کچھ حال تو کبھت بتا تو اپنا  
کہ کبھی رنگ زمانے کا بدلتا ہی نہیں  
مانند بو ہے گل ادھر کئی ادھر کئی  
کہ سو سو طرح کا ہر بات میں پہلو لکھتا ہے

۱۶۹ دولہا، نواب جہانگیر محمد خاں خلف میاں امیر محمد خاں والی بیونپال (کذا) بی بی کامر موت کا باعث ہوا

۱۷۰ ذکا، خوب چند ایک تذکرہ الشعرا تالیف کیا سخن روی کو اسما پر اس طرح محیط ہے جسے عقل فعال اشیائے موجودات پر

۱۸۱ ذوق تخلص... شہسوار عرصہ معنی پروری ہند نشیں ایوان دلش واکا ہی... شیخ ابراہیم مخاطب بہ خاقانی ہند، ساری

تربیت ظل سبحانی میں شب جوانی کو صبح پیری تک پہنچا دیا اور رضائے مرشد آفاق میں اپنی ہولے نفساں کو یقلم مٹا دیا،

خسرو روزگار کی بدلت جس قدر دیر اعتبار کا بلند ہوا، مرتبہ پندار کا پست اور جتنا دبستان کمال میں ہوشیار ہوا ایسکدہ

عرفاں میں مست... خاکساری... رعوت، تو نگری (کذا) کو لکد کو کب فقرہ میں دیا یا... حلم... بندی سخن کو آسمان سے دعویٰ

برابری.. کثرت ورود معنائیں سے ہر مصرع میں مضامین متعدد گوشہ نشین، ہر چند کثرت انواع سخن سے خود در تریب دیوان

کی طرف التفات نہیں کی لیکن اکثر اجاب کے پاس ان کے اشعار کی بڑی بڑی بیاضیں ہیں، عید ہائے دلکش.. موانع

جانگزا.. شبنم ابلہ فریب اور موانع ہوش ربا سے تدوین کلام کا موقع نہ ملا، "خلق ہم" صبح سے شام تک تربیت طلا

کمال اور حکم اصلاح سخن سے خواب و خور کی مہلت نہ تھی ہجوم امراض گونا گوں "مزید برآں آغاز شباب سے بڑھ چلے

تک نشیب و فراز پیش آتے رہے صفر سن (کذا) بارہ سو اکھیر بھری میں مرض اسہال نے اشتداد اور اعراض گونا گوں نے

امتداد بہم پہنچا کر شکر طبیعت پر بخون کیا "منع پہلے ہی سے تھا، اس قدر کمزور ہو گئے کہ یارائے سخن نہ رہا، جس

شب وفات پائی ہو (شب چہار شنبہ آخری ماہ صفر) اس سے قبل دن کے وقت یہ شعر موزوں کیا ہے

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا کیا خوب آدمی تھا عتداف مغفرت کرے

چار شنبے کو جنازہ اس عظمت شان سے اٹھا کر.. گمان تھا تہمت تابوت پر تخت سلیمان کا بہادر شاہ نے

اس دن جشن موقوف کیا اور چند بار ذوق کے حقوق جا مل نثاری کو یاد کیا، قطعاً بہادر شاہ سے

شب چار شنبہ بہ ماہ صفر بحکم عتداف و دجاں داد ذوق

ظفر سے اردو بنا سخن زحمت خراشید فرمود استاد ذوق

ایک شخص نے تین سو سے زیادہ قطعات تاریخ جمع کئے، ذوق کے مرنے کا لوگوں کو بہت غم ہوا، ایک ندی فضل



بنتے یہ تو کہا کہ "اگر مجھ کو یقین ہو کہ میری موت ایسی حسرت فزا ہوگی تو اس غزاداری کی ہوس میں اپنا گلہ آپ گھونٹ کر جاؤں" عبدالکریم سوز کا قطبہ جس کا تاریخی نام واقعہ لقب خیز ہے (۲۲۳ ابیات) گلستان سخن میں مکمل درج ہے، اس میں متعدد مادہائے تاریخ ہیں، قطعاً نازنیں۔

ہنیں نازنیں رنج کرتی کسی کا  
بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے  
نصم جب مرالونڈیوں کو رلایا  
ولیکن مجھے کالموں سے ہے الفت  
لکھی ان کی تاریخ اور یہ ہوا حسنم  
کیا جب سے یار اور حرمت ہے کھوئی  
اگر میں نے کبھی کی عزت ڈبوی  
کہ اس پردے میں نام رکھنے کوئی  
غم ذوق میں رات بھر میں زسوی  
میاں ذوق کو میں بو آپ روی

۱۸۲ راجہ، مہاراجہ بلوان سنگھ ۲۰ برس سے مقیم آگرہ ۱۸۳ راحت محمود بیگ ۱۸۴ راحت شیخ کریم الدین ۱۸۵  
راشخ سعادت علی ۱۸۶ راعب، احمد حسین (۱۸۷) راقم شیخ مظفر علی، فن فارسی دہلی میں مولوی عبدالباقی مرحوم سے  
سیکھاتھا ۱۸۸ رحمت، رحمت علی ش صہبائی۔

تیرے کچھ یہ طور نہ الاجہاں سے  
تم کو ہے اس کا چارہ و عشت بھی پر فرود  
ورنہ یہ رسم ہے کہ بشر سے بشر ملے  
یارو کہیں جو رحمت آشفتمہ سملے

۱۸۹ رحیم، رحیم بیگ ادائل میں شری صہبائی سے باقاعدہ تحصیل علم یا اصلاح شعر کا اتفاق نہیں ہوا مگر ان  
کے بعض رسائل مرسلہ مرض اصلاح میں ہیں اور مرسلت سے "بسا فوائد علمی پایہ تحقیق کو پہنچائے۔ ۱۹ رسالہ  
مرزا کریم الدین ۱۹ رشید سید بہادر علی رضی خاں بہادر صلابت جنگ ۱۹ رحمت مرزا پیارے ش احسان و صہبائی، ۱۹  
رفیق، بہر علی ۱۹ رتم حکیم سکھانند ۱۹ رزم، مرزا فتح الملک ۲۰ رنج شاہ محمد نصیر ۲۰ رندا اکرام الدین "مامو (کذا)  
زادہ صاحبزادگان صہبائی ش سوز ۲۰ رندا سید محمد خاں کھنوی، مشاخ قدیم "دو دیوان مطبوعہ، وفات کو دو تین برس  
ہم آفتاب بام میں یا ہیں چراغ صبح  
کیا اعتبار شام گئے یا سحر گئے

۲۱ زنگین سعادتیا رخاں رنجی انسابانی رنجی سے زیادہ مشہور ہیں، عظم محمد خاں ۲۱ زار، حافظ امام بخش  
ش صہبائی مصنف علی خاں سے جو دقیقہ فہمی کلام اسانڈہ فارس علی انصوح جلال السیر میں "آپ کو یگانہ روزگار جانتا  
تھا" اکثر اشعار... اسیر... حل کیے۔ ۲۱ زار خواجہ ولایت حسین ۲۱ زار، شیخ بلاتی ۲۱ زکی مہدی علی  
جوہر تھے مجھ میں سب لکھوتی خصال کے  
انساں بنلے کیوں مری مٹی حشراب کی



۲۰۹ زینب مرزا جمال الدین ۲۱۰ زبیر کحانظ قلند بخش ۲۱۱ مسالک، مرزا نجمت ۲۱۲ مسالک،  
 قربان علی، پہلے قربان تخلص اور ش مومن اب ش غالب ۲۱۳ سپہر شباب خاں صابر ۲۱۴ سحاب، کنور گوپال سنگھ خلف راجہ  
 سالگرام ۲۱۵ سحر، احمد علی خاں ش صہبائی ۲۱۶ سرور اعظم الدولہ ش شامی کذا، "ایام مشاعرہ میں ہمیشہ شاہ نصیر  
 مرحوم کے مکان میں وارد ہوتا تھا ۲۱۷ سرور، عزیز الدین ۲۱۸ سرور، مرزا فضل علی بیگ برادر نکہت (۲۱۹) سرور  
 لچھی رام ۲۲۰ سرور، جب علی بیگ صاحب فسانہ عجائب مطبوعہ لکھنؤ جو رواج تمام رکھتا ہے ۲۲۱ سعید، سعید الدین ش عارف  
 ۲۲۲ سعید میر سعادت علی ۲۲۳ سکندر، سکندر خاں مومن خاں اپنے استاد سے اس بات پر کہ اس کے شعر ذیل کو وہ بے معنی بتاتے تھے

بگاڑ کر لیا دم لینے میں ہے مجھ کو تو آئینے کا لحاظ اور باریہ سمجھتے ہیں مجھ میں ہی دم نہیں

۲۲۴ سلطان، سلطان شاہ ۲۲۵ سلیم، مرزا سلیم بہادر خلف اکبر شاہ ۲۲۶ سلیمان، سلیمان شکوہ لکھنؤ جانے کے  
 بعد ایک بار مبارکی یاد میں دہلی آئے تھے۔ ۲۲۷ سوز، عبد الکریم خلف و شاگرد صہبائی عمر انیس سے تجاوز نہیں۔

کوئی افسانہ غم دل کے برابر نہ ہوا  
 ہم اور بیٹھے پریشانیوں یہاں کھینچیں  
 دائے قسمت سے خزاں میں ہے گلزار کے پاس  
 سوز خستہ ہی نہ ہو جلد خبر لے ظالم  
 لکھے سو حرف پر ایک حرف مکر نہ ہوا  
 تم اور بیٹھے بنایا کرو سنگار اپنا  
 اور بہار آئی تو صیاد جفا کار کے پاس  
 اک جواں سا ہے تڑپتا تری دیوار کے پاس

۹۲. ابیات کے علاوہ ۲۲۸ بند محمد غزل سودا ۲۲۹ سوزاں امام بخش ۲۳۰ سوزش، حافظ عبد الرحمن چار ابیات  
 کے علاوہ ایک بند محمد سہراب، سہراب بیگ مخاطب بگوہر تم قدرت بالاکلام خط نسخ سے یا قوت کی آبرو کو خاک پر گرا  
 دیا ہے " ۲۳۱ سیارہ فخر الدین ۲۳۲ سید میر غالب علی خاں ۲۳۳ سید میر علی نقی ۲۳۴ سید مہرید علی ۲۳۵ شاد میر یار خاں  
 ۲۳۶ شاد شیو پر شاد، ۲۳۷ شاعر شیخ خدابخش ۲۳۸ شاکی، بہیرہ سلیمان شکوہ، عرصہ دو سال کا ہوا، " وارد دہلی چرب زبانی  
 سے مزاج شاہی میں دخل پایا " اور سخنان بے فروغ کو آب و ناس کی تحصیل کا ذریعہ ٹھہرایا۔ (کذا) اس ایام میں (کذا) دربار عام  
 کے شاہی مشاعروں میں شریک ہوا۔ ۲۳۹ شائق شیخ عبداللہ ۲۴۰ شتاب، مرزا غلام عباس ۲۴۱ شجاع، مرزا کریم  
 الشجاع ۲۴۲ منسار ام ش صہبائی ۲۴۳ شرر، مرزا غیاث الدین ۲۴۴ شرر، مرزا جعفر کہیں برادر مرزا محمد عشق  
 ۲۴۵ شرم، تہور بیگ ۲۴۶ شیرینش کریم الدین ۲۴۷ ششدر، مرزا روشن الدولہ ۲۴۸ ششدر، مرزا عابدی قادر بخش  
 ۲۴۹ شفقت، میر محمد حسین ش صہبائی ۲۵۰ شفقت، میر بیارت علی ۲۵۱ شفق، انوار الدولہ سعید الملک نواب سعید الدین  
 خاں بہادر در صورت جنگ خلف بیتاب ابن ناصر الدولہ ولد عماد الملک ش امجد علی قلق ۲۵۲ شفق، دولت رام



گلفروش ۲۵۶ شفق تلمس رام ۲۵۷ شکیبا شیخ غلام حسین ۲۵۸ شوق غنایت اللہ + ۲۵۹ شوق، حافظ غلام رسول  
 ۲۶۰ شوکت، مہرین علی ۲۶۱ شہرت، مرزا حاجی ۲۶۲ شہرہ، مرزا نصیر الدین حیدر ۲۶۳ شہتہ، فخر الدین حسین خاں، مرزا  
 شاہ رخ کو دیکھنے سے چندے سر رشتہ دارا لائشاے سرکار شاہی ان کے قبضہ اختیار میں رہا ۲۶۴ شہید علی کرامت علی  
 ۲۶۵ شیدا، مرزا قمر الدین ۲۶۶ شیدا، اسلام بیگ نواسہ حکیم نصر اللہ خاں وصال ۲۶۷ شیدا میر جھو جان ش مومن،  
 ۲۶۸ شیدائی تخلص سابق حسن شہبائی (۲۶۹) شیدائی، رمضان بیگ شہبائی ۲۷۰ شیفتہ محمد مصطفیٰ خاں فہون متداولہ میں کامل  
 دستگاہ + ۲۷۱ شیون حافظ سید کبریٰ علی ۲۷۲ صابر قادر بخش + ۲۷۳ صاحب شیر ماخان نیرہ احسان شاہان ذوق ۲۷۴ صادق  
 سابق تخلص عزیز برادر سعید الدین سعید ۲۷۵ صادق تہور بیگ ۲۷۶ صادق شیخ محمد صادق ۲۷۷ صالح، مرزا صالح  
 الدین ہمیشہ زادہ فتح الملک ۲۷۸ ۲۷۹ صدق علی صبر، اجودھیہ پاشا (۲۸۰) صبوریہ شیخ معین الدین  
 ۲۸۱ صدق شیخ بشارت علی ۲۸۲ صغیر، نجم الدین خلف شاہ نصیر ۲۸۳ صفائے مرزا سعید الدین ۲۸۴ صفا پیرن شاہ ۲۸۵  
 صفدر بہت بیگ ۲۸۶ صفدری میر صادق علی کہیں برادر حقیقی ممتون مقتول ہوئے (۲۸۷) صفوت میر صفوت علی ۲۸۸  
 صغیر، میاں خاں ۲۸۹ صغیر پیر امداد علی ۲۹۰ صفی محمد فی اللہ (۲۹۱) صلاح محمد صلاح ۲۹۲ صمیم، تلمس داس ۲۹۳ سولت  
 قاسم علی خاں نیرہ نور خاں رسم دستاں تخلص بہ آگاہ ۲۹۴ صہبائی، امام بخش وطن آباں تھا نیر پاپ کی طرف سے  
 فاروقی، ماں کی طرف سے قادری تصانیف کا ذکر ۲۹۵ صابط، مہر علی ۲۹۶ ضاحک شیخ مراد بخش، خیاط ۲۹۷ ضامن،  
 ضامن علی ۲۹۸ ضامن محمد ضامن ۲۹۹ ضائع میر خیر الدین (۳۰۰) عنبط، کالے خاں ۳۰۱ خرم بھادر جنگ ۳۰۲ فرودت  
 محمد جمیل ۳۰۳ ضعف عابد حسین ۳۰۴ ضعیف شجاعت علی ۳۰۵ ضمان، سید محمد کامل (۳۰۶) ضمیر، پنڈت زائن داس خود  
 ہندی لاصل تھا لیکن اس کے اشعار ایرانی تھاد ۳۰۷ ضمیر گنگا داس ۳۰۸ ضمیری، مرزا منظر تاجدار ۳۰۹ ضومش کمال الدین  
 ۳۱۰ ضیاء رولی اللہ ۳۱۱ ضیائی میر بد الدین (۳۱۲) (ضمیم) شدہ کلو ۳۱۳ طالب، محمد یعقوب خلف قاضی فیض اللہ ۳۱۴  
 طالب حافظ طالب ۳۱۵ طاہر محمد طاہر قندھاری صحبت اہل ہند سے زبان اردو صاف اور ریختے کی طرز دلچسپ ہے  
 س ناز کرتی ہوئی ہضم پر جو صبا آتی ہے  
 کوچہ زلف سے اس شوخ کے کیا آتی ہے۔

۳۱۶ طرب، رحیم بخش استفادہ فوائد علمی از صہبائی وش موز ۳۱۷ طرب، موتی لال، ۳۱۸ طرب، دھولی لال

۳۱۹ طرز احسن ۳۲۰ ظالم، ظالم سنگھ ۳۲۱ ظاہر رام پشاد ۳۲۲ ظرافت ایک زن پردہ نشین ۳۲۳ ظریف، میر امان اللہ ۳۲۴  
 ظفر بہادر شاہ ۳۲۵ ظہور، ظہور علی بخش ۳۲۶ ظہور احمد خاں ۳۲۷ ظہور، محمد ظہور ۳۲۸ ظہیر سید محمد جان ۳۲۹ عاجز،  
 پیر جی شرف الحق کو توال شہر ۳۳۰ عاجز عبد اللہ بیگ ۳۳۱ عارف خواب زین العابدین خاں "زبان اردو کو ہمیدہ فارسی"



اور مضامین شریعہ کو ہم پایہ حکمت کر دیتا تھا۔

سخت شرمائے میں اتنا ذہم تھا انہیں  
پھیڑنا تھا تو کوئی شکوہ بے جا کرتا

۲۳۲ عاشق، عاشق علی ۲۳۳ عاشق، مرزا نظام الدین ۲۳۴ عاشق، اقبال حسین ۲۳۵ عاشق، مرزا رحمت بخش  
۲۳۶ حاجی گھنٹیام رائے ۲۳۷ عالی، مرزا عالی بخت (۱۲۸) عالی، امیر علی تھانیدار شہبائی ۲۳۸ عبرت، دولت رام ۲۳۹  
عزیز، عبدالعزیز، حسین پور شہبائی ۲۴۰ عزیز، مرزا عزیز الدین ۲۴۱ عزیز، عبدالعزیز ۲۴۲ عزیز، نواب زادہ یوسف  
علی خاں ۲۴۳ عزیز، مہاراج سنگھ جامع کلام تفسیر ۲۴۴ عس، بدر الدین ۲۴۵ عسکری، محمد حسن عسکری ۲۴۶ عشرت  
مرزا کلن ۲۴۷ عشق، حکیم عزت اللہ خاں ۲۴۸ عظیم، فضل عظیم ۲۴۹ عظیم، مرزا عظیم بیگ مشہور بہ عظیم بیگ گلوری باز ۲۵۰  
علوی، عبداللہ خاں ۲۵۱ علی، امانت علی ۲۵۲ علی، قطب علی، ش سوز ۲۵۳ خلیل، شیخ نصیر الدین ۲۵۴ عیش، حکیم  
آقا جان ۲۵۵ عیش، رائے عزت سنگھ شہبائی + ۲۵۶ غافل، پسرید محمد صاحب مفتاح اللغات (در حل کتاب ناگری)  
مرتبہ اردو لیللاوتی، خوشنویس مدرسہ شایمہاں آباد شہبائی حکام وقت ۲۵۷ غالب، مرزا اسد اللہ خاں غالب، ہر چند  
اشعار حصہ سے خارج اور اندازہ شمار سے افزوں تھے۔ اہتعار کو پسند کیا اور... دیوان مختصر مرتب کیا + ۲۵۸ غالب،

انور علی متوطن پوٹ بلازم نواب فیض محمد خاں والی جھجھ

ہم تو غالب کے ہی قائل ہیں کہ جا ہی پہنچا  
پاس اس بات کے کسی ڈھب کس عیار کے سے

۲۵۹ غریب، غریب اللہ شہنشاہ اور شہبائی کو اب کلام برابر اصلاح بھیجتا ہے مگر وہ کسی مصلحت سے  
تین فقرے تعریف کے لکھ کر بدون اصلاح واپس کر دیتے ہیں ۲۶۰ عقور، محمد غفور ۲۶۱ غلطان کریم بخش ۲۶۲ غم  
محمد الف خاں ۲۶۳ غم، مہتاب سنگھ ۲۶۴ غمگین، عبدالقادر راپڑوی ظرافت پسند ۲۶۵ اشعار کے علاوہ ایک چند  
مخمس ۲۶۶ غمگین، عبداللہ سپرین ۲۶۷ فخر، مرزا جھنگار ۲۶۸ فخر، نظام الدین ساکن کول ۲۶۹ فائق، عبدال  
القادر بیگ ۲۷۰ فخر، محمد فخر الدین خاں ۲۷۱ فخر، محمد فخر الدین ۲۷۲ مرزا، مرزا بلند بخت برادر بزرگ حقیقی صابر شہبائی

حشر میں پیش مری پہلے ہو یارب رتہ میں  
جب تلک چپکار ہوں گا جی مرگبرائے کا

۲۷۳ مرزا، مرزا اسکندر بخت ۲۷۴ — فرانسوا، انگریز، متینکے بیگم شرو ۲۷۵ ذوق، حکیم ثناء اللہ  
خاں ثقات شعراء میں شمار، صاحب دیوان باقر عمر بیس سال میں صرف ایک سلام کہا کرتے اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہتے  
۲۷۶ قرآن میرصیات اللہ ۲۷۷ فرحت، محمود علی خاں خلف حکیم وصال ۲۷۸ فرحت، لیش پرشاد ۲۷۹ فرحت، شیخ حسین  
علی ۲۸۰ فروغ، محمد عمر... پسر صابر، عمر بارہ تیرہ سے زیادہ نہیں ذہن براق اور طبع رسا ہیں۔ حضرت شہبائی نے



اس کی طبیعت کا یہ حال دیکھا.. اس کی تعلیم اپنے ذمے پر لی، باوجودیکہ اب تک کچھ موزوں نہیں کیا صرف حضرت ...  
 کی تربیت کو فیض طبیعت خداداد کی رہنمائی سے.. بے اعانت غیر موزوں کرنا کیا معافی بلند اور تشابہ تازہ کا...  
 سرانجام: اس کے خامہ جادو نگار کے ناخولوں (کذا) میں ہے: ناواں بین گمان کرتے ہیں کہ اشعار و راصل اس کے نہیں  
 ۲۸۰ فرزند، خواجہ نور الدین خاں بہادر معروف بہ سالوے صاحب کہیں برادر شفق ۲۸۱ فنون مرزا بھلے خلف مرزا کریم  
 بخش مرحوم نواسہ بادشاہ و برادر عمر ادصابر ۲۸۲ قصاد، بیو حجام امی ۲۸۳ فضل فضل الرحمن ۲۸۴ فناں، لال جی  
 پرشادش صہبائی ۲۸۵ فکری، مرزا مین ۲۸۶ نگار، میر حسن مرحوم شش ممنون ۲۸۷ فوق، میر بادشاہ ۲۸۸ فیض  
 فیض الحسن ۲۸۹ قابل مرزا علی بخش ۲۹۰ تادری قادر شکوہ ۲۹۱ قاری، قاری علی احمد ۲۹۲ قاسم، سر قاسم علی سادات باری  
 سے تھے یہ سب سے تائب ہو کر تسنن اختیار کیا اور مولوی محمد اسماعیل... کے ساتھ زمرہ شہداء میں داخل " ۳۹۳ قاسم سید  
 قاسم علی خاں نواسہ عطیہ عطا حسین خاں صاحب نو طرز، مرصع، مسکن لکھنؤ ۳۹۴ قاسم، حکیم قدرت اللہ خاں نذیرہ لکھنؤ  
 تحقیق اس لیے زیادہ متصور نہیں (۳۹۵) قاسم، میر قاسم علی منصف پانی پت ۳۹۶ قلق، سلطان خاں شش صہبائی ۳۹۷  
 قلق، مولا بخش ۳۹۸ قلق، سید محمد علی ۳۹۹ قمر، مرزا قمر طالع ۴۰۰ قمر، حافظ قمر الدین خلف حافظ اشرف ۴۰۱ قمر الدین  
 خاں اکبر آبادی شش احسان و صہبائی و صابر ۴۰۲ قیس، حافظ عبدالحی ۴۰۳ قیصر، محمد عنایت اللہ ۴۰۴ فقیر، مرزا خدا بخش  
 ۴۰۵ کامل، مرزا ناصر الدین (مجتہد) کامل پنڈت سداسکھ ۴۰۶ کاظم، کاظم علی ۴۰۷ کرامت، کرامت اللہ ۴۰۸ کیف، فضل احمد  
 ۴۰۹ م مظفر خاں ۴۱۰ گویا، فقیر محمد خاں لطف حفیظ اللہ ۴۱۱ لطیف، دوست سنگھ ۴۱۲ ماہ مرزا عنایت علی بیگ ۴۱۳  
 ماہر، مرزا جمیعت شاہ (۴۱۴) متیلا، جو دھیا پرشادش صہبائی ۴۱۵ مبین، حافظ غلام دستگیر (۴۱۶) متین، رائے کابلی  
 سہلے ۴۱۷ مجر د محمد پناہ ۴۱۸ محب، شاہزادہ بہرام شاہ درانی ۴۱۹ محب، میر ابو القاسم برادر زادہ ممنون فصائح  
 نگار شاہی وفات چند سال قبل ۴۲۰ محبت، عنایت اللہ زگریز ۴۲۱ محبوب، محبوب خاں قوال فن موسیقی خاندانی ادب  
 اقلیم زمرہ میں منصب تر خانی " ۴۲۲ محزون محمد ناصر جان ۴۲۳ محزون، ہرزا نسکو ۴۲۴ محزون، آغا علی ۴۲۵ محسن، حافظ  
 محسن ۴۲۶ محمود، محمود علی خاں برادر زادہ اعظم الدولہ ۴۲۷ محمود، مرزا محمود شاہ داماد بادشاہ ۴۲۸ محو، نواب غلام خندان  
 برادر بزرگ عارف ۴۲۹ محوی، محمد بیگ شش صہبائی + ۴۳۰ مہمون، شیخ غلام حسین ۴۳۱ مخیر محمد احسان اللہ ۴۳۲ میر، سید  
 امیر الدین ۴۳۳ مرحوم یار بیگ ۴۳۴ مرزا حسین بخش ۴۳۵ مرزا مرزا علی، ۴۳۶ مرزا جہانگیر بیگ ۴۳۷ مرزا، مرزا جان خلف میر وزیر علی مرحوم  
 رشید خاں ۴۳۸ مرقت، میر یاز خاں ۴۳۹ مست، سر مست خاں ۴۴۰ سرور، نواب غلام حسین خاں بن شرف الدولہ فیض اللہ  
 بیگ خاں موسیقی خصوصاً تار نوازی میں کمال ۴۴۱ مشاق کریم خاں، رفیق نواب حسن علی خاں برادر حقیقی فیض خاں الی جہر مرحوم



چند سال قبل آقا کے سرانجام کا کے واسطے انگلستان گئے تھے ۲۴۵ مشتاق مشتاق حسین مرید بادشاہ ۲۴۶ مشتاق نظام علی  
 ۲۴۸ مشتہر احمد حسین ۲۴۹ مشتہر احمد بیگ ۲۵۰ مشہور زادہ اکشن ۲۵۱ مشیر بیکتے عہد... مبدع معانی دلپذیر... حافظ قطب  
 الدین ارشد تلامذہ بن خلیفہ راشد شاہ نصیر... ملک سنوری میں کوس لمن الملک اسی کے دروازے پر بختا ہے... شاگردان ..  
 نصیر... بعد وفات استاد کے اس کی قدرت سخن کو دیکھ کر اپنے سخن کو اسی کی نظر اصلاح سے آراستہ کرنے لگے... پیشتر مرزا  
 دارا بخت مرحوم کی سرکار میں.. گویا داروغگی کل کے قائم مقام.. اب بھی خدمات شائستہ سے سرفراز!!

اس پر جفا کو حشر کا دھڑکا ہے کیوں مشیر  
 ارشاد مشیر آپ کا جو کچھ ہے بجا ہے  
 تو یہ کوئی دن کی ہے پھر آپ ہی حضرت  
 بندوں سے کیا کہا جو کہیں گے خدا سے قسم  
 کس منہ سے یہ فرماتے ہو جانا نہ کریں گے  
 قابو میں نہ دل ہو گا تو کیا کیا نہ کریں گے

۲۵۲ مظفر نیڈت کنھیالال ۲۵۳ مظفر مرزا سنگی ۲۵۴ مظفر مرزا خرو شکوہ ۲۵۵ مظفر محمد اسد اللہ ۲۵۶ مظفر مرزا

مظفر ۲۵۷ معروف نواب الہی بخش خاں ترک تعلقات دنیا "فن شاعری سے مناسب نام" مدت مدید تک نصیر سے مشق سخن بر خلاف

استاد کو ایک سترہ.. صاف اور پاکیزہ ہاتھ لگ گیا تھا " ۲۵۵ معزز سید محمد علی ۲۵۶ معزز میر عزیز الدین ۲۵۷ معین معین الدین

۲۵۸ مفتون حکیم دون اگوستین دسلوا پر تگیز خاں کے اجداد میں سے ایک شخص جو ماہر طب تھا، عہد محمد شاہ میں وارد

ہوئی اور بادشاہ کے پرستان خاص جلیان معرفت عہدہ طبابت پر مامور ہوا تھا، ۲۵۹ مفتون کمر زاکریم بخش داماد بادشاہ

۲۶۰ طول محمد یار ۲۶۱ ممتاز سید میاں ۲۶۲ ممنون یگانہ عصر... والی اقلیم سنخوری.. میر نظام الدین.. ریختے میں ایک

طرز تازہ اختراع کی... پیشگاہ... سلطانی سے فخر الشعراء خطاب.. تراکیب فارسی کو زبان ریختہ سے ایسا ارتباط بخشا کہ کمال آشنائی

سے بیگانگی کا اثر نہیں پایا جاتا اور لمحاتی درست کو الفاظ قریب الفہم سے اس طرح جلوہ دیا کہ.. کوتاہ نظر بھی اس کے نظائے

میں دھوکا نہیں کھاتا، کورسوادان کم فہم کہ.. معانی غریب اور.. نکات باریک کو سمجھ نہیں سکتے خود اس کی طرق التفات نہیں

کرتے اور رباب فہم.. غرابت تشبیر و استعارات و دور آہنگی تلمیح و اشارات و متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور

جو شکی نکات... میں تو کچھ سخن نہیں کر سکتے لیکن اس عرض سے کہ.. طبیعت رسا کا دخل ظاہر ہو کہیں کہیں سرتے کے ساتھ

متہم کرتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ ایسا مایہ دار شاعر چند پیش پا افتادہ معانی کی چوری کیوں کرتا، اگر قصب نہ ہوتا تو اسے

تو ارد قرار دیتے اور سرتے کے تسلیم بھی کر لیں تو ان دو چار شعر کے سوا باقی کلام کو دیکھیں.. اتنا سرمایہ کس صاحب قدرت کو حاصل

ہوا ہے " مدت مدید تک تو آج اجیر میں " صدر الصدور ہے اگر ضعف پیری سے دستکش ہو کر دہلی میں خانہ نشین ہوئے

قطعہ تاریخ وفات از صہبائی۔



میر ممتون از جہاں بگذشت و نزو عالم  
زندگی را از ممتات او بود حکم ممتات

سرنجیت عقل بردم گفت آننگہ پیر عقل  
شاعر شیریں زبان ہند تارخ وفات

۴۶۶ منتظر سیاحت خان ڈھولک بجانے میں مہارت تام ۴۶۴ منشی مولچند ۴۶۸ منصف، مرزا احمد بخش (۴۶۹)

منعم، موہن لال ۴۶۸ منعم، مکند لال ۴۶۷ منیر، وجیہ الدین، مہین پور نسیم وفات کے عرصہ بعید ۴۶۲ موج، خدا بخش ۴۶۲  
موزوں، مرزا قادر بخش خسر پور (کذا) صابرش احسان و صابر ۴۶۴ مومن، محمد مومن خاں "ادج فلک اس کے علو طبع کو  
مقابل پستی خاک.. اسرار یقین اس کے ابیات عارفانہ میں گوشہ گزین مسخر سبحان عفر ہر چند بالادوی فکر سے عرشتا ز تھے لیکن  
چوں کہ یہ والا نگاہ اپنی ہمت عالی کے روح سے سب کے احوال پر نگاہ کرتا تھا۔ ہر سر بلند اس کو پست اور ہر بزرگ اس کو خورد  
نظر آتا اور وہ بے تضرع اس کا نام اسی پندار کے موافق زبان پر لاتا اور ہر چند مساء ان اقلیم کمال منازل دو دروازے کر کے  
.. راہ ویرا ہٹے سخن سے آگاہ تھے لیکن بیکہ یہ چاہک خرام.. مراحل بے شمار باقی پاتا تھا ان کو کامل قدم اور شکر پیمان کر بے لختیا  
ریش خند کرتا اور ان تیر قدموں کو نقش پامے نارسا تر بتاتا.. کوتاہ بینان روزگار.. اس کی نگاہ کو عیب میں ورا کی زبان  
کو خوردہ گیر تصور کر کے زبان سندش.. دراز کرتے.. ہر چند.. اردو میں تو علم کیمائی بلندی تھا لیکن کمال مہارت فارسی  
سے کوس لمن الملک کی صدائے ہند سے فارس تک پہنچ کر طوطی ہند و بلبل رشید از کو دم بخود کر دیا تھا، کلام فارسی کی بیسیض  
عبدالرحمن آہی "محبت طبعی اور قرابت قرینہ کے تقاضے سے لے کر ہی ہیں اور دیوان حکیم حسن اللہ خاں کی اہتمام سے  
عنقریب طبع ہو کر شائع ہوگا" "ایک روز ایک مکان کے بام بلند پر عروج معنی کو تصور میں تھا کہ ناگاہ بغرش پانے.. پستی  
زمین کی طرف مائل.. کیا ہر چند اس بام کی بلندی چنداں پایہ نہ رکھتی تھی.. زمین کی نامہواری سے دست و بازو میں نوب  
شدید پہنچی، اس شدت اہم میں مادہ جانکاہ کی تاریخ یہ پائی ہے

مومن فتاد از بام گفتم چہ رفت گفتا  
خود با فروش گفتم بشکت دست و بازو

گفتم کہ بایدت گفت تکلیف ایس مصیبت  
گفتم خموش گفتم بشکت دست و بازو

چند ماہ سخت تکلیف اٹھا کر اس سال وفات پائی. اسکے چند ماہ بعد شیفتہ نے "روایے صادقہ میں" دیکھا کہ  
گویا مومن.. کا خط آیا ہے اور اس کے خاتمے پر خط سبز سے مرقوم ہے مومن اہل الجنۃ، غالب نے فارسی رباعی لکھی: شرط است  
کہ بوی دل خراستہ ہم عمر الخ قطع صابر کا مادہ تاریخ: "یافت مقبول جنت مومن" ابو دھیا پر شاد صبر: "ماتم مومن خاں"  
محمد اشاعت علی صدق: مومن آباد کرد و خلد بریں

فریاد ازیں سادہ ویہا کہ فغانم  
ہر شام سیرید کہ اثر میسکنم امشب



گردل بکف آوردہ اکنوں پے جاں باش  
زیں پیش کبودی بمرادم بازاں باش  
من بے تو چناں کہ کس مبادا  
سو بے سن بے دسترار چوئی

۴۴۵ مہجور مرزا ہدایت علی (۱۳۷۶ھ) ہجو، کربارام ۴۴۶ مہر مہر علی ۴۴۷ مہر مرزا حامد علی پختا گڑھ میں منصف ہوئے تو یہ شعر بہا۔  
از بسکہ سوز ہجر سے خوگر ہوئے ہیں صہم  
منصف چنار گڑھ میں معتد رہوئے ہیں ہم

(۴۴۹) میکش میر احمد حسین ابن کرار حسین مرحوم ۴۴۸ ناداں، محمد بخش، پہلو استاد تخلص ۴۴۸ نادری پنڈت شکر  
ماہ ۴۴۸ نازنیں مرزا علی بیگ جوان رستم توارہ نازنینان کشور جمال اس کے حسن یوسفی پر اگر زلیخائی کا دم بھریں کچھ دور نہیں  
بموجود زنجی انسا رنگین نے اس کو اپنا شعار کر لیا، خانصاحب نے اس کی مشق حد کمال تک پہنچائی، میں نے ان تینوں کی  
شاعری میں لطف شاعری کم پایا یہ بات ہے تو ان تین کی زنجی میں ۴۴۸ ناخ، سخن سنج بے عدیل، شیخ امام بخش نام اور ان کا فل  
فن سے سمجھا اس کی فکر سے معنی کو تاج لہا اور اس کی زبان سے الفاظ کو رونق و صفا.. وحش مضمون ہنوز دام حسرت میں صید  
ہیں ہی کہ ان کے اندیشے کی کمند نیتاب کی کشاد میں صحرائے عدم اس سرحد میں پہنچ کر حائل گردن ہو جاتے تھے۔ معنی پست  
اس کی طبع کی روح بخشی سے بلند اور الفاظ مکروہ اس کی تراکیب کے چلنے سے دلپسند اگر غریب نواز نہ ہوتا معنی کی طرف اس قدر  
التفات نہ کرتا اور اگر آشنا پوری منظور نہ ہوتی الفاظ کی اتنی رعایت نہ کرتا، معنی مبتذل اس کے تصرف سے غریب اور اوج فلک  
اس کی فکر کے سامنے نشیب.. اہل انصاف ان کو استاد مانتے ہیں اور رباب فہم ان کے شعر سحر جانتے ہیں۔ متانت مزاج  
سے مضامین شوخ باوجود آمد کے آدھ کے محتاج اور تمکین طبیعت کے معانی برخستہ کو خلوت خیال سے دروازہ لب آنے میں  
تکلیف کی احتیاج ہر چند طریقہ مختار اس کا تمثیل ہے اور فی الواقع اس طرز میں بے مثل و عدیل ہے شعر عاشقانہ بھی اگر بے  
اختیار.. قلم سے نکل گیا ہے.. آتش انگن اور.. ناخن بدل زن ہے، اخیر عمر میں غلبہ خرافت سے جرات کی وضع کے اختیار  
.. کیا.. لیکن.. یہ تقلید خوب بن آئی اور بعض مقام میں یہ تو ناز و انداز میں محو ہوا اور شاہد معنی نے اس کو ناقص کر کے  
بے باکانہ حملہ گاہ ابیات سے اپنے گھر کی راہ لی.. اتنی ناسرہ کاری سے اس کے نقد کمال کو بٹا نہیں لگتا ۴۴۸ ناصر محمد علی بیگ ش  
ناصر ۴۴۵ ناظم محمد ہجرتی ۴۴۶ ناکام مکرم علی فتح آبادی ۴۴۹ نالاں ہنولال ۴۴۸ نامی مبارز الدولہ نواب مرزا احسان الدین  
حیدر شہ خلیق (۴۴۹) نامی بلدیہ یوسف سنگھ شہبانی ۴۴۹ نایاب، عباس علی (۴۴۹) نثار سید تقار علی شہبانی ۴۴۲  
نجم میر قمر الدین ۴۴۳ مرزا مرزا معین الدین ۴۴۴ ندیم محمد عسکری ۴۴۵ نرہنت، مرزا کرامت اللہ ۴۴۶ نسیم، مرسم اللہ  
ضمنا ان کے والد علم اللہ کا ایک فارسی شعر ۴۴۷ محمد یعقوب، شہسوز ۴۴۸ نسیم، دیاشکر پنڈت کشمیری ساکن کھنوں  
حسن خلق اور جمال ظاہر سے بہرہ مند تھا.. گلزار نسیم نسیم اللہ میر شہسوز ۴۴۵ نشاط، بسنت شگہ ۴۴۵ نشاط، میرن شاہ



۱۸۵ نصیر شاہ نصیر عرف میاں کلو سجادہ نشین میر جہاں جن کا مزاج روشن پورہ میں ہے، استعداد علمی سے بہرہ ور نہ تھا، بلکہ سواد بھی چنداں روشن نہ تھی لیکن روشنی طبع حذا داد سے خلوت دل میں ہزار شمع معنی بزم افزہ تھی "بدیہ گو... شعر بجز صائب "بلندی تلاش" میں کسی کی غزل اس کی غزل پر فائق نہ ہوتی اور سنگ لاخ زمینوں میں اس کے مقابل کوئی دوسرا نہ کہہ سکتا، ایک بار لکھنؤ گئے جس دن وہاں پہنچے اور سرائیں مقیم ہوئے اسی دن درد گردہ میں مبتلا ہوئے، معصی انشا، قبتیل و جرات کے مشورے سے "آٹھ مشکل زمینوں میں طرح ہوئی اور اس مبتلا سے کوفت سفر کو پاس پہنچی.. مشاعرے میں تین دن باقی رہے تھے، لیکن سب طرحوں میں غزل لکھی، ان میں سے ایک کار دیف و قافیہ جمین سرخ ترا اور دہن سرخ ترا اور دوسری کا فانوس ہیں گویا جالینوس ہیں گویا، تقاضائے جمع سے ان غزلوں کے علاوہ ایک غزل اور لکھی کہ اس کار دیف و قافیہ جمین کی مکھی اور کفن کی لکھی تھا اس کی شہرت کی کشش نے اکثر سائین لکھنؤ کو اس کے حلقہ شاگردی میں کھینچ لیا تھا روز معهود جم غیر تلامذہ کے ساتھ مشاعرے میں پہنچا اور خوب داد پائی لیکن کج طبع بے جو شاگرد معصی تھا کہا، داد اسٹوں غزل کی داد حشر قدرت سے خارج ہے لیکن نویں غزل میں مکھی کی ردیف سے نفیس مزاجوں کا جی متلاتا ہے، اس یک تازہ صراط نے بدیہ کہا کہ لطیف صنعان نفیس مزاج تو اس (کذا) موائد لذیذہ کی نعمات لذت ستاں اور کامیاب ہیں، لیکن غالب ہے کہ طلیل نہاد اں مغزلے حد کو جوش غیرت سے ڈاک لگ جائے "نصیر کی شہرت بہت تھی لیکن "حق کو ہاتھ سے نہ دینا (کذا) چاہیے کوئی.. یہ نہ سمجھے کہ اس زمانے میں کسی کا پایہ شاعری اس کو نہ پہنچتا تھا "حاشا و کلا" نصیر کا کلام عام فہمی کی وجہ سے مشہور تھا، "اکثر" شاہزادے اور امرا اس کے شاگرد تھے اور ذوق و مومن و تسکین ادائل میں اس سے فیضیاب لہے نصیر نصیر الدین.. دختر زادہ جگر پندہ نظر، شیخ ولی محمد اکبر آبادی عوام ہند سے بڑا بلند پایہ شاعر سمجھتے ہیں اور اطراف و اکناف ہند میں بڑی شہرت ہے پندہ نظر، گپنت رے (پندہ) نقشی بدر الدین علی خاں مہر نس پندہ نکبت، حافظ ظلم احمد شہبائی + پندہ نکبت، مرزا نیا آملی بیگ صاحب سکندر نامہ اردو و فرہنگ مصطلحات زبان اردو، پندہ تواقہ اللہ پندہ نواب، میر نواب بنارس پندہ نور حق شاہ محمد جمیل شہبائی پندہ نیاز، محمد نیاز علی پندہ میرزا احسان ضیاء الدین خاں بہادر + پندہ واحد شیخ عبدالواحد پندہ وارث، شاہ وارث الدین زمر رستم پندہ وجاہت، احمد علی خاں، پندہ وجود، سید محمد علی پندہ وحشت، غلام علی خاں پندہ وحشت، میر حبیب احمد پندہ وحشت، مرزا بید الدین پندہ وزیر، خواجہ قدیر لکھنوی پندہ وصال، حکیم نصیر اللہ خاں پندہ وصال، محمد علی خاں خلف وصال پندہ وفا، مرزا دارا، نکتہ میر شاہ عالم احسان کو ان کی شاگردی پر ناز تھا

بادۂ نوشی اے کام بہاں نشہ لبی عید رہتی ہے وہاں یاں رمضان رہتا ہے



کوچہ میں بعد مرگ مجھے اس کے جا ملے ایسے کہاں نصیب جو یہ مرتبہ ملے  
 ۵۲۵ وفا، میر حیدر علی مرثیہ خوان خوش الحان ۵۲۶ ولی شیخ ولی محمد ۵۲۷ ہادی نمرزا اعظم فخر الدین ۵۲۸ ہاشمی تاندر  
 حسین خاں خلیفہ ماموں (۵۲۹) ہجر، محمد حسین شہبانی ۵۳۰ ہجر، میر جمیل الدین ۵۳۱ ہجر، عبد الرحمن ساکن "تواریح پوس"  
 مدت سے وارد دہلی، احمق آدمی ہے مضمحلے کو تختین سمجھتا ہے کلام زیادہ تر ناموزوں دوچار اشعار "خواہ حسن العاق خواہ کسی  
 کی اصلاح سے فی الجملہ لطف سے خالی نہیں"۔

آجائیں اس کے سائے میں دونوں جہاں فقط ہدیہ جو ایک پنکو تو اپنا پاساروے  
 ۵۳۲ ہوش، منور علی، ۵۳۳ ہوشیار کیو لرام ۵۳۴ ہنر، مرزا نختا اور بحث ۵۳۵ پاس، خیر الدین ۵۳۶ پاس  
 حافظ حفیظ الدین ۵۳۷ یاور، میر نام الدین ۵۳۸ یکتا، خواجہ معین الدین ۵۳۹ پیل، عبدالقادر ۵۴۰ عین، احمد علی  
 خاں خاتمے (ص ۲۸۹ تا ۲۹۲) میں صابر صہبانی اور بادشاہ کی تعریف ہے، صابر کے بارے میں جو عبارات ہیں ان میں سے ایک  
 یہ "اردوئے معلیٰ" کا پاکیزہ قدر پیت تھا اور اب صابر سخن تو کس درجہ عالی پر پہنچا دیا، "اصلاح صہبانی کا اثر" اسی کی  
 نظر کی میا اثر کا فیض ہے کہ صابر ہندی نثر اسی خبر و زبان میں نثر رنگین کی تحریر... اور ایجاد معانی تازہ میں ٹھہری...  
 اور طعنا... سے ہم پہلو ہے۔"

خاتمے کے بعد وہ نظمیں ہیں مادہ تے تاریخ شامل ہیں اور بعض مادہ تے تاریخ کے ساتھ اشعار حذف کر دیئے  
 گئے ہیں (ص ۲۹۳ تا ۲۹۹) نظمیں حسب ذیل شعر کی ہیں: عزیز و سوز پسران صہبانی، قناعت:۔۔۔  
 ہو چکا ختم قناعت نے کبھی سال اس کی سخن کامل عشق

ماہر سید احمد خاں (آہی) رحیم بخش، طرب، سپہر، مرزا و اصل بیگ عرف مرزا چنگا، فاخر (اصل نام ترعبیہ میں  
 نہیں) میر رحمت علی رحمت محوی عبداللہ بیگ عاجز، منور علی، ہوش، حافظ محمد فخر الدین، فخر (تذکرے کے بیشتر اجزاء کی  
 کتابت انہوں نے کی ہے) (ص ۲۹۸) دو فخر جن کے تراجم ہیں وہ ان سے مختلف ہیں (سبحان الدین فنا نہیں) (تاریخ رحمتی میں کہی ہے)  
 آخر میں ص ۲۹۹ تا ۳۰۵ "مہتد سپاس اہل شفیق و توطیہ مشکریان صدیق" کے عنوان سے ان اصحاب کا جس  
 سے مدد ملی ہے شکر یاد کیا ہے، صہبانی برائے اصلاح قناعت و نفعت سماہر و سید عبداللہ بیگ عاجز ابوالحسن (شیدائی) اور  
 "جو شگاف حاسدان کینہ اندور... سوز" کا برائے فراہمی "مصالح" صفدر علی بیگ بلند و محمد حسین شفیقت برائے  
 تبیض مالک مطبع برائے انطباع "اس کتاب کے پھلے کی طرف متوجہ ہوئے" اس عبارت سے یہ مترشح ہے کہ کتاب صاحب  
 مطبع نے چھپوائی تھی۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ) اس میں غلط نامہ شامل نہیں)



## باب دوم

(۱) دیباچہ دستور فصاحت میں ہے، کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ دراصل تذکرے گلستان سخن کے مصنف صہبائی ہیں، اس قسم کی رائیں حسن ظن اور صاف دلی سے بعید اور پھلے بزرگوں پر بغیر کسی دستاویزی شہادت کے سخت نکتہ چینی کا موجب ہیں اس لیے میں اس کے ماننے پر آمادہ نہیں ہوں۔

اگر دستاویزی شہادت سے صابر یا صہبائی کا اقرار نامراد ہے تو یہ واقعی موجود نہیں لیکن غالب گلستان سخن کو صہبائی ہی کی تصنیف سمجھتے تھے اور نسخ (سخن شعرا ص ۲۶۲) اور سریرام (دیباچہ نمونہ جاوید جلد اول) کی بھی یہ رائے ہے صہبائی و صابر کا بزرگان سلف میں ہونا خارج از بحث ہے۔ غالب صہبائی کے ہم عصر ہیں لیکن باوجود اس کے کہ لطائف غیبی میں غالب کی ستائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا، اس کا لفظ لفظ غالب کے قلم سے ہے اور سیاح کو جن کی طرف یہ منسوب ہے، اس سے مطلق سروکار نہیں ہے میرزیدیک شعر کے حالات و اشعار بیشتر صابر اور کمتر صہبائی کے فراہم کردہ ہیں لیکن عبارت سر صہبائی کی لکھی ہوئی ہے اور مقدمے کے علمی مباحث کے وہ تنہا ذمہ دار ہیں لیکن گلستان سخن سے قطع نظر صابر کی ایک سطر بھی موجود نہیں جسے ان کے ذی علم ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاسکے۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے یہ بات کہ عبارت میں صہبائی کی اصلاح ہے، بار بار لکھی گئی ہے اور خلاف دستور ورق میں بھی اس کا ذکر ہے، میرا خیال ہے کہ صہبائی کے دہلوی معاصرین اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ کتاب دراصل صہبائی کی ہے اور یہ کھلا راز نسخ کو اپنے زمانہ قیام دہلی میں انھیں سے معلوم ہوا، میرا قیاس ہے کہ سریرام نے بھی یہ بات بطور روایت سنی اور ان کا بیان غالب کے قول پر مبنی نہیں۔

(۲) گلستان سخن میں ۵۴۰ شعرا کے مستقل تراجم ہیں:

مسلمان ۴۸۲ ہند ۵۶۹، عیسائی ۲ ان میں عورتیں صرف دو ہیں اور دونوں مسلمان (پہلی یقینی طور پر دوسری قیاساً) مسلمان ہیں ایسے شعرا جن کے فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے اشعار تذکرے میں ہیں ۱۶ میں،

یہ غالب نے شفق کو ایک کتاب بھی ہے جسے صہبائی کا تذکرہ کہلے یقین کامل ہے کہ اسی کتاب کی طرف اشارہ ہے (خطوط غالب ص ۲۳ اس کے برخلاف انہوں نے ذکا کو لکھا ہے کہ آپ صابر کا تذکرہ مانگتے ہیں غدر سے پہلے چھپا تھا اس کے نسخے ضائع غالب نے قاطع برہان میں ایک معلم (مرتب اشارہ صہبائی) کے ہاتھ میں لکھا ہے کہ وہ خوب شباب اور زردہ اود کے مطالعے کا فخر ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ ان سے فارسی نہیں آسکتی (صہبائی اس کے مدعی نہیں) صہبائی (۱) کتاب میں جو ان کے نام سے چھپے اور دیر نظر سے گزری ہے ان کتابوں کا ذکر نہیں اور غالب گلستان سخن ہی کو دیکھ کر قاطع میں ان پر الزام لگایا ہے۔



ایسے شعرا جن کا صرف فارسی کلام ہے ۲۳ ہیں باقی وہ ہیں جن کا صرف اردو کلام دیا گیا ہے، ہندوؤں میں صرف ایک شاعر کا اردو فارسی کلام تذکرے میں درج ہے، ا کے صرف فارسی اشعار ہیں اور ایسے شعرا جن کا صرف اردو کلام ہے ۳۸ ہیں، عیسائیوں اور عورتوں کے صرف اردو اشعار ہیں،

(۳) مقامی حیثیت سے دیکھئے تو دہلی جہاں کے ۳، ۵ شعرا تذکرے میں ہیں، اور تمام مقامات پر غالب ہے لکھنؤ کے صرف ۱۶ شعرا قابل ثنوں سمجھے گئے ہیں باقی شعرا دوسرے مقامات کے ہیں جن میں غالباً سب سے زیادہ آگرہ کے ہیں، سر پریم کا یہ قول تو صحیح نہیں کہ مصنف نے دہلی سے باہر قدم رکھنا عار سمجھا ہے لیکن یہ ضرور صحیح ہے کہ بکرت پورنی مشاہیر (مثلاً برق، رشک، صبا، نوازش وغیرہ) نظر انداز کر دیئے گئے ہیں دہلی کے بارے میں مصنف کو ایک حد تک دعویٰ تھا لیکن وہاں کے بھی متعدد خوشگوشرا (مثلاً مجروح، ظہیر النور وغیرہ) کسی نہ کسی وجہ سے گلستان سخن میں داخل نہ ہو سکے ہیں، ہاں ایسے لوگ جس کا صابر و صہبائی سے تعلق ہے خواہ اس کا مشق چند ہی روزہ کیوں نہ ہو مگر تذکرے میں شامل ہیں، (۴) زمانہ تالیف تذکرہ میں دہلی کے ہر طبقہ کے لوگ شعر گوئی کی طرف مائل تھے: اور صوفیہ ادب باش اور ندمت شرب امر اور بازار بازاری بادشاہ اور شاہزادے سب کو اس کا ذوق تھا، تیموری خاندان کے شعرا جن کا تذکرے میں ذکر ہے، وہ ہیں۔

(۵) اس امر سے پہلے کہ تذکرے کا نام آنا لعل صرین رکھا گیا تھا یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں صرف ہی شعرا ہیں جو اصطلاحی معنی میں صابر کے ہم عصر تھے اس لیے کہ اس میں ذوق وقاسم وغیرہ ہیں جو صابر کی صہبائی کے بھی ہم عصر نہیں کہے جاسکتے، (۶) گلستان سخن (مقدمہ مقصد) میں دہلی کے جن اساتذہ کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے ان میں وہ بھی ہیں جو زمانہ تالیف سے بہت قبل وفات پا چکے تھے (نصیر مہنون) اور وہ بھی جو اس قدر کم عمر تھے کہ شاید صہبائی کے غما حلقے سے باہر انھیں استاد نہ سمجھا جاتا ہو (مثلاً سوز)، آرزوہ کا ذکر سب سے علیحدہ کیا ہے اور انھیں سب سے بڑھایا ہے، لیکن یہ غالباً مصلحت کی بنا پر ہے، نہ وہ اس کے مستحق ہیں اور نہ صہبائی و صابر انھیں واقعی اتنا بڑا سمجھتے ہونگے (تذکرے کا آغاز بھی انھیں سے ہوا ہے، حالاں کہ مقررہ قاعدے کے مطابق آباو سے ہونا تھا) اساتذہ کی تعریف میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے اور کہیں کہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کمال کربات کہنا نہیں چاہتا (مثلاً مومن کی خود بینی کا ذکر) اظہار رائے میں ذمہ داری کا احساس کارفرمانظر نہیں آتا، صہبائی، سوز و صابر کی آواز گری (پرگینہ) تالیف تذکرہ کی سب سے بڑی غرض معلوم ہوتی ہے۔

نہ بعض اوقات یہ فیصلہ مشکل ہے کہ کون شاعر کہاں کا ہے، بعض صوفیوں میں قیاس سے بھی کام لیا ہے۔



(۷) بعض غیر مشہور شعرا کے حالات میں واقعہ نگاری سے کام لیا ہے لیکن بیشتر مشاہیر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے تاہم بہت سے کام کی باتیں اس تذکرے میں ملتی ہیں، اور آزاد نے اب حیات میں اس سے کئی جگہ کام لیا ہے (مثلاً حالات شاہ نصیر) گر اس کا اعتراف نہیں کیا، یہ تذکرہ سخن شعرا کے بھی ماخذوں میں ہے خود اس تذکرے میں گلشن بے خار کے سو اکتی تذکرے سے کوئی بات نہیں لی گئی، بعض اور تذکروں کا ذکر اس میں ضرور ہے۔

(۸) گلستان سخن میں التزاما تلمیذ کا ذکر نہیں، خاص خاص شعرا کے شاگردوں کی تعداد جو مجھے اس کتاب سے معلوم ہوئی یہ ہے.. صہبائی ۳۸ (اس میں درسیات پڑھنے والے بھی شامل ہیں) نصیر ۲۹، احسان ۲۳، ذوق ۲۲، مومن ۲۱، مشیر ۱۵، صابر ۱۴، غالب (شمول حزین) ۱۲، ممنون ۸، حیائے علوی ۳، سوز ۳، تنویر ۳، آذر ۲، عارف ۲، ثابت، (موخر الذکر کے بارے میں لکھا ہے کہ اولاد تیموریہ میں بیشتر اسی صاحب طبع کی شاگردی سے ممتاز ہیں) واضح رہے کہ میں نے احتیاط سے گنا ہے، لیکن شمار کرنے میں غلطی کا احتمال ہے میں نے صرف ان شعرا کو لیا ہے جن کے بارے میں صراحت لکھا ہے کہ کن کے شاگرد ہیں اپنے معلومات یا قیاس سے کام نہیں لیا۔ اگر کسی شاعر کو ایک سے زیادہ اساتذوں سے تلمیذ ہے تو اس کا شمار سب اساتذوں کے شاگردوں میں کیا گیا ہے۔

(۹) واقعات جب کب بیان کیے جاتے ہوں، کتاب میں زیادہ تر ایسے لوگوں کا ذکر ہو جنہیں جاننے کے مواقع حاصل ہیں، تو اغلاط زیادہ نہیں ہو سکتے، لیکن دہلوی شعرا ہوں یا بیرونی، تھوڑے بہت اغلاط کے متعلق موجود ہیں، مثلاً سرور کے استاد کا تخلص سانی لکھا ہے، حال آنکہ یہ سانی ہے (تذکرہ سرور)، میر بہر علی انیس کا نام میر بہر علی لکھا ہے اور تذکرہ نگاروں کی طرح گلستان سخن کے مولف نے بھی حالات کے قرابہ میں زیادہ زحمت اٹھانا گوارا نہیں کی اور سرسری طور پر جو کچھ معلوم ہو سکا ہے پیش کر دیا ہے، مثلاً حزین دہلوی کے متعلق لکھا ہے کہ اسے عارف سے تلمیذ تھا، ناب ہے کہ اب غالب سے اصلاح لیتے ہوں گے، خلاصہ یہ ولیعہد کے نوکر تھے بہ آسانی تحقیق کی جاسکتی تھی کہ وفات عارف کے بعد کس کا تلمیذ اختیار کیا تھا۔

(۱۰) شاعروں کے تراجم کے ساتھ جو ان کے اشعار ہیں ان کی تعداد یہ ہیں: فارس ۹۲۹ سید کے دو مصرعے، ماد ہاے تاریخ مزید برآں اردو ۲۶۱۴، مخمس کے ۲۶، بنداس کے علاوہ، مقدمے میں جو اشعار ہیں وہ اس تعداد میں شامل نہیں ذاتی تعلقات کی بنا پر ایسے لوگوں کے اشعار بھی بھر دیئے ہیں جن کے اشعار کچھ بلند پایہ نہیں، غلط انتساب کی صرف ایک مثال اس وقت میرے علم میں ہے۔

ہولہ ہے! بے سانی ہے مے ہے      پراک تو ہی نہیں انوس ہے ہے



یہ میر انیس کی طرف منسوب ہے، لیکن تذکرہ قدرت اللہ شوق میں جو میر انیس کی ولادت سے قبل کی تالیف ہے، ایک گمنام شاعر کے نام سے ہے۔

(۱۱) کتاب کی عبارت نامانوس عربی و فارسی مفردات و مرکبات سے مملو ہے اور اس میں ایک جملہ بھی جس میں اردو کا لطف ملتا ہو بے نمک استعارات خنک تشابہہ، دو راز کارکنائے مزید برآں، ظاہر ہے کہ اس صورت میں بے ارادہ حقیقت سے انحراف ہو جانے کا بہت کچھ احتمال ہے اور ایسا ہوا ہے،

(۱۲) مقدمے میں بہت سی غیر ضروری باتیں ہیں لیکن جس زمانے میں لکھا گیا ہے اس کے لحاظ سے غنیمت ہے، توافق لسانیں پر مولف کی نظر ہے، اگر غلط متنائیں بھی دی ہیں، نغظوں کی اصل معلوم کرنے کا بھی شوق ہے اگرچہ اس میں بھی بعض جگہ دھوکہ کھایا ہے، دساتیر سے متعلق طویل بحث ہے۔ دساتیر سے واقفیت ظاہر ہوتی ہے مگر یہ تعجب کی بات نہیں کہ اپنے معاصرین کی طرح مولف کو بھی یہ خیال نہ ہو کہ یہ جعلی ہے اور حواشیات وغیرہ میں جن کتابوں کا ذکر ہے یا تو ان کا وجود ہی نہیں یا یہ بھی جعلی ہیں اور شکل اول میں اقتباسات محض فرضی ہیں۔

(دہلی کالج میگزین، ۱۹۵۳ء)



## روز روشن سترائے فارسی گو کا ایک تذکرہ

”روز روشن“ کے سرورق میں مولف کا نام مظفر حسین اور تخلص صبا بتایا گیا ہے۔ یہ ۱۲۷۹ھ میں بمقام لکھنؤ متولد ہوئے تھے اور یوسف علی، یوسف ابن حاجی یعقوب علی گوپاموی کے بیٹے تھے، اور جس زمانے میں یہ تذکرہ وجود میں آیا ہے (۱۲۹۵ تا ۱۹۷۱ یا ۱۹۷۰) یہ بھوپال میں تھے۔ روز روشن نواب صدیق حسن خاں کے حسب الحکم ۱۲۹۷ھ میں بھوپال کے مطبع شاہ بہانی میں چھپا تھا یہ سب امور سرورق، تراجم صبا دیوسف اور قطعات تاریخ سے ماخوذ ہیں۔ میرا گمان ہے کہ اصلی مولف یوسف ہیں اور کسی مصلحت سے صبا مولف بتائے گئے ہیں۔ دیباچے میں شمع انجمن صبح گلشن انکارستان سخن رانیوں بھوپال سے شائع ہوئے تھے اور آفتاب عالمیاب کا ذکر ہے۔ تذکرے کی ابتدا ۱۲۷۵ھ سے ہوتی ہے اور تراجم و اشعار کا خانہ ۸۱۲ میں ہوتا ہے۔ مسطر ۲ سطری ہے اور پہلے شاعر کے ترجمے کی سطر اول یہ ہے: ”آبی تریشیزی از وطن دردہلی رسید و برب دریائی جن خانہ سافتنہ“ ذیل میں کچھ شعرا کے تراجم زیادہ تراپنے اور کتر مولف کے الفاظ میں درج کیے جاتے ہیں:

- (۱) آشنا شاہ ابوتراب خلف شاہ نعمت اللہ پھلواروی جامع فضل و کمال اور صاحب وجد و مال تھے ۹
  - (۲) اجل شاہ محمد اجل الہ آبادی تاریخ ولادت شب پنجشنبہ اشوال ۱۱۶۱ھ وفات بمر ۵، سال ۱۲۳۶ھ
- حزین نے انہیں ایک رباعی بھیجی تھی، انہوں نے اس کا جواب دیا، پہلے حزب بعد ازاں اجل کی رباعی درج کی جاتی ہے:-

دیدیم سواد ہند حیرت زار است	روز کہ وہمہ چو شام ہجران تار است
بستا است بکار ہمہ شان سنت گره	ایں جاگرہ کشادہ در شلوار است
صبح طرب ہند چور وئے یار است	شام خوش او چوکا کل دلدار است
ایںجاست کشادہ صد ہزاران در فیض	جزیک گرهی کہ بستہ در شلوار است ۱۹

(۳) اختر قاضی محمد صادق خاں، اعیان ہونگلی سے تھے۔ ابتدائے سن رشادت سرکار انگریزی میں ”منظم و محرم“

یہ تذکرہ زیادہ تحقیق سے نہیں لکھا گیا اور اس میں بہت سی غلطیاں مشکوک باتیں ہیں ۲۔ زشت عشق ید بیضا و نثار افکار کا حوالہ اس تذکرے میں ہے، لیکن دیباچے میں ان کا ذکر نہیں ہے کچھ باتیں حذف بھی کر دی گئی ہیں ۳۔ ہفتاد و نہ صریحاً غلط۔



رہے اور ایک مدت تک غازی الدین حیدر شاہ اودھ کی سرکار میں "عز و اختصاص" رکھتے تھے، اختر کی محامد حیدر ریہا نہیں کے نام پر لکھی گئی تھی۔ آخر عمر میں واجد علی شاہ کی ملازمت میں رہے (نصیبی دانی برداشتہ) اکثر فضائل نوع انسانی و صفت عالم آشنا میں اپنے معاصرین میں منفرد تھے کل علوم میں عموماً اور علم ادب عجم و عرب و فنون کیمیا و سمیا و ہیمیا میں خاص طور پر مہارت رکھتے تھے۔ اختر نظم و نثر فارسی "کمال لطف و پاکیزگی" کے ساتھ لکھتے تھے۔ ۱۲۳۳ھ کی شورش کے انقضا کے بعد یہ لکھنؤ میں اقامت گزیر ہوئے اور یہیں راہی عدم ہوئے۔ ان کے تصانیف بہت ہیں، جن میں سے ایک لوا مع النور فی وجوہ المتشور ہے اور دوسری آفتاب عالمیاب موفرا الذکر ۲۲۶۴ فارسی گویوں کا تذکرہ ہے، جس کی تاریخ ابتدا ۱۲۳۸ھ مساجح البلاغ سے معلوم ہوتی ہے، اور بعض حواشی سے جو خود مؤلف کے قلم سے ہیں، اور خاتمہ بیضہ ہے جو حکم و اصلاح مؤلف سے مزین ہے یہ پتہ ملتا ہے کہ یہ ۱۲۶۹ھ میں ختم ہوا تھا۔ ۳۷

(۳) اشرف اشرف علی خاں دہلوی، ہنگامہ ابدالی کے بعد لکھنؤ آگئے۔ تذکرہ شعرا آصف الدولہ کے نام سے لکھا، جو ان کی خدمت میں بتوسط سلام اللہ خاں پیش ہوا، لیکن اس سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ وفات بمر ۸۵ ص ۴۵

(۵) اشہری سید امجد علی خاں احمد علی خاں ابن منصور علی خاں تہور جنگ کے بزرگ عہد جہانگیر میں اپنے وطن ترمذ سے وارد ہند ہوئے، اور جاگیر و منصب سے سرفراز ہوئے۔ عہد برطانیہ میں بھی اشہری کے بعض بزرگ عہدے جلیلہ پراور ہوئے۔ خود اشہری ۱۲ برس سے ریاست بھوپال میں نوکر ہیں، اور نظم و نثر فارسی اور اردو میں صدیقہ شاہ جہانی گلدستہ سلطانی ارخان شہنوی اور دیوان کے مصنف ہیں ان کی عمر ہنگام نگارش ۲۷ سال کی ہے، لیکن استعمال تریاک سے بدصوں کی طرح "خمیدہ" ہیں، مقطعوں میں بیشتر اشہری کا تخلص لاتے ہیں لیکن کبھی کبھی امجد و فرغانی سے بھی تخلص کا کام لیتے ہیں۔ یہ خود ان کے بیٹھے ہوئے ترجمے کا خلاصہ ہے ط ۵

(۶) اظہر شیخ کرامت علی ابن امانت علی، متوطن فرح آباد، لیکن مدت عمر لکھنؤ میں بسر کی، نصیر دہلوی کے شاگرد تھے اور تاریخ گوئی میں "یکتا" قصیدہ متضمن تاریخ ولادت شاہزادہ میرزا محترم جنت لعننتی موزوں نمود کہ ہر شعر شش شش تاریخ دارد، ہر مصرع و حروف منقوطہ و حروف غیر منقوطہ ہر شعر شش تاریخ است، و حروف معجم ہر مصرع با حروف مہمل مصرع دیگر ہم تاریخ است، بہادر شاہ ظفر کے جلوس کی تاریخ بھی کہی تھی ۵۲

(۷) اعجاز۔ شیخ عبدالعزیز نستعلیق نویس مخاطب بہ اعجاز رقم، ابن محمد صالح ابن یوسف سہوانی اعجاز الہی بخش نازش فی آبادی، امیر مینائی اور کاپر شاد، موجد کے شاگرد تھے، برہمی سلطنت اودھ کے بعد یہ ایک مدت تک "ملازم سرکار بھوپال" رہے اور فی الحال "ریاست گوالیار" میں ہیں۔ فارسی اور دونوں میں شعر سننے ہیں اور تاریخ گوئی میں ۵۵

(۸) افسوس۔ میر شیر علی، ابن سید علی مظفر خاں لکھنؤی موفرا الذکر قاسم علی خاں "ناظم ہنگامہ" کے وارو غہ تو بیچارہ تھے



اور انھوں نے خود جب طلب سرکار انگریزی کلکتہ فرنگیوں کو اردو سکھانے کے لیے گئے تھے انہیں نظم اردو و فارسی میں سلیقہ تھا اور آتش محفل باغ اردوان سے یادگار ہیں۔ اوائل ماہ سیزدہم میں فوت ہوئے ۵۸ھ

(۹) افضل شاہ اعظم الہ آبادی خلف ارشد شاہ ابوالمعالی ابن شاہ محمد رحیم حسن و جمال و علم و کمال میں آیات ربانی سے ایک آیت تھے۔ علوم عربیہ از ابتدا تا انتہا سید زین العابدین سے حاصل کیے اور فیض باطنی خود اپنے خاندان سے پایا۔ اختر نے جوان کے محب صادق تھے، ان کی تاریخ ولادت ۴ ذیقعدہ ۱۲۲۵ھ لکھی ہے ۶۱

(۱۰) الفت، اجاگر چند کایتہ متوسل ملازمان، مہابت جنگ ۶۸

(۱۱) امداد، نواب امداد اللہ خاں خلف کفایت اللہ خاں رامپوری انہیں لکھنؤ میں قیام پسند تھا اور اختر کو ان کی خدمت میں نیاز تھا ۷۱۔

(۱۲) امید، امید علی خاں خلف جہاں خان ناظم، سنگلی دوست اختر، واسطہ ماہ ۱۳۰ میں وفات ۷۱  
(۱۳) امین، امین الدین ابن کریم اللہ و برادر بزرگ غرق متوطن ڈبانی ضلع بلند شہر شاعر اردو و فارسی و تلمیذ بزرگ بزرگ خود نظام الدین، عین شباب میں وفات ۷۱

(۱۴) امین، امین اللہ اعظم آبادی مدرس مدرسہ عالیہ انگریزی کلکتہ مختصرات جمال الدین بہاری اور معلومات محمد قائم الہ آباد سے پڑھے اور تفسیر و حدیث میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد تھے۔ امین نے "میرزا در سال" پر وائشہ لکھا اور مسلم الثبوت کی شرح زیر تحریر تھی کہ ان کی وفات ہوئی، قصیدہ نعتیہ بہت بلیغ موزوں کیا، اس کا مطلع یہ ہے۔

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی چہ دلبرند کہ دل سپرند پنہانی ۷۱

(۱۵) انسان سدیار خاں متوفی ۱۱۵۸ھ ۷۱

(۱۶) انصاف شیخ محمد یحییٰ جو پوری گوشہ نشین، مراتب، مرید شاہ خوب اللہ ۷۱

(۱۷) اوباش، محمد زماں ساکن بجنور (کنڈا) بافاصلہ پنج کردہ لکھنؤ، از اتحاد قاضی فخر الدین بجنوری غازی میں شاگرد کس ۷۱

(۱۸) بخشش، مخدوم بخش متوطن لاہر پور متعلق سکس خیر آباد علوم متداولہ میں شاگرد مولوی مدنی شاہ جہا پوری ۷۱

نظم و نثر میں تلمیذ قتیل ۷۱

(۱۹) برشتہ میرزا محمد حسین لکھنؤی معروف بہ آغا برشتہ کو جہا علی ملا حسن اذربائیجانی جو اقربائے سلاطین صفویہ سے

تھے فراغ حج و زیارت کے بعد ہندستان آئے اور صفدر جنگ کے میزبانی ہوئے۔ ان کے بیٹے آغا حسین باپ کی خواہش پر اصغیان سے لکھنؤ آئے اور سید صلابت خاں ذوالفقار جنگ کی بہن کی بیٹی سے متزوج ہوئے، جن سے مرزا محمد حسن متولد



ہوئے۔ موخر الذکر کی شادی میرزا عبداللہ برادر میرزا مہدی علی خاں لکھنوی کی بیٹی سے ہوئی اور ان سے آغا برشتہ وجود میں آئے۔ برشتہ اختر کے دوستوں میں تھے ص ۹۰

(۲۰) برکت، محمد برکت اللہ خاں دہلوی برادر زادہ اسد یار خاں، بدیہ گوئی میں اچھا ملکہ تھا، شاہ عالم ایک دن قلعہ شاہ جہاں آباد میں "پتنگ بازی" میں مصروف تھے برکت نے حسب الامر فی البدیہہ رباعی کہی اور دو ہزار روپے دولت صلے میں لیا۔  
 سلسلہ جہاں بدست دادند      اقبال و ظفر عثمان بدست دادند  
 معلوم شد زرشٹہ کاغذ باد      سررشتہ آسمان بدست دادند ص ۹۳

(۲۱) بریں، وجیہ الدین دہلوی ملازم شاہ عالم و تلمیذ کیس ص ۹۵

(۲۲) بسل، جگوانداس لکھنوی، کاسٹم، اصل وطن کاینجر، خود لکھنوی میں پیدا ملازم ٹکیت رائے و شاگرد دیوانہ، آخر عمر میں ہندی تخلص اختیار کیا صاحب ثنوی سلسلہ المجدت ص ۹۶

(۲۳) بقا، حافظ بقار اللہ خاں ابن شیخ ابراہیم دہلوی، اسی برس کے قریب عمر تھی کہ ۱۲۶۰ھ میں مرے ص ۱۰۱

(۲۴) بقا، شیخ بقار اللہ سپر حافظ لطف اللہ قریشی اکبر آبادی، بقا نستعلیق نویس تھے اور نظم فارسی وارد میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ۱۲۶۰ھ تک زندہ ص ۱۰۱

(۲۵) بلینخ، قطب علی خاں شاہ جہاں پوری مصاحب و اجد علی شاہ تھا، خطابات قطب الدولہ مفتاح الملک ص ۱۰۱

(۲۶) بہار، جو گل کشور سپر کنول رام، نزاکت الہ آبادی و تلمیذ مصیب، عروض و تاقیہ اور نظم و نثر میں مہارت، نزاکت نواب خاں عالم بقار اللہ خاں کے یہاں منشی تھے اور بہار نواب مدار الدولہ کے یہاں لکھنوی میں منشی کارخانہ تھے ص ۱۰۱

(۲۷) بیتاب، محمد حیات بگلرامی از دوستان اختر۔ ابتدا میں سخنور سے تلمذ تھا، وہ دو لکھنوی کے بعد چندے دیوانہ اور اور پھر قتل سے مشورہ کرتے رہے۔ غلام مخدوم سے تحصیل علم کی اور یکن و منت کی صحبت میں رہے۔ غازی الدین حیدر کی مدح میں قصیدہ لکھا جس کے صلے میں سو روپے، اہوار کی نوکری ملی، بادشاہ نے انہیں بیتاب کی جگہ امید تخلص دیا، اس کے

کچھ ہی بعد ان کی وفات ہوئی ص ۱۱۱

(۲۸) بیخبر۔ خواجہ غلام محوث خاں کشمیری۔ مدت سے "امیر الانٹائے گورنمنٹ مغربی و شمالی" ص ۱۱۱

(۲۹) بیدار، یساون لال، کاسٹم دہلوی تلمیذ مظہر و ملازم نواب غلام حسین خاں ابن اعظم خاں ص ۱۱۳

(۳۰) بیدار، مرزا محمدی اکبر آبادی، درویش متوکل، مرید مولانا فخر الدین دہلوی، وفات سے چند روز قبل ایک تحسیر

رکنابت لکھی جس میں یہ بتایا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ فلاں وقت میں مر جاؤنگا اجاب نماز جنازہ میں شریک ہوں۔ موت

اسی کے مطابق واقع ہوئی ص ۱۱۴



(۳۱) بیقرار، میر کاظم حسین خاں دہلوی از احفاد سادات خاں شاہ جہانی و صلابت خاں امیر الامراء فرخ پوری، اختر کوان سے اور ان کے ماموں سید فیضی خاں دہلوی سے "رابطہ محبت و اتحاد" تھا اور اختر نے آفتاب عالمیاب میں بیقرار کی بہت تعریف کی ہے، ص ۱۱۷

(۳۲) بیار، میرزین العابدین آبادی از اولاد شاہ محمد افضل ال آبادی و تلامذہ حیرت ۲۸ برس کی عمر میں فرخ آباد میں وفات <sup>۱۱۸</sup>  
 (۳۳) پادشاہ نصیر الدین حیدر پورے حسن پرست تھے "ہر کی از عملہ و فعلہ محلات شاہی حتی الجبابات و الجملات بدیعتہ الجمال حدیثۃ السن بودند و در ہر کوچہ و بازار لکھنؤ جوق جوق حور اطلاقیان شہر جلوہ گری مینمودند و از آنجگہ کامرانی بعیش و عشرت ست کے امدی از سولف لوک عشر عشرش بخواب ندیدہ باشد از رواج تا صبح و از پگاہ تا بیگاہ تا بیگاہ قصرے از قصور سلطانی و ایوانی تحتانی و فوقانی ارز قص و سرور و آہنگ جنگ و رود و قہا تا خوش اصوات و واہ واہ نیکوان شیریں حرکات عالی نبود" ۵ ہزار روزانہ اطعمہ و اشربہ میں صرف ہوتا تھا اور اس بادشاہ نے محاصل مملکت کے علاوہ سعادت علی خاں کے جمع کردہ ۲۰ کروڑ روپے لہو و لعب میں خرچ کر دئے ۱۱۹

(۳۴) پروانہ، کنور حسونت سنگھ معروف بہ کاجی لکھنوی پسر راجہ مینی بہادر و شاگرد دیوان شاعر اردو و فارسی اختر نے <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup>

(۳۵) نائب بشیر الدین موسوی اسادی محمد اسن بگرامی احسن کے شاگرد ۱۱۵

(۳۶) پتاں، محمد علی عرف رمضان بیگ ساکن قصبہ آرمیون از توابع لکھنؤ، شاگرد اختر ایک مدت تک کاپور میں

تلاش معاش کے لیے مقیم رہے پھر بنارس گئے اور وہیں مرے ۱۱۵

(۳۷) تحقیق، سید محمد عظیم عظیم آبادی ۱۲۰

(۳۸) تراب، شاہ تراب علی علوی خلیف شاہ کاظم کا کوری، شاعر اردو و فارسی کم و بیش ۲۰ سال قبل فوت ہوئے ۱۲۹

(۳۹) تراب، شاہ تراب علی لاہور پوری ۱۲۹

(۴۰) تسلی، رائے بیکارام پسر گوبال رائے کہ بدش راجہ خوشحال رائے نائب سرفراز الدولہ حسن رضا خاں بہادر بود ۱۳۱

(۴۱) تسلیم، سلام اللہ خاں از احفاد ظہیر ناغینہ قصور نشو و نما دہلی میں پائی اور لکھنؤ میں نواب شیر ننگ کی وفات اختیار کی

آصف الدولہ ان کا احترام کرتے تھے ۱۳۱

(۴۲) تسلیم، انار حسین سہوانی ۱۳۱

(۴۳) تقی، میر محمد تقی دہلوی دہلی سے لکھنؤ آئے اور موردمرحم آصف الدولہ ہوتے ۱۳۵

(۴۴) شمس، میرزا ان علی امان لکھنوی خلیف کین تلاش معاش میں ملکہ گئے مگر کامیاب نہ ہوئے، گلی میں اختر کے مکان میں انامت گزین ہو اور وہیں ۱۳۱



# بیاض عنایت حسین خان، مہجور بنارس

عنایت حسین خان کا سال ولادت "بہار پوسٹاں دولت آمد" سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیاض ورق ۲۷)۔  
ان کا بیان ہے کہ اس سے ۱۲۰۲ھ لکھتا ہے، لیکن دراصل ۱۲۱۲ھ مستخرج ہوتا ہے۔ طرہ یہ کہ سنہ ۱۲۰۲ھ کی تاریخ  
کو یہ لکھتے ہیں کہ ایک حساب سے میری عمر کا ستاونواں اور دوسرے سے پچھنواں برس ہے۔ (ورق ۲۷)

اپنے بزرگوں کے بارے میں انھوں نے "شیخ صاحب" کو بتایا ہے :

بنارس کے تھے حاکم اس کے دوا  
بجداشان و شوکت حکم فرما (ورق ۳۹)  
ہوئے والد مرے بعد ان کے حاکم  
رہے برسوں ہی اس عہدے پر قائم

دادا سے علی ابراہیم خاں، خلیل مصنف "گلزار ابراہیم" وغیرہ (۱۲۰۱ھ) اور والد سے نصیر الدین علی خاں دختر  
زادہ یوسف علی خاں، مرشد آبادی صاحب تذکرۃ الشعرا وغیرہ مراد ہیں۔ اپنے بھائیوں کے متعلق ان کا قول ہے :

حقیقی تھے ہم تین بھائی غریب  
مگر متلائے ستم بے نصیب  
علی محمد تھا منجھلے کا نام  
غلام علی چھوٹا تھا نیک نام  
بڑا سب سے ہے یہ عنایت حسین  
زمانے کے ہاتھوں پایا نہ عین  
پدر ایک تھا اور مادر تھی ایک  
عداوت نہایت ہے آپس میں لیک  
وہ پٹے میں رہتے تھے چھوٹے اجی  
بنارس کے ساکن تھے وہ اوسلی  
چہل و بیخ سالہ تھے وہ خوش نہاد  
نشانہ حسد کا تھا پر یہ حقیر  
تھا چھوٹوں کا چھوٹا یہ تھا گو کہ پیر

علی محمد سنہ ۱۲۰۱ھ میں بتاریخ ۲۲ شعبان فوت ہوئے اور جہاں ان کے باپ دادا کی قبریں تھیں مدفن  
ہوئے (ورق ۱۱۲)۔ ان کے متعلق ورق ۵۳ میں لکھا ہے کہ "ان کی شادی دختر مرزا مغل مرحوم سے ہوئی تھی اور



اسی سبب تیلیانا لے میں مقیم تھے، ورق ۱۲ میں ہے کہ ”بی بی کے دشمن“ تھے۔ ورق ۶۸ میں بھائی کے وارثوں کی شکایت کی ہے :

جو وارث ہیں ہمارے بھائی بچی کے      وہ گلہنگ <sup>کنڈا</sup> ہیں ہمارے آہ جی کے  
تہے خالق کسی کو ایسے وارث      کہ ہے ایک ایک ان میں شرم و حارث  
کیا اس شہر میں ہے مجھ کو بد نام      ستاتے ہیں مجھے ہر صبح اور شام

بیاض میں عنایت حسین خاں کی ایک بیٹی امام باندی کا ذکر ہے جس کی شادی باقر علی خلف ”بین الدولہ مرحوم“ سے ہوئی تھی۔ اس کے بیٹے کا نام آصف علی مرزا احمد علی مرزا رکھا گیا، ولادت ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۲ھ ورق ۶۵ لیکن ورق ۶۲ میں احمد کی جگہ محمد، ہر دو نام مطابق قرآن، پنڈت نے ”پترا“ دیکھ کر طالب علی مرزا نام نکالا۔ پکارنے کا نام ننھے مرزا تھا۔ تاریخی نام نہیں دیا۔ اس کی کسر رہ گئی۔ ورق ۶۹ میں اپنی تحصیل علم اور تصانیف کے بارے میں رقمطراز ہیں:

قراغ حاصل ہوا تحصیل سے جب      ہو اذوق طبابت بندے کو تب  
سدیدی اور نفیسی اور قانون      کتابیں سب پڑھیں از فضل <sup>کنڈا</sup> قیوم  
ہوا پھر شعر گوئی کا وہ کچھ شوق      کہ جملہ ذوق پر اس کو ہوا فوق  
کہے نا آنکہ دو بندے نے دیوان      بہم پہنچا غزل گوئی کا سامان  
لکھا پھر اک مجلد مثنوی کا      کہ لکھی مثنوی ہیں اس میں مدہ  
سوا سو مثنوی ہے اس میں مرقم      کہ ان کا حال ہو دیکھے سے معلوم  
لکھا اک تذکرہ ہے شاعروں کا      خود اس کے طرز کا موجد ہے بندہ  
کلام و شعر کو ہر ایک کے بس      مثلث اور مربع اور مخمس  
کیا اس تذکرے میں میں نے داخل      ہوا یہ طرز تازہ تر ہے حاصل  
مطول اک قیامت نامہ صادق      حدیث و نص قرآن کے مطابق  
لکھا بندے نے زاد الاخرت ہے      بلا شک اس سے میری مغفرت ہے  
لکھا افسانہ اک رنگین بصد طول      ہوا اہل طبائع کے وہ مقبول

ورق ۱۶ میں ہے کہ یہ صفر سنہ ۱۲۷۱ھ میں حسین آباد (آباد کردہ فرجدم ... لانیسرا) گئے تھے۔ یہ زمانہ فدا علی خاں کا تھا۔ ورق ۶۴ میں شاکی ہیں کہ ”اخوی فدا علی خاں کہ امیر کبیر اند باوجود دولت لکھو کھا روپیہ ... بجز این



نسخہ برائے قلم کہ بدولت جداماست چیز دیگر عنایت نفرمودند۔ فداعلیٰ خاں قاسم علی خاں برادر علی خاں برادر علی بن اسم خاں کے پوتے تھے۔ ایک نظم میں سفر شیخ پورہ (ضلع مونگیر کے قریب حسین آباد) میں جو تکلیف ہوئی اس کا ذکر ہے اس کی بیت اول یہ ہے :

وہ کون راہ شیخ پورہ کی جو راہ ہے      دوزخ کی راہ ہے وہ جہنم کی راہ ہے

ایک اردو خط میں جس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔ "بفر عرض بندگان جناب علی متعالیٰ خداوند نعمت سلامت" لکھا ہے کہ خرچ زیادہ اور آمدنی کم ہے۔ (داخل قلیل ہے) کذا۔ اس میں استدعا کی ہے کہ ۲۵ روپے طیں ان کی کچھ جائیداد ضلع پٹنہ میں تھی جو "بھائی محمد سعید خاں و مسماۃ فضیلت النساء" کے یہاں ٹھیک تھی، قسط پھاگن و چیت ماہ ۱۲۶۳ھ کی بابت ۵۲ روپے انھیں ملے تھے۔ ورق ۱۔ اور جگہ بھی باقسط وصولی کا ذکر ہے، قریب ہے کہ اس ذریعے سے کل آمدنی سالانہ دو سو روپے یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض اوقات زیور وغیرہ رہن رکھنا پڑتا تھا۔ ورق ۱۰۔ ایک غزل کا مطلع ثانی ہے: (ورق ۸۹)۔

ز وہ دولت نہ وہ حشمت نہ وہ فرط تحمل ہے      چراغ اس گھر کا اپنے دیکھتے ہی دیکھتے گل ہے

بیاض میں جا بجا خرابی صحت کی شکایت ہے اور ایک جگہ لکھا ہے کہ ۱۸ برس سے سا بخر میں مبتلا ہوں۔

عنایت حسین خاں کا تخلص مہجور اور خطاب قبائل الدولہ تھا ("راقم اہتم نواب عنایت حسین خاں بہادر المتخلص بہ مہجور" ورق ۷۳)۔ ان کے عربی اشعار سلطان القصص میں موجود ہیں، اور اردو فارسی اشعار بیاض میں موجود ہیں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ "سلطان القصص میں ۵ دوادین کا ذکر ہے۔ اس کتاب پر میرا مقالہ "عربی اشعار" میں شائع ہونے والا ہے۔ سنہ ۱۲۷۸ھ تک مہجور کے زندہ رہے کا ثبوت موجود ہے۔ بیاض میں ان کی والدہ کا سال وفات بہت صاف طور پر ۱۲۷۱ھ مرقوم ہے۔ ورق ۵۶ لیکن قطعہ تاریخ میں جو مادہ ہے وہ ۱۲۶۳ھ پر مشتمل ہے۔ بیت آخریہ ہے :

ز ہاتف مہجور آمد ندا      بہ آمد بخلد از طفیل بتول

قاعدے کے مطابق بہ آمد نہیں، سیا مد ہونا چاہیے اور اس صورت میں ۱۲۶۸ھ مستخرج ہوگا۔

بیاض مہجور (ورق ۱۰۰) "علی خاں لائبریری" حسین آباد سے ادارہ تحقیقات اردو پٹنہ کی ادبی

نمائش کے لئے مستعار آئی ہے۔ ورق ۵۸ میں بہت سی چیزوں کی فہرست ہے۔ اس میں "لحاف پھینٹ و حسین آباد

مع پٹنہ وغیرہ ۱/۸" اور یہ بیاض ہے۔ اس میں سنہ ۱۲۷۸ھ تک کے مندرجات ہیں۔



(۱) خط بنام ہمارا جہ (بنارس) میں لکھا ہے کہ ”ہمارا جہ چیت سنگھ کے زمانے سے دونوں خاندانوں میں برابر ”رابطہ اتحاد و وداد“ چلا آتا ہے۔ ورق ۴۔

(۲) کسی شخص کا حال تذکرے میں اس طرح لکھا تھا کہ اس کی ناراضی کا باعث ہوا۔ منظوم خط میں معذرت کی ہے۔ ورق ۶

(۳) غزل در جواب میر؟ مصرع ۱ ”یہ ولولہ کذا“ جواب ہیں اور جوش مستیاں ہیں ”ستیا“ (صفت) ”آنکھیں ترستیاں“ (ورق ۲)

(۴) مثنوی ۱۴۷، آیات ”لکھیں کیا رنگ نیرنگ جہاں کا، کسی کو یاں نہیں یا ربیاں کا“ ایک سپاہی کی جو رو ”خوبصورت تھی اور وہ اس سے محبت کرتا تھا، مگر فکر معیشت نہ تھی اور بری طرح گذرتی تھی۔ یہی تے شوہر کو یقین دلایا کہ میں با عصمت ہوں بدگمانی نہ کرو اور گھر سے باہر نکل کر کچھ حاصل کرو، سپاہی براہ طعن بولا:

گر جب جانوں میں گھکولے مہرو      کرے سامان شاہی جمع یاں تو  
سوا اس کے ہو بیٹا ایک پیدا      کہ جس کے حسن پر یوسف ہوشیدا  
نہ دیکھوں گا اگر میں آ کے یہ طور      تو تجھ کو قتل کر ڈالوں کافی الفور

عورت نے جواب دیا کہ خدا کی قدرت سے باپ کے بغیر بھی بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ سپاہی روانہ ہو گیا اور اس کے پیچھے میں ایک مہتمول سوداگر اس عورت پر عاشق ہوا۔ اور ایک مشاطہ کے ذریعے اپنا حال کہوا بھیجا۔ اس عورت نے کہا کہ میری ”چند شرطیں“ ہیں۔ پہلے ایک ”ٹوکا نہ“ مکان بناؤ، جہاں بالکل شاہانہ سامان ہو ڈیوڑھی پر بہت سے لوگر ہوں، بہت سی کینڑیں اور خواجہ سرا میری خدمت کو حاضر رہیں۔ اصلیل گھوڑوں اور فیل خانہ ہاتھیوں سے بھرا ہوا ہو۔ یہ سب ہو گیا تو عورت نے یہ کہوا بھیجا کہ:

ہے تیرے پاس جو کچھ دولت و مال      وہ میرے پاس بھیجوانے فی الحال

اسی پر مثنوی ختم، صریحاً ناقص الآخر۔ بعض مصرعے ملاحظہ ہوں: ہوا جب ان کا حال از بس کہ تغیر بہم پہنچیا  
رکھے تو بادشاہت، بلائیں اس نے تب مشاطہ چند کہ ہوا اقوال قدما کے موافق، جو اہل روزگار ہوتے  
ہیں انساں، خوش آتی ہے جنھوں کو سرفروشی، اطا: بکسرت = بکسرت۔ چہڑہم = چڑہم۔ طابع = تابع۔  
(۵) ”... میر نواب عرف محمد حسین خاں... سلمہ... نوزہ (= نواسہ) نواب عالی جاہ میر محمد قاسم خاں  
... صوبہ جنگ... مولد این شاعر سخن رس... محمد آباد بنارس... در فارسی دستگاہ وافی وارد در نظم



اشعار مشہور، مؤلف و منشا والد بزرگوارش... اصفہان... ہر چند کہ ازیں اخلاص مند بچند نوع قرابت بیوند  
است لاکن نہ بایں سرشتہ محمد اوصافش ینگارم بل امرقہ را بروے کار میآرم گواز تلمیذ (کذا) مکرم علی خاں  
مکرم کہ در ہمیں ردیف میم ذکرش ترقیم یافته. مشق دارد فاما تزییح صحیح بلا مزج بر استاد دارد" ایک غزل کا مخمس  
اس میں تخلص نہیں۔ بعض اشعار غزل :

ہم میں عشق بے ہنر سے یہ ہنر پیدا ہوا  
عشق اپنے دل میں بے فیض ہنر پیدا ہوا  
میں وہ مجنوں ہوں تری دولت سے اے لیلای حسن  
بید کو بھی میرے سائے سے حذر پیدا ہوا

مخمس کے بعد دو مثلث، ظاہراً محمد حسین خاں کے اشعار کی تفسیر :

کام کرتا ہے بڑا یہ کہیں مجھ سے نہ ہو  
ہر باں دیکھو رقیبوں پہ یہ مشہور نہ ہو  
ان دنوں رہتے ہو تم برس برس کیں ڈرتے میں

نکالا ہم نے یہ مضمون جن کر لاکھ مضمون سے  
صبا ناقہ ہے تیرا تیز رو مشہور مجنوں سے  
کہ اب لیلیٰ کے نافر پر تو اب لیلیٰ محل ہے

مصرع ۲ میں مشہور کے بعد "کہہ دینا ہے" بھی ہے :

(۶) "رقعہ بخدمت میر نواب... مونس کہ از مہنگو (کذا) بسبب قرابت خویشی از آغاز سو داگر

کہ بعد مدتش بنا بر حصول ترکہ ماہ محرم سنہ ۱۲۴۲ھ تشریف آوردہ بودند بندہ دعوت شاں کردہ بود"  
دو منظوم خط، مونس کا ایک سلام "اے مجربنی گیا سرور کہاں کہاں الخ" ورق ۳۴، اور ایک  
دوسرے سلام "اے سلامی دیکھ کر اے روئے اکبر چاندنی" الخ کا مخمس ورق ۴۱۔

(۷) ایک منظوم خط بنام "مرزا صاحب" ورق ۳۳ میں اشعار ذیل متعلق اودہ :

بادشاہ کو تخت جلدی ہو نصیب  
دفع ہو میں جلد اعدا ناشکیب  
کل ہندوستان پہ ہوا اس کا عمل  
مائے جاوید اس کے دشمن بے اجل  
لکھنؤ سپر جلد تر آباد ہو  
جلد تر اس کا عدو بر باد ہو  
وقعہ ثانی ہے لٹا ہندوستان  
از رضاری ملک در ہندوستان  
شیوہ ہے یارب جو یہ شاہ اودہ  
تخت و تاج اسکو طے بے رد و کد

(۸) "نواب جعفر حسن خاں" فیض کی غزل کا مخمس تاریخ ۱۳ رجب الثانی سنہ ۱۲۴۲ھ (ورق ۳۴)



رات ایک پری سامنے آئے گئی جی کو  
کیا رات ترے کو پہرے کیسو میں بسی تھی  
اک عمر گرفتار رہے چاہ ذقن میں  
وہ خاک میں یکساں ترے کوچے میں کھڑا تھا  
جو دیکھتے ہی باتوں میں ہوا میں ہمہ تن گوش  
اب ہاتھ کسی رنگ سے آتا ہی نہیں ہے  
ہے چاک مرے بر میں گریبان تحمل  
دل شہر میں لگتا نہیں کیا جاتے ہوا کیا  
ہے میل سرشک اور دم سرد پہ عالم  
محبوب نگہ کا ہوا دیوانہ مراد دل  
تھانفش تمنا پہ وہ گریاں کئی دن سے  
دزدیدہ نگہ کر کے چرایا نہیں دل کو  
ہم دیکھتے ہیں فیض تمہیں دو دو پہر گم

جلوہ ہمیں چہرے کا دکھالے گئی جی کو  
آتے ہی سحر باد صبا لے گئی جی کو  
اب کھینچ تری زلف رسالے گئی جی کو  
ٹھوکر تری لے شوخ اڑالے گئی جی کو  
پردے ہی سے بس اس کی صدائے گئی جی کو  
ہندی بھری کس کی کف پالے گئی جی کو  
کافر یہ تری تنگ قبائے گئی جی کو  
پھر ان دنوں صحر کی فضا لے گئی جی کو  
بیساختہ دریا کی ہوا لے گئی جی کو  
آنکھوں کی تری شرم و حیا لے گئی جی کو  
سمجھا کے بہت یا اس اٹھالے گئی جی کو  
آنکھوں سے پری آنکھ ملا لے گئی جی کو  
صبح ہم سے کہو کس کی ادالے گئی جی کو

(۹) "عظیم آباد کے صاحب جج کا جو والفیل صاحب نام ہے تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس انگریز

کا سبب کہے۔ میں نے کہا کہ ان کا سبب تو سبب سبب ہے... الشاط لطیفہ (کذا) والفیل حقیقہ "میر جنت حسین وکیل نے  
کہا "میرا سبب کہتے ہیں میں نے کہا "جنت حسین پر لعنت یزید پر"

(۱۰) مہمل اشعار بعنوان "لہ" اس سے قبل خود مہجور کے اشعار ورق ۵۷ :

جاوین گریس سے آوارہ وطن دریا میں  
نہ ٹھہرے ایک جگہ گو جہاں جہاں نہ سے  
نہ ٹھہرے دشت میں اور طرف بوستان ہے  
کوئی شنوانہ ہوا سوختہ جاں سوکھ گئی  
یہ دیکھو اشک کے رومال سے باندھا ہے دریا کو  
کون وہ رویا ہے آوارہ وطن دریا میں  
نچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہر دریا میں  
صبا کو ضد ہے کہ بلبل کا آشیاں نہ سے  
صبا کو ضد ہے کہ بلبل کا آشیاں نہ سے  
چیننے چیننے بلبل کی زباں سوکھ گئی  
تاشا ہے کہ ہم نے بال سے باندھا ہے دریا کو  
بہ گئے خاک کے سوتوں کے کفن دریا میں



خالق ارض و سما ہے لاکھ زنجیروں کے بیچ۔

(۱۱) " افلاطون ثانی و مسیح زمانی حکیم مولیٰ بخش ... در فن سخن گوئی از قرآن زماں گوئے سبقت

ر بود، قصبہ چہرہ مولد، شاگرد رشید شیخ امام بخش (کذا) راسخ و شیخ ... از ارشد تلامذہ ... میر است چون  
خواجہ عسکری احمد کہ از متولدان بلده و ساکنان قصبہ مذکور ... در بنارس آمدند ... غزل این شاعر ... را کہ خود  
... خمس فرمودہ بودند خواندند ... " اس کے بعد مثلث جہجور، بعض اشعار غزل، مقطع میں تخلص رضا :

بے ہوش ہو رہا ہے وہ عہد شباب سے	ہے نشہ حسن کا کہیں دونا شراب سے
بے نور جامے کو کیا آوے یار نے	شرمندہ آفتاب ہوا ماہتاب سے
مخروم دیدے نہیں ہوتے ہیں سنگدل	معلوم ہو گیا ہے یہ چشم حباب سے
چہرے پہ یار کے یہ رواں تار اٹک ہے	ظاہر ہوئی ہے یا یہ کرن آفتاب سے
رونے میں بھی نہ آتش دل کم ہوئی زری	یہ آگ وہ نہیں ہے جو بجھتی ہے آب سے
خوش چشموں سے یہ عشق ہے نچ بادہ خوار کو	دل ہو گیا کباب ہرن کے کباب سے
کس کس جگہ یہ روح مری جا کے پھرتی ہے	ہرگز خیال شعر نہیں کم ہے خواب سے
نیں اس کو چھوڑتا نہیں اور وہ رقیب کو	یار برفت کو تو ہی چھڑا اس فشار سے

" فشار " کی جگہ "عذاب ہوگا (ورق) مکتوب بنام " شیخ صاحب، (تسلیم) میں بھی ان کے متعلق اشعار ہیں جن کی  
بہت تعریف ہے اور یہ استدعا کہ ان کی غزل کا جو "خمس" (مثلث کا ذکر نہیں) جا رہا ہے، وہ انہیں "مرسول"  
کریں۔ "ورق ۴۹۔"

(۱۲) مرزا امان علی خاں (ورق ۲۵ میں اضافہ بیگ، ورق اوغیرہ میں مرزا امان علی) ذبیح ابن

مرزا امان علی خاں ابن مرزا یوسف علی خاں ابن مرزا علی محمد خاں اصفہانی کہ بحضور ... شاہ ... عباس صفوی

... بعدہ خوش نویسی و کتب خانہ داری سرفراز بودند۔ مولد و منشا شاعر موصوف ... اکبر آباد است، بمرور دیو

بعظیم آباد آمدہ سکونت و زرید و بجانہ یکے از امرایان آنجا کہ خدائی نمودہ ... و در لکھنؤ رفتہ تلامذہ گی۔

میر ... بلند آوازہ گردید۔ چون درس یک ہزار و دو صد و دو ہجری بحبت سید قاسم علی پسر میر عبد اللہ

مرحوم نگر شہر عظیم آباد در بنارس آمدند از راقم اتحاد کثیر ... رواداد " ورق ۴۵، ۴۶، ۴۷، ورق ۹۰،

۹۱ میں ہے۔ " غزل طرح مشاعرہ ... ذبیح بمید نو چند ماہ رجب سنہ ۱۲۴۲ھ کہ ہمراہ سید قاسم علی خاں



پسر دیوانہ و بیکار خود فرزانہ میر عبد اللہ مرحوم۔۔۔ در بنارس آمدہ بودند و بعد چہار ماہ بعد دیدن میلہ (کنڈا) مشکل کہ  
در تمام ہندوستان مثلش میلہ نمی شود باز بعظیم آباد رفتند از تلمیذ۔ میر خود را می گفتند شاعر کہنہ سال بودند۔  
ورق اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ ۲ شعبان سنہ ۱۲۷۲ھ روانہ پٹنہ ہوئے تھے۔ ورق ۹۲ میں ہے کہ  
یہ پٹنہ کے محلہ منعلی پورہ میں "متصل پل سید راجہ زیر درخت بڑ برنالہ (کنڈا) عقب مکان نواب مہدی علی خاں مرحوم"  
رہا کرتے تھے۔ ان کے خط کا منظوم جواب مرقومہ ۱۲ رمضان سنہ ۱۲۷۲ھ (ورق ۳۱)

مرزا صاحب مشفق عالی مقام  
آپ کا مکتوب پہنچا ڈاک پر  
لہذا الحمد اب تلک زندہ ہیں ہم  
مرض مزمن در پے آزار ہے  
اور ہے ان روزوں و باوہ سخت تر  
دھوم ان روزوں ہے ہر سو موت کی  
ایک دم کا بھی بھروسا اب نہیں  
باختہ ہر ایک ہے ہوش و حواس  
جب بنارس میں تھے تم لے مہرباں  
کہتے تھے خط لکھوں گا میں اس قدر  
سو نتیجہ اس کا یہ ظاہر ہوا  
کس قدر سچ بولتے ہیں آپ واہ  
ہم تو پہلے جانتے تھے مہرباں  
آخرش کو وہ ہی اب ظاہر ہوا  
مولوی صاحب کہاں لے مہرباں  
آپ کا جا کر کہوں ان سے پیام  
آپ سے میں نے کہا ہے بارہا  
آپ کا نوکر نہ ان کا طالب <sup>کنڈا</sup> دار

یہ گذارش کرتا ہوں بعد از سلام  
دل کو بس فرحت ہوئی وہ دیکھ کر  
رنج و غم لیکن نہیں ہوتے ہیں کم  
زندگی جس کے سبب دشوار ہے  
ایک دم میں سینکڑوں جاتے ہیں مر  
موت ہے زندوں کو گویا زندگی  
دم جو ہے گویا وہ دم ہے واپس  
زندگی کو موت کرتے ہیں قیاس  
کیسے کیسے ربط تھے باہم عیاں  
آپ گھبرا جائیے گا سربس  
اک ہینے بھر کے بعد اک خط لکھا  
صادق القول آپ ہیں بے اشتباہ  
آپ سچے ہیں بلاریب و گمان  
اور ہر اک اس بات سے ماہر ہوا  
آپ نے لکھا جو ہے یہ بے تکان <sup>کنڈا</sup>  
یعنی بعد از خیر پرسی و سلام  
بندے سے خدمت نہ ہوگی یہ ادا  
اور نہ میرا قاصد ہی کا ہے شعار



آپ پر آتے نہیں ہیں اس سے باز  
 آپ نے ان کو نہ لکھا خطِ جواب  
 ان سے جو روپیہ لیا ہے آپ نے  
 تا تقاضا وہ نہ لکھیں ناگہاں  
 ہے محض بے فائدہ یہ کانٹ چھانٹ  
 پھر نہ لکھے گا کبھی ایسے کلام  
 ہاں مگر جب تک تلافی ہو بہم  
 زیادہ اس سے کیا لکھوں میں جز سلا

واہ سے عقل و ادب اور امتیاز  
 خوب بندہ اس کا سمجھا ہے سبب  
 فکر فرمائی ہے یہ لٹنے لئے  
 عقلمندان کے کھلی کھل کے تہاں <sup>(کننا)</sup>  
 اور عبث کی ہے یہ اتنی آٹھ سات  
 تلخ تر ہو گا جواب اب ارتقام  
 خیریت اپنی کیا کیجئے رقم  
 خط یہاں سے اب ہوا اب (کننا) تمام

” از راقم بسیار محبتہا نمودند و در نفس الامر شاعر نغز گفتار نادر روزگار بودند۔ صاحب تصانیف

مجید کہنہ مشوق پر گو و خوشگو ” ورق ۲۷، ذبیح کی دو غزلیں (ورق ۳۱، وما بعد) :

دود جگر نے گنبد گردوں بنا دیا  
 اس نقد داغِ عشق کی افراط کیا ہوئی  
 کس طرح اشک چشم سے آویں لعل گوں  
 دیوانے سینکڑوں ہیں تیرے اے ریحی خصال  
 پھر دیکھا کیا کسی کو یہ خالی ہے آپ ہی  
 دیکھو ہے کیا ہی صنعت نیرنگ کردگار  
 اس انقلاب چرخ کو خدمت ملی یہ آہ  
 بخواری اسکی یاد جو آئی (تو) اشک نے  
 آئیے میں پر ہی نے سنوارا جو زلف کو  
 حیرت یہ ہے چمن میں کہ کس خوش نگاہ نے  
 ایسا ہے سرو کب کوئی باغ جہاں میں آہ  
 مسرور ایک دم نہیں پاتی اسے ذبیح

اشکوں نے آکے جوش میں محو بنا دیا  
 دل کو مرے خزینہ قاروں بنا دیا  
 ہر دم کے عشق نے تو جگر خوں بنا دیا  
 لیلیٰ نے ایک قیس کو مجنوں بنا دیا  
 گردوں کو حق نے کاسہ واڑوں بنا دیا  
 موسیٰ کسی کو کوئی فلاطوں بنا دیا  
 باموں سے دشت دشت باموں بنا دیا  
 آنکھوں کو جامِ بادہ گلگوں بنا دیا  
 دیوانہ ہم کو اور ہی افروز بنا دیا  
 نرگس کو آنکھ مار کے مفتوں بنا دیا  
 جیسا کہ قدیا کو موزوں بنا دیا  
 کیا دل کو اس کے عشق نے محروم بنا دیا



جی الجھتا ہے جو ہر دم کبھی ایسا تو نہ تھا  
سینہ کو بی ہے سدا پیٹتے ہیں روتے ہیں  
غم سے کوئی نہیں خالی ہے مہینہ اب تو  
یاد رخسار کی ہے وجہ و گرنہ دل میں  
کل کوئی چرخ کی بگڑی ہے مقرر ورنہ  
وجہ ہوگی جو ہمیں منہ نہ دکھایا اس نے  
لا سکا تاب نہ خورشید کی کس (کذا) طرح ذبیح

(۱۳) "امروز کہ سہ شنبہ بست و ہنتم... جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۲ھ... بود نواب محمد حسن خاں...

عرف منجھلے میاں توہ... میر محمد قاسم خاں... صوبہ بنگالہ کہ بزیور قابلیت ظاہر و باطن آراستہ بودند  
... انتقال فرمودند حالیا در تمام تیلیانالہ بلکہ در تمام شہر مثل آن مرحوم امیرے و رئیس زادہ باقی نمازہ افسوسا  
از آن برادر عالی تبار پسر آن مرحوم بلیاقت و شوکتش کے میتواند رسید۔" (ورق ۱)

(۱۴) خمسہ غزل تسکین (نام ندارد) بعض اشعار غزل (ورق ۲۹)

کیسا یہ بہانہ ہے کہ اصلا نہیں جاتا  
پھیلا ہے مگر اس دہن تنگ کا چرچا  
ہر روز کا یہ وعدہ فردا نہیں جاتا  
غنجوں کا جو گلشن میں چکنا نہیں جاتا

(۱۵) ایک ممدس جس کے ہر بند کے آخر میں یہ شعر جو غالباً حضرت کا ہے، آتا ہے :

جوشب کا ٹی تو دن مشکل جو دن کا ٹاٹو شب مشکل  
ترے نزدیک سب آساں مرے نزدیک سب مشکل

(۱۶) ایک نسخہ "گفتہ شیخ ذاکر علی ذاکر کہ ہمیں مرض لاحقہ راقم... قریب لمرگ (کذا) شدہ بود (کذا)

حسب گفتہ دور ویشے بمل آوردند وصحت یافتند۔ مصوع طرح بزم مشاعرہ محمد ذاکر علی ذاکر در تیلیانالہ بہکان محمد  
رضا خاں در کثرہ مقرر کردہ بودند... "ہر سرو اس چمن کا ایک آہ بے صدا ہے۔" "یار ہے گل ہے شب بہتاب  
ہے گلزار ہے۔" (ورق ۲۷)

(۱۷) ذیل میں جو نام ہیں، یہ متعل شاہزادوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جو مقیم بنارس تھے۔ (ورق ۳۳)

مرزا احمد جان عرف مرزا کبیر و جلال بہادر، میرزا العل عرف مرزا اعظم الدین بہادر، مرزا عبد اللطیف  
عرف مرزا فخر الدین بہادر، مرزا ظفر بخت عرف نظام الدین بہادر، مرزا نظام الدین عرف میرزا طہا سہیل بہادر



میرزا زین العابدین عرف میرزا فخر الدین بہادر، میرزا احسن بخت بہادر، مرزا محمد ضیاء الدین محمود بخت بہادر، عرف مرزا بلاقی بہادر، مرزا جھبود (؟) عرف مرزا عبدالرحیم بخت بہادر، مرزا احسن بخت خلف مرزا اجلال الدین اکبر عرف بڑے مرزا صاحب بہادر، مرزا عثمان بہادر۔

(۱۸) سنہ ۱۲۷۱ھ میں لامیت شاہ سے ایک نسخہ ملا ”در ویش رسول شیعہ کہ حالا... در ویشے ازین

گروہ نیست وراقم راز چہل سال عقیدت کاملہ در ایشان است و ہنگی رئیسان ہندوستان بخدمت ایشان عقیدتہا دارند۔“ ورق ۵۲

(۱۹) پہنچا حسین آباد میں بندہ جو ناگہاں	بھائی ہیں ایک میرے محمد سعید خاں
بس مقتدر ہیں اور بڑے ہی امیر ہیں	اور وہ اجارہ دار معاش فقیر ہیں
والد کا ان کے نام محمد تقی خان	دادا کے میرے بھائی چھپے تھے بگیاں
دادا کو میرے ان سے محبت کمال تھی	ربط کثیر ان سے تھا الفت کمال تھی

جا کر ہوا فرود میں ان کے مکان میں (ورق ۵۹)

(۲۰) ”... شاعر یگانہ... شیخ ہمدی بخش تسلیم و نام... والدش شیخ علی بخش دعا... کہ عمر

شریفش از کود... متجاوز گشتہ ہوش و حواس بجا ذوق سخن گوئیہا دارد... دیوان چند در عربی و فارسی

وارد وئے معلی دارد در بختی نیز می فرماید۔ چنانچہ دیوانے در ریختہا نیز دارد۔ از مولدان و سکنائے چھپرہ...

شاعری کہ ایں ہر دو غزل از... اوست شاعر نیست نازک کلام... صاحب دیوانین (کذا) متین است

در عدالت آن مقام پیشہ و کالت بلند نام است۔ چون خواجہ عسکری (کذا) کہ... از ماموے (کذا) خود

شیخ ہمدی بخش تسلیم مشق ایں فن... دارد از مولدان... عظیم آباد است بتقریب در شہر بنارس وارد

گشتہ... ایں ہر دو غزل... بدست آمدہ درج... مدائح الشعرا خواہد گردید“ ۱۵ شعبان ۱۲۷۲ھ ورق ۶۲۔

نامہ منظوم فارسی بنام تسلیم ورق ۳۲۔ اردو کا منظوم خط ورق ۴۹ و ما بعد میں ہے۔ وہ یقین ہے

کہ انھیں کے نام سے ہے۔ اس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔ (مرقومہ ارمضان سنہ ۱۲۷۲ھ)

ہوا مشتاق تا از بس یہ ہمجور	تلاقی تھی و لیکن چونکہ معذور
تو دو غزلوں کا کرنی الفور خمہ	سبیل ڈاک ہے خدمت میں بھیجا
کریں اصلاح اس کی بے توقف	نہایت مرتبہ ہو گا تملطف



ایک خمہ بیاض میں ہے ورق ۶۲، غزل تسلیم کے بعض اشعار :

دیدہ ہا جو شد از فسانہ ما      سینہا سوزد از ترانہ ما  
دست شستیم از تلاش معاش      گریہ ماست آب ودانہ ما  
دل من جلوہ گاہ مستی عشق      کعبہ تا شراب خانہ ما

(۲۱) " اسم آں شاعر رنگین خواجہ محمد عسکری است خواہر زادہ شیخ علی بخش (کذا) تسلیم نوجوان نیست

باطح سلیم برجادہ سخنوری مستقیم تلمذ از ماموے خودش بہر سیدہ بہ بے سرو سامانی بسیار وارد بنا رس گشتہ  
روز چند بیکان شیخ ذاکر علی فرودماندہ۔ بالآخر بمسائی... مشارالہ نزد ہندوئے بصیرتہ معلمی نوکر شدہ... ہر چند فہمائی  
نمودم کہ بخانہ خود برگردد چون صاحب غیرت است ہمت جوان مردانہ اش مقصی (کذا) نمی کرد... اگر چند  
دیگر اصلاح... از ماموے خودش کہ شاعر ہمدان... است میگرفت، ایں فی الجملہ خامے کہ در بختگی شمرہ کلام او  
بمصول می پوست بالماصل (کذا) چون بر روز پیش راقم میاد غزل ماموے خودش را ازین پیمانہ خمس کنانیدہ بنا بر خمس  
نمودن غزل خودش نیز متصدعہ (کذا) گشت... " (درق ۸۸، غزل ورق ۸۷ :

دید کی ہم نے در دندان و لعل یار کی      سیر کی ہے آج گویا جوہری بازار کی  
کوچہ جاناں کے شوق دید میں آئی اہل      ہوں وہ بلبل رہ گئی حسرت مجھے گلزار کی  
شوق نظارہ میں وا آنکھیں ہیں مرقدین مگ      بعد مردن بھی مجھے حسرت رہی دیدار کی  
جس کا جوہر ہو گیا زائل وہ بے قیمت ہوا      جب تلک ہے کاٹ تبتک قدر ہے تلوار کی  
نہند مرقد میں نہ آئی حسرت تک بھی مجھ کو آہ      جب صدا پہنچی ترے غلغلی ال کی جھنکار کی  
جس نے دیکھا ہو گیا وہ قتل بے شمشیر کے      میں ترالے طرز لے قاتل تری شمشیر کے  
نوح کا طوفاں لیا پور وڈوں گراگ پل کبھی      رشک میں آنکھیں ہماری ابر دریا بار کی  
ہم نفس میں بیٹھے دیتے ہیں دعا صیاد کو      ہم صفیروں کو مبارک سیر ہو گلزار کی  
زیست کرتے ہیں ہو پنی کے فرقت میں سلا      یاد اپنے دل کو رہتی ہے کسی میخوار کی  
خرمن دل پر ہائے دید کرتے ہی گری      برق اس خورشید رو کے جلوہ رخسار کی  
ہے عجب طوف عرم ہند و بھی بکرنے لگے      گرد عارض کے رہا کرتی ہیں زلفیں یار کی  
اس قدر اس سنگدل کا میں ہوں محو انتظار      نکلکی سے آنکھ پتھرائی ہے مجھ بیمار کی



داغ دل پر نو خطوں کے عشق میں ہے جو صبا چاہیے پی لگانا مرہم رنگار کی

ورق ۹۴ (مکتوب "بتام شیخ صاحب") میں ان کے متعلق مرقوم ہے:

کہ خواجہ عسکری صاحب جو یاں آئے انھوں نے لطف اس عاصی پر فرمائے

نہایت وہ جوان خوب تر ہیں نہایت منسکر ہیں باہنر ہیں

ہیں فن شاعری سے خوب آگاہ سخن روشن ہے ان کا مہر سے تامہ

بہت طباع ہیں اور شاعر خوب کلام ان کا ہے بس ہر اک کو مرغوب

وہ بندہ خانے میں رہتے ہیں ہردم مرے وہ دوست ہیں اور یار و ہدم

رہا کرتی ہے ہردم ان سے صحبت مودت ان دنوں میں ہے نہایت

ایک فتویٰ میں حضرت عائشہ کا خواب بیان کیا ہے جس میں انھیں بتایا گیا تھا کہ امام حسن اور امام حسین

کے قتل میں علی الترتیب معاویہ و زید کا ہاتھ ہوگا۔ یہ روایت انھیں شاعر زین کثرت ہے ملی تھی بعض اشعار میں۔

اگرچہ جھوٹ کہا عائشہ نے اے یارو طپاچہ منہ پہ ہزاروں ہی اسکے اب مارو

صحیح اور کہا ہے تو ہے وہ صدیق ضرور بنت ابو بکر کو کہو سچا

ہیں دوست میرے جو اک خواجہ عسکری احمد حدیث پہنچی ہے ان سے مجھے یہ بے رد و کد ورق ۴۹

ورق ۹۱ میں ہے "نسوز آتشک از مجربات اخوی حکیم ابوالحسن... سلمہ کہ بنا بر خواجہ عسکری احمد

عظیم آبادی نوشتہ بودند "صبا کا نام مؤلف نے مختلف طور پر لکھا ہے۔

(۲۲) "اسمش طکا (کذا) طبعش پیشتر ازین فن... آشنائی نداشت لکن از فیوض صحبت میر

مشرف علی... جو ہر کھول میں جو ہر زواہر مشرف گشت۔ از متولدان و متوطنان عظیم آباد" زمانہ تحریر نہیں

بتایا لیکن اس کے بعد ۲۶ رمضان سنہ ۱۲۷۶ھ کی لکھی ہوئی عبارت۔ اشعار طکا:

یہ طور یار نے سیکھا ہے یوفانی کا کہ نام تک نہیں لیتا ہے آشنائی کا

پھر میں وادی پر خوار میں صبا کی روشنی خیال بھی نہیں آیا برہنہ پائی کا

رجوع کیوں نہ ہوں شیخ و برہنہ اک بت خدائیں ہے یہ لبر ہے اک خدائی کا

قبر میں نور نہیں یار کی جبین سے سوا شفق میں رنگ نہیں اس کف خانی کا

۱۔ حضرت عائشہ کی شان میں یہ الفاظ استعمال نہ کرنی تھی۔ حدیث وضعی ہے۔



مقابلہ کرے کیا عندلیب لے ملکا  
چمن میں شور ہے تیری غزل سرائی کا  
گلگشت چمن میں بھی مرا جی نہیں لگتا  
چاہے کہ کسی جا پہ لگا جی لگتا  
" ملکا " نہیں بلکہ " ملکہ " ہو گا اور یہ کوئی طوائف ہو گی۔ سنہ ۱۵۷۷ء سے پیشتر کی بہت کم بہاری عورتوں کا کلام ملتا ہے۔

(۲۳) غزل مشاعرہ ذاکر علی (تیلیانالہ) کا ایک شعر از ہجور ورق ۳۹:

کب نصاریٰ کے اکھاڑے سے یہ لکھڑا بیجا؟  
اب نشاں آل محمد کا ہی قائم ہو گا

قائم قافیہ مرہم غم وغیرہ کا آیا ہے اور یہ عجیب ہے۔ غزل طرح تیلیانالہ ورق ۴۲۔

(۲۴) " حکیم احمد شاہ خان ... از باشندگان اطراف لکھنؤ کہ در لکھنؤ علم طب خواندہ بودند

در بنارس آمدہ نزد احمقان بنارس فلاطون زمانہ مشہور نمودند و پیش رئیسان اینجارسا پہا پیدا کردہ ...  
وماغ خود با آسمان چہارم رسانیدند " ورق ۲۱۔

(۲۵) رباعی از ہجور:

خدا کے گھر میں تولد پدر کا جس کے ہو آہ  
اٹھاویں تعزیر مسجد سے اس کے بیٹے کا وہ  
ٹریں نہ ان سے جو مردود مسجدیں تر و اوٹیں  
خدا کا قہر ہے اس کلمہ گو سے پر واللہ (ورق ۵۲)

(۲۶) مثنوی مصرع ۱ " پس از حمد خدا نعت پیمبر " یہ چالیس حدیثوں کا ترجمہ ہے:

محدث ایک ہیں عالم رابت  
ہیں شاہ عبداللہ کر کے وہ مخاطب  
محدث ہیں وہ بس دہلی میں رہتے  
حدیث و عظیم ہیں ہر جا یہ کہتے  
نہیں ہے ہند میں کوئی مثل ان کا  
ابو طاہر تھے ان کے باپ فاضل  
محدث تھا نہ ان کا کوئی مقابل

یہ احادیث وہی باسناد بیان کرتے تھے۔ ہجور کا قول ہے کہ ۱۸۰ اشعار ہیں لیکن دراصل ۲۱۸ ہیں

مثنوی ۲۹ محرم سنہ ۱۲۷۰ھ کی لکھی ہوئی ہے۔ ورق ۷۷ تا ۸۴۔

(۲۷) رسالہ نادر "چوں محراں کارداں ... کو اکسر (کذا) لغات و اصطلاحات عربی و فارسی

و ہندی میں تردد واقع ہوتا تھا۔ لہذا راقم ... نے بسی تمام وہ الفاظ اقتباس کر کے اس (کذا) اوراق میں  
مرسم کئے " نمونہ الفاظ: ہڈانس و ہم زلف سار و صو جفل ستر، سفری زن چپٹ باز، پایا خلیفہ ملصاری  
یعنی پادری، شاخسانہ موند پیرا، دزوک (کذا) دان دہیز پرنس، ٹوپی انگریزی، اس رسالے میں بقول ہجور



توریت سے لے کر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و ائمہ دیگر (تا امام ہدی) کے نام لکھے ہیں، مجاہدی لاد کی  
سنہ ۱۲۷۲ میں ختم ہوا۔ (ورق ۶۶ تا ۷۳)

(۲۸) "نقل تعویذ و فلیتہ کہ میر غلام حسین... خالوے... امین الدولہ مرحوم دادہ بودند"

ورق ۱، امین الدولہ علی ابراہیم خان کا خطاب تھا، مگر اس جگہ نام نہیں۔

(۲۹) مزدوری (مزدوری ۹) ورق ۱۳۔ تاکو (تغیاکو) والہ (کذا) یوتام (تام) حلوا سوہان

۲۴، جوتہ (جوتا) ۵۷، لیں کلاٹ ۵۸، جٹ سیاہ، نیلو۔ تھان پلن ۹، یگرنگہ سرخ، ساٹھن، ٹول اودہ

(اودا)، تشری، گیلاس، لالٹین، پاتیلہ، کھڑکھڑکیہ (کھڑکھڑیا) ۸۳، گرگڑی، تھان سوسی، مرہ

سیدب (کذا) چپ و ٹول ۹۸، رقومات ۱۰۰، تھان ڈوریہ (کذا) ۵۸، جازم (کذا)، لیادہ بنات

افشانی، فالسانی، ٹوا آہتی ڈبیہ (کذا) ویفر، اچاری۔

●● (نوائے ان سبے بمبئی، جنوری ۱۹۶۰ء)



قاضی عبد الودود بیگ  
قادیان (پنجاب) اور لاہور (پنجاب) میں مقیم رہے۔  
پندرہ برس تک قادیان میں قاضی رہے۔  
پندرہ برس تک لاہور میں قاضی رہے۔  
پندرہ برس تک قادیان میں قاضی رہے۔  
پندرہ برس تک لاہور میں قاضی رہے۔

### بیاض عنایت حسین خان مہجوز بنارسی

عنایت حسین خان کا سال ولادت «بہار یونان دولت آمد» سے معلوم ہونا ہے (بیاض ورق ۲۷)۔ ان کا بیان ہے کہ اس سے ۱۲۰۲ نکلتا ہے، لیکن دراصل ۱۲۱۲ منسخرج ہونا ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ ۱۲۷۲ھ کی ۱۴ ربیع الثانی کو لکھتے ہیں کہ ایک حشاش سے میری عمر کا شاوٹواں اور دوسرے سے چھپتواں برس ہے۔ (ورق ۲۷)

اپنے بزرگوں کے بارگاہ میں <sup>انہوں</sup> نے «شیخ صاحب» کو بتایا ہے :  
بنارس کی تھی حاکم اسکے دادا بعد شان و شوکت حکم جوہا ورق ۴۹  
ہوئے والڈ مرے بعد ان کو حاکم رہے برسوں ہی اس عہدے پر قائم  
دادا سے علی ابراہیم خاں، خلیل مصنف گزار ابراہیم وغیرہ (متوفی ۱۳۰۸ د)  
اور والد سے نصیر الدین علی خان دختر زادہ یوسف علی خان مرشد آبادی صاحب  
تذکرۃ الشعرا وغیرہ مراد ہیں، اپنے بھائیوں کے متعلق ان کا قول ہے :

حقیقی تھے ہم تین بھائی غریب مگر مبتلا ہی ہم بیستہ ورق ۱۱ منیصیب  
علی محمد تھا منجھلے کا نام غلام علی چھوٹا تھا ~~میر نیک نام~~  
بڑا سب گئے ہے یہ عنایت حسین زمانے کے ہاتھوں سے بارہ تہ چین  
بدر ایک تھا اور مادر تھی ایک عداوت نہایت ہے اس میں لک  
وہ ہتھے میں رہتی تھی چھوٹے اجی بنارس کے ساکن تھے وہ اوسطی  
جل و پنج سالہ تھے وہ شیش شاہ حد <sup>لنگے دل</sup> اس سے زیاد  
نشاہ حد کا تھا پر یہ حفر تھو چھوٹوں کا چھوٹا یہ تھا گو کریہ

علی محمد سنہ ۷۱ھ میں بتاریخ ۲۲ شعبان فوت ہوئے اور جہاں ان کے باپ دادا کی  
قدس تھیں مدفون ہوئے (ورق ۱۱ و ۱۲)۔ ان کے متعلق ورق ۵۲ میں لکھا ہے  
کہ ان کی شادی دختر مرزا نعل مرجم سے ہوئی تھی اور اس سبب سے بیٹا نکال

۱۔ پخت مر خان کو میری شہنائی اور اس کا تعلق ہے



میں مقیم تھے۔ ورق ۱۲ میں ہے کہ «بی بی کے دشمن» تھے ورق ۶۵ میں بھائی کے وارثوں کی شکایت کی ہے:

جو وارث ہیں ہمدرد بھائی ہی کے وہ گاہنک (کذا) ہیں ہمدرد آہ جی کے

نہ دے خالق کسی کو ایسے وارث کہ ہے ایک ایک ان میں شر و حارث

کی اس شہر میں ہے مجھ کو بد نام شائے ہیں مجھے ہر صبح نور شام

بیض میں عنایت حسین خاں کی ایک بیٹی امام باندی کا ذکر ہے جس کی شادی بقدر علی خلف «بمبئی نندوہ مرحوم» سے ہوئی تھی۔ اس کے بیٹے کا نام آصف علی مرزا احمد علی میر زکینا گیا، ولادت ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۲، ورق ۶۵، لیکن ورق ۲۷ میں احمد کی جگہ محمد، پھر وہ نام مطابق قرآن، پنڈت نے «پترا» دیکھ کر طالب علی مرزا نام نکالا، پکارنے کا نام نئے مرزا تھا، تاریخی نام نہیں دیا، اس کی کہ وہ گئی، ورق ۴۹ میں اپنی تحصیل عم اور تصانیف کے برکے میں رقمطراز ہیں:

فرغ حاصل ہوا تحصیل سے جب ہوا زوق (کذا) طہت بندے کو تب

سیدی اور تغیبی نور تانوں کتابیں سب پڑھیں از بعض قیوم (کذا)

ہوا پھر شعر گوپی کا وہ کچھ شوق کہ جملہ زوق پر اس کو ہوا فوق

کہے تا آنکہ دو ہنر کے نے دیدہ ہم پہنچا مخمور گوپی کا سامان

لکھا پیر اک مجاہد مشوی کا کہ لکھی مشوی ہیں اس میں صد ہنر

ہوا سو مشوی ہے اس میں مرقوم کہ ان کا حال ہو دیکھی سے معلوم

لکھا اک تذکرہ ہے شاعروں کا خود اس کے طرز کا موجد ہے بندہ

کلام و شعر کو ہر ایک کے بس مثلث اور مربع اور خمس

کیا اس تذکرے میں میں نے داخل ہوا یہ طرز تازہ تر ہے۔ حاصل

لکھا ہندکے نے زاد الاخریت ہے حدیث و نص قرآن کے مطابق

لکھا انسانہ اک رنگین بصد طول بلا رشک اس سے میری مغفرت ہے

ہوا اہل طبائع کے وہ مقبول

ورق ۱۶ میں ہے کہ پیر صفر سنہ ۱۲۷۱ھ میں حسین آباد (آباد کردہ فرجدم .. ملا

میر) آگئے تھے۔ یہ زمانہ فدا علی خان کا تھا، ورق ۴۴ میں شاکھی ہیں کہ «اخوی

فدا علی خاں کہ امیر کبیر اند باوجود دولت لکھو کہنہ روپیہ .. بجز زین نسخہ براتم

کہ بدولت جد ماست چیز دیگر عنایت فرمودند»۔ فدا علی خاں قسم علی خاں برادر

علی ابراہیم خاں کے بچہ مادی -



علی ابراہیم خاں کے ہوتے تو ایک نظم میں سفر شیخپورہ (ضلع مونگیر، قریب حسین آباد) میں جو تکلیف ہوئی اس کا ذکر ہے؛ اس کی بیت اول یہ ہے:

وہ کون راہ شیخپورہ کی جو راہ ہے دوزخ کی راہ ہے وہ جہنم کی راہ ہے

ایک اردو خط میں جس کا آغاز یوں ہوتا ہے "بغرض بندگان جناب عالی

متعالی خداوند نعمت سلامت" لکھا ہے کہ خرچ زیادہ اور آمدنی کم ہے ("مداخلہ قلیل ہے" گذا)۔ اس میں استدعا کی ہے کہ ۲۵ روپے ملیں۔ ان کی کچھ جائیداد

ضلع پٹنہ میں تھی، جو "بھائی محمد سعید خاں و مسماۃ صلیت ان" کے یہاں ٹھیکہ

تھی، قسط پھاگن و چیت سنہ ۱۲۶۲ھ کی بابت ۵۲ روپے انہیں ملے تھے۔ ورق ۱

اور سچک بھئی باقسط وصولی کا ذکر ہے، قریب ہے کہ اس ذریعے سے کل آمدنی

سالانہ دو سو روپے یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض اوقات زیور وغیرہ رہن رکھنا

پڑتا تھا ورق ۱۰۔ ایک عزل کا مطلع ثانی ہے (ورق ۸۹)

نہ وہ دولت نہ وہ حشمت نہ وہ فرط تجلی ہے چراغ اس گھر کا اپنی دلچسپی پر کھینچا ہے

~~چراغ اس گھر کا ہے بی بی سبکدلی ہے~~

بیاض میں جا بچھا خرابی صحت کی شکایت ہے اور نیک - گمہ لکھا ہے کہ ۱۸ برس

سے سانچر میں مبتلا ہوں۔

عنایت حسین خاں کا تخلص "مہجور" اور خطاب "اقبل الذولہ" تھا ("راقہ آئہ نواب

عنایت حسین خاں بیدار المتخلص بہ مہجور" ورق ۷۳)۔ ان کے عربی اشعار سلطان القاصر

میں محدود ہیں، اور اردو و فارسی اشعار بیاض میں موجود ہیں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ سلطان القاصر

میں ۵ دواوین کا ذکر ہے۔ اس کتاب پر میرا مقالہ "غیب" "جکل" میں شائع ہونے والا ہے۔

(عین قریب)

سنہ ۱۲۷۸ھ تک مہجور کے زندہ رہنے کا ثبوت موجود ہے۔ بیاض میں انکی ان کی

واندہ کا سال وفات بہت صلیف طور پر ۱۲۷۱ھ مرقوم ہے ورق ۵۶ لیکن قضیہ تاریخ

میں جو مادہ ہے وہ سنہ ۱۲۶۳ھ پر مشتمل ہے۔ نیت آخر یہ ہے:

ز بانف مہجور آمد ندا بہر آمد خود از طفیل بتول

قاعدگی کے مطابق "بہر آمد" نہیں، "بیامد" ہوتا چنکے اور اس صورت میں

۱۲۶۸ مستخرج ہوا۔

بیاض مہجور (۱۰۰ ورق) "علی خان لائبریری" حسین آباد سے ادارہ تحقیقات

اردو پٹنہ کی ادبی نمائش کے لیے مستعار آئی ہے۔ ورق ۵۸ میں بہت سی چیزوں کی

۵۲  
۶۳  
۸  
۱۲۹ = ۶۳  
۴۳۸



فہرست ہے۔ اس میں «لحاف چہنٹ در حین آباد مع شہ۔ وعیرہ ۱/۸» اور یہ  
آریاض ہے۔ اس میں سنہ ۷۸۰ تک کے مندرجات ہیں۔

(۱) خط بنام مہاراجہ (بنارس) میں لکھا ہے کہ مہاراجہ پیت سنگھ کے  
زہنچو سے دونوں خاندانوں میں برابری «رابطہ ایجاد و وداد» چلا آتا ہے ورق ۴۔

(۲) کسی شخص کا حال تذکرے میں اس طرح لکھا تھا کہ اس کی ناراضی کل  
باعث ہوا، منظوم خط میں معذرت کی ہے۔ ورق ۶

(۳) غزل در جواب میر؟ مصرع لے «یہ ولوہ (کذا) جواب ہیں اور جوش۔

ستیاں ہیں» «ستیاں» (صفت) «انکھیں تڑکتیاں» ورق ۲

(۴) مثنوی ۱۴۷ آیات «لکھیں کیا رنگ نیرنگ جہاں کا، کسی کو یاں نہیں بارا

سپاہ کا» ایک سپاہی کی «جو رو» خوبصورت تھی اور وہ اس سے محبت کرتا تھا،  
مگر فکر معیشت نہ تھی اور بری طرح گزرتی تھی۔ یہی نے شوہر کو یقین دلایا کہ میں  
باعتصمت ہوں۔ بدگمانی نہ کرو اور گھر سے باہر نکل کر کچھ حاصل کرو، سپاہی  
«براہ طعن» بولا

مگر جب جانوں میں تجھ کو اے مہرے کرے سامان شاہی جمع یاں تو

سوا اس کے ہو بیٹا ایک پییدا کہ جس کے حسن پر یوسف ہو شیدا

نہ دیکھو رنگا اگر میں آکے یہ طور تو تجھ کو قتل کر ڈالونگا فی الفور

عورت نے جواب دیا کہ خدا کی قدرت کے باپ کے بغیر بھی بیٹا پیدا ہوتا ہے

سپاہی روانہ ہو گیا اور اس کی بیچھے میں ایک متمول سوداگر اس عورت پر عاشق

ہوا۔ اور ایک مشاطہ کے ذریعے اپنا حال کہوا بھیجا۔ اس عورت نے کہا کہ میری

«چند شرطیں» ہیں، پہلے ایک «ملوکانہ» مکان بناؤ، جہاں بالکل شابانہ سامان ہو،

ڈیوڑھی پر بہت سے نوکر ہوں، بہت سی کنیزیں اور خواجہ سرا میری خدمت کو حاضر

ریں۔ اصطبل گھوڑوں اور فیلخانہ ہاتھیوں سے بھرا ہوا ہو۔ یہ سب ہو گیا تو عورت نے

یہ کہوا بھیجا کہ:

ہے تیرے پاس جو کچھ دولت و مال وہ میرے پاس سب بھجوا دے فی الحال

اسی پر مثنوی ختم، صریحاً اقصیٰ الآخر۔ بعض مصنفین نے ملاحظہ ہوں: ہوا جب ان کا

حال از بس کہ تغیر بہم پہنچا رکھے تو پادشاہت، بلاتیں اس نے تب مشاطہ چند،

کہ ہو احوال قدما کے موافق، جو اہل روزگار ہوتے ہیں انسان، جوش آتی ہے جنہوں



کو سرفروشی، املاء، بکرت = بکثرت، چہرہ = چہرہ؛ طابع = تابع۔  
 (۵) «... میر نواب عرف محمد حسین خاں... سلگہ... نوہ ( = نوابہ )  
 نواب عالیجاہ میر محمد قاسم خاں... صوبہ بنگال... مولد انیس شاعر سخن رس...  
 محمد آباد، بنارس، در فارسی دستگاہ وافق دارد و در نظم اشعار مشہور، مولد و منشا والد  
 بزرگوارش... اصفہان... پر چند کہ ازین اخلصرشد بچند نوع قرابت پیوند (کذا) اخلصرشد  
 است لکن نہ باین سرشت محمد اوصافش مینگارم بل امر حقہ را بروے کار میارم۔  
 گو از تلمیذ (کذا) مکرم علی خاں مکرم کہ در ہمیں ردیف میم ذکرش ترقیم یافتہ،  
 مشق دارد فاما ترجیح صحیح بلا مرجح بر استاد دارد» ایک غزل کا خمس، اس میں  
 تخلص نہیں، ایضاً اشعار غزل:

ہم میں عشق کسب سے پہ پتھر پیدا ہوا عشق اپنے دل میں بے فیض پتھر پیدا ہوا  
 میں وہ بجنوں ہوں تری دولت سے اے لیلے حسن، بید کو بھی میری نے سر خد پتھر پیدا ہوا  
 پیدا کی ہیں میری سے خد پتھر پیدا ہوا

مخمس کے بعد دو مثلاً ظاہراً محمد حسین خاں کے اشعار کی تضمین:  
 کام کرتا ہے بڑا بہ کہیں مہجور نہ ہو مہربان دیکھو رقیوں پہ یہ مشہور نہ ہو  
 ان دنوں دیکھی ہو تم پر سر کہیں ڈرتے میں  
 نکلا ہم یہ مضمون جن کر لاکھ مضمون سے صبا ناقہ ہے نیرا تیز رو مشہور بجنوں سے  
 کہ کہ اب لیلی کے نائقے پر نواب لیلی محمل ہے (کذا)  
 مصرع ۲ میں مشہور کے بعد «کہہ دینا ہے» ہوں ہے۔

(مکتبہ دارالکتاب  
 چاندنی)

مولانا

(۶) «رقمہ بخدمت میر نواب... مولانا کہ از مہنگو (کلمہ) بسبب قرابت خویش  
 از آغا میر سبواگر کہ بعد مردنش بنا بر حصول ترکہ بقاء محرم سنہ ۱۲۷۲ ہجریہ تشریف  
 آوردہ بودند بندہ دعوت شاہ کردہ بود»۔

۱۔ دو منظوم خط، مولانا کا ایک سلام «اے بھری گیا سر سرور کہاں کہیں نالغ»  
 ورق ۳۴، اور ایک دوسرے سلام «اے سلامی دیکھو، کر اے روے اکبر جانندی»  
 نالغ، کا خمس ورق ۴۱۔

(۷) ایک منظوم خط بنام «مرزا صاحب» ورق ۳۳ میں اشعار ذیل متعلق اودہ:

بادشاہ (کذا) کو تخت جلدی ہونصیب دفع بوئیں جلد اعدا نا شکیب

کلی ہند وستان (کذا) پہ ہو اہم کا عمل مارے جاویں اسکے دشمن ہے اجل

اس کا

اس کا



نکتہ پھر جسنر آباد ہو **جلال شتر** اس ڈرامہ و پیر باد ہو  
 دفعہ ثانی ہے لسا بندوستان از نصاری منک در ہندوستان (کذا)  
 شیعہ ہے یا رب جویم شاہ اودھ تخت و تاج ایک ملو ہے رذو کد **اسی کو**  
 (۸) «نواب جعفر حسن خوں» فیض کی غزل کا بخش، تاریخ ۱۳ ربیع الثانی

سنہ ۵۷۲ (ورق ۲۷ وما بعد)۔

رات تک پری سے آ لے گئی جی کو  
 کب رات تیرے کوچہ گیا میں بس تھی  
 تک عمر گرفتار رہے چناد ذوق میں  
 وہ خاک میں یکساں کر کے کوچہ میں کھڑا تھا  
 جو دیکھتے ہی باتوں میں ہوا میں سمعہ ن گوش  
 اب پانچ کس رنگ سے آتے ہی نہیں ہے  
 ہے چمک مرے پر میں گہبان تحمل  
 نہ سہر میں لگتا نہیں کیا جائے ہوا کیا  
 ہے سین لکڑی شک و ز دم سرد بہ عالم  
 محبوب نگہ کا پیرا دیوانہ مرا دل  
 تہا لیس تنہا یہ وہ گریاں کئی دن  
 دزد بڑہ لگے کر کے چرایا ہیں **چنگل**  
 ہم دیکھتے ہیں بھس بھجوں دو دو پھر گم  
 (۹) «نصیم آباد کے صاحب جج کا چو والقبیل صاحب نام ہے تو ایک شخص نے  
 بچہ سے کہا کہ اس انگریز کا سجع کہیے۔ میں نے کہا کہ ان کا سجع تو سجا سجا بنا  
 ہے۔ . . نشاط لطیفہ (کذا) والقبیل جیقہ» میر حیات حسین وکیل نے کہا، میر سجع  
 کہرویکر کیسے میں ہے کہم «حیات حسین پر لعنت بزیل پر»

(۱۰) مہمل اشعار بعنوان «لہ» اس سے قبل حود مہجور کے اشعار ورق ۵۷ :  
 جاوہر گر فیس سے آوارہ حوض دربا میں  
 نہ ٹوہرے ایک جگہ کو جہاں جہاں نہ رہے  
 نہ ٹوہرے دشت میں اور طرف بوستوں نہ رہے  
 کوئی شنوا نہ ہوا سوختہ جن سوکھ گئی  
 پھولیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں  
 صا کو خند ہے کہ بلبل کی آشیانہ نہ رہے  
 صبا کو خند ہے کہ بابل کا آشیانہ نہ رہے  
 چیتختے چیتختے بلبل کی زبان سوکھ گئی



یہ دیکھو اشک کے رومال سے باندھا ہے دریا کو تماشا ہے کہ ہم نے بال سے باندھا ہے دریا کو کون وہ رویا ہے آوارہ وطن دریا میں بہ گئے خاک کے سوتوں کے کفن دریا میں خالق ارض و سما ہے لاکھ زنجیروں کے بیچ۔

(۱۱) « افلاطون ثانی و مسیح زمانی حکیم مولیٰ بخش . . . در فن سخن گوئی از اقران زمان گوئی سبقت زبود، قصہ چہرہ مولد، شاگرد رشید شیخ امام بخش (کذا) راسخ و شیخ . . . از ارشد تلامذہ . . . میر است . چوں خواجہ عسکری احمد کہ از متولد از بلوچ و ساکنان قصہ مذکور . . . در بنارس آمدند . . . غزل این شاعر . . . را کہ خود . . . بخش فرمودہ بودند خواندند . . . » اس کے بعد مثلث مہجور، بعض اشعار غزل، مقطع میں تخلص رضا:

بہوش ہو رہا ہے وہ عہد شباب سے  
بے نشہ حسن کا کہیں دونا شراب سے  
بے نور جہان سے کو کیا آوے پر نے  
شرمندہ آفتاب ہوا مانتا ہے  
محروم دید سے نہیں ہوتے ہیں سنگدل  
معلوم ہو گیا ہے یہ چشم حجاب سے  
ظاہر ہوئی ہے یا یہ کون آفتاب سے  
چہرے پہ بار کے ہم زواں تار اشک ہے  
یہ آگ وہ نہیں کہے جو بچھتی ہے آب سے  
روئے میں بھی نہ آتش دل کم ہوئی زری  
دل ہو گیا کدب ہرں کے کساں سے  
خوش چشموں کے یہ عشق ہے جھوٹا خوار کو  
پھر گز خیال شعر نہیں کہ ہے خوب سے  
کس کس جگہ بہ روح مری جا کے پھرتی ہے  
میں اس کو چھوڑتا نہیں اور وہ رقیب کو  
یارب رضا کو توہی چوڑا اش فشار سے

« فشار » کی جگہ « عذاب » ہوگا (ورق ) مکتوب بنام « شیعہ صاحب » (تنبیہ) میں بھی ان کے متعلق اشعار ہیں جن کی بہت تعریف ہے اور یہ استدعا کہ ان کی غزل کا جو «خمہ» (مثلث کا ذکر نہیں) جا رہا ہے، وہ انہیں «مرسولہ کریں» ورق ۴۹۔

(۱۲) مرزا امان علی خان (ورق ۲۵ میں اضافہ بیگ، ورق ۱ وغیرہ میں مرزا

امان علی) ذبیح ابن مرزا امان علی خان ابن مرزا یوسف علی خاں ابن مرزا علی محمد خان اصفہانی کہ بحضور . . . شاہ . . . عاصمہ صفوی پھدہ خوشنویس بنکسہ سنجانی سرداری سیر فراز بودند۔ مولد و منشا شاعر موصوف . . . اکبر آباد است، بمروزر دہپور یہ بظہیم آباد آمدہ سکونت ورزید و بنخانہ یکے از امرایان آنجا کہ خدائی نہ بودہ۔ و در لکھنؤ رفتہ بہ تلامذہ کی (کذا) میر . . . بلند آوازہ گردید۔ چون درس بک ہزار و دو صد و دو ہجری بہ محبت سید قاسم علی پسر میر ظہیر اللہ مرحومہ نگر سینہ عظیم آباد

ذکر نویسی



در بنارس آمدند از راقم اتحاد کثیر . . . روداد « ورق ۷۵ و ۷۶ . . . ورق ۹۰ و ۹۱ میں ہے » غزل شرح مشاعرہ . . . ذیح بیبہ تو چند ماہ رجب سنہ ۱۲۷۲ . . . کہ ہمراہ سید قاسم علی خان پسر دیوانہ و بکار خود فرزانه میر عبد اللہ مرحوم . . . در بنارس آمدہ بودند، و بعد چہار ماہ بعد دیدن میلہ (کذا) منگل کہ در تمام ہندوستان شش میلہ نمیشود باز بحظیم آبار رفتند از تلمینہ . . . میر خود را ہر میگفتند شاعر کہنہ کمال صلہ بودند . . .

ورق ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتاریخ ۴ شعبان سنہ ۷۲ روانہ پٹنہ ہوئے تھے۔ ورق ۹۲ میں ہے کہ حج پٹنہ کے محنت مغلوبہ میں « متعل بل سید راجہ زیر درخت بڑ برنالا (کذا) عقب مکان نواب سیدی علی خاں مرحوم » رہا کرتے تھے۔ ان کے خط کا منظوم جواب مرقومہ ۱۲ رمضان سنہ ۷۲ء (ورق ۲۱)۔

مرزا صاحب مشفق عالی مقام یہ گزارش کرتا ہوں بعد از سلام  
آپ کا مکتوب پہنچا ڈاک پر دل کو بس فرحت ہوئی وہ دیکھ کر  
اللہ کے الحمد اب تلک زندہ ہیں ہم رنج و غم نیکن نہیں ہوئے ہیں کم  
مرض مزمن درجہ ہی آزار ہے زندگی جس کے سبب دشوار ہے  
نسخہ نخستہ اور ہے ان روزوں ویاہہ سختی ایک دم میں سبکڑوں جاتے ہیں مر  
دھوم ان روزوں ہے پر سو موت کی موت ہے زندوں کو گویا زندگن  
ایک دم کا ہوں بیروسا اب نیر دم جو ہے گویا وہ دم ہے واپس  
بائنہ پر ایک ہے بوش و حواس زندگی کو موت کرتے ہیں قیاس  
جب بنارس میں تھے تم اے مہرباں کیے کیے ربط تھے بہم عیال  
کہنی تھے خط نکہونگا میں اس قدر آپ گویا جانیکی لا سرلیہ  
و نتیجہ اس کا صبح ظاہر ہوا اک مینے بھر کے بعد اک خط لکھا  
کس قدر سچ بولتے ہیں آپ واہ صادق گفتقول آپ ہیں بے اشتاہ  
ہم تو پلے جاتے تھی مہربن آپ سچے ہیں بلا رب و گمان  
آخرش کو وہ ہی اب ظاہر ہوا اور پر اک اس بات سے ماہر ہوا  
مواہی صاحب کہاں اے مہربان آپ نے لکھا جو ہے یہ بے تکان (کنٹا)  
آپ کا جاگر کہوں ان سے پیام یعنی بعد از خیر پرسی و سلام  
آپ سے میں نے کہا ہے بارہا بندگے سے خدمت نہ ہوگی ہم ادا



آپ کا نوکر نہ ان کا طابعدار (کذا) اور نہ میرا قاصدی کا ہے شعار  
 آپ پر آتے نہیں ہیں اس سے باز واہ رے عقل و ادب اور امتیاز  
 آپ نے ان کو نہ لکھا خط جو اب خوب بندہ اس کا سمجھو ہے سب  
 ان سے جو رویہ لا ہے آپ نے فکر فرمائی ہے یہ اتنی بچے  
 تا تقاضا وہ لکھیں تاگیاں عقلمند اب کے کوئی کھل کے تھاں (کذا)  
 ہے محض بے فائدہ یہ کانٹہ چوانٹ اور عبث کی ہے یہ اتنی آنت  
 پھر نہ لکھیگا کبھی ایسے کلام تلخ و تر ہوگا جواب اب ارتقام  
 پاں مگر جب تک تلافی ہو بہم خیریت اپنی کیا کیجے رقم  
 زیادہ اس سے کیا لکھوں میں جز سلام خط یہاں سے اب ہوا ہے اب (کذا) تمام

« از راقم بیار مجتہا نمودند و در نفس الامر شعر نغز گفتار نادر روزگار بودند.

تم صاحب تصانیف مجلہ کہنہ مشق پرگو و خوشگبو « ورق ۲۷، ذیح کی دو غزلیں  
 (ورق ۷۳ و ما بعد):

دود جگر نے گنبد گردوں بنا دیا اشکوں سے آکے جوش میں جیحوں بنا دیا  
 اس نقد داغ عشق کی افراط کیا کہوں دز کو مرے حزیںہ قاریوں بنا دیا  
 کس طرح کس طرح اشک چشم سے آویں نہ لعلیگوں پردہ کے عشق نے تو جگر خوں بنا دیا  
 دیوانے سینکڑوں ہیں ترکے اے پری خصال لیلیٰ سے بیک نیر کو محنوں بنا دیا  
 پور لہکا کیا کسی کو بیخ خالی ہے آپ ہی گردہوں کو حق نے کاسہ واڑوں بنا دیا  
 دیکھو ہے کیا ہی صنعت بیرنگ کردگار موسیٰ کسی کو کوئی فلاطوں بنا دیا  
 اس انقلاب چرخ کو خدمت ملی بہ آہ باموں سے دشت دشت سے باموں بنا دیا  
 میخواری اسکی باد جو آئی (تو) اشک نے آنکھوں کو جام بادہ گلگوں بنا دیا  
 آہیتے میں پری نے سنوارا جو زلف کو دیوانہ ہم کو اور ہی نازوں بنا دیا  
 حیرت یہ ہے چمن میں کہ (کس) خوشگاہ نے نرگس کو آنکھ مار کے مفتوں بنا دیا  
 ایسا ہے سرو کب کوئی باغ جہاں میں آہ جیا کہ فد یاز کو موزوں بنا دیا  
 سرور ایک دم نہیں ہلکا اسے ذیح کیا دل کو اس کے عشق نے محزوں بنا دیا  
 جی الجھتا ہے جو پر دم کبھی ایسا تو نہ تھا یاد آتا ہے مجھے غم کبھی ایسا تو نہ تھا  
 کینہ کوئی ہے سدایشے ہیں روٹیوں ہیں جو کہ اب دل کا ہے عالم کبھی ایسا تو نہ تھا  
 غم سے کوئی نہیں خالی ہے میٹا اب تو مجھ کو ہر ماہ محرم کبھی ایسا تو نہ تھا

یاد



یاد رخسار کی ہے وجہ و گرنہ دل میں جلوہ نور کا عالم کبھی ایسا تو نہ تھا  
کل کیوں چرخ کی بگڑی ہے مقرر ورنہ کارخانہ مرا برہم کبھی ایسا تو نہ تھا  
وجہ ہو گی جو ہمیں نصیب نہ ہو کہ یا اس نے ورنہ یار آگے نہ ہندم کبھی ایسا تو نہ تھا  
لا سکا تاب نہ خورشید کی کس (کذا) طرح ذبیح پیچ بہ فطرہ ششم کبھی ایسا تو نہ تھا

(۱۳) «امروز کہ سہ شنبہ بست و پفتم .. جمادی الثانی سن ۱۲۷۲ .. یونواں محمد حسن  
خون .. عرف منجھنے میں نوہ .. میر محمد قاسم خان .. صوبہ بنگالہ کہ بزبور قابلیت ظاہر  
و باغز آراستہ بودند .. انتقال فرمودند، حالیا در تمام تیلیانالہ بلکہ در تمام شہر  
مثلاً آن مرحوم امیرے و رئیسین **الذم** باقی نمند. افسوس از آن برادر عالی مقام پر  
آن مرحوم بیسافت و شوکتش کے میتو اند رسید.» (ورق

(۱۴) حمہ محزل نکین (نام ندارد) بعض اشعار غزل (ورق ۲۹)

کیا یہ پہانہ ہے کہ اصلا نہیں جاتا پر روز کا یح وعدہ فردا نہیں جاتا  
ہویلا ہے مگر اس دہن تنگ کا چرچا غنچوں کا جو گلش میں جٹک نہیں جاتا

(۱۵) ایک سندس جس کے پر بند کے آخر میں یہ شعر جو غزل حضرت

کا ہے .. ہے :

جو شب کائی تو دن مشکل جو دن کافا تو شب مشکل **شیرین کی بے سبب**  
ترے نزدیک سب آساں **میرے** نزدیک سب مشکل 'ورق ۱۰

ورق ۱۰

(۱۶) ایک نسخہ «گفتہ شیخ ذاکر علی ذاکر کہ ہمیں مرض لاحقہ رقم

قربب المرگ (کذا) شدہ بود (کذا) حب گفتہ درویشے بعمل آوردند و  
صحت یافتند، مصراع • طراح بزم شاعرہ محمد ذاکر علی ذاکر در تلیا نالہ بمکان  
محمد رضا خاں در کثرہ مقرر کردہ بودند .. «پر سرو اس چمن کا ایک آہ بے صدا  
ہے» «یہ رہے گل ہے شب مہتاب ہے گلزار ہے» ورق ۲۷

(۱۷) ذیل میں جو نام ہیں، یہ مغل شاہزادوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جو

مقیم بنارس تھے، (ورق ۴۳):

مرزا احمد جان عرف مرزا کیخسرو جلال بہادر، میرزا لعل عرف مرزا عظیم الدین  
بہادر، مرزا عبداللطیف عرف مرزا فخر الدین علی بہادر، مرزا ظفر بخت عرف نظام  
الدین بہادر، میرزا نظام الدین عرف میرزا طہاسب بہادر، میرزا زین العابدین



عرف میرزا فخرالدین بہادر، میرزا احسن بخت بہادر، مرزا محمد ضیاء الدین محمود بخت بہادر، عرف مرزا بلاقی بہادر، مرزا حبیبو (؟) عرف مرزا عبدالرحیم بخت بہادر، مرزا احسن بخت خائف مرزا جلال الدین اکبر عرف بڑے مرزا صاحب بہادر، مرزا عثمان بہادر۔

(۱۸) سنہ ۷۱ میں ملامت شاہ سے ایک نسخہ ملا «درویش رسول شہی کہ حالاً درویشے ازین گروہ نیست و راقم را از چہل سال عقیدت کا ملہ درایت پناست و بیگی زبسان ہندوستان بخدمت ایشان عقیدتیا دارند» ورق ۵۲

(۱۹) پہنچا حسین آباد میں بندہ جو ناگن بھائی میں اپنی میری و لکھنؤ  
بھائی میں ایک میری و لکھنؤ

بس مقدر ہیں اور بڑے ہی امیر ہیں اور وہ اجارہ دار معاش فقیر ہیں

والد کے نام محمد تقی خان دادگو میرے بھائی چچیرے کے ہیں  
دادا کے میرے بھائی چچیرے تھے یکساں  
دادا کو میرے ان سے محبت کمال تھی ربو اکثر ان سے تعارف کمال تھی

ربو کثیر ان سے تھا کمال تھی  
جاگر سو افرودہ کراہے ہوئے میں ان کے مکان میرے "ورق ۵۹"

ورق ۵۹

(۲۰) «.. شاعر یگانہ .. شیخ مہدی بخش تسلیم و بنام .. والدش شیخ علی بخش دعا .. کہ عمر شریفش از نود .. متجاوز گشتہ پوش و حواس بجا زوق سخن گوگیا دارد .. دیوان چند در عربی و فارسی وارو تکہ معلیٰ دارد زینختی نثر میفرماید چنانچہ دیوانی در ریختیا نیز دارد از مولدان و سکنائے جوہرہ .. شاعر یگانہ این ہر دو غزل از .. اوست شاعر لہجہ نازک کلام .. صاحب دیوانین (کذا) متین است در عدالت ان مقام پیشہ وکالت بلند نام است . چون خواجہ عکری (کذا) کہ .. از ماموے (کذا) خود شیخ مہدی بخش تسلیم مشق این فن .. دارد از مولدان .. عظیم آباد است بقہ زینچ در شہر بنارس وارد گشتہ .. این ہر دو غزل .. بدست آمدہ درج .. مدائح الشعرا خواہد گردید» ۱۵ شعبان ۱۲۷۲ھ ورق ۶۳

نامہ منظوم فارسی بنام تسلیم ورق ۲۲ - اردو کا منظوم خط ورق ۴۹ و ما بعد



میں ہے۔ وہ یقین ہے کہ انہیں کیسے نام سے ہے اس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں  
(مرقومہ ۱ رمضان سنہ ۷۲ھ)

ہوا مشتاق تاز بس یہ مہجور تلاقی نہیں و لیکن چونکہ معذور  
تر دو غزلیوں کا کرفی انور خمہ سیل ڈاک ہے خدمت میں بیجا  
کریں اصلاح اس کی ہے توفیق نہایت مرتبہ ہوگا تطف  
ایک خمہ بیاض میں ہے ورق ۶۲، غزل تسلیم کے بعض اشعار:

(میر) **سبب جوش از فسانہ ما سبب سوزد از ترانہ ما**  
دست شمیم از تلاش معاش گریہ مات آب و دانہ ما  
دل من جلوہ **کاف** منی عشق کعبہ تا شراب خانہ ما ؟

(۲۱) «اسم آن شاعر زنگین خواجہ محمد عسکری است خوبترزادہ شیخ

علی بخش (کنڈ) نسیم نوجوانیت با طبع سلیم بوجادہ سخنوری مستقیم تلمذ از ماموے

خودش بہر سبب **کسی** سامانی بیار وارد بنارس گشتہ روز چند بمکان شیخ ذاکر علی

فروزماندہ، با آخر ہمسای .. مشارالہ نزد بندوچیے بصیغہ معلی نوکر شدہ .. پرچینہ

فیمایش نمودم کہ بخانہ خود پر گشتہ چون صاحب غیرت است بہت جوان مردانہ

اش مقتضی (کنڈا) نیپکرد .. اگر چندے دیگر اصلاح .. از ماموے خودش کہ شاعر بہ دان

.. است میگرفت، این فی الجملہ خایبے کہ ہمار پختگی ثمرہ کلام اوست بحصول می پست **کنوا** میرکشت

با الحاصل (کنڈا) جوں پر روز پیش راقہ میآمد غزل ماموے خودش را ازین بیچندان

مخمن کنامندہ بنابر مخسر نمودن غزل خودش نیز متعددہ (کنڈا) گشت ..

ورق ۸۸، غزل ورق ۸۷ :

دید کی ہم نے در دندان ولعل باز کی

سیر کی ہے آج گوید جوہری بزار کی

کرجہ جند کے شوق تبہ میں اتنی اجل

ہوں وہ بلبل رہیگی حسرت بچھے گلزار کی

شوق نظارہ میں وا آنکھیں رہیں مرقد میں بھی

بعد مردن بھی بچھے حسرت رہی دیدار کی

جس کا جوہر ہو گیا زائل وہ بے قیمت ہوا۔



جب تلک ہے کٹ تب تک قدر ہے تلوار کی  
 نیند مرقد میں نہ آتی حشر تک بھی مجھ کو آہ  
 جب صدا پہنچی ترے خلخال کی جھنکار کی  
 جس نے دیکھا ہو گیا وہ قتل ہے شمشیر کے  
 ہیں ترالے طرز اے قاتل تری شمشیر کے  
 نوح کا طوفان لیا ہو روؤں گر اک پل کبھی  
 رشک ہیں آنکھیں بیماری ابر دریا بار کر  
 ہم قفس میں بیٹھے دینے میں دعا صیاد کو  
 بمصفیروں کو مبارک سیر ہو گزار کی  
 زیست کرتے ہیں لہو ہی ہی کے فرقت میں صدا  
 یاد اپنے دل کو رہتی ہے کسی میخوار کی  
 خرمن دل پر ہمارے دیکھ کرتے ہی گری  
 برق اس خورشید رو کے جلوہ رخسار کی  
 ہے عجب طوف حرم ہندو بھی اب کرنے لگے  
 گرد عارض کے رہا کرتی ہیں زلفیں ہر کر  
 اس قدر اس سنگدل کا میں ہوں محو انتظار  
 ٹکنکی سے آنکھ پتیرانی ہے مجھ بیمار کی  
 داغ دل پر نو خطوں کے عشق میں ہے جو صبا  
 چاہیے پتی نگانا مریم زنگار کی

ورق ۴۹ (مکتوب «بنام شیخ صاحب») میں ان کے متعلق مرقوم ہے :

کہ خواجہ عسکری صاحب جو ہاں آئے انہوں نے لطف اس عاصی پہ فرمائے  
 نہایت وہ جوان خوبتر ہیں نہایت منکر ہیں بہ ہنر ہیں  
 ہیں فن شاعری سے خوب آگاہ سخن روشن ہے ان کا مہ سے نا ماہ  
 بہت طباع ہیں اور شاعر خوب کلام ان کا ہے بس ہر اک کو مرعوب  
 وہ بندہ خانے میں رہتے ہیں ہر دم مرے وہ دوست ہیں اور بارہ ہمدم  
 رہا کرتی ہے ہر دم ان سے صحبت مودت ان دنوں میں ہے نہایت



ایک مثنوی میں حضرت عائشہ کا خواب بیان کیا ہے جس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ امام حسن اور امام حسین کے قتل میں علی الترتیب معاویہ و یزید کا ہاتھ ہوگا۔ یہ روایت انہیں شاعر زیر بحث سے ملی تھی، بعض اشعار یہ ہیں:

اگرچہ جھوٹ کہ عائشہ نے نامے یارو طپا چہ مسہ پہ ہزاروں ہی اس کے اب مارو  
صبح اور کیا ہے تو ہے وہ صدیقہ ضرور بنت ابوبکر کو کہو سچا  
ہیں دوست میرے جو ک حواجہ عسکری احمد حدیث پیچھی ہے ان سے مجھ سے یہ ہے رد و کد

ورق ۴۵

ورق ۹۱ میں ہے »نسخۂ آشک از مجربات انجوی حکیم ابوالحسن .. سلمہ کہ بنا پر حواجہ عسکری احمد عظیم آبادی نوشتہ بودند« صبا کا نام موافق سے لکھنے کا ہے۔

(۲۲) »اسمش ملکا (کننا) طبعش بیشتر ازین فن .. آشنائی نہداشت لاکن از فیوض صحبت میر مشرف علی .. جوہر بحصول ایس جواہر زوہر مشرف گشت. از مولدان و متوطنان عظیم آباد« زمانہ تحریر نہیں بتایا لیکن اس کے بعد ۲۶ رمضان ۱۲۷۲ھ کی لکھی ہوئی عبارت اشعار ملکا:

یہ طور یار نے سیکھا ہے بیوفائی کا کہ نام تک نہیں نیتا ہے آشنائی کا  
پورا میں رادئی پر حوار میں ص کی روش خیال بھی نہیں آید برہنہ پائی کا  
رجوع کیوں نہ ہوں شیخ و برہمن اس بت سے خدا نہیں ہے یہ ذہب ہے اک خدائی کا  
نور میں نور نہیں یار کی جبین سے سوا شفق میں رنگ نہیں اس کف خنئی کا  
مقابلہ کرے کیا عندلیب امے ملکا چمن میں شور ہے تیری غزل سرائی کا  
گلگشت چمن میں بھی مرا جی نہیں لگت سچ ہے کہ کسی جا پہ لگا جی لگتا  
»ملکا« نہیں بلکہ »ملکہ« ہوگا اور یہ کوئی طوائف ہوگی۔ سنہ ۵۷ع سے بیشتر کی  
بہت کم بہاری عورتوں کا کلام ملتا ہے۔

(۲۳) غزل مشعرہ ذاکر علی (تیلیا نالہ) کا ایک شعر از مہجور ورق ۲۹:

کب نصاریٰ کے اکھاڑے سے یہ اکھڑا عیسا؟ اب نشان آل محمد کا ہی قائم ہوگا  
قائم قافیہ مرہم غم وغیرہ کا آیا ہے اور یہ عجیب ہے۔ غزل طرح تیلیا نالہ  
ورق ۴۴۔

۱۔ حضرت عائشہ کی شان میں یہ الفاظ استعمال نہ کرنی تھی حدیث و ضعی ہی



(۲۴) «حکیم احمد شاہ خان .. از باشندگان اطراف لکھنؤ کہ در لکھنؤ علم طب خوانده بودند در بنارس آمدہ نزد احمقان بنارس فلاطون زمانہ مشہور نمودند و پیش رئیس انبجار سائبا پیدا کردہ .. دماغ خود باسماں چہارم رسانیدند» ورق ۲۱ (۲۵) رباعی ز مہجور

«خدا کے گھر میں توند پدر کا جس کے ہو آہ

انجاویں تعزیرہ مسجد سے اس کے بیٹے کا واہ

نہیں نہ ان سے جو مردود مسجدیں تڑوٹیں،

خدا کا قبر ہے اس کلمہ گوئے پر واللہ ورق ۵۳

(۲۶) مثنوی مصرع ۱ «پس از حمد خدا نعت پیہر» یہ چالیس حدیثوں کا ترجمہ:

حدیث ایک ہیں عالمراہت ہیں شاہ عبداللہ کر کے وہ مختلط

حدیث ہیں وہ بس نبلی میں رہتے حدیث وعظ ہیں پر جا پہ کہنے

نہیں ہے ہند میں کوئی مثل ان کا نہایت دور دور ہے ان کا شہرہ

ابو طاہر تھے ان کے باپ فاضل حدیث تھا نہ ان کا کوئی مقابل

یہ احادیث وہی باسناد بیان کرتے تھے مہجور کا قول ہے کہ ۱۸۰ اشعار

ہیں لیکن دراصل ۲۱۸ ہیں، مثنوی ۲۹ محرم سنہ ۱۲۷۰ھ کی لکھی ہوئی ہے ورق ۷۷ تا ۸۴۔

(۲۷) رسالہ تادر «چوں بحرِ اراں کارداں .. کو انکر (کذا) لغات و اصلاحات

عربی و فارسی و ہندی میں تیرد واقع ہونا تو لہذا راقم .. نے سعی تمام وہ الفاظ

اقتباس کر کے اس (کذا) اورق میں مرتب کیے» نمونہ الفاظ: بندا اس وہم زلف سڑو

چغل سترا، سفری زن چپٹ باز، بابا خلیفہ نصاریٰ یعنی پادری، شاخشانہ موٹہ چرا

دزوک (کذا) دان دہیز پرنس، ٹوپی انگریزی، اس رسالے میں بقول مہجور توریث =

لیکر حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن واثمہ دیگر (تا امام مہدی) کے نام لکھے

ہیں، جمادی الاول سنہ ۷۲ھ میں ختم ہوا ورق ۶۶ تا ۷۳

(۲۸) «نقل تعویذ وقلیہ کہ میر غلام حسین .. خالوے .. امین الدولہ مرحوم

دادہ بودند» ورق ۱، امین الدولہ علی ابراہیم خان کا خطاب تھا، مگر اس جگہ

نام نہیں



(۲۹) مزوری (مزدوری) ورق ۱۳. تماکو (تباکو) والہ (کذا) بوتام (تام)  
 خواسوین ۲۴. چوتہ (جوتہ) ۵۷، لیں کلاٹ ۵۸، جٹ سیاہ، نیلو، توآن پلن؟،  
 بگرنگہ سرخ، ساتھن، ٹول اودہ (اودا)، تشتی، گیلار، لائین، پانیلہ، کبڑ کھڑکیہ  
 (کبڑ کبڑیا) ۸۴، گڑ گڑی، توآن سوسی، مرہ سب (کذا) حپ و ٹول ۹۸، رقومات  
 ۱۰۰. توآن ڈوریہ (کذا) ۵۸، جازم (کذا)، زبادہ بنات افشانی، فالسانی، توآ اپنی  
 ڈیہ (کذا) ویفر، اچاری۔



## آبِ حیات کے دو ماخذ

آزاد نے آبِ حیات کی تصنیف میں ایسی کتابوں سے بھی کام لیا ہے جن کا حوالہ کسی نہ کسی وجہ سے انہوں نے نہیں دیا ان میں سے ایک فہرست اشپرنگر ہے۔ اشپرنگر کا ارادہ اسے کئی جلدوں میں شائع کرنے کا تھا، لیکن پہلی جلد کے بعد کوئی اور جلد نہ نکلی۔ اس جلد میں شعرائے اردو و فارسی کے تذکروں اور ان کے کلام منظوم (دواوین وغیرہ) سے بحث ہے۔

آزاد لکھتے ہیں: حاتم کا ایک دیوان فارسی میں بھی ہے، مگر مختصر میں نے دیکھا وہ ۱۷۹۵ھ کا خود ان کے تلم کا لکھا ہوا تھا۔ غزل ۹۰ صفحے رباعی و فرد وغیرہ ۴ صفحے ۱۱۹۔ شاہ اودھ کے کتب خانے میں جو نسخہ حاتم کے دیوان فارسی کا تھا اس کے بارے میں بجنسہ ہی باتیں اشپرنگر نے لکھی ہیں ص ۲۲۲ آزاد نے اشپرنگر کے دیکھنے کو اپنا دیکھت تصور کر لیا ہے، ورنہ اس کا امکان کہ فہرست میں جس نسخے کا ذکر ہے وہ انہوں نے دیکھا ہو یا ۱۷۹۵ھ میں حاتم نے ایک اور نسخہ لکھا ہو اور وہ آزاد کی نظر سے گزرا ہو بہت کم ہے۔

آزاد دیوان میر سوز کی نسبت رقمطراز ہیں: ۱۲ اسطر کے صفحے سے ۳۲ صفحے کا کل دیوان ہے اس میں ۲۸۸ صفحہ غزلیات، ۱۲ صفحے میں مثنوی، رباعی، مخمس باقی والسلام۔ آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے:

دعویٰ بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا" ص ۱۹۷

اشپرنگر کتب خانہ شاہ اودھ کے ایک نسخے کے متعلق تحریر کرتے ہیں "غزلیں ۳۳ صفحات، ۱۲ ابیات فی صفحہ؛ باعیاں مخمس اور ایک مثنوی ۲۲ صفحات۔ آغاز دعویٰ بڑا ہے الخ اور اس کے بعد

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا

بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا ص ۴۳۸

آزاد اور اشپرنگر کے بیانوں میں جو فرق ہے اس کی ذمہ دار آزاد کی بے احتیاطی ہے۔ دیوان کا آغاز مثنوی سے نہیں غزلوں سے ہوتا ہے اور پہلے ایک فرد ہے، دعویٰ بڑا الخ اور اس کے بعد غزل جس کی بیت افتتاحی اشپرنگر نے نقل کی ہے۔ آزاد کا یہ بیان کہ "دعویٰ بڑا الخ مثنوی کا پہلا شعر ہے" صحیح نہیں۔

آزاد کا میر تقی میر کے متعلق بیان ہے کہ "تذکرہ شویش میں لکھا ہے کہ خطاب سیادت انہیں شاعری کی درگاہ



شورش کے تذکرے کا صرف ایک نسخہ وجود میں ہے جو ب ج ایلیٹ سے اشپنگر کو مستعار ملا تھا اور جس کا ذکر اس نے فہرست میں کیا ہے ص ۱۸۴۔ بعد کو ایلیٹ سے یہ نسخہ جامعہ آکسفورڈ کے کتب خانے کو ملا اور وہاں کے فاری مخطوطات کی مطبوعہ فہرست میں اس کا بیان ہے۔ فہرست اشپنگر کے سوا شورش کے حوالے سے کسی اور کتاب میں یہ بات مندرج نہیں کہ میر سید نہ تھے۔ اشپنگر لکھتا ہے: "میر عمو ان کے نام سے پہلے لکھا جاتا ہے لیکن شورش کا خیال ہے کہ وہ شیخ تھے۔" ص ۱۸۵، یہ ممکن نہیں کہ آزاد نے یہ بات اشپنگر کے سوا کسی اور سے لی ہو۔

آزاد نے ناسخ کی ایک مثنوی کا نام نظم سراج لکھا ہے (ص ۲۵۴) حال آنکہ صیح نام سراج نظم ہے جیسا کہ اس مصرعے سے ثابت ہے جو سرورق میں مندرج ہے۔ یہی غلطی اشپنگر سے بھی سرزد ہوئی ہے ص ۳۲۸۔

حاتم کا دیوان زادہ میری نظر سے گزرا ہے، لیکن اس وقت پیش نظر نہیں۔ ڈاکٹر زور نے اس کے دیباچے کو جو خود مصنف کا لکھا ہوا ہے، دیوان زادے کے اس نسخے سے جس کی کتابت خود حاتم نے ۱۱۷۹ھ میں کی تھی، سرگزشت حاتم میں نقل کیا ہے۔ اسی سال کا ایک نسخہ خود حاتم کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ شاہ اودھ میں موجود تھا جس کی کیفیت اشپنگر نے فہرست میں لکھی ہے، اور جس کا دیباچہ نقل کیا ہے۔ اشپنگر نے ایک جگہ دیباچے میں کچھ نقطے دیئے ہیں جس سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بتانا چاہتا ہے کہ وہاں کے کچھ الفاظ اس نے خارج کر دیئے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ہر حیثیت سے ناقص نقل ہے، کتابت کی غلطیاں بھی ہیں اور کئی جگہ سے عبارتیں نکال دی گئی ہیں۔ آزاد نے اب حیات میں دیباچے کا "خلاصہ" دیا ہے۔ پہلے انہوں نے ایک ٹکڑا دیا ہے جس کا آغاز خوشہ چین سے اور انجام "منظور دار و پر ہوتا ہے اس کے بعد ایک دوسرا ٹکڑا ہے جس کی ابتدا سے پہلے آزاد نے خود یہ عبارت لکھی ہے "پھر ایک جگہ کہتے ہیں" تینوں کتابوں کی عبارتوں کے مقابلے سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر دونوں نہیں تو پہلا ٹکڑا ضرور فہرست سے لیا گیا ہے۔

(۲) دوسرا ماخذ جس کا نام اب حیات میں نہیں آتا سعادت خاں، ناصر کا تذکرہ خوش معرکہ زیبا ہے ج ۱۲۶۲ھ میں مکمل ہوا ہے، گو بعد کو بھی اس میں اضافے ہوتے ہیں جو اس کے حواشی پر مرقوم ہیں۔

آزاد نے آبرو کے حال میں دو شعر دیئے ہیں جن میں سے ایک مظهر کا ہے اور دوسرا اس کے جواب میں آبرو کا ہے۔

۹۷۔ یہ دونوں شعر خوش معرکہ زیبا خم میں ہیں، گو آبرو کے شعر کا مصرع ۱۱ھ میں منسخت ہے۔

سودا کے حال میں ہے کہ سودا دہلی ہی میں تھے کہ شجاع الدولہ نے کمال اشتیاق سے طلب کیا، مگر انہیں دہلی چھوڑنا گوارا نہ ہوا اور یہ رباعی لکھ بیچی "سودا بے دنیا تو بہ ہر سو کب تک" الخ، مگر جب دہلی میں قدر داں نہ رہے تو فرخ آباد



گئے وہاں چند روز نواب کے پاس رہے اور ۱۸۵۵ھ میں شجاع الدولہ کی لکھنؤ میں ملازمت حاصل کی، بہت اعزاز سے ملے مگر بے تکلفی یا طنز سے کہا کہ مرزا وہ رباعی تمہاری اب تک میرے دل پر نقش ہے۔ سودا کو بہت رنج ہوا اور "بہ پاس وضع اداری پھر دوبارہ نہ گئے" ص ۱۵۱ و ۱۵۲۔ یہ قصہ اس شخص کے قلم سے تو نکل سکتا ہے، جس نے کلیات سودا نہ دیکھا ہو، لیکن آزاد کا اسے لکھنا تعجب کی بات ہے، اس لیے کہ کلیات میں بہ کثرت نظمیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ سے تو سل رکھتے تھے۔ اس حکایت کا ابتدائی حصہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ خم میں موجود ہے۔ ناصر لکھتا ہے کہ جب سودا فرخ آباد پہنچے شجاع الدولہ نے شفقہ خاص ان کی طلب میں بھیجا، لیکن "پاس وضع سے نہ آئے اور جواب میں یہ رباعی لکھ بھیجی، سودا لے دنیا تو بہ ہر سو کب تک الخ شجاع الدولہ کو ملال ہوا۔ ضاحک بول لٹھے کہ سودا حضور کے شفقہ سے نہیں آئے، "غلام بے طلب کھینچ بلاتا ہے" سودا کے ایک قصیدے کو اٹھا اور انھیں کی جھوکہ ہی سودا نے جو اسے سنا تو لکھنؤ آئے۔ اس کے بعد اور باتیں ہیں جنہیں میں قلم انداز کرتا ہوں۔

آناد نے سودا کے متعلق لکھا ہے کہ حزیں نے ان کا شعر ذیل سن کر بڑی تعریف کی:-

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں      تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں ص ۱۶۱  
ناصر حزیں اور سودا کی ملاقات کا ذکر یوں کرتا ہے، قائم سے نقل ہے سودا حزیں کی ملاقات کو گئے میں بھی ملے۔  
بہ مجرد خبر ہونے کے فوراً بلایا۔ کچھ پڑھنے کو کہا۔ سودا نے یہ شعر پڑھا:

سیہ چوری بہ دست آن نگار نازنین دیدم      بہ شاخ صندلیں پیچید ماری عنبریں دیدم  
حزیں نے کہا کہ "نازنین دیدم، زیادہ ہے۔ ہندی شعر پڑھنے کو کہا تو سودا نے یہ شعر زبان پر لائی، "ناوک نے الخ تڑپے کے معنی پوچھے، جواب ملا "تین دن حزیں نے کہا کہ خوب گفتہ۔ اور پڑھنے کی فرمائش کی تو یہ رباعی پڑھی، سودا کے حال میں بقا کا جو قطعہ دیا ہے ص ۱۵۲ وہ خم میں اس طرح ہے:

غیب ہے گرچہ کثرت یک لفظ	سخن فارسی سے تاہندی
پر جملے تمام عالم سے	طرز سودا و وضع مسیرتی
یعنی واں لفظ تو ہے پرکن شعر	ہی سے یاں ہے کلام کی بھرتی
کھول دیوان دونوں صاحب کے	ای بقا ہم بھی زیارت کی
شعر سودا و مسیر کے دیکھے	وہ تو تو تو کسے ہے یہ ہی ہی

یہ واقعہ تذکرہ قائم میں نہیں۔ بلکہ "نازنین دیدم، زیادہ ہے تو ہی حال عنبریں دیدم" کہے۔



میرضا حک کے حال میں آزاد نے لکھا ہے کہ ان کی بیٹے حسن سودا کی شاگرد تھے، ضاحک کی وفات کے بعد سودا نے ضاحک کے حق میں جو کچھ کہا تھا چاک کر ڈالا تو حسن نے بھی ضاحک کی لکھی ہوئی، بھجوں پھاڑ ڈالیں اسی وجہ سے یہ بھجوں مفقود ہو گئیں ص ۱۸۳ و ص ۱۸۳۔ خم میں ہے کہ جب میر حسن سودا کے شاگرد ہوئے تو جو ”مخزنات ان کے والد کا تھا اسے دھو ڈالا اس سے وہ مشہور نہ ہوا“ طرہ یہ کہ آزاد تسلیم کرتے ہیں کہ سودا کا سال وفات ۱۱۹۵ھ ہے ص ۱۵۱ اور ۱۱۹۶ھ میں بقول مصنف گلزار ابراہیم میرضا حک بہ قید حیات تھے ص ۱۸۳۔

آب حیات میں میر خلیق کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ مصرع کہا ”لیلا ف پڑھے اور اسے دودھ پلایا“ کی نے نسخ کے سامنے یہ مصرع پڑھا، انہوں نے کہا کہ یوں کہا ہوگا ”پڑھ پڑھ کے لایلا ف اسے دودھ پلایا“ ص ۲۸۶۔ ناصر کا بیان ہے کہ خلیق نے ”لیلا ف پڑھی“ ان نسخ کے سامنے پڑھا تھا، نسخ نے اعتراض کیا، جواب دیا کہ ”لایلا ف نہ آسکا“ نسخ نے کہا کہ کیا دشواری ہے، یوں کہیے، پڑھ پڑھ کے لایلا ف اسے دودھ پلایا۔

آتش کے حال میں ہے کہ آتش نے نسخ کی غزلوں پر ”متواتر غزلیں لکھیں“ تو نسخ نے یہ شعر کہا:

ایک جاہل کہ رہا ہے میرے دیوان کا جواب • بوسلیم نے لکھا تھا جیسے قرآن کا جواب

آتش نے اس کا جواب یوں دیا:

کیونش دے ہر مومن اس ملحد کے دیوان کا جواب • جس نے دیواں اپنا ٹھہرایا ہے قرآن کا جواب ص ۲۹

ناصر لکھتا ہے کہ سیوہ رام، شایق شاگرد آتش نے نسخ کی ہر غزل کا جواب کہا۔ نسخ کو خبر پہنچی، تو انہوں نے ایک جاہل الخ اور شعر ذیل کہا:

کیا کلیم اللہ سے نسبت ہے اس ناپاک کو چاہیے فرعون کو دے اپنے ہاں کا جواب

چونکہ لفظ ہاں خواجہ صاحب کی طرف عائد ہوا تھا یہ مطلع کسی شاگرد کو کہ دیا:

چاہیے مومن کو دے اس نامسلمان کا جواب جو کہے دیواں کو اپنے ہے یہ قرآن کا جواب

یہ صحیح ہے کہ حکایات اور اشعار ناصر اور آزاد کے یہاں مختلف طور پر ہیں، لیکن، حکایت ہو یا شعر آزاد دونوں میں تصرف کرنے میں کچھ تکلف نہیں کرتے، اور یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

درد اور شاہ عالم کا واقعہ جو آب حیات (ص ۱۸۶) میں ہے ناصر نے اس طرح لکھا ہے کہ شاہ عالم نے ایک زانو کو

دوسرے پر چور کھا تو درد نے وہ کھنڈی جو فقیروں کے پاس ہوتی ہے بہ قوت تمام بادشاہ کے زانو پر ماری، بادشاہ نے

”درد پاؤ کا عذر کیا۔ درد نے کہا کہ: ”اس خانہ درد دست سرا پا درد شو و گرنہ ازینجا بیرون شو“ سوز کے تخلص کے متعلق جو

حکایت آب حیات میں ہے (ص ۱۹۸) وہ بھی بہ اختلاف جزئیات ناصر کے یہاں ہے۔ ●● (معاصر حصہ ۱)



## آب حیات اور طبقات اشعرا

ایک مقالے میں جو معاہدہ میں شائع ہوا تھا یہ رائے ظاہر کی گئی تھی کہ آب حیات کے ایسے ماخذ بھی ہیں جن کا آزاد نے ذکر نہیں کیا اور اس مقالے میں ایسے دو ماخذ سے بحث کی گئی تھی۔ مقالہ ہذا میں اس قسم کے ایک اور ماخذ کا ذکر کیا جاتا ہے، یہ کریم الدین کا طبقات اشعرا ہے جس کی تصنیف میں قاسم و شیفتہ کے تذکروں کے علاوہ داتا کی تاریخ ادب (اشاعت ۱۸۷۱ء) سے مدد لی گئی تھی۔

طبقات کے مقدمے کے مختلف ٹکڑوں کے عنوانات یہ ہیں۔ بیان السنہ مروجہ ہندستان کا اور یہ تحقیق اردو کی بیان زبان قدیم تواریخ اردو، بیان فرق تاریخ اور تذکرے کا۔ کریم الدین نے ”قسم اول“ کے تحت مقدمین کا ذکر کیا ہے ”جو ہندی..... مصنف گزرے ہیں“ (کذا)

”قسم دوم“ کے شعرا اور شرنکار بھی اس لیے کہ اس میں نہ لکھنے والوں کا بھی ذکر ہے اچار طبقوں میں منقسم ہیں۔ ”طبقہ اول اس میں ان شعرا کا ذکر ہے جو بانی اردو کے تھے اور انہوں نے اس زبان کے شیوع میں کوشش بلینے کی“ ”طبقہ دوم اس میں ان شعرا کا ذکر ہے جو مصلح اردو اور مروج اس زبان کے تھے اور انہوں نے الفاظ کریمہ کا استعمال یک قلم زبان ریختہ سے موقوف کیا“ ”طبقہ سوم اس میں وہ شاعر ہیں جو طبقہ دوم کے شاگرد تھے ان کو الفاظ صحیحہ اور محاورات دلچسپ کے استعمال کا بہت شوق تھا“ ”طبقہ چہارم میں ہم مصروں کا ذکر ہے خواہ مصنف ان سے ملا ہو یا نہ ہو۔ آزاد نے کچھ مطالب ہی خواہ بجز خواہ بہ تصرف طبقات سے نہیں لیے اس کتاب نے کسی حد تک آب حیات کے لیے نمونے کا بھی کام دیا ہے۔“

(۱) ”محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۴۵ھ میں فضلی تخلص ایک بزرگ نے وہ مجلس لکھی۔ اس کے دیباچے میں سبب تالیف لکھتے ہیں اور غالباً شرنکار کی یہی پہلی تصنیف ہے:

”پھر دل میں گزرا کہ ایسے کام کو عقل چاہیے کامل اور مدد کو طرف کی ہوتے شامل کیونکہ بے تائید صدی



اور بے مدد جناب احمدی، یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہر مراد رشتہ امید میں نہ آوے۔ لہذا کوئی اس صفت کا نہیں ہوا مخترع اور اب تک ترجمہ فارسی ب عبارت ہندی نثر نہیں ہوا مستمع پس اس اندیشہ عمیق میں غوطہ کھایا اور بیان آمل و تدبیر میں گزشتہ ہوا، لیکن، راہ مقصود کی نہ پائی، ناگاہ نسیم عنایت الہی<sup>۱</sup> دل انگار پراہنہ سزا میں آ، یہ بات آئینہ خاطر میں منہ دکھلائی۔" آب ص ۲۳

آزاد نے فضلی کی کتاب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ طبقات میں موجود ہے، اور دیباچے کی عبارت بھی رخصیف اختلافات کے ساتھ) اسی سے لی گئی ہے۔

(۲) "ملک محمد جائسی نے مثنوی پداوت کے علاوہ دہرے اور گیت بھی لکھے اور وہ ایسے اعلیٰ رتبے کے ہیں کہ ڈاکٹر گلکرسٹ صاحب کی تصنیف میں نہایت مدد کرتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ فارسی کی بجزوں میں کوئی اس کا شعر نہیں" "ملک محمد جائسی نے دہرے اور گیت ہندی لکھی ہیں، لیکن اردو اشعار بھی لکھے ہیں۔ کولبرک اور ڈاکٹر گلکرسٹ صاحب اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس نے ایک مثنوی پداوت لکھی ہے۔" طبقات ص ۲

(۳) "سیوانامی ایک مصنف دکن میں گزرا ہے جس نے روضۃ الشہداء کا دکنی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ مرثیے اس کے اب تک وہاں کے امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں" آب ص ۴۹

"سیوا یہ ایک مصنف دکنی ہے، اس نے دکنی زبان میں روضۃ الشہداء امام حسین کی شہادت میں لکھی ہے یہ کتاب

۱۶۸۱ء میں اس نے تصنیف کی تھی۔ اس کے مرثیے بھی امام باڑوں میں پڑھے جاتے ہیں" طبقات ص ۲۸

(۴) "نواز نام ایک مصنف نے فرخ سیر کے عہد میں شکنتلا کا ترجمہ بھاشا میں لکھا" آب ص ۴۹

"نواز کشوار (کنڈا) یہ شخص مسلمان ہے، اس نے شکنتلا کا ترجمہ براج (کنڈا) بھاشا میں کیا ہے، فرخ سیر کے

حسب خواہش یہ ترجمہ اس نے کیا تھا" طبقات ص ۲۶

(۵) سجع محمد مکھن از آبرو۔ عالم ہمدوغ است و محمد مکھن آب ص ۹۷ طبقات ص ۷۱

(۶) آرزو۔ "علم و فضل کے اعتبار سے قاضی القضاة کا عہدہ دربار شاہی سے حاصل کیا، مگر مزاج کی شگفتگی نے

خود پسندی اور تمکنت کی بونہیں آنے دی تھی" آب ص ۱۲۲

"علوم رسمیه میں مہارت پیدا کر چکا تھا، بعد حصول مہارت فنون مذکورہ کے وہ ایک عہدہ جلیل الشان پر

قاضی القضاة درمیان گوالیار کے ابتدائے عملداری... فرخ سیر کے میں مختار ہوا" طبقات ص ۳۱

۱۔ لہذا پیش از میں طبقات ۲ گلشن افکار (کنڈا) طبقات



آرزد کو عمدہ قضا بھی نہیں ملا، موہان کے رہنے والے ایک بزرگ جن کا نام بھی وہی تھا جو آرزد کا تھا اور شاعر بھی تھے کلکتہ میں انگریزوں کے زمانے میں قاضی القضاات تھے، کریم الدین کو اشتباہ ہوا ہے۔

(۷) ”جس چارپائی پیمان ہو اس پر بیٹھانہ جاتا تھا، گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے چنانچہ دلی دروازے کے پاس ایک دن ہوادار میں سوار چلے جاتے تھے راہ میں ایک بنیے کی چارپائی کے کان پر نظر پڑ گئی، وہیں ٹھہر گئے اور جب تک اس کا کان نہ نکلوا یا آگے نہ بڑھے، آب ملتا“

(۸) ”اگر کبھی مرزا (منظہر) بازار کو بہ ارادہ سیر آتے تھے اور راہ میں کسی غریب کی چارپائی خراب یا جھلنکا پڑا پاتے اس جا بیٹھ جاتے اور کہتے کہ جب تک یہ درست نہ ہوئے گی، میں آگے نہ جاؤں گا“ طبقات ص ۱۳۱

(۹) ”ایک دن ایک نواب صاحب کران کے خاندان کے مرید تھے ملاقات کو آئے اور خود صراحی لے کر پانی پیا اتفاقاً آنجورہ جو رکھا ٹھہرا رکھا۔ مرزا کا مزاج اس قدر برہم ہوا کہ ہرگز ضبط نہ ہو سکا اور بگڑ کر کہا کہ عجب بیوقوف احمق تھا جس نے تمہیں نواب بنا دیا آنجورہ بھی صراحی پر رکھنا نہیں آتا“ آب ملتا

”کوئی نواب عالی مقدار ان کی ملاقات کے واسطے ایک روز آیا تھا، اس نے جھجر سے پانی پی کر آنجورہ ٹھہرا رکھا تھا، اُسے خفا ہوتے اور کہا تو بالکل گدھا ہے، کس بے قوف نے تجھ کو نواب بنا دیا ہے، آنجورہ سپیدھا رکھنا بھی نہیں آتا طبقاً (۱۰) مولوی غلام یحییٰ فاضل جلیل جنہوں نے میرزا ہد پر حاشیہ لکھا ہے بہ ہدایت عنیبی مرزا کے مرید ہونے کو دلی میں آئے ان کی ڈار بھی بہت بڑی اور گھن کی تھی، جسے کے دن جامع مسجد میں ملے اور ارادہ ظاہر کیا۔ مرزا نے ان کی صورت کو غور سے دیکھا اور کہا کہ اگر مجھ سے آپ بیعت کیا چاہتے ہیں تو پہلے ڈار بھی ترشوا کر صورت بھلے آدمیوں کی بنائیے، پھر ترشوا لائیے اللہ جلیل و عیب الجمال بھلا یہ ریچھ کی صورت مجھ کو اچھی نہیں معلوم ہوتی تو خدا کو کب پسندائے گی، ملا متشرع آدمی تھے، گھر میں بیٹھ رہے تین دن تک برابر خواب میں دیکھا کہ بغیر مرزا کے تمہارا عقدہ دل نہ کھلے گا۔ آخر بے چارے نے ڈار بھی حجام کے سپرد کی اور جیسا خٹنا شی خط مرزا صاحب کا تھا ویسا ہی رکھ کر مریدوں میں داخل ہوئے“ آب ملتا

”ثقہ لوگوں کی زبانی سننے میں آیا ہے کہ مولوی غلام یحییٰ جن کی تصنیف سے ایک رسالہ ستمی غلام یحییٰ حاشیہ مرزا زاہد پر ہے، سبب الہام اور ہدایت خواب کے ان (منظہر) سے بیعت کا ارادہ کر کے شاہ جہاں آباد میں آیا تھا اس کی ڈار بھی بہت انبوہ دار تھی جسے کے دن جامع مسجد میں مرزا سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مولوی مذکور کی ڈار بھی بے زیب پا کر ارشاد کیا کہ اگر مجھ سے بیعت کیا چاہتے ہو اور کچھ کسب باطن منظور ہے تو ڈار بھی کو ترشوا ڈالنے اور صورت بھلے مانسوں کی بنائیے، یہ ریچھ کی صورت اپنی پسند نہیں چونکہ... خلاف شرع تھا مولوی مذکور نے نہ مانا اور ارادہ بیعت کا قطع کر کے



جامع مسجد میں اقامت کی پھر خواب میں معلوم ہوا کہ اگر تجھ کو کسب باطن منظور ہے تو مرزا کا کہنا مان لے۔ یہی خواب تین روز تک دیکھا کہ ایک بزرگ... کہتا ہے کہ مرزا جو کہتا ہے سو مان لے۔ پھر لاچار ہو کر مرزا سے ملاقات کی، اپنے پھر وہی ارشاد کیا کہ طالب اور مطلوب اور مرید اور مرشد میں مناسبت چاہیے مرزا... خشناشی ڈارھی رکھتے تھے، مولوی... نے ڈارھی کتروائی جتنی رکھنے کا مرزا نے حکم دیا اتنی رکھی۔ ان کی قبر بھی شاہ جہاں آباد میں ہے طبقات ص ۱۱۱

(۱۱) میرضاحک۔ وضع اور لباس قدمائے دہلی کا پورا نمونہ تھا۔ سر پر سبز عمامہ بوضع عرب، بڑے گھیر کا جامہ یا جبہ کہ وہ بھی اکثر سبز ہوتا تھا، گلے میں خاک پاک کا کنٹھا، داہنے ہاتھ میں ایک چوڑی اس پر کچھ کچھ دعائیں کندہ چھنکلی بلکہ اور انگلیوں میں بھی کئی انگوٹھیاں، ڈارھی کو مہندی لگاتے تھے، بہت بڑی نہ تھی، مگر ریش بچہ منڈاتے تھے، کبھی کبھی ہاتھوں کو بھی مہندی ملتے تھے، میانہ قدرنگ گورا، آب ص ۱۸۱

”اکثر وہ (ضاحک) سبز عمامہ بطور عرب کے اور ایک بڑا جبہ پہنا کرتا تھا، ڈارھی اس کی بہت لمبی نہ تھی، بچہ ریش کو منڈوایا کرتا تھا، قد میانہ رکھتا تھا، رنگ بھورا تھا“ طبقات ص ۱۱۳

(۱۲) خواجہ میر درد۔ ”سلسلہ ادوی ان کا خواجہ بہار الدین نقشبندی سے ملتا ہے“ آب ص ۱۸۲

”خواجہ میر درد خلف الصدق خواجہ... عندلیب کا جو کہ نو سوں میں شیخ بہار الدین نقشبندی کے ہے“ طبقات ص ۱۸۲

حقیقت یہ ہے کہ درد کے والد کا سلسلہ خواجہ تک پہنچتا ہے، کریم نے نواسہ بمعنی فرزند زادہ استعمال کیا ہے، آزاد سمجھے کہ دختر زادے کے لیے آیا ہے۔ (نسب کے مینانہ درد ملاحظہ ہو جس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آزاد کو غلطی کی اطلاع دی گئی تھی۔ اس کتاب میں روشن الدولہ کو درد کا دادا لکھا ہے یہ بالکل غلط ہے)

(۱۳) ”شاہ عالم نے خود ان (درد) کے یہاں آنا چاہا اور انہوں نے قبول نہ کیا مگر ماہ بجاہ ایک معمولی جلسہ اہل تصوف کا ہوا تھا اس میں بادشاہ نے اطلاع چلے آئے“ آب ص ۱۸۶

”ایک روز بادشاہ ان کی ملاقات کے واسطے آئے تھے مگر اس (درد) نے بالکل انکار کیا اور ملاقات کی طبقات ص ۱۸۶

(۱۴) ”ایک دن لکھنؤ میں میر اور مرزا کے کلام پر دو شخصوں میں تکرار نے طول کھینچا۔ دونوں خواجہ باسط کے مرید تھے انہیں کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ فرمائیں انہوں نے کہا کہ... میر... کا کلام آہ ہے اور مرزا... کا کلام واہ ہے مثال میں میر صاحب کا شعر پڑھا۔

سرھانے میر کے آہستہ بولو ایجاںک روتے روتے سو گیا ہے

پھر مرزا کا شعر پڑھا۔



سودا کی جو بایں پگنا شور قیامت

خدا م ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

لطیفہ در لطیفہ ان میں سے ایک شخص جو مرزا کے طرفدار تھے وہ مرزا کے پاس بھی آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ مرزا بھی میر صاحب کے شو کو سن کر مسکراتے اور کہا کہ شو تو میر صاحب کا ہے مگر در خواہی ان کی دوا کی معلوم ہوتی ہے اب ۱۶۴

”سرھانے میر کے کوئی نہ بولواغ سودا نے جب یہ شعر سنا بطور طنز یہ کہا کہ یہ شعر میر کا نہیں ہے بلکہ اس کی والدہ کا ہے“ طبقات ص ۱۲۰

(۱۵) جرأت ۱۲۱۵ء میں لکھنؤ پہنچے اور... سیلمان شکوہ کی سرکار میں ملازم ہوئے ایک دفعہ تنخواہ کو دیر ہوئی

حسن طلب میں لکھا۔

جرأت اب بند ہے تنخواہ تو کہتے ہیں یہ ہم کہ خدا دیو سے نہ جب تک تو سیلمان کبھی اب ص ۲۰۶

جرأت: ایک زمانہ... سیلمان شکوہ... کے خوان نعمت سے زلہ بارہا تھا چنانچہ یہ شعر اس نے جب کہا تھا کہ

جب تنخواہ اس کی بند ہوگی... جرأت اب الخ طبقات ص ۲۰۶

(۱۶) ۱۸۵۲ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو دہلی کا باغ کا انتظام از سر نو منظور ہوا۔ اس صاحب جو کئی سال تک اضلاع

شمال و مغرب کے لفٹنٹ گورنر بھی رہے، اس وقت سکریٹری تھے وہ مدرسین کے امتحان کے لیے دلی آئے اور چاہا کہ حسطح سو روپے مہینے کا ایک مدرس عربی ہے ایسا ہی ایک فارسی کا بھی ہو۔ لوگوں نے چند کاموں کے نام بتائے ان میں مرزا غالب

کا نام بھی آیا۔ مرزا... حسب الطلب تشریف لاتے۔ صاحب کو اطلاع ہوئی مگر یہ پالکی سے اتر کر اس انتظار میں ٹھہرے کہ

حسب دستور قدیم صاحب نے سکریٹری استقبال کو تشریف لائیں گے جبکہ نہ وہ ادھر سے آتے نہ یہ ادھر سے گئے اور دیر ہوئی تو

صاحب سکریٹری نے جمدا ر سے پوچھا وہ پھر باہر آیا کہ آپ کیوں نہیں چلتے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب استقبال کو تشریف نہیں لائے

میں کیونکر جاتا؟ جمدا ر نے جا کر پھر عرض کی، صاحب باہر آتے اور کہا کہ جب آپ دربار گورنری میں بر حیثیت ریاست تشریف لائیں گے

تو آپ کی وہ تعظیم ہوگی، لیکن اس وقت آپ نوکری کے لیے آتے ہیں اس تعظیم کے مستحق نہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ گورنمنٹ

کی ملازمت باعث زیادتی اعزاز سمجھتا ہوں نہ یہ کہ بزرگوں کے اعزاز کو مہی گنوا بیٹھوں۔ صاحب نے فرمایا کہ ہم آئین سے مجبور

ہیں۔ مرزا صاحب رخصت ہو کر چلے آئے۔ صاحب موصوف نمون... کو بلایا۔ ان سے کتاب پڑھوا کر سنی اور زبانی باتیں کر کے

آٹھ روپیہ تنخواہ قرار دی انہوں نے سو... سے کم منظور نہ کی۔ صاحب نے کہا سو روپے تو تو ہمارے ساتھ چلو، ان کے دل نے

نہ مانا کہ دلی کو ایسا ستانچ ڈالیں! اب ص ۲۰۵

”جس سال... لفٹنٹ گورنر بہادر یعنی طاسین صاحب... شاہ جہاں آباد میں واسطے بندوبست مدرسہ کے



تشریف لائے سب مدرسوں کا موہ (کذا) اطلباء (کذا) کے امتحان لے کر یہ تجویز کی کہ ایک مدرس فارسی مدرسے کے واسطے اچھا مستعد مقرر کرنا چاہیے۔ تلاش ہوئی (کذا) مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر نے جو ہمارے زمانے میں شاہ جہاں آباد کے صدر الصدور ہیں۔ یہ عرض کی کہ اس شہر میں اچھے فارسی داں تین شخص منتخب روزگار ہیں۔۔۔ مرزا نوشہ۔۔۔ مولوی امام بخش۔۔۔ مومن لفٹنٹ گورنر بہادر نے تینوں کو بلوایا مرزا نے بسبب اس کے کہ ان کو نوکری۔۔۔ سے استغناء تھی انکار کیا۔۔۔ مومن نے درخواست ایک سو روپیہ۔۔۔ تنخواہ کی۔۔۔ امام بخش۔۔۔ حسب خواہش لفٹنٹ گورنر بہادر کے حکم اجابت کی۔۔۔ (کذا)۔۔۔ چالیس سو روپیہ ماہواران کے واسطے مقرر ہوا مدرس اول فارسی خوانوں کے مقرر ہوئے ۱۸۴۰ء میں درس و تدریس کرنے لگے۔ ان کے روزگار کے باب میں اور لوگوں نے بھی بہت سعی کی تھی کیونکہ وہ شخص اسی عہدے کے قابل تھا۔ بعد ایک عرصے کے پچاس روپے تنخواہ ہو گئی ہنوز وہی۔۔۔ پاتے ہیں "طبقات ص ۱۳۷"

(مجلس حصہ ۱۴)



# سوز اور آبِ حیات

”آبِ حیات“ میں محمد میر نام ہے، جس کی تصدیق میر وقاصم کو گردیزی و حسن وغیرہ کے تذکروں سے ہوتی ہے۔ یہ آزاد کے مآخذ نہیں۔ انھوں نے مصحفی وقاصم کا تتبع کیا ہے۔ ان کے کل مآخذ میں یہ نام نہیں۔ ”گلزارِ ابراہیم“ میں سید محمد ہے۔ یہ اور سید میر اور میر محمدی جو بعض تذکروں میں ہے، غلط محض ہے۔

آزاد کا قول ہے کہ ان کے بزرگوں کا وطن بخارا تھا، ان کے والد سید ضیاء الدین جو قطب عالم گجراتی کی اولاد سے تھے، بہت بزرگ شخص اور تیراندازی میں صاحب کمال مشہور تھے۔ سید ضیاء الدین کا ”بہت بزرگ“ اور ”تیراندازی میں صاحب کمال“ ہونا ”آبِ حیات“ کے سوا کہیں اور نہیں ملتا۔ باقی باتیں آزاد نے ”سراپا سخن“ سے لی ہیں، مگر ان کا قدیم ترین مآخذ تذکرہ میر حسن ہے، جس میں یہ الفاظ درج ہیں:

”ابن ضیاء الدین بخاری از اولاد قطب عالم گجراتی۔“

یہ خود تو بخارا سے آئے نہیں تھے، انھیں ”بخاری“ لکھنا گویا یہ لکھنا ہے کہ ان کے بزرگ بخارا سے آئے تھے۔

قراولپورہ، پرانی دہلی میں سکونت ”گلزارِ ابراہیم“ سے لی گئی ہے، اور اس سے قبل کسی تذکرے میں نہیں ملتی۔ آزاد نے سال ولادت سے بحث نہیں کی، لیکن موت کے وقت جو عمر بتائی ہے اس کے لحاظ سے زمانہ ولادت ۱۱۴۳ء کے لگ بھگ قرار پاتا ہے۔ یہ غلط محض ہے۔ ”تذکرہ کمال“ میں خود سوز کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ وہ سوزا سے عمر میں ایک سال بڑے تھے۔ ”آبِ حیات“ میں مؤخر الذکر کا سال ولادت ۱۱۲۵ء مرقوم ہے۔ اس حساب سے سوزا کا سال پیدائش ۱۱۲۳ء قرار پاتا ہے، یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ موت کے وقت عمر ۹۰ کے قریب ہو، لیکن

ڈ. نظر بظاہر ”گلزارِ ابراہیم“ سے قدیم تر تذکرہ آزاد کی نظر سے نہیں گزرا۔ اور اردو تذکرے جو میرے نزدیک ان کے مآخذ ہیں، خواہ ان کا حوالہ ”آبِ حیات“ میں ہو یا نہ ہو، ”گلشنِ بے خار“ ”مجموعہ لغز“ ”طبقات شعرائے ہند“ ”سراپا سخن“ ”تذکرہ فائق“ ”نسب و دلگشا“ اور ”تذکرہ ناصر“ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ فہرست اشپزنگر سے بھی نا آشنا نہیں۔ ”بفقر اکثری فرمودند“ (تذکرہ کمال)۔



اس کا ثبوت موجود نہیں، کمال کا بیان ہے کہ عمر ۸۰ سے متجاوز پائی۔ اگر ۸۵ بھی مانی جائے تو ۱۱۲۸ء کے لگ بھگ شہرتا ہے۔ ۸۵ سے زیادہ عمر خلاف قیاس ہے۔ اس سے کم ہونے کا امکان ہے۔

آزاد لکھتے ہیں: ”پہلے میر تخلص کرتے تھے۔ جب میر تقی میر کے تخلص سے عالمگیر ہوئے، تو انہوں نے سوز اختیار کیا۔“ یہ مصحفی کی صدائے بازگشت ہے جو اپنے تند کرے میں رقمطراز ہیں: ”گو بند اول میر تخلص می کرد چون در آن ایام میر محمد تقی ہم شہرت بہ میر داشت لہذا از آن درگذشتہ“ بجائے میر، سوز قرار داد۔ ”نکات الشرا“ میں ان کا ترجمہ میر تخلص کے تحت ہے۔ میر فرماتے ہیں کہ ”از خوش کردن تخلص من لصف دم از و خوش سبت“ سوز یقیناً میر سے عمر میں بڑے تھے، قیاس چاہتا ہے کہ میر سے قبل شعر کہنا شروع کیا ہو، اور آغاز شعر گوئی ہی کے وقت میر تخلص (جو ان کے نام کا جزو آخر ہے) رکھا ہو، لیکن میر کے الفاظ سے مترشح ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی میر تخلص رکھا۔ گردیزی کے یہاں میر بھی میر تخلص کے تحت ان کا ذکر ہے۔ قائم پہلے تذکرہ نگار ہیں جو تبدیل تخلص کا طرف اشارہ کرتے اور اس کا سبب بتاتے ہیں: ”در مبادی حال میر تخلص می نمود، چون اورا با میر تقی معارضہ افتاد از ازاں باز سوز تخلص کرد۔“ ”مبادی حال“ توجہ طلب ہے۔ لیکن اس کے باوجود میر اخیال ہے کہ معارضہ ”نکات الشرا“ (سال اختتام ۱۱۶۵ھ) کی اشاعت کے بعد ہوا۔ عجب نہیں اگر ۱۱۶۸ء کے لگ بھگ پیش آیا ہو۔

آزاد نے تبدیل تخلص کے بحث میں سوز کا یہ شعر نقل کیا ہے: سہ  
کہتے تھے پہلے میر میر تب نہ مرے ہزار حیف اب جو کہیں ہیں سوز سوز یعنی مداح لاکرو  
مولانا علی حیدر صاحب نیر (مرتبہ) کلیات سوز غیر مطبوعہ کے پاس کلیات کا جو خطی نسخہ ہے، اس میں یہ شعر نہیں، لیکن ان کا بیان ہے کہ اور خطی نسخوں میں ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ یہ شعر ”نسخہ اولکشا“ میں ہے۔ اگر ہے تو آزاد نے وہیں سے لیا ہوگا۔ کلیات کے ”نسخہ نیر“ میں یہ شعر ہے: سہ

ایک دن ایک شخص نے پوچھا میر صاحب تمہارا یار کہاں  
نیر کے مرتبہ کلیات میں کم از کم ایک شعر میں ”میر“ بھی آیا ہے۔ یہ اس وقت یاد نہیں۔  
تخلص کے بارے میں آزاد نے میر کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ: ”شرفا میں ایسے تخلص ہم نے کبھی نہیں سنے۔“ (ترجمہ میر) اس کی کوئی سند موجود نہیں، اور قیاس چاہتا ہے کہ صحیح نہ ہو۔ تخلص کے متعلق جو حکایت ”آب حیات“ میں ہے، اور جس کا کسی قدر تعلق میر سے بھی ہے۔ عجب نہیں اگر ناصر کی اس



حکایت کو دیکھ کر گڑھی گئی ہو: "ایک شخص نے سوز پر مرکزے کران سے پوچھا کہ کیا لفظ ہے۔ کہا سوز تھا، کسی نامحفل نے گوز کیا۔ نامر سچی جھوٹی حکایتیں درج تذکرہ کرتا ہے، اور عموماً حوالہ نہیں دیتا۔ اس حکایت کی بھی کوئی سند اس کے پاس نہیں ہے۔

قائم نے لکھا ہے کہ سوز تو پخانہ بادشاہی میں داخل تھے اور "ہمفرنگی" کے باعث ان سے اکثر ملاقات ہوا کرتی تھی، آزاد اس سے بالکل بے خبر ہیں۔

قائم نے سوز کی موسیقی سے آگاہی کا ذکر کیا ہے، آزاد کو اس کا علم نہیں۔

آزاد نے لکھا ہے "سوارکاری میں شہسوار اور فنون سپاہگری میں ماہر، خصوصاً تیراندازی میں قدر انداز تھے۔ ورزش کرتے تھے، اور طاقت خدا داد بھی اس قدر تھی کہ ہر ایک شخص ان کی کمان کو چڑھانہ سکتا تھا۔ تذکرہ شوق میں کہ "یہ جوان قابل تیرانداز" تھے، حسن کا قول ہے کہ "رسالہ در علوم تیراندازی بر سبیل تذکرہ چوں تیروردستی بکمال قوت در میدان سخن انداختہ۔" (یہ رسالہ نہ موجود ہے اور نہ حسن کے سوا کسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ زمانہ حال کے قبعین حسن سے بحث نہیں) "گلزار ابراہیم" میں ہے کہ "در فن کمان داری دست و دلش آشنا۔" مصحفی نے ان کے کمالات میں تیراندازی و سواری اسب کو بھی شامل کیا ہے۔ نامر کہتا ہے کہ "تیراندازی اور شہسواری میں بے نظیر تھے۔" اب ناظرین خود دیکھ سکتے ہیں کہ آزاد نے اپنی طرف سے کیا بڑھایا۔

قائم کا قول ہے "خوشنویس بے نظیریت، خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسند۔" شوق نے انھیں خوشنویس ہفت قلم لکھا ہے۔ تذکرہ حسن میں "خوشنویس دلپذیر" ہے۔ علی ابراہیم خاں نے لکھا ہے کہ "گویند خط رازیامی نویسند۔" مصحفی نے ان کے کمالات کے بیان میں "نوشتن خط نستعلیق و شفیعا" کا بھی ذکر کیا ہے۔ کمال بھی انھیں ہفت قلم کہتے ہیں۔ غلام محمد (متخلص بہ راقم) نے تذکرہ خوشنویساں میں تحریر کیا ہے۔ "در نوشتن خط نستعلیق و خصوصاً شفیعا نامدار و یگانہ روزگار گذشتہ۔" آزاد نے صرف اتنا لکھا ہے کہ "خط شفیعا اور نستعلیق خوب لکھتے تھے۔" سوز کے منتخب شعار خود ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ڈاکٹر مختار الدین احمد کے پاس موجود ہیں (فہرست

نمائش ادارہ تحقیقات اردو)

حسن نے سوز کو "فقید بے مثال" لکھا ہے۔ کسی اور تذکرہ نگار نے یہ نہیں بتایا۔ آزاد بھی اس

۱۷۔ "تذکرہ نامر" اضافات سے قطع نظر تیرہویں صدی کے عشرہ ہفتم کی تصنیف ہے۔ اس میں بہت سی باتیں ذاتی مشاہدے سے بھی لکھی ہیں۔



باب میں خاموش ہیں۔

حسن نے سوز کی نثر کی تعریف کی ہے، اور انھیں "منشی بے نظیر" کہا ہے۔ شوق کا قول ہے: "در  
انتشار پر دازی مہارت تمام دارد" آزاد نے "گلزار ابراہیم" سے ان کے ایک خط کے بعض فقرے نقل کئے ہیں۔  
قائم نے ترجمہ مہربان خاں میں لکھا ہے: "میر سوز وغیرہ دوسرے شاعر ریختہ از قدیم بخدمت او می  
بودند، دریں اثنا... مرزا محمد رفیع برفاقت وزیر الممالک... غازی الدین خاں بہادر (عماد الملک) در...  
فرخ آباد رسیدند، خان موصوف از نواب وزیر در خواستہ مرزا... را برفاقت خود گرفت۔" اس سے  
ظاہر ہے کہ مہربان خاں کے یہاں سوز کی رسائی سودا سے پیشتر ہوئی تھی۔ ان سے توسل کا آغاز اس وقت ہوا  
ہوگا جب مہربان خاں کے آقا، احمد خاں بنگش دہلی میں میر بخش کی حیثیت سے مقیم تھے (اوائل عشرہ ہشتم ماہ  
دوازدهم)۔ ان کے ساتھ مہربان خاں کا ہونا اور ان کی معیت میں فرخ آباد واپس جانا قرین قیاس ہے۔ سوز  
بھی ان کے ہمراہ گئے ہوں گے۔ مہربان خاں کا تخلص رند تھا اور سوز و سودا دونوں ان کے استاد تھے۔ یاد  
آتا ہے کہ شوق نے ان کے نہایت ضخیم دیوان (مشمول بر ۵۰ ہزار اشعار) کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ دو دین سوز  
و سودا کی غزلیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ "تذکرہ حسن میں ہے: "اکثر اشعار میر سوز و میرزا... سودا اور دیوان  
مہربان خاں یافتہ می شود، ازین جہت اشعار اور اقلیمی نہ کردم۔ آنچه دوسرے کوشتم برہماں اکتفا کردم۔" قائم  
کا بیان ہے کہ "ایک غزل جو رند کے یہاں ہے (ردیف "بیچ دے" قوافی خریدار، بازار وغیرہ)۔ کلیات سودا میں  
بھی نظر آئی۔" "اس عاصی... دیدہ و بسیار ناپسندیدہ۔" مصحفی کہتے ہیں کہ اگرچہ شخص جاہل بود اما سلیقہ  
صحبت شعر اور اہم بصرہ، قلیل پر مرتبہ والائے شاعری رسانیدہ... مخرج زبان ہم درست نداشت۔" ناصر نے  
دیوان رند دیکھا تھا۔ اس کا قول ہے کہ "اکثر وہی غزلیں... سوز کے دیوان میں موجود ہیں، اور نام رند کا  
ان میں سے خارج۔ یہ نہ چاہیے جو چیز یہ کی ہو، اس کا دعویٰ انصاف سے بعید ہے۔" رند کا بہت ضخیم دیوان  
ناپید ہے۔ دیوان رند کا واحد نسخہ جو میری نظر سے گزرا ہے، تین چار ہزار اشعار پر مشتمل ہوگا۔ اس میں شاید ہی  
کوئی غزل ہو جو دیوان سوز میں نہ ہو۔ سودا کا ایک شعر اس میں نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رند خود شعر

۱۔ مطبوعہ "کلیات سودا" میں سو سے زیادہ غزلیں سوز کی ہیں، جو کلیات سودا کے معتبر خطی نسخوں میں نہیں تھیں۔  
مطبوعہ کلیات میں بعض مرثی بھی ہیں جن میں مہربان تخلص آیا ہے۔ سال گذشتہ "سوریا" میں میرا ایک مضمون جس میں ان  
دو رسوں سے بحث ہے شائع ہوا تھا۔ ان غزلوں میں سے بہت سی دیوان رند میں بھی ہیں۔ یہ غزل دراصل سوز کی ہے۔



نہیں کہتے تھے، سوز (یا سودا) ان کا لطف سے کہتے تھے، انقطاع تعلقات کے بعد سوز نے وہ غزلیں جو ان کے نام سے کہی تھیں، خود اپنے دیوان میں داخل کر لیں۔ دیوان سوز میں کئی جگہ انھیں یاد کیا ہے، ازاں جملہ :

کون ہے اب ہیراں سازندہ جو جس کا خطاب کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

دوران قیام فرخ آباد میں سوز و سودا کے تعلقات خوشگوار رہے۔ سودا کی ایک رباعی ہے جس میں حسرت کی بھج ہے۔

حسرت کی ایک رباعی بھی جو ظاہراً اس کے جواب میں ہے، موجود ہے۔ عجب نہیں سوز و حسرت میں نوک

جھونک ہوئی ہو۔ بعض قرائن اس پر دال ہیں کہ حسرت کا قیام فرخ آباد میں رہا تھا۔ سودا کی ایک غنوی ہیراں خاں

کی مدح میں ہے۔ اس میں سوز سے متعلق یہ اشعار ہیں :

شعر کے بحر میں ترا استاد گشتی دہن کو ہے باد مراد

لیک خدمت میں تیری اتنی عرض کرنی اس خیر خواہ کو ہے فرض

اس کو ہر طرح تو غنیمت جان پھر طے گا نہ سوز سا انسان

کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ بچھی بھڑکے ہوئے نہ آویں ہاتھ

مصحفی نے ترجمہ امیر (نواب محمد یار خاں) میں لکھا ہے : درایامیکہ ... شوق شرنہندی دامن دلش

را بسوئے خود کشیدہ خطی بہ طلب میر سوز و مرزا محمد رفیع نوشہ روانہ کرد۔ چوں درآں ایام این ہر دو بزرگ در سرکار

ہیراں خاں رند تخلص بصیفہ شاعری عزواقیاز داشتند از فرخ آباد آمدن ایشان بہ مانند کہ موضع بود و باش نوا

بودیغداد۔ یہ امیر کی نوکری کے بارے میں ہے، ورنہ سوز مانند گئے تھے۔ ظاہراً قیام محقر رہا۔ شوق لکھتے ہیں : "اس

احقریک دو ملاقات در مقام محمد نگر مانند نمود۔" مانند جانا سکر تال کی لڑائی سے قبل ہوا ہوگا جب امیر تال موجود تھے۔

"تذکرہ خیراتی لعل" : بیجگر میں سوز کے جے پور جانے کا ذکر ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ یہ بات "طبقات سخن"

میں بھی ہے جو "بیجگر" کے ماخذ میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ "دیوان سوز" کے کسی نسخے میں ایک یادو شعر بھی وہاں جانے

پر مشتمل ہے، لیکن دیوان کا جو نسخہ اس وقت سامنے ہے، اس میں یہ شعر نہیں۔ جے پور جانے کا زمانہ بیجگر نے نہیں بتایا

قیاس ہے کہ احمد خاں بگلش کی وفات (۱۱۸۵ھ) کے بعد جب ہیراں خاں کا اقتدار غائب ہو گیا تھا، غالباً

۱۱۷۶ھ۔ "کلیات سودا" میں ہیراں خاں کی کدخدائی کا قطعہ تاریخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۱۷۶ھ میں وقوع میں

آئی۔ سودا اس سال یا اس سے بھی قبل فرخ آباد پہنچ گئے ہوں گے۔ آزاد کو باوجود اس کے سوز کا قیام فرخ آباد میں کم و

بیش ۱۱۵۵ھ سال رہا، اس کی مطلقاً خبر نہیں۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ امیر لڑائی کے بعد سکر تال ہی میں رہے۔ اور جنگ

شجاع الدولہ کے بعد وہاں سے ان کا تعلق منقطع ہوا میری رائے میں صحیح نہیں۔



۱۱۸۴ء میں سوزجے پور گئے اور اسی سال یا سال آئندہ میں فیض آباد پہنچے۔ اس وقت اشعار الدولہ زندہ تھے۔ اور دہلی کے متعدد شعرا وہاں موجود تھے۔

ان کے شعر پڑھنے کے طریقے کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے: ”شورا باداے نادر کہ دست و پا  
چشم بلکہ تمام اعضاء در حرکت می آید، می خواند، و مردمان ناہم را متوجہ جانب خود می گرداند۔“ (شوق خواندن  
اشعارش از زبان اونیکوست، از خواندنش چنان خوب می نماید کہ در گفتن نمی آید“ (حسن)۔ ”جو مضمون شعر میں  
ہوتا تھا اس کی صورت بنا کر دکھا دیتے تھے۔“ (سراپاسخی) آزاد نے بالتفصیل بیان کیا ہے کہ ان کی شعر خوانی کا طریقہ کیا  
تھا۔ شعر خوانی کے سلسلے میں آزاد نے ایک حکایت لکھی ہے جس کا تعلق قطعہ ذیل سے ہے:

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے      سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے  
وہاں دیکھے کسی طفل پر پرو      اے اے اے اے اے اے اے اے

دیوان سوز کے پندرہ سولہ نسخوں کا حال مجھے معلوم ہے۔ نہ ان میں یہ قطعہ ہے اور نہ کسی تذکرے میں سوز کے نام سے  
ہے۔ ظہور دہلوی کے دیوان میں البتہ ملتا ہے۔ میں نے کسی اور شاعر کے نام سے بھی اسے کہیں دیکھا ہے۔ بہر حال سوز  
کا نہیں، اور ان کا قطعہ ہی نہیں، تو جو حکایت اس کے متعلق ہے۔ کب صحیح ہو سکتی ہے؟

شعر خوانی سے متعلق دوسری حکایت (بیان کردہ آزاد) کا تعلق اس قطعے سے ہے:

او مار سیاہ زلف سچ کہہ      بستلانے دل جہاں چھپا ہو  
کنڈلی تلے دیکھیو نہ ہوشے      کاٹانہ ہفتی ترا برا ہو

آزاد رقمطراز ہیں: ”پہلے مصرع پر ڈرتے ڈرتے بچ کر جھکے، گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے ہیں، اور جس  
وقت کہا ”کاٹانہ ہفتی“ بس دفعتاً ہاتھ کو چھاتی تلے مسوس کر، ایسے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر سنبھالنے  
کو کھڑے ہو گئے۔ صحیح افنی ہے محاورے میں ہفتی کہتے ہیں۔“ میں نے ”ہفتی“ نہ کہیں سنا نہ کہیں اور دیکھا۔ دیوان سوز  
کے ہر نسخے میں جو میری نظر سے گزرا ہے یا جس کے بارے میں مجھے اطلاع ہے، مصرعہ چہارم یوں ہے۔ ط  
”کاٹانہ ہے؟“ اف ترا برا ہو

اس حکایت کی بھی کوئی سند موجود نہیں۔

سودا ۸۶ء میں فیض آباد پہنچے تھے۔ ”آب حیات“ میں ایک حکایت یہ ہے کہ ایک دن سوز سودا کے

یہاں گئے، اس زمانے میں حزیں کی ایک غزل (گا ہے ردیف، نگا ہے، آپے وغیرہ قوافی) کا چرچا تھا، سوز نے اپنا مطلع پڑھا:



نہیں مکسے ہے مرے دل کی آیا ہے گا ہے  
 اے فلک بہر خدا رخصت آئے گا ہے  
 سودا بولے کہ یا تو بچپن میں بستور کی ڈومنیوں سے سنا تھا، یا آج سنا۔ سوز سنس کر چپ ہو رہے۔ سودا  
 نے خود اسی وقت مطلع کہہ کر ستایا: ع

”نہیں جوں گل ہو س ابرسیا ہے گا ہے الخ“

جرات کی ابتدا تھی۔ خود جرات نہ کر سکے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ یہ بھی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ سودا کی اجازت  
 پر جرات نے اپنا مطلع پڑھا۔ اس لحاظ سے کہ جرات کی ابتدا تھی، اور ان کا فرخ آباد جانا ثابت نہیں، یہ کہا جاسکتا ہے  
 کہ اگر یہ واقعہ ظہور میں آیا تو فیض آباد کا ہے۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ جزیرے ۱۱۸۰ھ میں مرچکے تھے۔ ان کی کسی  
 غزل کا خاص طور پر چرچا اگر ہوا ہو گا تو اسی زمانے میں جب وہ کہی گئی ہوگی۔ بہر حال، اس حکایت کی بھی سند موجود  
 حسن نے لکھا ہے کہ سوز ”چوں کہاں از بد آنکی آفاق بگوشہ نشینی ساخته۔“ یہ عبارت سوز کے فیض آباد  
 پہنچنے کے بعد ۸۹ھ میں یا اس سے قبل حوالہ قلم ہوئی تھی۔ عشقی کا بیان ہے کہ شجاع الدولہ کی خدمت میں بارہا  
 ہوئے۔ میں اس کی تصدیق سے قاصر ہوں۔ آزاد کو سوز کا فیض آباد جانا معلوم نہیں۔

۸۸ھ میں شجاع الدولہ فوت ہوئے اور آصف الدولہ ان کے جانشین۔ سوز نے رباعی کہی:

خالق کہ مخلق زندگانی دادہ دنیا بفلانی و فلانی دادہ

بہر چند اجارہ قضا و قدر است الحال جہاں را بہ امانی دادہ

آصف الدولہ کا ایک نام مرزا امانی تھا۔ ناصر کہتا ہے کہ سودا نے اس کی بہت تعریف کی۔

آزاد لکھتے ہیں کہ ”شاہ عالم کے زمانے میں جب اہل دہلی کی تباہی حد سے گذر گئی تو ۱۱۹۱ھ میں لباس

فقر اختیار کیا اور لکھنؤ چلے گئے۔ آصف الدولہ باپ کی وفات کے کچھ بعد فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے تھے اور وہ

اودھ کا دار الحکومت پھر ہو گیا تھا۔ سوز وہاں فیض آباد سے گئے، دہلی سے نہیں۔ علی ابراہیم خاں نے ۱۸ جولائی

(سال اول ۱۱۷۳ھ) کو لباس درویشی اختیار کرنے کا زمانہ بتایا ہے، لکھنؤ جانے کا نہیں۔ دونوں کا زمانہ

۱۹۰۱ء قرار دینا آزاد کا فعل ہے۔ اتنی بات البتہ قطعی ہے کہ ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ میں قیام تھا جیسا کہ بتلانے لکھا

ہے۔ سوز فرخ آباد ہی میں مرید ہو چکے تھے۔

شوق نے ان کی درویشی یا لباس درویشی میں ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ حسن نے انھیں ”درویش

باکمال“ لکھا ہے۔ بتلا کا قول ہے: ”ترک علائق دنیوی نمود و لباس فقر پوشید۔“ معنی جو نظر بظاہر اور فرماہ



دوازدهم یا اوائل سیزدہم میں ان کا ترجمہ قلمبند کرتے ہیں، پہلے ”کمال شاعری درویشی“ کا ذکر کرتے ہیں، اسکے بعد دوسرے کمالات کے بیان میں لکھتے ہیں: ”در نازک بندی و نزاکت فہمی شعر و ادب صحبت لوگ و سلاطین و ظرافت طبع و خندہ روی و ندامت پیشگی و تحصیل معاش و گفتن کلمتہ الخیر در حق دیگرے و با این ہمہ استغنائے مزاج کہ خاصہ شعر است، نظر خود ندارد۔“ مصحفی ترجمہ سلیمان شکوہ میں (یہ ۱۲۰۵ء میں لکھنؤ آئے) ضمناً تحریر کرتے ہیں: ”میر سوز کہ کسوت درویشی بقامت حال خود راست داشت در اوائل مشاعرہ بانعام یک دو شالہ و یک بٹوس فرازی یافتہ راہ خود پیش گرفت“ ”کمال نے انھیں ”بزرگے و درویشیہ ممتاز“ لکھا ہے۔ صاحب دستور الفصاحت لکھتے ہیں کہ ”آصف الدولہ“ از دل عاشق صحبت نکمیں ایساں بود و کمال عزت و احترام می نمود۔ و نواب سرفراز الدولہ (نائب آصف الدولہ) ... بسیار معتقد بلکہ مرید و علیٰ ہذا القیاس جمیع اعزہ و عمائد لکھنؤ خدمت میرا شرف و برکت خود می دانستند و صحبت او غنیمت شمرند۔ یہ مسلم کہ سوز نے لباس درویشی اختیار کر لیا تھا، لیکن مصحفی نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے پیش نظر یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ”علائق دینیوی“ کو بھی ترک کر دیا تھا۔

مصحفی کہتے ہیں کہ میر سوز کے بیٹے میر مہدی، داغ جو پہلے آہ تخلص کرتے تھے اور جوان ”طبع و خوشرو“ تھے، ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ ایک مدت کے بعد مفارقت پیش آئی۔ ”خو کردہ وصال“ اس کی تاب نہ لا کر بیمار پڑا۔ وفات کا دن قریب تھا کہ معشوقہ کا خط آیا، جواب میں یہ شعر لکھا اور اس کے بعد قضا کی از جاں رفقے بود کہ مکتوب تو آمد دیگر چہ نویسم خبرم خوب گرفتی

آزاد کو اس عشق کا حال معلوم ہے، مگر وہ نہ ان کا نام بتاتے ہیں اور نہ نظر بظاہر انھیں اس کی واقفیت ہے کہ داغ کا ایک تخلص آہ بھی تھا۔ اس سے ابگاہی ہوتی تو یہ شکایت نہ کرتے کہ کوئی غزل ان کی دستیاب ہوئی۔ ان کا کلام تحت تخلص آہ ”گلزار ابراریم“ وغیرہ میں موجود ہے۔ سوز کے بیٹے سید قدرت علی تپان (سخن شرا) اور تپان کے بیٹے سید علی حسن شرر (سخن شعرا) سے بھی آزاد واقف نہیں۔

آزاد نے لکھا ہے: ”با وجود مفلسی کے ہمیشہ مسند عزت پر صاحب تکمیل اور امر اور وساک پہلو نشین رہے اور اسی میں معیشت کا گذارہ تھا۔“ ممکن ہے بعض اوقات سوز کو افلاس سے سابقہ پڑا ہو، لیکن ان کے حالات زندگی کو دیکھتے ہوئے ان کا مفلسوں میں شمار ٹھیک نہیں۔ ان کا ایک شعر یہ ہے: سہ

۱۔ آزاد نے ظرافت و خوش طبعی کا ذکر کیا ہے، قاسم نے بھی انھیں ”ظریف الطبع“ لکھا ہے۔ ۲۔ اس میں کئی باتیں آزاد کے یہاں نہیں۔ ۳۔ یہ بھی آزاد کے یہاں نہیں۔ ۴۔ ”کلیات جرات“ کے بعض نسخے میں قطعہ تاریخ وفات موجود اور میں نے اسے کہیں لکھ رکھا ہے۔ اس وقت اس کی تلاش مشکل ہے۔ یاد آتا ہے کہ یہ ۱۲۰۵ء پر مشتمل ہے۔



کبھی تو سوز کو دیتا ہے جاہ و شہرت و دولت تری قدرت کے میں قربان تو کیا کیا دکھاتا ہے

آزاد لکھتے ہیں کہ لکھنؤ سے ۱۲۱۲ھ میں ناکام مرشد آباد گئے، یہاں بھی نصیبے یادری نہ کی، پھر لکھنؤ میں آئے اب قسمت رجوع ہوئی، اور... آصف لدولہ ان کے شاگرد ہوئے۔ چند روز آرام سے نہ گزریے تھے کہ خود دنیا سے گذر گئے۔ ظاہر ہے کہ سفر پہلی محرم سے قبل نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ بھی خلاف قیاس ہے۔ دس محرم کے بعد ہی اس کا آغاز ہو سکتا تھا۔ واپسی آصف لدولہ کے دوران حیات میں ہوئی، یعنی ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ سے پیشتر۔ آزاد نے وفات آصف لدولہ کی تاریخ نہیں لکھی ہے۔ شاید انہیں معلوم بھی نہ ہو۔ یہ اتنی قبل ہوئی چاہیے کہ آصف لدولہ شاگرد ہو کر اس حد تک مستفید ہوں کہ ان کی غزلیں سوز کے رنگ کی ہو جائیں۔ اب یہ دیکھئے کہ مرشد آباد جانے کے بارے میں تذکرہ نگاروں کے کیا اقوال ہیں۔ لطف کہتا ہے کہ "۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے، لیکن اطوار سکو کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر لکھنؤ تشریف لگے۔" عشقی عظیم آبادی کا بیان ہے: "چندے در شہر مرشد آباد در سرکار نواب مبارک لدولہ بہادر منسلک گرفتہ، بخوبی تمام اوقات گذاری نمود۔ مع ہذا بازار دیار مشرق بہ لکھنؤ مراجعت کردہ۔" مبارک لدولہ کا سال وفات ۱۲۹۷ھ ہے جو ۱۲۱۲ھ سے برسوں پیشتر ہے۔ میں لطف کے اس قول کو کہ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد گئے، اور اسی سال لکھنؤ واپس ہوئے، قابل قبول نہیں سمجھتا۔ عشقی اس کے مقابلے میں بنگالہ سے بہت زیادہ واقفیت رکھتا تھا وہ وہاں مدتوں مقیم رہا اور غالباً وہیں فوت ہوا تھا۔ میرے نزدیک اسی کا بیان قابل ترجیح ہے۔ سوز مبارک لدولہ کے دوران حیات میں وہاں گئے، اور غالباً اس کی وفات کے کچھ ہی بعد واپس ہوئے۔ مصحفی کی ایک نظم سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے اور انشا کے منازعے (سنہ ۱۰۹۹) کے زمانے میں سوز لکھنؤ ہی میں تھے۔

آصف لدولہ کے تلمذ کی قدیم ترین سند "تذکرہ نافر" ہے۔ نافر کا یہ قول بھی ہے کہ یہ پہلے وہم کے شاگرد تھے۔ یہ سند کافی نہیں، مگر تلمذ بالکل خلاف قیاس بھی نہیں۔ وہ بات جو بالکل قرین قیاس نہیں بلکہ میں شاگرد ہونا ہے۔ یہ بات البتہ اپنی جگہ پر صحیح ہو سکتی ہے کہ مرشد آباد سے واپسی کے بعد آصف لدولہ اصلاح لینے لگے۔ آزاد نے دیوان آصف لدولہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ گویا ان کی نظر سے گزرا ہے۔ دیکھتے تو یہ نہ کہتے کہ غزلیں سوز کے رنگ کی ہیں۔ بعض امور میں مشابہت یہ کہنے کے لیے کافی نہیں۔

"آب حیات" میں ہے: ۱۲۱۳ھ میں شہر لکھنؤ میں ۷۰ برس کی عمر میں فوت ہوئے، مصحفی

نے ۷۰ سے متجاوز عمر بتائی ہے اور چونکہ ان کا تذکرہ اواخر ماہ دوازدہم میں شروع ۱۲۰۹ھ میں ختم ہوتا ہے



یہ بتانا ممکن نہیں کہ ترجمہ سوز کس سال حوالہ قلم ہوا۔ اگر رعایتاً تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سال تحریر ۱۲۰۹ھ ہے تو اس وقت عمر ۷۰ سے متجاوز تھی۔ اس لیے ۱۲۱۳ھ میں ستر کس طرح ہو گئی؟ واضح ہے کہ آزاد سابعی پر وہ شخص اس سے ناواقف ہو سکتا ہے کہ ”تذکرہ مصحفی“ کا سال آغاز کیا ہے، لیکن سال انجام سے ان کا بیخبر ہونا (خاتمے میں دو تاریخیں ہیں جن میں سے ایک یہ: ”یک ہزار و دو صد و نہ“) قرین قیاس نہیں۔

”دیوان جہاں“ میں سوز کے مرنے کی جگہ تلہر بتائی گئی ہے، میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا۔ آزاد نے ۱۳۰ھ کی کوئی سند نہیں پیش کی اور یہ ان تذکروں میں جو ان کی نظر سے گذرے تھے یا فہرست اشپزنگر میں نہیں ہے۔ نجوبی ممکن ہے کہ کلیات جرات“ کے کسی نسخے میں قطعہ تاریخ وفات دیکھا ہو۔ ”داغ اب سوز کا لگا دل کو“۔ مادہ تاریخ ہے۔ اس لیے ۱۳۰ھ کی صحت میں کلام نہیں، اور اسناد بھی ہیں۔

آزاد نے ایک حکایت لکھی ہے کہ میر اپنے کو اور سودا کو پورا شاعر سمجھتے تھے، اور کسی قدر تامل کے بعد انہوں نے اس کا اقرار بھی کیا تھا کہ درد آدھے شاعر ہیں۔ کسی نے سوز کے بارے میں پوچھا تو چلین کہیں ہو کر بولے کہ ”میر سوز صاحب بھی شاعر ہیں؟“ اس شخص نے کہا کہ آخر استاد نواب آصف الدولہ کے ہیں۔ کہا کہ ”خیر یہ ہے تو پونے تین سہی“ (تخلص کے متعلق رائے اسی حکایت کا جز زمانہ آزاد کی رائے میں ۱۲۱۲ھ، اس لیے کہ شاگرد نواب کا ان کے نزدیک ہی زمانہ ہے)۔ اس حکایت کی کوئی سند موجود نہیں اور بناوٹی معلوم ہوتی ہے۔

ہاں ”تذکرہ ناصر“ میں ایک حکایت ہے جو اس پر مشعر ہے کہ سوز کے کلام کے متعلق میر کی رائے اچھی نہ تھی۔ آزاد کہتے ہیں کہ سوز نے ”سوائے غزل کے اور کچھ نہیں کہا“ اور اس وقت تک اردو کی شاعری کی اتنی ہی بساط تھی۔ یہ دکھایا جا چکا ہے کہ آزاد نے سوز کی عمر اور سودا کا زمانہ پیدائش کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے حساب سے سوز سودا سے کم و بیش ۱۸ سال چھوٹے تھے۔ اس صورت میں یہ لکھتا کہ اس وقت (یعنی سوز کے وقت) ”اردو کی شاعری کی اتنی ہی بساط تھی“ سخت حیرت انگیز ہے۔

”اردو کی شاعری کی اتنی ہی بساط تھی“ کے بعد آزاد کے قلم سے نکلا ہے: ”۱۲۰ھ سطر کے صفحے سے ۳۰۰ صفحہ کا کل دیوان ہے۔ اس میں سے ۲۸۸ صفحہ غزلیات، ۱۲۱ صفحے میں مثنوی، رباعی، مخمس، باقی والسلام آغاز۔ مثنوی کا یہ شعر ہے:

دعویٰ بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا جو غور کیجئے تو ہے کوڑی کے کام کا  
یہ کلیہ قائم کرنے کے بعد مستثنیات کا ذکر کرتے ہیں، مگر اس طرح جیسا کہ آزاد نے کیا ہے۔ اس سے قطع نظر،



مجھے یقین ہے کہ آزاد نے جو کچھ لکھا ہے فہرست اشپرنگر سے ماخوذ ہے، اور جو تفصیل دیے ہیں وہ کسی ایسے نسخے کے ہیں جو خود ان کی نظر سے گزرا ہو۔ آزاد و اشپرنگر کے بیانات میں جو اختلافات ہیں، ان کی ذمہ دار آزاد کی بے پروائی ہے۔ اشپرنگر نسخہ 'اودھ' کے متعلق لکھتا ہے: "غزلیں ۳۰ صفحات، ۱۲ ابیات فی صفحہ، رباعیات خمس اور ایک مثنوی ۲۲ صفحات، آغاز "دعویٰ بڑا ہے الخ" اور اس کے بعد:

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا بجائے مد بسم اللہ مد آہ میں لکھتا

"نسخہ نیر" کا آغاز "سر دیوان الخ" سے ہوا ہے، غزلیں ۲۲، اوراق میں ہیں (مسطر اسطری) اس میں متفرق کلام ۴، اوراق میں ہے۔ "دعویٰ بڑا ہے الخ" فرد ہے، کسی مثنوی کا جز نہیں۔ نیر صاحب نے مجھ سے زیادہ نسخے دیکھے ہیں لیکن ان کے مرتبہ کلیات کا مطالعہ کیا ہے۔ بد قسمتی سے وہ اس وقت پیش نظر نہیں، ورنہ میں اس کے مندرجات سے بحث کرتا۔ میرا خیال ہے کہ ان کا مرتبہ نسخہ کل کلام پر حاوی نہیں متفرق کلام جتنا اس میں ہے اس سے زیادہ ہوگا۔ واضح رہے کہ کمال کا قول ہے کہ اس نے ان کا دیوان پہلے پہل مرتب کیا تھا۔ اس کا مرتبہ نسخہ مفقود ہے میرا خیال ہے کہ "آب حیات" میں ان کے کلام کا انتخاب چھاپا نہیں اور براہ راست کلیات سے نہیں ہوا۔

آزاد لکھتے ہیں کہ میر سوز اکثر ردیف چھوڑ کر قافیہ ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ "یہ حد درجہ غیر ذمہ دارانہ بیان ہے۔ کلیات ملوکہ نیر میں صرف الف کی ۱۳۸ غزلیں ہیں، جن میں سے صرف ۱۲ میں ردیف نہیں۔ دوسرے حروف کی غزلوں کا کم و بیش یہی حال ہے بلکہ بعض حروف (مثلاً ح، خ، ذ) کی کل غزلیں مردف ہیں۔ آزاد کہتے ہیں: "میر سوز جیسے سیدھے سیدھے مضمون باندھتے تھے، ویسے ہی آسان آسان طریقے بھی لیتے تھے... اضافت، تشبیہ، استعارہ، فارسی ترکیبیں ان کے یہاں بہت کم ہیں۔" ان کے یہاں ہر قسم کے مضامین ہیں، لیکن کلام 'میر و مرزا' کے مقابلے میں سادہ ہے اور فارسی و غیرہ بھی نسبتاً کم ہے۔ لیکن یہی بات ان کے معاصر تاجران کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ ان کی خصوصیت خاص یہ ہے کہ یہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ ایسے مضامین لائیں جن کی تصویر بن کر دکھا سکیں۔ ذیل میں کچھ اشعار اور مصرعے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ناظرین کو بجائے خود رائے قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ ردیف کے نیچے نشان — ہے:

۱۔ ایسے اشعار اس موقع پر نقل نہیں کئے گئے۔



کہا پیر خرد نے موجب خم پیر گردوں کا  
 ترپتی کیوں ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر  
 اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا  
 کہیں ہیں زلف کو سب دیکھ کر روئے مخطط پر  
 ہے جیتے جی تو مجھے کوئے یار میں رونا  
 بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
 صد حیف آرزو ہے زباں پر مری و لے  
 زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب گوائے سوز  
 سر تک شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا  
 ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشوونما یسج  
 کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق  
 نہ بھولے دل تو اس نیرنگی مینائے دوران  
 زمزم کے آب سے نہ بچی اپنی تشنگی  
 چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیرغ تک کبھو  
 وفور یار کی یاں تک ہے سرد مہری کا  
 برق تپیدہ یا شرر بر جہیدہ ہوں  
 منت کش نزاں ہوں نہ حیرت کن بہار  
 پہلوشیں کے غم سے جگر میں ہے خار خار  
 ترا خط دیکھ سب بھولیں ہیں قرآن کا پڑھنا  
 جس کی کہ سر نوشت بخط شکستہ ہو  
 آتا ہے وہ جفا جو تیغ ستم کشیدہ  
 کیا کہیے وہ بت آہ کس آئیں نکلیں ہے  
 شعرو سخن پہ سوز کے موقوف کچھ نہیں

یہ سختی بارکش رہتا ہے اسباب محمد کا  
 کہ تیرا اشک جس جا کہ گریے گلزار ہو پیدا  
 قطرہ خون ہے مگر خون سیاہاں سالگا  
 یہ لام افزود کیوں قرآن کی تفسیر پر لکھا  
 ہے گامرگ کے بعد از مزار میں رونا  
 ترپنے بن کروں آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا  
 چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں میں دہن کجا  
 سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینے کا  
 یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا  
 بنشیں و سیا ماوشیا ناز و ادا یسج  
 مے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر  
 یہ شیشہ ہے اسی قابل ہے جو طاق نسیاں پر  
 ہم پی رہے ہیں شیشہ ہمیشہ ایاغ ویر  
 شہباز عشق کا بھی عجیب چنگ ہے وسیع  
 کہ آہ گرم بھی ہے زہریر سی دل میں  
 جس رنگ میں ہوں میں غرض از خود درید ہوں  
 جوں سرد یاغ دہر میں دامن کشیدہ ہوں  
 مانند گل کے بسمل درخوں تپیدہ ہوں  
 کہ جوں تہہ کر رکھیں تقویٰ مہاے پارسائی کو  
 خانہ بنجانہ در بدر کوچہ کوچہ کو بکو  
 دامن بدست چیدہ ابرو بہم کشیدہ  
 سرتا بقدم کافر بیدیں نکلیں ہے  
 اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے



دیکھو تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے  
غیرت ہماری دامن تحقیر میں چھپی  
یہ زلف سایہ فگن مدظلہ العالی

دل جنس فروشندہ بازار ہنر ہے  
کیا کیجئے کہ دیکھ نہ سکتے تھے اہل رشک  
نہ یہ کمند نہ ناگن نہ رات ہے کالی

آزاد کہتے ہیں کہ مجالس رنگین کی بعض مجلسوں اور ہمایے عہد سے پہلے کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام صفائی محاورہ اور لطف زبان کے باب میں ہمیشہ سے فزیب المثل ہے۔ "مجالس رنگین" اس وقت پیش نظر نہیں لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے اس کی صرف ایک مجلس کا تعلق سوز سے ہے۔ سوز کے شاگرد آشفقت نے ایک قطعہ جو دراصل میر حسن کا ہے رنگین کے سامنے پڑھا ہے اور شاید رنگین نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ اس سے پہلے آشفقت نے سوز کی تعریف میں کچھ کہا ہوگا۔ بہر حال اس مجلس سے یا قدیم تذکروں سے ہرگز ثابت نہیں کہ سوز کا کلام صفائی زبان اور لطف زبان کے باب میں ہمیشہ سے "فزیب المثل" چلا آتا ہے۔ میرا حافظہ دھوکا نہیں دیتا تو گلکرسٹ نے یہ لکھا ہے کہ "سوز زانہ زبان بہت استعمال کرتے ہیں۔"

آزاد کہتے ہیں: "اگر میر و سودا اور ان کی زبان میں فرق بیان کرنا ہو تو یہ کہہ دو کہ بہ نسبت عہد سودا کے دیوان میں اردو کا لہجہ جوان چند سال چھوٹا ہے اور یہی امر کیا باعتبار مضمون اور کیا بلحاظ محاورہ قدیم ہر امر میں خیال کر لو۔ چنانچہ کوکہ علامت مفعول ہے لہو اور کبھو کا قافیہ بھی باندھ جاتے تھے۔" میر و سودا و سوز کے دو اویں کے تقابلی مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں کہ سوز کی زبان قدیم تر ہے۔ دو چار قدیم الفاظ جو سوز کے یہاں ہیں۔ ممکن ہے میر و سودا کے یہاں نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود سوز کے یہاں بعض قدیم الفاظ جو میر و سودا کے یہاں ہیں نہ ملیں۔ رہے معیوب قوافی تو اس سے نہ میر کا کلام خالی ہے نہ سودا کا۔ یہ بحث تفصیل چاہتی ہے، اور اس کا اس وقت موقع نہیں۔

حسب فیل اشعار جو فی الواقع سوز کے ہیں، آزاد نے سودا کی طرف منسوب کیے ہیں:

رستم رہا زمیں پہ نے سام رہ گیا	مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
نہ تھا پیکاں پہ کیا جو ہر جو نامہ تیر پر لکھا	اشارہ قتل کا قاتل نے کس تفسیر پر لکھا
جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش و پس چلے	ہے یہ عجب سرا کہ جہاں آئے بس چلے
صدیا داب تو کر دے قفس سے ہمیں رہا	ظالم پھڑک پھڑک کے پرو بال گھس چلے
خیال ان آنکھوں کا چھوڑتے تیرے بوزار	دلا آیا جو تو اس میکدے میں جام لیتا جا

یہ دیوان میں اس طور پر ہے: "ہیں پیکاں پہ جو ہر نامہ ان نے تیر پر لکھا۔" اشارہ قتل کا لہجہ کو یہ کس تفسیر پر لکھا۔ صحیح یہی شکل ہے۔



مطلع ذیل سوز کے نام سے لکھا ہے، لیکن نسخہ مملوکہ نیر میں نہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے، نیر صاحب کے مرتبہ نسخے میں بھی نہیں ہے :۔

دعویٰ کیا تھا گل نے اس رخ سے رنگ بولکا  
 ماریں صبا نے دھولیں شبنم نے منہ پہ تھوکا  
 سوز کے اطوار و اخلاق کے ذکر میں آزاد لکھتے ہیں: "خاکساری نے سب جو ہروں کو زیادہ تر چمکایا تھا۔" مجھے یاد نہیں کہ آزاد کے سوا کسی نے ان کے خاکسار کی خاص طور پر تعریف کی ہو۔ دیوان میں اگر خاکسار کے اشعار ہیں تو تعلیٰ کے بھی۔ ایک شعر جس کا مصرع آخر "اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے۔" اوپر نقل ہو چکا ہے۔ کچھ اشعار اس جگہ درج ہوتے ہیں:

رستم تو آج تو ہے میدان کا سخن کے  
 لے سوز کس کو دعویٰ ہے تجھ سے ہمیری کا  
 سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا ہے شاعر و  
 گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا داغ  
 کہتے ہیں سبھی ریختہ اس دور میں لیکن  
 اس فن میں کوئی سوز کا استاد نہیں ہے  
 سوز کے مذہب کا ذکر آزاد نے نہیں کیا۔ یہ میں لکھ چکا ہوں کہ سوز فرخ آباد ہی میں مرید ہو چکے تھے۔ یہ بات تاریخ فرخ آباد "مصنفہ ولی اللہ میں ہے اس کتاب میں ان کے پیر کا نام محمد زابد لکھا ہے اور ان کا ترجمہ بھی جہاں تک مجھے یاد ہے اس میں موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سنی تھے، لیکن خود سوز شیوہ معلوم ہوتے ہیں۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

روز محشر بود سیاہ چو قبر  
 چہرہ منکران عید غدیر  
 زباں سے مرتضیٰ مشکل کشا کا منقبت کہتا  
 تو مذہب پر نصیری کے علی اللہ میں لکھتا  
 تجھے سوز کیا غم ہے تیرا تو والی  
 علی ولی ہے وہی نبی ہے  
 خلافت آن کر لے سوز بولی چوتھے درجے میں  
 جو چاہو آخرت اپنی تو حضرت شاہ کو پوچھو  
 سات اور پانچ دل میں ثابت کر  
 جان سے مولیٰ علی کا ہو تو نصیر  
 آزاد نے "گلزار ابراہیم" دجسے وہ "گلزار ابراہیمی" کہتے ہیں اسے سوز کے خط کی عبارت بنام علی ابراہیم خاں نقل کی ہے: "میر سوز شخصیت کہ بیچ کس راز و حلاوتے جز سکوت و اکراہ حاصل نشود"

لہ: میں نے کبھی دیوان اور کبھی کلیات لکھا ہے، دونوں ایک ہیں۔ لہ۔ یہ میرا قیاس ہے کہ مرید وہاں ہوئے۔ لہ۔ عہد سوز میں کسی شیوہ کا سنی پیر سے مرید ہونا ناممکن نہ تھا۔ اس کا امکان بھی ہے کہ سوز پہلے سنی ہے ہوں بعد کو شیوہ ہو گئے ہوں۔



وایں نیز قدرت کمال لہیست کہ ہرکے بلکہ خار و خنہ نیست کہ بکار چند بیاید۔ س۔ اگر منکرے سوال کند کہ ناکارہ  
مخص نیفتاد است۔ ج۔ ایست کہ نامش سوختیت۔ آزاد نے اپنی روش کے خلاف ”دو تذکروں میں اس  
عبارت کو مطابق کیا۔ کوئی نسخہ مطلب خیز نہ نکلا۔“ مطلب بالکل واضح ہے۔ یہ البتہ سمجھ میں نہ آیا کہ آزاد نے سوال  
کی جگہ ’س‘ اور جواب کے عوض ’ج‘ کیوں لکھا۔ ”گلزار ابراہیم“ کے جو نسخے میں نے دیکھے ہیں، ان میں سوال  
و جواب ہی ہے۔ اس سلسلے میں سوز کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے :۔

بھلا اس سوز کی خلقت کیا منظور تھاتی کو خدا ہی جانے کیا حکمت ہے یہ بھی اس کی خلاتی

### اضافہ :-

میر مہدی، داغ کی وفات سے متعلق ”کلیات سوز“ میں اشعار ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے :

کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو کس منہ سے کہوں کہ میر مہدی مر گئے

راقم نے سوز کو ”صوفی مذہب“ لکھا ہے۔

یہ واضح نہیں کہ سودا کا مفروضہ اعتراض ”نکسے“ پر تھا یا ”اپاہے“ پر نکسنا کے بعض صیغے دیوان  
یکرو میں آئے ہیں اور یکرو سودا کا معاصر ہے۔ ”کلیات سوز“ میں ”نکسے“ نہیں نکلے ہے، اور اس کا جو نسخہ اس وقت  
پیش نظر ہے، اس میں ”اپاہے“ کی جگہ ”اما ہے“ ہے۔ اپاہ، اور اماہ دونوں ”فرہنگ آصفیہ“ میں نہیں۔  
میں اس وقت اس لفظ کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔



# Shu'ara ke Tazkirey

A Biography-cum-anthology of Urdu & Persian Poets

by

**Qazi Abdul Wadood**

(d. 1984)

Khuda Bakhsh Oriental Public Library  
Patna